WWW.PAKSOCIETY.COM
موم کی محبت
راحت وفا

قسط نمبر ۱

چاہت میں ہم نے طور پرانے بدل دیے
جذبہ ہر اک سنبھال کے خانے بدل دیے
بے فائدہ ہے لوٹ کے آنا ہواؤں کا
ہم نے سب ہی پرانے ٹھکانے بدل دیے

کاس نے جلتی ہوئی آنکھوں پر پانی کے چھینٹے مارے اور سکون محسوس کیا۔ مگر پانی سے خوبصورت آنکھیں کاجل سے محروم ہوگئیں۔ ٹشو پیپر سے پلکیں خشک کرتی ہوئی وہ واپس اپنی سیٹ پر بیٹھی تو مرزا نوازش بے قرار سے چال چلتے ہوئے اس کے پاس پہنچ گئے۔

"ارے یہ کیا غضب کیا کاجل دھو ڈالا۔"

"کیوں میری آنکھیں خوبصورت نہیں ہیں کیا؟" لیٹر پیڈ اپنے سامنے رکھتے انتہائی بے پروائی سے پوچھا۔

"ارے کمال کرتی ہو رانی یہ بھی پوچھنے کی بات ہے کیا؟" وہ جھٹ سے کرسی کھینچ کر بیٹھ گئے۔

"ہوں ہنی رانی نہیں شرمین علی۔" اس نے اپنے کام میں منہمک ہوتے ہوئے کہا۔

"شرمین! کبھی تو ہماری طرف بھی توجہ کرلیا کرو۔"

"مرزا صاحب! آپ بولتے رہیے میں سن رہی ہوں۔" وہ اپنے کام میں مگن رہی۔

"خاک سن رہی ہیں آپ کبھی دل کی بات تو سنی نہیں۔" وہ چڑ کر بولے۔

"ہمیشہ سنی ہے آپ کا دل جو جو کہتا ہے وہ لفظ بہ لفظ مجھے یاد ہے کہیں تو سنا دوں۔" ہلکے سے تبسم سے پوچھا اور فائل میں کچھ دیکھنے لگی۔

"مذاق اڑاتی ہیں آپ ہمارے جذبوں کا۔"

"ارے مرزا صاحب! آپ تو بہت محترم ہیں میں آپ کا مذاق کیسے اڑا سکتی ہوں۔" وہ مسکرائی۔

"تو کب میری محبت کا جواب محبت سے دو گی۔"

"جب آپ محبت کریں گے۔" برجستہ جواب دیا۔

"کیا......؟ کیسی خاتون ہیں آپ ہم کب سے آپ کی محبت میں تڑپ رہے ہیں اور آپ......"

"کب سے نہیں اس دفتر میں جس روز میں نے پہلی مرتبہ قدم رکھا تھا اس دن سے ہے نا...... لیکن اسے محبت نہیں کہتے۔"

"یہ بڑی غلط بات ہے شرمین جی! ہم تو آج تک وہ دن بھول ہی نہیں پائے گلابی لباس میں گلابی چمکیلی لپ اسٹک لگائے سیاہ چشمہ ہاتھ میں پکڑے کندھے پر پرس لٹکائے جب بالوں کو جھٹکا دے کر میرے سامنے آکر کھڑی ہوئی تھیں۔"

"بس بس واپس آجائیے یہ سب باتیں مجھے ازبر ہیں ویسے اس روز میں نے زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی تھی۔" وہ منہ بنا کر بولی۔

"ہمارے پاس آنے کو آپ غلطی کہہ رہی ہیں۔" وہ بگڑے۔

"چیک کرلیں مرزا صاحب آپ کے پاس آنے کی نہیں اس دفتر میں آنے کی۔" اس نے حد درجہ لاپروائی سے کہا۔

"جی! ہمارے پاس کہاں آتی ہیں آپ آپ کوتو محبت ہو ہی نہیں سکتی آپ کے سینے میں دل نہیں پتھر ہے۔"

"مرزا صاحب! پلیز یہ دفتر ہے آپ سمجھدار آدمی ہیں۔ یہ ہر وقت محبت محبت کی تکرار اچھی نہیں لگتی۔ میں آپ کی بہت عزت کرتی ہوں۔"

"کیا سمجھدار آدمی محبت نہیں کرسکتا' کون سی کتاب میں لکھا ہے کہ ہم جیسے لوگ محبت نہیں کرسکتے۔" وہ ہمیشہ کی طرح ہتھے سے اکھڑ گئے۔

"پلیز...... پلیز! مرزا صاحب! محبت کو کھیل نہ بنائیں' مجھے اس وقت کام کرنے دیں۔" اس نے ہاتھ جوڑ دیے۔

"تو پھر آج باہر کہیں چلتے ہیں' کیا میرے لیے اتنی سی بھی دل میں جگہ نہیں۔" وہ حد درجہ معصوم لگے۔ وہ ہنس دی۔

"ضرور چلیں گے مگر آج نہیں پھر کبھی۔"

مجھے ندیم اینڈ سنز کی فائل تیار کرنی ہے۔ یہ باتیں تو چلتی رہیں گی۔"

"ہماری فائل پر بھی کام کریں۔"

"ارے آپ بھول رہے ہیں آپ کی فائل پر کام پورا ہوچکا ہے' آپ کی ایک عدد بیوی اور دو عدد بچے ہیں۔" ان سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اونہہ! آپ یہ بھی تو جانتی ہیں کہ ہم کس قدر اذیت ناک ازدواجی زندگی بسر کر رہے ہیں۔" مرزا صاحب کو اس وقت شادی شدہ کہلانا اچھا نہیں لگا۔

"چھوڑیے مرزا صاحب! ہر شادی شدہ مرد یہی کہتا ہے۔" وہ کچھ چڑ کر بولی۔

"آپ کو تو عادت ہے ہماری خوشی برباد کرنے کی۔" مرزا صاحب کو سچ مچ غصہ آگیا اور اٹھ کر چلے گئے۔ شرمین نے سکون کا سانس لیا اور کام میں مگن ہوگئی۔ وہ جانتی تھی کہ مرزا صاحب مستقل ناراض ہونے والے نہیں۔

......☆☆☆......

چپل پیروں سے اتار کر اس نے صوفے پر پاؤں پھیلا لیے۔ پنکھے کی ٹھنڈی ہوا بھلی لگ رہی تھی کہ عین اسی لمحے لائٹ چلی گئی اسے سخت کوفت کا احساس ہوا۔

"اماں...... اماں! موم بتی تو جلا۔"

"جلاتی ہوں شرمین۔" اماں کی دور سے آواز آئی۔

"آپ کی موجودگی میں موم بتی شرما جائے گی۔" سرہانے سے ببلی کی آواز آئی تو وہ چونکی۔ پاؤں سمیٹ لیے۔

"ارے ببلی! تم کب آئے؟"

"کچھ دیر پہلے آپ ہی کو دیکھ رہا ہوں۔" ببلی کی اس بات پر وہ ٹھٹکی بھی۔

"بڑی بات کی ہے تم نے۔"

"کیوں کیا بڑی بات میں نہیں کرسکتا۔" وہ پوچھنے کے انداز میں اس کے سامنے والے صوفے پر آ گیا۔ اماں موم بتی جلا لائیں۔ درمیان والی میز پر موم بتی سے روشنی پھیل رہی تھی۔ وہ ہنس کر بولی۔

"اماں! آپ کا لاڈلا بڑی بڑی باتیں کرنے لگا ہے۔"

"ارے تو ماشاء اللہ بائیس سال کا ہوگیا ہے۔"

"معاف کیجیے گا انسانی خدوخال آپ سب ماہ و سال سے ہی کیوں ناپتے ہو؟" ببلی کی سنجیدہ بات پر وہ اٹھ کر اس کے

صوفے کے قریب کھڑی ہو کر اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے بولی۔

"ببولی اتم کیا جانو کہ زینت آپا نے کتنی بڑی محنت و مشقت کے بعد تمہارے ماہ و سال کا یہ روپ پلیا ہے۔"

"لیکن مجھے بڑا نا آپ سمجھتی ہیں اور نہ اماں۔" اس نے گلہ کیا۔

"ہاہاہا یہ اصل دکھ کی بات ہے۔" اماں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بھئی آپ بڑے ہو گئے ہیں لیکن اتنے بڑے بھی نہیں۔"

"اتنے بڑے ضرور ہیں کہ اچھا برا سمجھ سکیں۔"

"او کے!" اسی لمحے بجلی آ گئی سارا ماحول جگمگا اٹھا۔

"چلو اب ہاتھ منہ دھولو میں کھانا لگاتی ہوں۔" اماں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہ ہم باہر چل کر کھانا کھائیں۔" ببولی نے جگمگاتی نگاہوں سے دیکھا۔

"ارے نہیں آج تو بہت تھکن ہے۔" وہ بالوں کو ربر بینڈ میں جکڑتی ہوئی اٹھی۔

"پلیز......!" ہزار التجا ئیں تھیں اس کی نگاہوں میں۔

"ببولی! کیا ہو گیا ہے تمہیں، کچھ ضدی ہوتے جا رہے ہو۔"

"او کے خدا حافظ۔" وہ جھٹکے سے کہہ گاڑی کی چابی اٹھا کر چلا گیا۔ شرمین ہکا بکا رہ گئی۔

"ببولی! زینت آپا نے شوہر کی موت کے بعد تمہیں بہت پیار سے پالا ہے۔ تم زینت کا سکھ بنو۔" اس نے دل ہی دل میں دعا کی۔

"شرمین! آؤ بچے کہاں رہ گئیں۔" اماں کی آواز آئی۔

"ہنہ! ہاں آ رہی ہوں۔" سر جھٹک کر وہ کھانے کی میز کی طرف چلی آئی۔

☆......☆☆......☆

وہ ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوا تو شیر دل بابا نے بہت پیار سے کھانے کا پوچھا۔

"بابا! کھانا لگا دوں؟"

"کیا ہر وقت بابا! بابا لگائے رکھتے ہو کیا اب بچہ رہ گیا ہوں میں...... کب بڑا سمجھو گے مجھے؟" وہ چلانے لگا۔

"ببولی! کیا ہو گیا ہے تمہیں؟" زینت نے اس کے چیخنے پر اپنے کمرے سے باہر نکل کر پوچھا۔

"کچھ نہیں! بس بتا دیں سب کو کہ میں اب بڑا ہو گیا ہوں اور میرا نام بابر ہے...... بابر علی خان۔" وہ بولا۔

"اس جلال کی وجہ۔" زینت نے استفسار بھری نگاہوں سے دیکھا۔

"پلیز! کیا اپنے آپ کو آئی ڈینٹی فائی کرنے کے لیے کسی جلال کی ضرورت ہے کیا؟"

"شناخت اس طرح نہیں کرائی جا سکتی۔" اس نے نرمی سے کہا۔

"او کے! میں اب سونا چاہتا ہوں۔" وہ لاپروائی سے بولا۔

"آل رائٹ! لیکن اب چیخنا چلانا نہیں آپ جانتے ہو کہ مجھے یہ پسند نہیں۔"

"ماما! اپنی پسند کا ہر انسان خیال رکھتا ہے ہے نا۔" وہ جلدی سے بولا۔

"ہنہ! اتنا تو ہونا ہی چاہیے۔" اس نے سرسری انداز میں جواب دیا۔

"یہی تو میں بھی کہتا ہوں۔" وہ مسکرایا۔

"کیا کہتے ہو؟"

"یہی کہ اپنی پسند کا ہر انسان کو خیال رکھنا چاہیے۔"

"پتہ نہیں کونسی پہیلیاں بجھواتے رہتے ہو۔" زینت نے ہنس کر کہا۔

"ماما! ابھی کہاں آپ بجھیں گی...... بتاؤں گا۔" وہ یہ کہتا ہوا اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

"بیگم صاحبہ! بابا غصے میں کیوں تھے؟"

"شیر دل بابا! ابھی بچپنا ہے اس میں اور کچھ نہیں۔" زینت نے کہا۔

"اب میرے لیے کیا حکم ہے کھانا لگا دوں یا نہیں۔"

"ہاں! کیوں نہیں میں نے تو ویسے بھی سارا دن کچھ نہیں کھایا۔"

"بیگم صاحبہ! آپ ایسا نہ کیا کریں اگر آپ کہیں تو میں ڈرائیور کے ہاتھ کھانا دفتر بھیج دیا کروں۔"

"ارے نہیں بابا! وہاں مصروفیت اس نوعیت کی ہوتی ہے کہ پانی پینے کا وقت نہیں ملتا آپ کھانا بھیج بھی دیں گے تو کھایا نہیں جائے گا۔"

"بہرحال آپ کو اپنی صحت کا خیال رکھنا چاہیے۔"

"بزنس بہت وقت مانگتا ہے بابا۔" وہ آرام سے آنکھیں موند کر بیٹھ گئی۔

شیر دل بابا کچن کی طرف بڑھ گئے۔

......❁......

یوبی کے رویے کی تبدیلی کا احساس ابھی اس کے ذہن سے نکلا نہیں تھا کہ اس نے ایک بم اس کی سماعت پر پھوڑ دیا۔

وہ کیاریوں کو پانی دیتے ہوئے حیرت زدہ رہ گئی۔

"یوبی! آئم وری یو...... یو سیڈ یولوی۔" وہ دہاڑی جبکہ وہ پرسکون ہی رہا۔

"تو...... کیا انوکھی بات کہہ دی ہے میں نے۔"

"جسٹ شٹ اپ اینڈ گیٹ آؤٹ۔" وہ چیخ اٹھی۔

"کیوں......؟"

"یوبی! تمہاری نگاہوں سے رشتوں کا احترام چلا گیا ہے تم یہ بھی بھول گئے کہ میں کتنی بڑی ہوں تم سے میرا اور تمہارا کیا رشتہ ہے؟"

"سب رشتے محبت سے نمو پاتے ہیں ہر رشتہ اسی راستے سے ہو کر جاتا ہے۔"

"او گاڈ! پلیز اس وقت دور ہو جاؤ میری نظروں سے۔" اس نے سختی سے کہا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

مگر یوبی نے یہ مشن جاری رکھی۔ وہ اس کے پیچھے دوڑتا ہوا اس کے کمرے میں آ گیا۔ وہ منہ پر ہاتھ رکھے لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔ وہ بالکل سامنے آ کھڑا ہوا۔

"یوبی! کم آن اینڈ سیٹ ہیئر۔" اس نے ایک دم اپنا موڈ بدلا اور اسے شفقت بھری نظروں سے دیکھا۔

"شفقت سے نہیں محبت سے پلیز محبت سے۔" وہ بے باکی سے نگاہوں میں نگاہیں ڈالتے ہوئے بولا۔

"یوبی! شفقت میں ہی تو تمہارے لیے ڈھیر ساری محبت ہے۔" وہ مسکرائی اور اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی ہوئی بولی۔

"یہ بچوں کی طرح ٹریٹ مت کریں میں نے آپ سے بڑا پن مانگا ہے۔" وہ ہاتھ جھٹک کر بولا۔

وہ چند لمحے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے کچھ سوچتی رہی پھر انتہائی سنجیدگی سے بولی۔

"یوبی! آپ ابھی اس دور میں ہیں جہاں قدم زمین پر نہیں آسمان پر پڑتے ہیں۔"

"یہ فلسفہ آپ کا میرے لیے نہیں ہونا چاہیے۔" وہ بولا۔
"اچھا اس وقت جاؤ زینت آپا تمہارا انتظار کررہی ہوں گی۔"
"یہاں کے آفس میں بیٹھنے کا وقت ہے۔"
"خیر پھر بھی جاؤ۔" اس نے اسکارف میں جکڑے بال کھول کر یہ ظاہر کیا کہ وہ آرام کرنا چاہتی ہے۔ وہ مردہ قدموں سے اٹھا اور باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد وہ خاصی مضطرب پریشانی کی حالت میں ٹہلنے لگی۔ بوبی میں اس نئی تبدیلی کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ پہلے تو وہ شاید اسے عام سی بات سمجھ رہی تھی لیکن سچ مچ وہ احمقانہ روش پر چل نکلا ہے۔ اگر ایسا ہے تو کیا کرنا ہوگا؟ اس نے خود سے سوال کیا۔ کچھ دیر غور کرتی رہی پھر کچھ سوچ کر مطمئن ہوگئی...... یقیناً اس کا فیصلہ اسے ہی کرنا تھا۔

......⁂......
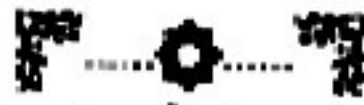
زبیدہ نے آج پھر خود کو کمرے میں بند کررکھا تھا۔ مرزا نوازش نے ماں کے بگڑے تیور دیکھ کر سب کچھ سمجھ لیا کہ آج پھر کسی قباحت کا سامنا ہے...... وہ دبے قدموں سے نظر بچا کر گزرنا چاہتے تھے کہ اماں بی نے گرجدار آواز میں للکارا۔
"ارے کہاں جارہے ہو بیوی کے غلام۔" وہ شرمندہ سے ہوکر ان کی طرف آگئے۔
"السلام علیکم۔"
"وعلیکم السلام! اماں کی بھی سن لیا کرو۔" اماں بی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔
"جی...... کہیے۔" مرزا نوازش کے پاس سوائے منمنانے کے کچھ نہ تھا۔
"نوازش! اپنی بیوی سے پوچھ کیوں نہیں لیتے کہ وہ کیا چاہتی ہے۔"
"کیا ہوا؟" سب کچھ جانتے ہوئے بھی انہوں نے پوچھا۔
"ارے کیا ہونا ہے زبیدہ کو اپنے بڑے پن کا بالکل احساس نہیں ہے بھلا تم تو یہی دیوانی سے ذمہ داری کرنی چاہیے بڑی بہو ہو تو بڑے مقام کو بھی سمجھو کیا چھوٹی چھوٹی چیزوں پر فساد کرتی اچھی لگتی ہے؟" اماں بی نے اچھی خاصی تفصیل بیان کر ڈالی۔
"اماں بی! یہی باتیں اگر اس کی سمجھ میں آجائیں تو اسے زبیدہ کون کہے؟" نوازش دل گرفتگی سے بولے۔
"تو سمجھاؤ اسے چولہا چکی الگ کرنا چاہتی ہے تو کرو لیکن یہ روز روز کا جھگڑا بلاوجہ غصے میں بچوں کی مار پیٹ ہم برداشت نہیں کرسکتے۔"
"آپ کا خیال ہے کہ میں نے اسے سمجھایا نہیں وہ بہت ضدی اور ڈھیٹ ہے سمجھانے پر الٹا ردعمل ظاہر کرتی ہے۔"
"بس نبھانا تو ہے نا آرام سے سمجھادیا کرو مجھے تو بچوں کی فکر ہے معصوم حسن اور چھوٹی سی ثانیہ کس طرح اس کی بلاوجہ کی سختیاں برداشت کریں گے۔"
"بس ان کی قسمت میں ایسی ہی ماں ہے خیر آپ پریشان نہ ہوں میں سمجھاؤں گا۔"
"ہاں! اگر الگ رہنا چاہتی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"
"آپ کمال کرتی ہیں میری تنخواہ میں الگ کیسے رہا جاسکتا ہے بارہ ہزار صرف کہنے کی حد تک ہیں کرائے کا مکان اور تمام ضروریات اس میں پوری نہیں ہوسکتیں۔" نوازش نے تلخی سے کہا۔
"لیکن اگر یہ باتیں اس کی سمجھ میں نہیں آئیں پھر......"
"پھر کیا بس اسی طرح زندگی بسر ہوگی۔" وہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے کمرے کا رخ کیا۔

ماں کی باتیں سن کر جونہی مرزا نواز ش نے کمرے میں قدم رکھا تو دروازے میں ہی زبیدہ کی شعلہ بار نگاہوں کا سامنا کیا۔
"آ گئے ماں کی تقریریں سن کر خیال آ گیا بیوی کا۔" نگاہوں کی آگ سے زیادہ لہجے میں گرمی تھی۔ ہمیشہ کی طرح نواز ش نے لمبی سانس بھری اور مسکرائے۔
"کیا ہوا جانو؟"
"کیا نہیں ہوا؟" ایک دم ہی وہ رونے والے لہجے میں بولی۔
"اوں...... رونا نہیں۔" انہوں نے لہجہ نرم پاتے ہی اسے گلے سے لگا لیا۔
"چھوٹی سی بات پر اماں بی نے وہ سنا ئیں کہ......"
"چھوڑو...... چھوڑو سارا موڈ غارت نہ کرو۔" انہوں نے اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کر کے خود سے اور قریب کرتے ہوئے کہا۔ زبیدہ سرتا پا چھوئی موئی کی طرح خود میں سمٹنے لگی۔
"کیا میں بہت بری ہوں۔" سینے میں منہ دے کر پوچھا گیا۔
"کس نے کہا؟" وہ عالم محویت میں بولے۔
"اماں بی نے۔"
"ارے چھوڑو زبیدہ جان تم کیا ہو یہ ہم جانتے ہیں۔" انہوں نے اس کی گردن پر اپنے محبت کی مہر ثبت کی تو وہ بری طرح پگھل گئی۔
"اللہ چھوڑیں نا...... دروازہ تو بند کر لیں۔"
"یہ لو...... ابھی کر لیتے ہیں۔" وہ اسے لیے لیے دروازہ بند کر آئے اور پھر زبیدہ کے سب گلے شکوے جاتے رہے۔ زبیدہ میں مزاج کی گرمی ضرور تھی مگر شوہر کے لیے سراپا محبت، نرمی اور اپنائیت تھی۔ ہمیشہ بڑے سے بڑے محاذ پر فتح یاب ہونے کے بعد وہ شوہر کے بازوؤں میں شکست کھا جاتی تھی۔ یہ حقیقت نواز ش مرزا صاحب پر اچھی طرح آشکارا تھی کہ زبیدہ بطور بیوی بہت اچھی اور تعاون کرنے والی تھی اور اس کا اعتراف وہ دل میں کرتے رہتے تھے دل سے باہر نہیں۔

⁂

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔
"کون؟ آ جاؤ......" خود ہی پوچھ کر انہوں نے آنے کی اجازت دے دی۔
"صاحب! یہ لفافہ آپ کے لیے ہے۔" نذیر نے ادب سے ایک سفید رجسٹرڈ ڈاک کا لفافہ سامنے تھما دیا۔
"ٹھیک ہے جاؤ۔" صبیح احمد نے لفافے کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے کہا۔ نذیر چلا گیا۔ لفافے کے ایک طرف تو ان کا نام درج تھا، پتہ بھی یہی تھا لیکن دوسری جانب بھیجنے والے کا نام پتہ دیکھ کر ان کے ہاتھ کانپ سے گئے۔ چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا۔ لفافہ لرزتے ہاتھوں سے میز پر رکھا پھر کچھ سوچ کر اٹھایا اور ایک طرف سے چاک کر کے اندر سے تہہ شدہ صفحہ نکال کر نگاہوں کے سامنے کیا۔

از لاہور:
۱۰ مئی ۲۰۰۴ء

اچھے صبیح!
آداب! امید کرتی ہوں کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ میں اور اماں خیریت سے ہیں۔ میں نے تقریباً پانچ ماہ ہوئے

اشتہاری کمپنی "ماسٹر مائنڈ" جوائن کرلی ہے گھر میں رہ کر آپ کا انتظار قیامت سے کم نہیں تھا اب دن دفتر کی مصروفیت میں گزر جاتا ہے اور رات آپ کے انتظار میں، مگر صبیح! اب انتظار بہت طویل ہوگیا ہے اور آپ کی مسلسل خاموشی بہت سے خدشات کو جنم دیتی ہے، نہ فون نہ خط اور ملاقات کو زمانے گزر گئے ہیں۔ اپنے پرائے سب مجھ سے سوال کرتے ہیں آپ ہی بتایئے کہ میں کیا جواب دوں؟ آپ کی اور ہماری شادی ہونے والی تھی چند دن کے لیے آپ گئے تھے اب اس بات کو طویل عرصہ گزر گیا ہے۔ خیر میں آپ کے جواب کا ایک ہفتے انتظار کروں گی اور پھر کراچی آ جاؤں گی۔

سب کو سلام!

فقط

آپ کی شرمین!

خط صبیح احمد کی مٹھی میں بند ہوگیا۔ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے وہ گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ ٹیلی فونز کی گھنٹیاں بجتی رہیں انٹرکام چیختا رہا مگر وہ اس دنیا میں تھے ہی کب؟

"نہیں...... نہیں...... کچھ دیر بعد وہ خود کلامی کے انداز میں بڑبڑائے اور پھر انٹرکام پر پی اے کو لاہور کے لیے جہاز کی سیٹ کنفرم کرانے کو کہا۔ وہ شرمین سے پہلے لاہور پہنچنا چاہتے تھے۔ شاید اسے کراچی آنے سے روکنا چاہتے تھے۔ یہاں اس کا آنا بالکل نامناسب تھا۔ وہ کس طرح اس کا سامنا کرتے اور کس طرح اپنی نوبیاہتا دلہن سے چھپا سکتے۔ پورے گھر میں زلزلہ آ جائے گا۔ فاریہ تو قیامت برپا کردے گی۔

"او خدا! کیا وہ وقت آ گیا جس کا مجھے ڈر تھا؟ کیا شرمین سے شرمندہ ہونے کی گھڑی آ گئی ہے؟ میں مجرم ہوں اس کا، وہ اب تک ہماری شادی کے بارے میں سوچتی ہے حالانکہ اپنی طرف سے خوش تھی اس لیے کہ وہ اس سے تنگ آ کر نیا جیون ساتھی چن لے...... مگر وہ تو اب بھی میری منتظر ہے۔ میں کیا کہوں گا اسے؟ کس طرح اسے اپنے اس فیصلے کے بارے میں بتاؤں گا۔ وہ بکھر جائے گی۔ ٹوٹ پھوٹ جائے گی۔" وہ سر تھام کر بیٹھ گئے۔

......✿......

"کیا آپ ہمارے ساتھ ایک کپ چائے پی سکتی ہیں۔" مرزا نوازش نے انٹرکام پر پوچھا۔

"مرزا صاحب! اس وقت......"

"اس اور اس وقت کو چھوڑیں بس ہماری خوشی کا خیال رکھیں۔" انہوں نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"جی! شام میں پی لیں گے دراصل......"

"شرمین جی! کبھی تو ہماری بات بھی مان لیا کریں پلیز...... پلیز......" ان کے لہجے میں اس قدر اصرار تھا کہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے ہاں کرنی پڑی۔

"او کے! آپ چائے بنوایئے میں آتی ہوں۔"

"بہت شکریہ! بس جلدی سے آ جایئے۔" وہ بیتابی سے بولے جبکہ وہ جل بھن سی گئی۔ مگر کیا کرسکتی تھی وہ اس قدر ڈھیٹ واقع ہوئے تھے کہ اسے ہی ہتھیار پھینکنے پڑے۔ فائل بند کی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"خوش آمدید آپ آئے بہار آئی۔" مرزا صاحب نے بڑے تپاک سے اس کا استقبال کیا۔ وہ دل ہی دل میں لعنت ملامت کرنے لگی۔

"پلیز! مرزا صاحب اس طرح کیوں کرتے ہیں آپ؟"

"جی...... کیا کیا ہے ہم نے کاش ہم وہ کرسکتے جو آپ جیسی حسین خاتون کے لیے کرنا چاہیے شاید آپ آئینہ نہیں

دیکھتیں۔" اس کے سراپے پر نظریں جمائے وہ بولے۔

"اب آپ کو کیا کہوں آپ کی بیوی بھی خاصی حسین خاتون ہیں۔" وہ جان بوجھ کر جتلا گئی۔

"ان کا تو آپ ذکر جانے دیں ہم ان کے قریب جا کر بھی آپ ہی کو سوچتے ہیں۔"

"یہ تو بے ایمانی ہے مرزا صاحب آپ یہ حرکت اگر کرتے ہیں تو سخت برا کرتے ہیں۔" وہ چڑ کر بولی۔

"ہم بے قصور ہیں شرمین صاحبہ! ہمیں آپ کے علاوہ کچھ دکھائی جو نہیں دیتا' آپ کا چہرہ ہمارے حواسوں پر چھایا رہتا ہے۔"

"فار گاڈ سیک! مرزا صاحب آپ نے اگر ایسی گفتگو کے لیے مجھے بلایا ہے تو میں جا رہی ہوں۔" وہ سختی سے بولی۔

"آپ ہمیں قتل بھی کر دیں تو غم نہیں' آپ کیا ہیں یہ..... آپ کو بھی پتہ نہیں۔" وہ مخمور لہجے میں بولے۔

"مرزا صاحب! آپ ایک شادی شدہ انسان ہیں اور یہ سب آپ کو بالکل بھی زیب نہیں دیتا..... آخر آپ میرے لیے ہی زحمت کیوں کرتے ہیں اس دفتر میں اور بھی کئی لڑکیاں ہیں۔" اس نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"شرمین! ان میں اور آپ میں کیا فرق ہے یہ ہم کیسے بتائیں؟ سب سے محبت نہیں ہوتی۔" انہوں نے چائے بنا کر اسے پیش کی۔

"مگر آپ کو کس نے کہہ دیا کہ آپ کو محبت کرنی چاہیے۔" وہ حیرت سے بولی۔

"کمال ہے یہ بتانے کی بات ہے کیا' یہ تو بس ہو جاتی ہے جیسے ہمیں آپ سے ہو گئی۔" وہ جذباتی سے ہونے لگے۔

"ارے خدا کے لیے آپ ایسا ہرگز نہ کہیں' کیونکہ یہ کہنے سننے کی بات ہے عمل کرنے کی نہیں۔" در پردہ اس نے مرزا صاحب کا مذاق اڑا لیا۔

"کیوں عمل کرنے کی نہیں ہے آپ ایک مرتبہ محبت کا اعتراف تو کریں پھر......"

"پھر یہ کہ مجھے بہت سا کام کرنا ہے پلیز یہ باتیں پھر کبھی۔" کپ رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ایک بات ہے کہ آپ کے سینے میں دل نہیں ہے آپ کو محبت کی ضرورت نہیں ہے۔"

"محبت ضرورت نہیں ہے بلکہ ہر ضرورت محبت کی محتاج ہے۔ خیر یہ بات آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ خدا حافظ۔" وہ ہنس کر یہ کہتی ہوئی چلی گئی۔ مرزا صاحب صرف دیکھتے رہ گئے۔ انہیں ایک بار پھر اپنے اوپر شدید غصہ آیا کہ کیوں چائے کا خرچہ کیا؟ اب تک کسی چائے پانی کا شرمین پر اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ آج بھی اسی قدر لاتعلق تھی جتنی آج سے چھ ماہ پہلے تھی۔ دوسرے ہی ماہ مرزا صاحب کی رپورٹ پر اس کی پروموشن ہو چکی تھی' تنخواہ میں بھی اضافہ ہوا تھا' مگر اس کی نظر میں پھر بھی مرزا صاحب کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ مرزا صاحب کو اس بات کا کچھ قلق بھی ہوتا' بظاہر پتہ نہیں چلنے دیتے تھے..... گھر میں زبیدہ سے مخفی تھا دفتر میں شرمین سے پوشیدہ تھا سب کچھ..... دونوں مقامات پر اپنی مرضی کے مطابق فاؤل کھیل رہے تھے۔ شرمین پر کسی بات کا کچھ اثر ہوتا نہیں تھا..... جبکہ ہر روز وہ ایک نئی کوشش کرتے تھے۔ ہمت جواں تھی ارادہ مستقل تھا کامیابی کی امید پر قائم تھے۔

⁂

گاڑی لاک کر کے راہداری عبور کرتے ہوئے وہ گیسٹ روم کے باہر ٹھٹکی۔ گیسٹ روم کے دروازے سے کھڑکی سے بھینی بھینی پرفیوم کی خوشبو جانی پہچانی تھی۔ ایک دم ہی غیر متوقع ملنے والی خوشی سے اس کا چہرہ تمتما اٹھا۔ بنا کچھ سوچے سمجھے اس نے دروازے کو اندر کی طرف کھولا..... اور سامنے بیڈ پر دراز صبیح احمد کو دیکھ کر وہ دیوانہ وار ان کی طرف دوڑی۔

"صبیح..... صبیح!" بیقراری سے پکارا۔

"ہاں..... کیا حال ہے؟" بھاری لہجے میں پوچھا اور کہنیوں کے بل تھوڑا سا اٹھ کر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگالی۔

"میرے حال کا خیال آ گیا آپ کو۔" وہ دکھی دل سے بولی۔

"خیال ہی خیال ہے اور بڑی دیر لگائی آنے میں روزانہ اتنی دیر سے آتی ہو۔" اپنے لاپروا سے انداز میں وہ ٹال گئے۔

"میرے سوال کا یہ جواب نہیں ہے۔" اس نے آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"سب سوالوں کا جواب دیں گے سانس تو لے لو۔"

"آپ کو احساس ہے کہ کس طرح بیقراری سے دن گنے ہیں میں نے لوگوں کے سوالوں کا سامنا کیا ہے آپ تو مجھے کہیں رکھ کر بھول گئے تھے۔" وہ تقریباً رو دی۔

انہوں نے حسب معمول اس کا نازک سا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دبا لیا۔

"کچھ نہیں بھولا بس کچھ اتفاقات ایسے ہوتے ہیں کہ انسان بے بس ہو جاتا ہے۔" وہ اس کے ہاتھ سے کھیلتے ہوئے بولے۔ شرمین نے غور سے ان کی طرف دیکھا' لہجے کے پردے میں کچھ تھا۔

"اب تو اتفاقات نہیں رہے نا۔"

"بھلا اتفاقات ختم ہونے کے لیے ہوتے ہیں۔ خیر چینج کر لو باہر ڈنر کریں گے اور ڈھیر ساری باتیں بھی۔"

"آپ سچ مچ میرے پاس آ گئے ہیں نا۔" یقین کر لینے کے لیے وہ ایک بار پھر بے یقین لہجے میں بولی۔

"کہا نا کہ سب باتیں کریں گے فی الحال چینج کر لو اماں سے مل لو۔"

"آپ آئے کب؟"

"دوپہر میں اماں کے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا کھایا اور پھر سو گیا اب صبح کی فلائیٹ ہے مجھے واپس جانا ہے۔"

"کیا..... صبح.....؟"

"بھئی تمہارا خط پڑھ کر جلدی میں دوڑا چلا آیا ہوں وہاں کسی کو خبر نہیں کہ میں کہاں ہوں؟"

"اس کا مطلب ہے؟" اس کی ہمت جواب دے گئی۔

"اس کا مطلب بعد میں نکال لینا ابھی تو تیار ہو جاؤ' جو وقت ہے اسے تو خوش اسلوبی سے گزار لیں۔" وہ بڑے سنجیدہ سے انداز میں بولے۔ وہ ڈوبتے دل کے ساتھ تیار ہونے کے لیے باہر نکل گئی اور وہ گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ کوئی سرا ان کے ہاتھ میں نہیں تھا' ایک طرف شرمین کی تھی' دوسری طرف بیمار ضدی ماں' اس کا فیصلہ جو فاریہ کی شکل میں موجود تھا۔ عجب دوراہے پر ان کی زندگی آ گئی تھی۔ سب کچھ دیکھتے ہی دیکھتے بدل گیا ان کی محبت شرمین دور ہو گئی۔ وہ روایتی بزدل بے بس بیٹے کا کردار ادا کرتے رہے۔

"میں مجرم ہوں شرمین' لیکن یہ اعتراف بھی میں تمہارے روبرو کبھی نہیں کر سکتا۔ میری انا کی چار دیواری سے یہ اعتراف' احساس جرم کبھی باہر نہیں آئے گا۔ یہ بس قسمت کا لکھا ہے اسے قبول کرنا ہے۔ میرے ساتھ تعاون کرنا ہے۔" وہ خود سے باتیں کر رہے تھے کہ وہ اداس اداس سی ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"آپ تیار نہیں ہوئے۔"

"تم گاڑی نکالو میں پانچ منٹ میں آیا۔" وہ چٹکی بجا کر واش روم میں گھس گئے۔

گاڑی میں ان کے برابر بیٹھی وہ جانے کیا کیا سوچنے لگی۔ وہ بھی گہری سوچ میں مستغرق گاڑی چلانے میں محو تھے۔ ان کے چہرے پر چھائی خاموشی اظہار تھی اس بات کا کہ وہ کچھ کہنے کے لیے مناسب الفاظ جمع کر رہے ہیں۔ بالکل ایسا ہی تھا' کچھ دیر بعد گاڑی قدرے سنسان سڑک پر ڈالتے ہوئے انہوں نے گاڑی کی رفتار کم کی اور بولنا شروع کیا۔

"شرمین! جو بات میں شروع کرنے والا ہوں اس کے لیے توقع کرتا ہوں کہ تم صبر اور تحمل کے ساتھ میری پوری بات سنو گی اور پھر کسی فیصلہ کن نتیجے پر میرا ساتھ دو گی۔"

"کوئی خاص بات ہے کیا؟" وہ تقریباً خوفزدہ سی ہو گئی۔

"جو بھی ہے..... بس بات ہے..... شاید تمہارے لیے خاص ہو اور کسی کے لیے اتنی خاص نہ ہو۔"

"اچھا! اب بول لیجیے تو سہی۔" دل کڑا کر کے اس نے کہا۔

انہوں نے ایک لمحے اس کی طرف دیکھا اور پھر سامنے سڑک پر دیکھتے ہوئے بولے۔

"میں جب اپنی اور تمہاری شادی کی بات کرنے گیا تھا تو امی نے کہا کہ جو رشتہ میرے اور تمہارے ابو کے درمیان ہوا تھا وہ ان دونوں کی موت پر ہی ختم ہو گیا۔ میں کسی غریب لڑکی کو اپنی بہو نہیں بناؤں گی اور میں نے بہت امیر فیملی میں تمہارا رشتہ طے کر رکھا ہے..... امی کا یہ فیصلہ میرے لیے باقی سب گھر والوں کے لیے غیر متوقع تھا۔ میں نے انکار کر دیا تو وہ بہت چیخیں چلائیں طبیعت پہلے ہی خراب تھی مزید خراب ہو گئی۔ میں نے انہیں ہسپتال لے جانا چاہا وہ اڑ گئیں کہ پہلے فاریہ سے شادی کے لیے ہاں کرو مجھے ان کی طبیعت خرابی کے پیش نظر ہاں کرنی پڑی گھر میں شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں اور پھر ٹھیک پانچ ماہ پہلے میری شادی فاریہ سے ہو گئی۔" یہ بم گرا کر انہوں نے شرمین کو دیکھا۔

اس کی آنکھیں جیسے پتھرا گئی تھیں..... چہرہ زرد پڑ گیا۔

"شرمین! پلیز بی ریلیکس۔"

"آپ کہہ رہے ہیں کہ میں ریلیکس رہوں۔" وہ حیرت سے بولی۔

"بہتری اسی میں ہے۔" قدرے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"آپ نے میری محبت کا یہ صلہ دیا اور....."

"دیکھو! اگر ایسی باتیں کرتی ہیں تو میں گاڑی سے اترنا پسند کروں گا۔" سخت ترش انداز میں کہتے ہوئے انہوں نے گاڑی جھٹکے سے روک دی۔

"اوہ..... اکس قدر ظلم ہے آپ اور آپ کی امی نے کیا ہے تو وہ کہہ دیں۔" وہ سسکیاں لینے لگی۔ انہوں نے گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کی۔

"ہونا جو تھا وہ ہو گیا میں نے اسے آج تک بیوی کا درجہ نہیں دیا..... ہمارے درمیان خلیج حائل ہے میں نے اسے کہہ دیا ہے کہ میں دوسری شادی کبھی بھی کر سکتا ہوں فی الحال میں اسے چھوڑ نہیں سکتا کیونکہ امی کی طبیعت سخت خراب ہے وہ ہسپتال میں ایڈمٹ ہیں۔ ان کی ذرا طبیعت سنبھلے تو کچھ سوچا جائے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ مجھے انتظار کرنا ہے۔" دھیرے سے طنزیہ جملہ اس کے لبوں سے نکل گیا۔ انہیں برا لگا۔

"نہ کرو..... میں مجبور تو نہیں کر رہا یہ فیصلہ تو میں نے تمہارے اتنے انتظار کی وجہ سے کیا ہے۔"

"کیا.....؟ آپ کی اپنی کوئی خواہش نہیں؟"

"فی الحال اس قصے کو جانے دو اب یہ بتاؤ کہ میں حالات ٹھیک کر کے آؤں تو میرا ساتھ دو گی۔" وہ انتہائی پرسکون انداز میں پوچھ رہے تھے ان کے نزدیک کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ مارے دکھ اور صدمے کے اس کی آنکھیں برسنے لگیں۔

"میرا خیال ہے تمہاری سمجھ میں میری بات نہیں آئی۔"

"آ گئی ہے آپ گھر چلیں۔" وہ روتے ہوئے بولی۔

"اور وہ.....؟"

"بھوک ہی نہیں رہی۔"

"اگر اس طرح کا رد عمل ظاہر کرنا ہے تو میرا خیال ہے کہ میں نے بلاوجہ ہی قاریہ اور اپنے درمیان فاصلہ رکھا ہوا ہے۔" وہ گھور کر بولے۔

"تو نہ رکھیں فاصلہ میری اہمیت ہی کتنی ہے؟" وہ بھی چڑ سی گئی۔

"بہتر یہی ہے کہ گھر چلیں، یا تی جو کہنا سننا ہو وہیں کہہ لینا۔" انہوں نے ہمیشہ کی طرح تندرس شخصیت کا اظہار کیا۔ شرمین کو اسی رویے کی توقع تھی۔ وہ جانتی تھی کہ محبت کی داسی بن کر تو محبت کا دامن اسی نے پھیلائے رکھا ہے، وہ تو خودسر خودنما شخصیت کا مالک ہی تھا۔ کبھی اپنے خود ساختہ غرور اور شان سے اکڑی گردن انہوں نے نہیں جھکائی تھی۔ وہی ان کے قدموں کو بھی سجدہ گاہ بنالیتی تھی۔ ان کے سامنے بھی سہمی سہمی جھکی جھکی سی رہنا اس کی عادت تھی۔ آج کچھ نیا تھا تو یہ کہ اس نے تھوڑا سا احتجاج کیا تھا۔ اسے ان سے محبت کی شدتوں میں کمی محسوس ہوئی تھی۔ پہلی بار اپنی محبت احمقانہ روش لگی۔ سارا راستہ اس نے باہر دیکھتے ہوئے گزار دیا۔ نہ وہ کچھ بولے اور نہ وہ...... بس طویل خاموشی تھی۔

❁......❁

ڈائننگ ٹیبل پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے دونوں ہی خطِ قاجی لگ رہے تھے۔

اماں نے سالن کی ڈش میز پر رکھی تو صبیح احمد چونکے اور اپنی پلیٹ میں سالن ڈالتے ہوئے بولے۔

"اور کیا مصروفیت ہے آج کل۔"

"کچھ خاص نہیں۔" وہ بے دلی سے بولی۔

"کھانا تو کھاؤ۔" وہ پوری طرح اپنے کھانے میں مصروف تھے۔ یہ بھی ان کی ہمیشہ کی عادت تھی۔ دوسروں کی ذات سے بالکل لاتعلق بن کر اپنے کام میں مصروف رہنا۔ وہ چپ چاپ لمبی سانس بھر کے نوالے توڑنے لگی۔ کھانے کا ہوش کہاں باقی تھا؟

"اور کوئی مسئلہ تو نہیں ہے؟"

"نہیں سب ٹھیک ہے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" وہ نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے بولی۔

"اچھی سی چائے بنواؤ کمرے میں، میں ابھی آجاتا ہوں۔" وہ شان بے نیازی سے کہہ کر کمرے کی طرف چلے گئے۔ اس لمحے شرمین کو وہ ذرا اچھے نہیں لگے۔ حالانکہ یہی صبیح احمد تھے جنہیں دیکھ دیکھ کر وہ جیتی تھی۔ جن کے سب انداز اسے اچھے لگتے تھے آج وہ بیزاری محسوس کررہی تھی۔

"ہونہہ...... یہ شخص میری چاہت کو غلامی سمجھتا ہے شاید۔" اس نے تلخی سے سوچا اور اماں کو چائے کے لیے کہا۔ اماں کے چہرے پر سوالات تھے وہ خاموش تھیں خوش تھیں لیکن سمجھ نہیں سکی تھیں کہ صبیح اس بار کیا کہہ کر جائیں گے۔ کتنی دعاؤں کے بعد تو وہ لوٹ کر آئے تھے۔ انہیں اچانک گیٹ پر دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئیں۔

"شرمین اب صبیح......؟"

اس نے ہاتھ کے اشارے سے منع کردیا۔

"مت پروا کریں بس چائے بنادیں۔" وہ ہاتھ دھو کر گیسٹ روم کی طرف چلی آئی۔

انہوں نے اسے دیکھ کر اخبار تہہ کر کے رکھ دیا اور اپنا ہاتھ پھیلا کر اس بات کا اشارہ کیا کہ میرے قریب بیٹھو اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھو...... مگر وہ اس پیشکش کو نظر انداز کر کے بیڈ کے قریب پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔ انہوں نے ایک لمحے خفت سے اپنے ہاتھ کو گھورا پھر مسکرا کر اپنی مونچھیں ٹھیک کرنے لگے۔ یہ بھی رعونت سے بھرا فخریہ انداز تھا۔ مگر شرمین نے کوئی

نوٹس نہیں لیا۔

"میں رابطہ رکھوں گا تم خود نہ فون کرنا اور نہ ہی خط لکھنا میں حالات بہتر ہوتے ہی آ ؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے لاپروائی سے کہا۔

"ایسا کرنے میں مہینہ بھی لگ سکتا ہے اور سال بھی۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"وہم نہ کرو تمہارا وہی مقام ہے جو پہلے تھا۔"

"کوئی وہم نہیں ہے۔"

"پھر فاصلہ کیوں......" انہوں نے مخمور نگاہوں سے دیکھا۔

"بس ویسے ہی۔" اس نے پھر نظر انداز کر دیا۔

"گویا تبدیلی آ گئی۔ حالات بدلے تو تمہاری محبت ہوا ہو گئی۔" انہوں نے طنز کیا۔

"اچھا! اب بھی میری محبت پر شک ہے آپ کو بھی تو یہ دعویٰ تھا آپ کی محبت کیسے ہوا ہو گئی؟" لہجے کی تلخی وہ بھی چھپا نہیں سکی۔

"کچھ نہیں ہوا سب ویسا ہی ہے صرف وقتی مجبوری ہے۔"

"ہنہ آپ نے محبت کا گلا گھونٹ کر سہرا سجا لیا اور مجھے بتایا تک نہیں۔"

"سب ہنگامی حالات میں ہوا میں تو ذہنی طور پر تیار بھی نہیں تھا۔"

"چھوڑیں یہ وضاحت آپ کو اگر فرق نہیں پڑا تو مجھے بھی کچھ نہیں ہوا۔"

"ویری گڈ یہی تو میں چاہتا ہوں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ خوش دلی سے مسکرائے۔ شرمین کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اسی لمحے اماں چائے لے آ ئیں۔

اس نے چائے بنا کر انہیں دی اور خود بھی لی۔ چائے ختم کرتے ہی وہ اٹھی۔

"مجھے ایک کلائنٹ کی فائل پر کام کرنا ہے آپ سے معذرت کے ساتھ اجازت۔" وہ تعجب سے اثبات میں گردن ہلا کر رہ گئے۔

......❁......

جہاز فضاؤں میں اڑتے ہوئے نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ وہ شکستہ وجود کے ساتھ گھر آ گئی۔ اماں نے بچپن سے اسے سنبھالا تھا۔ اس کے چہرے پر لکھی ہر تحریر با آسانی وہ پڑھ لیتی تھیں۔ وہ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھ گئی۔

"شرمین!"

"ہنہ......!"

"اب اس شخص کا خیال بھی دل سے نکال دو۔"

"اماں بتاتے تم سب کچھ کیسے جان لیتی ہو؟" اس نے پیار سے ان کے ہاتھ تھام کر کہا۔

"بچپن سے اب تک ہر لحظہ تمہیں دیکھ کر گزارا ہے پھر بھی کچھ پوچھنے کی ضرورت ہے کیا؟ صبیح احمد ایک کمزور اور بزدل شخص ہے غرض کا بندہ مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ اب وہ کون سے سبز باغ تمہیں دکھا گیا ہے بس اتنا ضرور ہے کہ وہ کبھی لوٹ کر نہیں آ سکتا۔"

"اماں میرا بھی یہی یقین ہے تم نہیں جانتیں کہ اس نے میرے اعتبار کو کس طرح کرچی کرچی کیا ہے اور اس پر وہ نادم بھی نہیں ہے۔"

"یہ خودسری تو اس کی عادت ہے اتنے عرصے اس نے اس کے گھر والوں نے پلٹ کر خبر نہیں لی ارے جب تک یہاں اس کی ملازمت تھی تب تک ہی یہ تم سے محبتیں جتاتا رہا جونہی کراچی جا کر کاروبار سیٹ کیا پوچھا تک نہیں۔"

"اور بھی بہت کچھ کر چکا ہے۔"

"خیر لعنت بھیجو اب کوئی مناسب سا رشتہ دیکھ کر میں ہاں کر دوں گی اس بے وفا کا اور انتظار نہیں کرنا۔"

"اماں میرا اپنا بھی یہی فیصلہ ہے جس نے ایک بار اعتبار توڑا اس نے ہزار بار توڑا مجھے صبیح احمد سے محبت نہیں رہی۔"

"شاباش! کہہ دیا تھا اسے۔"

"اماں! کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے وہ جانتا ہے کہ اس کے پاس میرے لیے بہانوں کے سوا کچھ نہیں۔"

"آج آفس نہیں جانا کیا؟"

"نہیں اماں بس دل نہیں چاہ رہا میں نے آفس فون کر کے بتا دیا تھا۔"

"چلو پھر آرام کرلو میں نے مارکیٹ جانا ہے کچھ سودا لینے کے لیے۔"

"تو چلیں دونوں گاڑی پر چلتے ہیں۔"

"ارے یہ سامنے تو مارکیٹ ہے میں لے آؤں گی تم آرام کرو۔"

"میری پیاری اماں تم پیدل کیوں جاؤ چلو ہم دونوں چلیں گے۔" وہ فوراً کھڑی ہوگئی۔

"اچھا تم گاڑی باہر نکالو میں گھر اچھی طرح لاک کر دوں۔"

"اوکے۔"

جونہی اماں نے مین گیٹ لاک کیا تو اس نے فرنٹ ڈور ان کے لیے کھول دیا تب اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور مین روڈ پر ڈال دی۔ مارکیٹ کے قریب خاصا تنگ راستہ تھا گاڑیوں کا ازدحام دیکھ کر وہ سوچ ہی رہی تھی کہ گاڑی کہاں پارک کی جائے؟ عین اسی لمحے اچانک دائیں ہاتھ کی سیاہ مرسڈیز نمودار ہوئی اور اس کی گاڑی سے ٹکرا گئی۔ چھناکے سے ونڈ اسکرین دونوں گاڑیوں کی ریزہ ریزہ ہوگئیں۔ اماں لرز گئیں۔ شکر تھا کہ اس کے سوا کوئی نقصان نہیں ہوا تھا۔ وہ غیر متوقع صورت حال پر غور کر رہی تھی کہ چاروں طرف لوگ جمع ہونے شروع ہوگئے۔ متاثرہ مرسڈیز سے گرے سوٹ میں شاہانہ سی چال چلتا ہوا نوجوان اس کی طرف آیا کھڑکی کے قریب جھک کر شرمندگی سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسے پہچان کر بولا۔

"آپ! آپ ماسٹر مانٹنڈ والی شرمین ہیں نا۔"

"جی...... اور آپ؟"

"ایم سوری...... میری غلطی تھی پلیز آپ گاڑی یہاں چھوڑ دیں میں ورکشاپ بھجوا دوں گا۔" وہ صد درجہ شرمساری ظاہر کر رہا تھا۔

"ارے بیٹا! بہت مہربانی ہم خود گاڑی ٹھیک کرالیں گے۔" اماں نے مروت سے کہا۔

"نہ...... نہیں جی یہ نہیں ہوسکتا میں نے نقصان کیا ہے گاڑی تو میں ہی ٹھیک کراؤں گا۔" وہ بضد تھا۔

"پلیز! آپ زحمت نہ کریں میں خود گاڑی ٹھیک کرالوں گی۔" شرمین نے اس کی نگاہوں کی زد سے نکلنے کی کوشش کی۔

"نہیں آپ شرمندہ نہ کریں شرمین جی پلیز میری بات مان لیں۔" وہ مسحور کن خوشبو اس کے حواسوں پر طاری کرنے کے لیے کچھ اور جھک گیا۔

"اوکے! ہم ٹیکسی لے لیتے ہیں بس۔" وہ جھٹکے سے گاڑی سے اتری اور اماں کے ساتھ پیدل چلنے کو تیار ہوگئی۔

"مجھے عارض کہتے ہیں یہ میرا کارڈ رکھ لیں گاڑی شام تک پہنچ جائے گی۔" وہ اپنا کارڈ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے

بولا۔ اس نے کارڈ لے کر بنا دیکھے پرس میں رکھ لیا اور ٹیکسی کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔ جونہی ٹیکسی آ کر رکی وہ تیزی سے بیٹھ گئی۔ اماں نے بھی کچھ نہیں کہا۔ بنا کچھ خریدے ہی دونوں واپس آ گئیں۔

سرخ سرخ گلابوں سے سجا گلدستہ ناک کے قریب کر کے لمبی سانس اندر لے کر وہ مسرور ہو گیا۔

"پھول کس پر چڑھانے ہیں؟" صفدر نے بے تکلفی سے طنز کیا۔

"ہے ایک مہ جبین، یہ پھول تو اس کے سامنے کچھ بھی نہیں۔"

"واہ! یہ واردات کب اور کیسے ہوئی؟" صفدر سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"بتاتا ہوں ایک منٹ" اس نے انٹرکام پر اپنے پی اے سے کہا کہ ڈرائیور کو اندر بھیجو۔" کچھ دیر بعد باوردی عطا محمد اندر حاضر ہو گیا۔

"عطا محمد! یہ پھول اور رفیق کی ورکشاپ سے گاڑی لے کر ماسٹر مائنڈ کے دفتر شرمین صاحب کو دے آؤ۔"

"اس وقت تو شاید دفتر بند ہو گیا ہو رات کے نو بج رہے ہیں گھر بھیجو۔" صفدر نے وال کلاک پر نظر ڈالی۔

"اوہ یس! لیکن گھر کا پتہ تو مجھے نہیں معلوم۔"

"شاباش! ایسی محویت تھی کہ پتہ لینا بھول گئے ایسا پہلی بار ہوا ہے۔" صفدر نے شرارت سے آنکھ دبائی۔

"وہ شاید خود فون کرے میں نے اپنا کارڈ دیا تھا۔"

"اگر اس نے نہ کیا تو۔"

"تو پھر صبح ہی دفتر جانا پڑے گا۔ او کے عطا محمد تم جاؤ ضرورت ہوئی تو بلالوں گا۔" اس نے کہا۔ عطا محمد سلام کر کے چلا گیا۔ اور وہ دھم سے صفدر کے قریب صوفے پر بیٹھ گیا اور دھیرے دھیرے ساری بات صفدر کو بتادی۔

"یار! اس حد تک تو ٹھیک ہے کہ وہ حسین ہے اس کا جسم سنگ مرمر سے تراشیدہ ہے اس کی آنکھیں گہری جھیل سی ہیں لیکن تجھے اس سے سچا پیار ہونا بھی چاہیے اب تجھے شادی کر لینی چاہیے۔" صفدر نے کہا۔

"ہنہ...... ! ارادہ تو یہی ہے کہ اسے جلد حاصل کرلوں اف کیا پری پیکر ہے وہ......" وہ مدہوش لہجے میں بولا۔

"اف میرے خدا! کیا تو کسی نو خیز عاشق کی طرح کیوں اس کی تعریف کر رہا ہے کہیں سے بھی محبوب نہیں لگ رہا۔" صفدر نے تاڑا۔

"اوسوری! بس کیا کروں وہ نظروں میں بس جو گئی ہے۔"

"یار! اگر وہ لڑکی تجھے اچھی لگی ہے تو اس سے دل لگی نہیں کرنا یہ جسمانی لطافتیں محض وقتی ہوتی ہیں۔"

"اچھا یار! بس دعا کر کہ وہ کسی اور کو پسند نہ کرتی ہو۔"

"جب بھی خان صاحب ملتے ہیں یہی شکوہ کرتے ہیں کہ یار عارض کی شادی کیوں نہیں کراتے۔ اب انہیں کون سمجھائے کہ ان کا اکلوتا فرزند ایک ہزار ایک لڑکیوں سے فلرٹ کر چکا ہے۔"

"اچھا اب بکواس بند کرو اور یہ بتاؤ کہ کہیں باہر چل کر ڈنر کریں۔"

"نہیں میں اب فوراً گھر جانا چاہتا ہوں امی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے وہ دوائی کھا کر سوتی ہیں دروازہ کھولنے کے گھنٹوں بعد تک پریشان رہتی ہیں۔" صفدر نے کہا۔

"ٹھیک ہے ڈرائیور سے کہنا چھوڑ آئے۔"

"میں موٹر سائیکل پر آیا ہوں۔"

"ٹھیک ہے پھر شام میں ملاقات ہوگی۔"

"خداحافظ۔" صفدر اس کے دفتر سے نکل گیا۔

❁
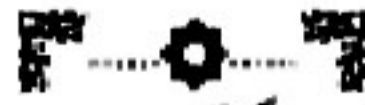
دروازے پر تیسری دستک ہوئی۔ جہاں آرا نے دروازہ کھول دیا۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام۔" صفدر نے دروازے کے پاس موٹر سائیکل لاک کی اور ماں کے پیچھے اندر آ گیا۔

"امی طبیعت کیسی ہے؟"

"ٹھیک ہے بیٹا۔"

"میں آپ کی وجہ سے جلدی آیا ہوں ورنہ عارض تو باہر ڈنر کرنے کے موڈ میں تھا۔" جوتوں کے تسمے کھولتے ہوئے اس نے کہا۔

"تو اس کی بات مان لیتے۔"

"واہ! اماں آپ کو نیند سے جگاتا۔"

"آج تو میں جاگ کر تیرا انتظار کرتی۔"

"آج کوئی خاص بات ہے کیا؟" وہ اٹھا اور برآمدے میں لگے واش بیسن پر جھک کر ہاتھ منہ دھونے لگا۔

"بہت خاص تو نہیں البتہ خاص کام کا آغاز کیا ہے۔" وہ بولیں۔

وہ سوالیہ نظروں سے دیکھتا ہوا سیدھا ان کے تخت کے سامنے والی میز کے قریب پڑی کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ بھی اٹھ کر اس کے سامنے والی کرسی پر آ گئیں۔ ہمیشہ کی طرح کھانا میز پر لگا ہوا تھا اس نے جلدی سے ماں کی پلیٹ میں سالن ڈالا ان کے سامنے رکھا اور پھر اپنے لیے چاول پلیٹ میں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"اتنا سارا اہتمام کرتے ہوئے میری ماں تو تھک جاتی ہوں گی۔"

"اولاد کے لیے کھانا پکا کر بیٹا ماں کبھی نہیں تھکتی۔"

"امی! آپ ملازم یا ملازمہ کی اجازت دے دیں میں کسی کا انتظام کر دوں۔"

"بھئی کس لیے تمہاری ماں اتنی بوڑھی اور بیمار تو نہیں...... پھر صفائی اور کپڑے ذرا میرے لیے مشکل پیدا کرتے تھے اب یہ تو ماسی فیضاں کرتی ہے۔"

"ماسی فیضاں کو پھر آپ مستقل رات دن کے لیے رکھ لیں۔"

"ارے نہیں بچے ایسی کوئی بات نہیں ہے میں بہت جلد بہو لاؤں گی بس۔" وہ خوشی سے بولیں۔

"اوہ...! اس کا مطلب ہے کہ آپ نے کھلم کھلا اعلان جنگ کر دیا ہے۔" وہ ہنسا۔

"کیسا اعلان جنگ؟"

"بھئی ساس بہو ایک نہ ختم ہونے والی جنگ کا نام ہیں۔"

"بکواس مت کرو میں نے بتانی آپا کو اچھی پیاری سی لڑکی ڈھونڈنے کو کہا ہے۔"

"بتانی آپا کون ہیں؟" اس نے حیرت سے دیکھا۔

"رشتے کراتی ہیں۔ ماسی فیضاں لائی تھی۔"

"امی جان! خیال رہے یہ خواتین جرائم پیشہ بھی ہوتی ہیں۔"

"ارے نہیں بچے! وہ بیچاری شریف خاتون ہیں۔ اپنے محلے میں کئی گھروں میں اس کا آنا جانا ہے۔"

"بہرحال آپ محتاط رہیے گا۔"

"اللہ بہتری کرے گا انشاء اللہ۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ جلد رشتہ دکھائیں گی۔"

"جیسی آپ کی مرضی ویسے کون دے گا آپ کے معمولی سے کمپیوٹر انجینئر کو اپنی بیٹی۔"

"ارے واہ! میرے شہزادے پر نظر ٹھہرتی نہیں دیکھیں گے تو دیکھتے رہ جائیں گے اور اتنا قابل انجینئر سڑکوں پر پڑا نہیں ملتا۔"

"ماں ہیں اس لیے ایسا کہتی ہیں آپ۔"

"چلو یونہی کہہ لو اپنے چاند کے لیے لڑکی تو مجھے انتخاب کرنی ہے خدا کرے تمہارے لائق لڑکی مل جائے۔" جہاں آرا نے کھانا ختم کرکے کہا۔ وہ ماں کی باتوں پر مسکرا رہا تھا۔

"امی! آج کل لوگ شکل صورت' جسامت' شرافت کچھ نہیں دیکھتے" اسٹیٹس اور بینک بیلنس دیکھتے ہیں۔" اس نے اپنے لیے گلاس میں پانی ڈالتے ہوئے کہا۔

"ہمارے پاس سب کچھ ہے اپنا گھر ہے تمہاری سرکاری ملازمت ہے اور ہم دو ہی افراد ہیں بس۔"

"اچھا دیکھتے ہیں کہ آپ اپنے مقصد میں کب کامیاب ہوتی ہیں۔"

"اب آرام کرو۔"

"پہلے آپ دوائی کھالیں پھر میں آرام کروں گا۔"

"میرے پاس رکھ دو میں دو چار منٹ بعد کھالوں گی۔"

ماں کی بات سن کر اس نے ویسا ہی کیا اور پھر شب بخیر کہہ کر اپنے کمرے کی طرف چلا آیا۔

......☆☆☆......

فیض کی "نسخہ ہائے وفا" بند کرکے اس نے میز پر رکھی بیڈ پہ آ کر لیٹی تھی کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے وال کلاک پر نگاہ ڈالی۔ رات کے سوا بارہ بج رہے تھے۔

اس نے ریسیور کان سے لگایا۔

"ہیلو۔"

"ہیلو شرمین۔"

"بولیں! خیریت اتنی رات گئے' سب خیریت ہے نا۔" وہ اس کے بے تکلف لہجے کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔

"آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ چاہنے والے پر رات ہی بھاری ہوتی ہے۔"

"کیا...... کیا کہا پھر سے کہو؟" وہ سمجھنا سمجھنے کے درمیان الجھ کر بیزاری سے بولی۔

"شرمین!"

"بولیں! پہلے اپنے القاب پر توجہ دو پھر بات کریں گے۔" وہ مشتعل ہوگئی۔

"اچھا یہ بتائیں کہ کل آپ کے ساتھ کون تھا؟"

"کل...... کہاں؟" وہ سچ مچ بھول چکی تھی۔

"کل آپ کے ساتھ گاڑی میں بلو شرٹ میں۔"

"وہ صبیح تھے۔"

"کون سا سچ؟"
"آپ نہیں جانتے۔"
"بتائیں تو سہی۔"
"بوبی! آپ سے مطلب وہ جو بھی ہیں آشنا ہیں۔" وہ ایک دم ہی چڑ سی گئی۔
"آپ سے میرا بھی ایک تعلق ہے۔"
"ہنہ! چھوٹے بھائی کا۔" وہ بھائی پر زور دے کر بولی۔
"کوئی حق نہیں ہے آپ کو میرے جذبوں کی تضحیک کا۔" وہ چلایا۔
"بوبی! میں بہت تھکی ہوئی ہوں پھر کبھی بات کریں گے۔" اس نے زچ ہو کر کہا۔
"نہیں! ابھی بات کریں گے۔" وہ اڑ گیا۔
"بوبی! آپ کو پرابلم کیا ہے؟"
"میں آپ کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"
"شٹ اپ۔"
"فون بند نہ کرنا پلیز۔" وہ منت پر اتر آیا۔
"بوبی! آپ کی یہ حرکت بہت بچکانہ اور احمقانہ ہے غور کرو۔" اس نے کافی تحمل سے سمجھایا۔
"آپ سے محبت کرنا کس لیے بچکانہ حرکت ہے آپ میں جو دلکشی ہے وہ مجھے ساری رات بے چین کرتی ہے۔"
"بوبی! ایسی دلکشی بہت عارضی ہوتی ہے تم پر دلکشی اور رعنائی کے بہت سے موسم آئیں گے۔"
"میں ایسی بات نہیں کر رہا۔"
"بہرحال میں فضول بات سننا نہیں چاہتی۔"
"آپ نے میری سالگرہ پر جو بلیک ساڑی پہنی تھی نا اس میں آپ بہت خوبصورت لگ رہی تھیں اور آپ کی خوبصورتی نے پہلی بار مجھے چونکایا تھا۔"
"بوبی! آپ کے لیے بہت شرم کا مقام ہے میں آپ کی بڑی بہن جیسی ہوں میں اور آپ نے میرے متعلق اس طرح سوچا کیبل اور روش نے اخلاقی طور پر آپ کو پست کر دیا ہے مجھے گھن آ رہی ہے آپ سے۔" وہ سخت درشت لہجے میں بولی اور فون بند کر دیا۔ اس کا سر چکرانے لگا۔
"بوبی کی سوچ اتنی پست ہو گی اس کا مجھے اندازہ ہی نہیں تھا۔" وہ سخت کوفت محسوس کرنے لگی فون کی گھنٹی دوبارہ بج اٹھی۔ بادل نخواستہ ریسیور پھر کان سے لگایا۔
"سنیں! آج نہیں تو کل میں آپ کو حاصل کر کے رہوں گا۔"
"شٹ اپ! اور آئندہ کبھی فون نہیں کرنا۔" وہ دھاڑی۔
"میں فون کرتا رہوں گا آپ سے ملنے آتا رہوں گا آپ روک سکتی ہیں تو روک کر دکھائیں۔"
"بوبی! دیکھو آپ غلط سوچ رہے ہو یہ بات سن کر بھی شرمندگی ہوتی ہے آپ میری عزت کا خیال رکھیں۔" ایک بار پھر اس نے نرم رویہ اختیار کیا تاکہ بات سنبھل جائے۔
"محبت سے جو عزت میرے دل میں ہے آپ اس کا خیال کریں۔"
"پھر وہی محبت محبت یہ تکرار چھوڑ دو۔" اس نے ٹوکا۔

"ایسا ممکن نہیں ہے اب۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔
"اچھا فی الحال آرام کرو اس موضوع پر پھر بات کریں گے۔"
"کب؟" اس نے پوچھا۔
"پھر کبھی خدا حافظ۔" اس نے جلدی سے جان چھڑائی اور اس کے خدا حافظ کہنے سے پہلے فون بند کردیا۔

......⚙......

ٹیکسی سے اتر کر وہ تیزی سے آفس کی سیڑھیاں چڑھ رہی تھی پیچھے سے کسی نے اس کا نام پکارا اس نے پلٹ کر دیکھا۔
"آپ.....؟" اس کی گاڑی کے پاس کھڑا وہ مسکرا رہا تھا۔ ہاتھوں میں پھولوں کا گلدستہ تھا۔
"میں شرمندہ ہوں آپ کو ٹیکسی میں آنا پڑا دراصل رات دیر ہوگئی تھی اور میں نے آپ سے گھر کا پتا بھی لیا نہیں تھا۔"
"اٹس اوکے۔" وہ رسماً مسکرائی۔
"آپ شرمندہ کر رہی ہیں۔" وہ متانت سے چلتا ہوا اس کے قریب آ گیا۔
"خیر! خدا حافظ۔" وہ کہہ کر آگے بڑھنے والی تھی کہ وہ جلدی سے بولا۔
"آپ کا نمبر، میرا مطلب ہے ٹیلی فون نمبر کوئی کام وغیرہ ہو سکتا ہے۔"
"جی! میرے آفس کا نمبر تو ہے آپ کے پاس خدا حافظ۔" وہ بڑی مہارت سے ٹال کر آگے چلی گئی۔ وہ ہونٹ کاٹتا ہوا پیچھے آ گیا۔ کچھ فاصلے پر عطا محمد اس کی گاڑی لیے منتظر تھا۔ وہ گاڑی کی طرف آ گیا۔ اسی لمحے اسے خیال آیا کہ گاڑی کی چابی تو جیب میں ہی رہ گئی۔ وہ واپس لمبے لمبے ڈگ بھر کر سیڑھیاں چڑھ گیا۔
"سوری! چابی تو میرے پاس ہی رہ گئی تھی۔" اس نے [illegible] اندر [illegible] چابی اس کے سامنے لہرائی۔ اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔
"سوری مجھے چابی لینی نہیں بھولنی چاہیے تھی۔" وہ [illegible] کر بولی۔
"ارے آپ بیٹھنے کو نہیں کہیں گی۔" وہ بے باکی سے کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔
"جی! آپ تو [illegible] بیٹھ گئے ہیں۔" وہ جل کر بولی۔
"چلیے پھر اچھی سی چائے [illegible]" وہ [illegible] زیادہ پھیل گیا۔
"جی ضرور۔" اخلاقاً اس نے کہا اور گھنٹی بجا کر چپڑاسی کو چائے لانے کے لیے کہا۔
جتنی دیر میں چائے آئی وہ مسلسل شوخ نگاہوں سے اسے گھورتا رہا۔ وہ بظاہر اپنے کام میں منہمک تھی لیکن اندر ہی اندر سخت کھول رہی تھی۔ جبکہ سفید کاٹن کے سادہ سے شلوار سوٹ میں تراشیدہ گھنے بالوں کے ساتھ وہ اس کے من میں ہل چل مچا رہی تھی۔ اس نے کچھ عجیب سے انداز میں گھورا اور ایک بار پھر اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔
"دیکھیے! میں تقریباً روز ہی آپ کو تنگ کیا کروں گا جس کے لیے میں معافی چاہتا ہوں۔" وہ مسکرایا اور وہ چونکی۔
"میرا خیال ہے آپ نے جو زحمت کی ہے اس کا معاوضہ لے لیں۔" وہ کافی سنجیدگی سے بولی۔
"ٹھیک ہے لیکن معاوضہ میری مرضی کا ہوگا۔" وہ انتہائی تحمل سے بولا۔
"عارض صاحب! آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟" اس نے آنکھیں ملا کر پوچھا۔
"سوری! آپ کو پریشان کرنا مقصود نہیں میں چلتا ہوں۔" وہ اطمینان سے چائے کی خالی پیالی رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے بھی اطمینان کی سانس لی۔

......⚙......

میاں ہادی صاحب نے موٹے شیشے کی عینک اتار کر میز پر رکھی اور انگوٹھے انگلی کی مدد سے آنکھوں کے کونے ہلکے سے دبائے۔ ڈھیر سارا آرام محسوس کیا۔
سامنے بیٹھے مرزا صاحب ان کی ہر حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھے..... جونہی انہیں فارغ پایا فوراً بولنا شروع کردیا۔
"سر! بہت خودسر اور منہ پھٹ لڑکی ہے۔"
"شرمین.....؟" ہادی صاحب نے حیرت سے پوچھا۔
"یقین کریں خود کو آسمانی حور سمجھتی ہے۔"
"وہ صرف ہمارے ہاں جاب کرتی ہیں اس کے علاوہ کیا؟" ہادی صاحب کی سوالیہ نظریں اٹھیں۔
"دیکھیں نا! میں ان کا سنیئر ہوں ہزار باتیں سمجھانی پڑتی ہیں مگر وہ تو الٹا تڑتڑ کر بولتی ہیں۔"
"آپ ہی ان کی تعریف کرتے تھے۔"
"بس سر! انسانوں کو پہچاننے میں غلطی تو ہو ہی جاتی ہے۔"
"چلیں پھر گزارہ کریں۔"
"کرنا ہی پڑے گا خیر آپ فکر نہ کریں میں کوشش کروں گا کہ وہ کام میں پوری دلچسپی لیں۔"
"ابھی آپ کہہ رہے تھے کہ وہ منہ پھٹ اور بدتمیز ہیں اور اب آپ کہہ رہے ہیں کہ وہ کام میں دلچسپی نہیں لیتیں۔" میاں ہادی نے سوال کیا۔
"جانے دیں سر! میں ٹھیک کرلوں گا۔" مرزا صاحب نے گھما کر بات ہی پلٹ دی۔
"اچھا! آپ ٹی سنز کے پراجیکٹ پر توجہ دیں حسب وعدہ ہمیں جلد ہی فنش کرکے دینا ہے۔"
"جی بہتر سر۔" مرزا صاحب چند فائلیں بغل میں دبا کر ہادی صاحب کے کمرے سے باہر نکل آئے۔
سامنے شیشے کے کیبن میں ٹیلی فون پر بات کرتی وہ نظر آئی تو وہ اس کی طرف ہی چلے آئے۔
"آج تو آپ آسمان سے اتری حور نظر آرہی ہیں۔"
"بس سب اللہ کا کرم ہے۔" وہ لاپروائی سے بولی۔
"ہاں! اللہ تو کرم کرتا ہی رہتا ہے بندے ہی کرم نہیں کرتا۔" وہ فائلیں بغل سے نکال کر میز پر اپنے سامنے رکھ کر بیٹھتے ہوئے بولے۔
"مرزا صاحب! اللہ اور بندے میں یہی تو فرق ہے۔ اللہ جیسا پہلے دن سے ہے ویسا ہی ہمیشہ رہے گا اور اس کے بنائے ہوئے یہ بندے پل میں تولہ اور پل میں ماشہ۔ کبھی کچھ اور کبھی کچھ اتنے چہرے اور بہروپ ہیں ان کے کہ اللہ کی پناہ۔" کمپیوٹر پر اپنے کام میں مگن ہوکر وہ بولی۔
"آپ کو سب بندے ایک جیسے کیوں لگتے ہیں شرمین؟"
"کون سے بندے؟ اس وقت میرا دھیان کام کی طرف ہے۔"
"کبھی تو دھیان ہماری طرف بھی کرلیا کریں۔" وہ ہنس کر بولے پر وہ کام میں مستغرق رہی۔
"آپ تو اپنے حسن سے بھی غافل ہیں یہ حسین آنکھیں یہ دمکتا چہرہ اور......"
"پلیز! فضول باتوں سے اجتناب کیا کریں۔" اتنی دیر میں پہلی مرتبہ اس نے ابرو چڑھا کر ناگواری سے دیکھا۔
"ہماری چاہت آپ کو ناگوار کیوں گزرتی ہے؟" وہ ڈھٹائی سے بولے۔
"مرزا صاحب! ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھا کریں آپ حد سے زیادہ تجاوز کر جاتے ہیں۔" اس نے سنجیدگی سے

جواب دیا۔

"ہم آپ سے گہری محبت رکھتے ہیں۔" ایک دم ہی اس کے چہرے کا رنگ متغیر سا ہوگیا۔ چہرے پر بلا کی سختی کے آثار پیدا ہوگئے۔

"کیا ہر وقت محبت محبت لگائے رکھتے ہیں آپ' جس دن میں نے محبت کا مفہوم پوچھ لیا تو کھڑے نظر نہیں آئیں گے آپ۔"

"کھڑے رہنے کے لیے تو اب آپ کو بھی سوچنا ہوگا شرمین صاحبہ' کیونکہ ہادی صاحب آپ کے کام پر کچھ زیادہ خوش نہیں ہیں۔" وہ یکلخت سانپ کی طرح کینچلی بدل کر بولے۔

"ٹھیک ہے وہ کہیں گے تو میں کام چھوڑ دوں گی۔" اس نے بھی جلا کر فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"اوہو! ایک تو آپ فوراً سنجیدہ ہوجاتی ہو' بھئی ہم تو آپ کے کام سے بہت خوش ہیں۔ کیا ہوا؟ جو آپ کو ہماری بے کل زندگی پر رحم نہیں آتا۔" وہ مغموم سے ہو کر چلے گئے۔ شرمین نے بیزاری سے کام چھوڑا اور کرسی کی پشت سے سر ٹکا کر بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگی۔

*****

صبح کے دس بج رہے تھے۔

سورج کی سنہری روشنی کے ساتھ چاروں طرف نکھرا نکھرا اجالا تھا' ایک اس کے کمرے میں جیسے سب کچھ رات کے اندھیرے میں گم تھا۔ کھڑکیوں پر پڑے دبیز پردوں نے روشنی کے درمیان پردہ کردیا تھا۔ لائٹس آف تھیں۔ ہلکا ہلکا اے سی کا شور تھا' کمبل میں نیند آلود سانسوں کا شور وہ بچے کی طرح سر سے منہ تک کمبل باندھ کر سوتا تھا۔ اس کی اس عادت سے خان دلاور صاحب سخت بیزار تھے۔ سفید بوڑھے ہاتھوں سے انہوں نے کھڑکیوں کے پردے سرکائے' ایک دم سے کمرہ روشن ہوگیا۔ کمبل اس پر سے کھینچا اور بالوں میں زور زور سے انگلیاں پھیرنے لگے۔

اس نے مندی مندی سی آنکھوں سے انہیں دیکھا۔

"بابا...... آپ۔"

"یار کبھی تو صبح سویرے سائنڈ بستر چھوڑ دیا کرو۔"

"اوہ! میں رات بہت لیٹ سویا تھا۔" وہ مخمور سے لہجے میں بولا۔

"کیوں کوئی مجبوری تھی کیا؟" خان صاحب نے شرارت سے سوال کیا۔

"بابا! بس باہر ڈنر کرتے ہوئے دیر ہوگئی تھی۔"

"ایسا پہلی بار تو نہیں ہوا آپ روز ہی لیٹ آتے ہو' صبح اسی طرح آدھا دن تک سوئے رہتے ہو۔" وہ بیڈ کے قریب پڑی کرسی پر ٹک گئے۔

"بابا! باقی سارا دن بلکہ شام تک آفس بھی تو رہتا ہوں۔" وہ کسلمندی سے جمائیاں لیتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

"جان عزیز! ذمہ داری اٹھانے کی صلاحیت پیدا کرو۔ اپنے دوست صفدر کو دیکھو کیسا پیارا نوجوان ہے سیلف میڈ۔"

"ہاں...... لیکن اس نے دن رات محنت کرکے اس نے مقام بنایا ہے۔" دوست کے لیے بھرپور تائید کی۔

"آپ بھی یہ لاپروائیاں چھوڑ دیں' ذمہ دار بیٹے بنیں۔" خان صاحب نے محبت سے چور لہجے میں سمجھایا اور ماتھے کر اس کی پیشانی پر پیار کیا۔ جواباً اس نے بھی باپ سے لپٹ کر محبت کا ثبوت دیا۔

"چلو اب جلدی سے نہا کر نیچے جاؤ' ناشتہ لگ چکا ہے۔ مجھے بہت بھوک لگی ہے۔" وہ بولے۔

"اوہ! بابا آپ ناشتہ کرلیتے؟"

"بس بس روز یہی بات کہتے ہو حالانکہ جانتے ہو کہ جب تمہاری ماں تمہیں دو سال کی عمر میں چھوڑ کر رخصت ہوئی تھیں تب سے لے کر اب تک میں نے تمہارے بنا کچھ نہیں کھایا۔"

"او بابا! یو آر گریٹ۔"

"تو مکھن اور نو مسکا۔ جلدی سے آجاؤ۔" وہ کہتے ہوئے اس کے کمرے سے نکل آئے۔ تب پہلی بار عارض نے باپ کی شدید محبتوں کو رگ و پے میں محسوس کیا۔

"بابا! میں واقعی بہت خراب ہوں آپ کی محبت کا کبھی ٹھیک سے جواب ہی نہیں دے سکا سچ مچ آپ نے مجھے دیوانہ وار پیار کیا ہے۔" وہ خوشی سے جھوم اٹھا آج تک خان ولاور صاحب نے اس کی کوئی خواہش مسترد نہیں کی تھی۔

بیوی کی وفات کے بعد مانسہرہ سے مستقل طور پر لاہور آگئے تھے۔ کبھی کبھار جائیداد کی دیکھ بھال حساب کتاب کا جائزہ لینے کے لیے مانسہرہ جاتے تھے۔ وہاں ان کا کوئی عزیز رشتہ دار تو تھا نہیں صرف علاقے کے لوگوں میں اچھی سلام دعا ہونے کے باعث ان سے مل جل آتے۔ لاہور میں انہوں نے شاہدرہ میں جدید طرز کی ماربل فیکٹری لگائی۔ دیکھتے ہی دیکھتے کاروبار میں ترقی ہوتی گئی اب شہر کے امراء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ فیکٹری اور عارض ان کے دو ہی مرکز و محور تھے۔

عارض نے اسی سال ایم بی اے کیا تھا اور اب کچھ وقت نکال کر وہ فیکٹری جاتا تھا۔ خان ولاور نے خود امریکہ سے ایم بی اے کیا تھا۔ اس لیے بیٹے کو بھی ایم بی اے ہی کروایا۔ وہ معاملہ فہم روشن خیال اور محبت کرنے والے نرم خو انسان ہیں۔ ہمیشہ عارض کو تنبیہہ بھی بہت دھیمے اور میٹھے لہجے میں کرتے...... خود بہت وجیہہ اور خوبرو انسان تھے بیٹے کی وجاہت پر بھی صدقے واری ہوتے رہتے بس رات دن ان کی ایک ہی آرزو تھی کہ بہت پیاری سی اچھی سیرت والی لڑکی بہو بن کر گھر میں آجائے۔ وسیع و عریض کوٹھی کی تنہائیاں خاموشیاں چھٹ جائیں۔ مگر یہ بات عارض سنجیدگی سے نہیں لیتا تھا۔ اس کے نزدیک شادی اتنی ضروری نہیں کہ انسان خود کو اس کے کھاتے میں قید کرلے...... لڑکیوں سے صرف فلرٹ ہی کرتا رہتا تھا۔ ہر دوسرے ہفتے ایک نئی حسین لڑکی اس کی گاڑی میں بیٹھی ہوتی۔ لڑکیوں سے دوستی کے بارے میں خان صاحب کو علم نہ ہونے کے لیے وہ بہت محتاط رویہ رکھتا تھا۔ ایسے میں اصغر اس کا گہرا دوست اسے رات دن سکھاتا رہتا۔ فطرتاً بدکردار نوجوان نہیں تھا بس موج مستی کو زندگی سمجھتا تھا۔ لڑکیاں بھی اس کی کمپنی میں خود کو آسمانی مخلوق سمجھتی تھیں۔ ان سب لڑکیوں کے چہروں پر پھیلے خوشیوں کے رنگ ضرور دیکھتا اور دل ہی دل میں ہنستا کہ وقتی اور عارضی رنگینیاں ان کو کس قدر لبھاتی ہیں؟ مگر لڑکیاں تو فطری طور پر شاید دور اندیش نہیں ہوتیں عارضی اور فریبی چیزوں پر اندھا اعتبار کرلیتی ہیں......

عارض یا اس جیسے نوجوانوں کی دوستی میں رہنے والی لڑکیوں کا اعتبار تو بہت جلدی ٹوٹ جاتا ہے۔ اب عارض کے دل کو شرمین بھاگئی تھی۔ دیکھنا یہ تھا کہ شرمین کے لیے اس کے دل میں کتنا مستقل اور کتنا عارضی جذبہ تھا؟

موسم بدل رہا تھا......!

پوری فضا میں بدلتے موسم کے اثرات محسوس کیے جارہے تھے۔ صبح شام میں موسم کافی ٹھنڈا محسوس ہونے لگا تھا ہوا میں خنکی پیدا ہوگئی تھی۔ موسموں کی تبدیلی انسانی فطرت پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتی ہے کوئی خوش ہوتا ہے کوئی اداس ہوتا ہے کسی کی طبیعت بشاش ہوتی ہے اور کوئی چڑچڑا بدمزاج ہوتا ہے۔ موسم شاید باہر تبدیل ہوتے ہیں اندر اگر جمود طاری ہو تو باہر کے کسی موسم کا کوئی اچھا برا اثر انسانی مزاج پر نہیں پڑتا۔ شرمین بھی شاید ان میں سے ایک تھی۔

جس کی زندگی میں پچھلے ماہ و سال میں ایسی تلخ تبدیلیاں آئی تھیں کہ باہر کے موسم بے اثر ہوگئے تھے۔ زندگی کیسے

گرداب میں پھنسی ہوئی تھی؟ یہ صرف وہ ہی جانتی تھی۔ سالوں پر محیط محبت و شناسائی کے لمحات ریت کی ناپائیدار بنیاد ثابت ہوئے تھے۔ جس کی ذات سے وابستہ ہوکر خود شناسی اور خود فراموشی کی منزلوں سے گزری وہ اس قدر لاتعلق نکلا۔ اس کے تو احساس میں بھی اس کے وجود کا گزر نہیں تھا۔ لوگ جانور بھی شوق سے پالتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں ان کے مرنے یا کہیں چلے جانے پر افسردہ ہوتے ہیں رنج کرتے ہیں، صبیح احمد کے نزدیک تو اس کی حیثیت کسی جانور سے بھی کم تھی۔ اس نے دل میں اٹھنے والی کسک کو سختی سے دبایا۔ زندگی کا تو عنوان ہی بدل گیا تھا۔ اب کس کا انتظار ہے اور کیوں؟ اس نے سوچا۔

شدید سرد ہواؤں کی زد میں وہ نجانے اور کتنی دیر کھڑکی سے باہر دیکھتی رہتی کہ زوردار چھینک کی آواز سن کر اماں کمرے میں آگئیں۔ وہ باریک جارجٹ سوٹ میں کھڑکی میں کھڑی تھی۔ چہرے پر گہرا اضطراب تھا۔ اماں نے شال نکال کر اس کے کندھوں پر پھیلائی اور برہمی سے بولیں۔

"موسم بدل رہا ہے باہر ٹھنڈی ہوا ہے اور تم کھڑکی کھولے کھڑی ہو۔"

وہ ہوش کی دنیا میں آئی تو کچھ جسم میں ٹھنڈک سی دوڑی۔ اماں نے کھڑکی بند کرکے پردہ برابر کیا۔

"میں دیکھ رہی ہوں تم بہت کھوئی کھوئی سی رہتی ہو۔" اماں نے الماری سے سارے گرمیوں کے کپڑے باہر نکالتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں اماں۔" وہ بھی ان کی مدد کرنے لگی۔

"بس تم بیٹھ جاؤ میں کرلوں گی یہ کام۔ مجھے اپنی پریشانی بتاؤ۔"

"اماں! بس ایک جمود سا آگیا ہے سب کچھ جیسے ٹوٹ پھوٹ گیا ہے۔ جیسے مسافت کا مقصد ختم ہوگیا ہے۔"

"جب مسافت ہی بے مقصد ہو تو کس مقصد کے ٹوٹنے کا غم۔"

"اماں! میرے دل کو یہ یقین نہیں آ رہا کہ ایک اتنے آشنا نے مجھے یوں نظر انداز کردیا۔ جیسے اس کے لیے میرے وجود کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔"

"وہ ہمیشہ سے اپنی ذات کا دیوانہ تھا اور ہے۔ تمہارا اس سے رشتہ نہ جانے کیا تھا کیا نہیں تھا؟ اس ذکر کو جانے دو۔"

وہ چپ چاپ چھت کو گھورنے لگی۔ تو اماں شفقت اور محبت سے اس کے پاس آ بیٹھیں۔

"میری چاند! اس کا خیال بھی دل سے نکال دے اور کسی اور کے لیے دل میں جگہ پیدا کر۔"

"آج دوپہر میں زینت کا فون آیا تھا۔"

"کیا کہہ رہی تھیں؟"

"بولی کی طرف سے کچھ پریشان تھی تمہیں آنے کو کہا ہے۔"

"اماں! بولی اخلاق طور پر بہت پست ہوتا جارہا ہے میرا دل نہیں چاہتا اس سے بات کرنے کو۔" وہ بیزاری سے بولی۔

"ارے بچے! میں نے کہا تھا کہ اس خیال کو بھی دل سے نکال دو۔"

"اماں! میں اس خیال کی وجہ سے نہیں کہہ رہی ...... بولی ذہنی طور پر کچھ الجھا الجھا ہے۔"

"تو میری جان زینت کی وجہ سے اسے سمجھاؤ یہ تمہارا فرض ہے۔ وہ اس کی کل کائنات ہے۔"

"بس اور کچھ۔"

"کل تمہاری چھٹی ہے زینت کی طرف چلی جاؤ اس کی بھی چھٹی ہوگی۔"

"اچھا ٹھیک ہے لیکن اس کے بعد آپ مجھے مجبور نہیں کریں گی۔"

"بعض اوقات بچوں کو بار بار سمجھانے کی ضرورت بھی پڑتی ہے۔ ویسے وہ کیا کہتا ہے؟"
"ہنہ! ابھی تو اسے کچھ بھی کہنا نہیں آیا چھلانگیں لگانے کی کوشش میں ہے۔" وہ طنزیہ بولی۔
"خیر کچھ بھی ہے زینت کو اس الجھن سے نکالنا ہے۔"
"اب آپ کھانا لگائیں بہت بھوک محسوس ہو رہی ہے۔" وہ ٹال گئی۔
"کھانا تو بالکل تیار ہے آجاؤ شاباش۔" وہ کہہ کر کمرے سے نکل گئیں۔ ان کے پیچھے وہ بھی پیروں میں سلیپر ڈال کر نکل آئی۔

❊ .... ❁ .... ❊

اپنے فیورٹ پرفیومز کو اچھی طرح اسپرے کرکے...... ڈریسنگ ٹیبل پر سے گاڑی کی چابی اٹھا کر وہ پلٹا تو خان صاحب کو کھڑا پایا۔
"کہاں کی اتنی مہکتی ہوئی تیاری ہے؟"
"وہ! بابا بس یار دوست کی طرف۔" وہ ہکلایا۔
"صفدر کی طرف۔" انہوں نے شرارتی نظروں سے دیکھا۔
"اچھا جلدی آجانا۔" وہ یہ کہہ کر باہر نکلے تو اس نے اطمینان کی سانس لی۔ ورنہ اتنی جلدی اٹھ کر چھٹی والے دن کہیں جانا بابا کے لیے یقیناً مشکوک تھا۔ جب ہی موبائل بج اٹھا۔
"اوہ شٹ!" اس نے جھلا کر فون سننے کے لیے موبائل کان سے لگایا۔
"واٹ نان سینس میرا اس سے کچھ مطلب نہیں...... میں نہیں جانتا بکواس بند کرو۔ دیکھو میرا کچھ لینا دینا نہیں۔" اس نے خاصی غصیلی آواز میں کسی کو کہا اور فون بند کر دیا۔ اس کے بعد اس نے سگریٹ ہونٹوں میں دبائی اور لائٹر سے سلگا کر لمبے لمبے کش لیے۔ سگریٹ کے دھوئیں میں بھی اس کے چہرے پر پھیلا دھواں معدوم نہیں ہوا۔ چند منٹ پہلے جس طرح خوشی سے وہ پورے اہتمام کے ساتھ تیار ہوا تھا وہ خوشی اس فون سننے کے بعد دور دور تک دکھائی نہیں دے رہی تھی۔
کمرے میں ٹہل ٹہل کر سگریٹ کا دھواں اڑاتے ہوئے وہ حد درجہ فکر مند تھا۔ پرفیوم کی مہک سگریٹ کی بو میں گڈمڈ ہوگئی تھی۔ بالکل ایسے جیسے خوشی اور غم مکس ہو جائیں۔ آنکھیں ساون برسائیں اور ہونٹ مسکرائیں۔ وہ بیکل سا اور مشتعل سا بھی غرور سے پھنکارتا اور فکر سے بے چین بھی تھا۔ پھر اس نے جوتے سے ادھ جلا سگریٹ اچھی طرح مسل کر خود کو ہر ناخوشگوار فکر سے آزاد کیا اور ایک بار پھر پرفیوم سے شرٹ مہکائی اور سیٹی بجاتا ہوا کمرے سے باہر نکل آیا۔ باہر گاڑی کے قریب پہنچا ہی تھا کہ پھر موبائل فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے بے دھڑک کان سے لگایا اور ایک بار پھر انتہائی کرخت لہجے میں بولا۔
"میری بلا سے جہنم میں جاؤ آئندہ مجھے فون نہیں کرنا میں جانتا تک نہیں اوکے۔" پھر فون بند کرکے اس نے گاڑی میں بیٹھ کر فون کچھ دیر کے لیے آف کر دیا اور من پسند انگلش میوزک کی کیسٹ لگا کر زن سے گاڑی مین گیٹ سے باہر نکالی اور مطلوبہ راستے پر ڈال لی۔ میوزک کی اونچی آواز میں اس نے دل و دماغ میں اٹھنے والی ہر آواز کو دبا دیا۔ وہ بالکل نارمل تھا موج مستی میں مگر آگے سیاہ تارکول کی چمکتی سڑک پر آگے ہی آگے بھاگتے ہوئے سب کچھ پیچھے چھوڑتا جا رہا تھا۔ گلشن اقبال کی گلی نمبر تین میں مطلوبہ منزل تلاش کرنے میں اسے ذرا بھی دشواری نہیں ہوئی۔
کال بیل کا بٹن دباتے ہوئے اس نے گھر کا باہر سے جائزہ لیا۔ سفید سادہ سے پتھروں سے بنا ہوا کوئی دس مرلے کا گھر تھا۔ جو جدید فن تعمیر کے باعث جاذب نظر تھا۔ مین گیٹ کے دائیں بائیں دیواروں سے باہر جھکی بوگن ویلیا کی بیلیں

خوبصورت لگ رہی تھیں۔ ابھی وہ کچھ اور جائزہ لیتا کہ اندر سے پوچھا گیا۔

"کون.....؟"

"جی! میں عارض خان مس شرمین کے آفس سے آیا ہوں۔" گیٹ سے منہ قریب کرتے ہوئے اس نے کہا۔

"او اچھا!" اماں نے ایک دم چھوٹا گیٹ کھول کر باہر دیکھا۔

"السلام علیکم!" اماں کا چہرہ دیکھ کر وہ بہت مؤدب انداز میں بولا۔

"ارے آپ بیٹا! وعلیکم السلام آؤ....." اماں نے کچھ حیران ہوتے ہوئے عجیب سے انداز میں اسے اندر آنے کی دعوت دی۔

"اماں جی! گاڑی اندر نہیں آسکتی کیا؟"

"دراصل شرمین بیٹی کی گاڑی بالکل گیٹ کے ساتھ کھڑی ہے اس لیے پہلے اسے آگے کرنا ہوگا۔"

"چلیے کوئی بات نہیں باہر ہی لاک کر کے آتا ہوں۔" اماں تیز قدموں سے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئیں۔ وہ کچھ دیر بعد گاڑی لاک کر کے ان کے پیچھے آ گیا۔

چھوٹے مگر نفاست سے سجے خوبصورت ڈرائنگ روم میں وہ اطمینان سے بیٹھ گیا۔

"میں شرمین بیٹی کو بتاتی ہوں۔" اس نے اثبات میں گردن ہلائی۔ وہ بے چینی سے دروازے پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ چند منٹ بعد دروازہ کھلا اور نرم قدموں سے وہ اندر داخل ہوئی۔ بلیک اور [illegible] کے سوٹ میں نیٹ کا دوپٹہ گلے میں ڈالے خوبصورت تراشیدہ بالوں کو اسکارف میں جکڑنے کی بجائے [illegible] کرنے کی اجازت دے کر شاید اس نے فیاضی کا مظاہرہ کیا تھا۔ ہلکی گلابی سی لپ اسٹک سے [illegible] اور پوچھا۔

"آپ اور یہاں..... خیریت۔" نا چاہتے ہوئے [illegible] کو چھپا نہ سکی۔

"آپ سے ملنے والے آپ کے گھر ہی آتے ہوں گے۔" وہ [illegible] مانتے ہوئے بولا۔

"عزیز و اقارب یقیناً گھر ہی آتے ہیں۔"

"اسی لیے میں گھر آیا ہوں۔" بڑی بے [illegible] سے جواب دیا۔

"مسٹر عارض! آپ کو کیا کام ہے؟" ابرو [illegible] کر اس نے پوچھا۔

"دیکھیے اگر آپ بیٹھ کر تحمل سے میری بات سنیں تو میں آج ضروری بات کہنے آیا ہوں۔"

"اوکے!" وہ اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"آپ بہت اچھی ہیں۔"

"کوئی نئی بات نہیں ہے اور کچھ۔"

"مجھے آپ سے محبت ہوگئی ہے۔" اپنی دانست میں اس نے بم پھوڑا مگر وہ اور زیادہ سنجیدگی سے بولی۔

"بس یا اور کچھ بھی کہنا ہے۔"

"میں سنجیدہ ہوں۔ میں آپ سے فلرٹ نہیں کر رہا۔"

"اس کا مطلب ہے آپ فلرٹ کرتے ہیں۔"

"کرتا تھا شاید لیکن آپ سے محبت ہوگئی ہے۔"

"ٹھیک ہے یہ میرے لیے کوئی نئی بات نہیں ہے آپ جا سکتے ہیں۔"

"میری کوئی بات بھی آپ کے لیے نئی نہیں ہے کیا آپ بہت سے لوگوں سے یہی باتیں سن چکی ہیں۔"

"یہاں معاشرے میں رات دن چلتے پھرتے لڑکیاں سختی رہتی ہیں۔ ہمارے ہاں اتنی مہنگی زندگی میں سب سے زیادہ سستی محبت ہی ہوگئی ہے۔" وہ طنزیہ انداز میں بولی۔

"نہیں محبت سستی نہیں ہوتی اگر محبت ہے تو بہت ارفع ہے اگر نہیں ہے تو پھر جو مرضی کہیں۔"

"فی الحال میں آپ کا فلسفہ محبت نہیں سن سکتی کیونکہ ہمیں کہیں جانا ہے۔" وہ لمحے کا توقف کیے بنا ہی اٹھ کھڑی ہوئی' جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ فوراً سے پیشتر چلا جائے۔

"اوکے! لیکن آپ کی طرف میری محبت نے راستہ بنالیا ہے' ملاقات ہوتی رہے گی۔" وہ بھی بڑے وثوق سے کہہ کر باہر نکل گیا۔

"ہنہ! محبت کو کاروبار بنالیا ہے سب نے۔" وہ بڑبڑائی۔

"ارے! مہمان چلا بھی گیا' اور یہ چائے۔" اماں نے چائے کی ٹرے میز پر رکھتے ہوئے تعجب سے پوچھا۔

"آپ کو کس نے کہا تھا کہ چائے بنائیں؟" وہ بگڑی۔

"ارے چندا! کیا ہوگیا تمہیں' گھر آئے مہمان سے اس طرح پیش آتے ہیں کیا؟"

"وہ مہمان نہیں بلائے جان تھا۔"

"شرمین! کوئی غلطی نہ کرنا' اچھا بچہ دکھتا ہے۔" اماں کی آنکھوں میں چمک آگئی۔

"میں غلطی ہی تو نہیں کرنا چاہتی آئندہ یہ آئے تو گھر سے نکال دیجیے گا۔"

"نکالنا تھا تو اس دھوکے باز تصیح احمد کو نکالنا تھا' اس کا غصہ دوسروں پر نکال رہی ہو۔" اماں نے بھی کچھ تختی سے کہا۔

"میں اس کا بھی کوئی ذکر سننا نہیں چاہتی آپ نے مجھے نکال دیجیے گا۔"

"اب وہ آئے گا ہی کیوں اس کے پاس ہیں بھلا' اور نتائج کچھ ہے۔"

"اچھا! اب زینت آپا کی طرف چلنا ہے یا نہیں۔" اس نے یکسر موضوع بدلا۔

"ہاں! کیوں نہیں' میں ذرا دروازہ لاک کرکے چابیاں اٹھالوں۔" اماں نے کہا وہ بھی اپنا پرس اور سن گلاسز اٹھانے کے لیے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

❁ ......❁...... ❁

زینت انہیں دیکھ کر خوش ہوگئی۔ کیاریوں کی کانٹ چھانٹ کرتے مالی کو اس نے ہدایات دیں اور ان کو لیے اندر ٹی وی لاؤنج میں آگئی۔

"زینت! کیا بات ہے' بہت کمزور دکھائی دے رہی ہو۔" اماں نے بغور زینت کا جائزہ لیا۔

"ہاں! زینت آپا خیریت تو ہے۔" شرمین نے بھی اماں کی تائید کی۔

"بس! سب چلتا ہے شرمین' کبھی انسان بلاوجہ بہت خوش وخرم دکھائی دیتا ہے اور کبھی چھوٹی سی بات پر کمزور پڑ جاتا ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"آپ چھوٹی سی بات پر کمزور پڑنے والی تو نہیں ہیں۔" شرمین نے کہا۔

"شرمین! اولاد کے معاملے میں تو مضبوط سے مضبوط ماں بھی کمزور پڑ جاتی ہے۔"

"اولاد بھی وہ جسے ماں اور باپ بن کر پالا جائے۔ ارے بچی تمہاری سب مصیبتیں مجھے اچھی طرح یاد ہیں۔" اماں نے بڑے دکھ سے کہا۔

"تو کیا بوبی کی کوئی پریشانی ہے؟" شرمین نے دھیرے سے پوچھا۔

"ہاں! ایسا ہی ہے اس نے خود کو اپنی ذات میں قید کر رکھا ہے۔ اس کی ہنستی مسکراتی زندگی بالکل خاموش ہوگئی ہے۔"

"اللہ خیر کرے ایسا کیا ہوگیا؟" اماں کا دل ہول سا گیا۔

"نہیں معلوم کھانا پینا سب چھوڑ رکھا ہے چپ چپ کھویا کھویا سا رہتا ہے۔"

"آپ نے پوچھا نہیں کچھ۔" شرمین نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"بہت پوچھا ہے لیکن کچھ نہیں بولتا' اسی لیے تو میں نے سوچا کہ شاید شرمین کو کچھ بتا دے۔" زینت نے شرمین کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھا۔

"ہاں! میں پوچھتی ہوں اور سمجھاتی ہوں اسے۔" وہ جلدی سے یہ کہہ کر اٹھی اور بوبی کے کمرے کی طرف چل دی۔

اس کے کمرے کے دروازے پر دھیرے سے دستک دی' کوئی جواب نہیں ملا تو دھیرے سے دروازہ کھول کر وہ اندر آ گئی۔ وہ کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا تھا۔ اس کے قدموں کی آہٹ محسوس کرکے اس نے گردن گھمائی تو جیسے ڈھیر سارے جگنو اس کی آنکھوں میں جھلملا گئے۔ لب خوشی سے پھیل گئے۔ اسے بھی بظاہر مسکرانا پڑا۔

"آج کا دن بہت مبارک ہے۔" وہ بچوں کی طرح خوش ہو رہا تھا۔

"کیا کر رہے تھے؟" وہ ٹال گئی۔

"آپ کو یاد......" اس نے سچ بولا۔

"اس لیے تو میں آ گئی۔" جس طرح چھوٹے بچوں کو خوش کیا جاتا ہے اس طرح اس نے کہا۔

"سچ! آپ کے دل میں کچھ ہوا ہوگا۔"

"بوبی! یہ دل پھیپھڑے اور جگر کی باتیں تو میں نہیں جانتی' بس اتنا معلوم ہے کہ آپ اور زینت آپا سے ملنے دل چاہا تو آ گئے۔" شرمین نے کچھ سنجیدگی اور طنز سے کہا۔

"کیوں...... کیوں نہیں جانتی آپ میرے دل کی بات۔" وہ پوری سنجیدگی سے رو برو ہو کر بولا۔

"آپ کا دل بہت معصوم بہت بھولا ہے۔"

"اور یہ دل آپ کے نام پر دھڑکتا ہے' بس آپ کے لیے بیقرار رہتا ہے۔"

"بوبی! بس بہت ہوگیا بیکار باتیں میں مزید نہیں سن سکتی۔" وہ ایک دم مشتعل ہوگئی۔

"یہ باتیں نہیں ہیں' میرے جذبوں کی سچائی ہے۔" وہ جذباتی ہوگیا۔ وہ سخت ناگواری سے گھور کر بولی۔

"بچکانہ حرکتوں پر نادم ہوتے ہیں۔"

"مجھے کوئی ندامت نہیں ہے پیار کرتا ہوں آپ سے۔" وہ بولتا چلا گیا۔ شرمین کا ہاتھ ہوا میں لہرایا اور اس کے گال پر نشان چھوڑ گیا۔ وہ پلٹی اور پھر شدید غصے سے بولی۔

"آئندہ مجھے اس طرح مخاطب کیا تو تھپڑوں سے منہ لال کردوں گی سمجھے نادان کی نادانی برداشت کرنے کی ایک حد ہوتی ہے۔" یہ کہہ کر وہ تیز قدموں سے باہر آ گئی۔

اس کے بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر زینت اور اماں کو تشویش سی ہوئی۔

"کیا بات ہے شرمین؟" زینت نے پوچھا۔

"کچھ نہیں زینت آپا۔" اس نے پوز کیا۔

"کیا کہتا ہے بوبی؟" اماں نے پوچھا۔

"بوبی بچہ ہے بیوقوف سا بچہ بہرحال میں نے سمجھا دیا ہے۔" وہ ہنس کر زینت کو مطمئن کرنے کی خاطر بولی۔

"میں تو سخت پریشان تھی۔" زینت بولی۔

"آپ پریشان نہ ہوا کریں پریشانی کسی مسئلے کا حل نہیں ہوتی۔"

"ہاں یہ تو ہے۔ اچھا میں کھانے کا جائزہ لے لوں جانے شیر دل بابا کیا بنا رہے ہیں؟" زینت اٹھ کر کچن کی طرف چلی گئی۔ شرمین نے ریموٹ کے ذریعے ٹی وی آن کیا اور الجھے ذہن کے ساتھ اسکرین پر نظریں مرکوز کر دیں۔

* ...... ❁ ...... *

"زبیدہ بیگم! زبان کو لگام دو آ گئے ہیں تمہارے غلام ان کے سر پر ناچو۔" اماں بی نے مرزا نوازش کو ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوتے دیکھ کر شدید غصیلی آواز میں کہا۔

"یہ تو اماں کے غلام ہیں۔" زبیدہ تنک کر بولی۔

"زبیدہ! زبیدہ کیا بے ہودگی ہے یہ۔" مرزا صاحب نے ٹوکا۔

"اپنی اماں بی سے پوچھو جو ہر وقت لڑنے مرنے پر آمادہ رہتی ہیں۔" زبیدہ ہاتھ نچا کر بولی۔

"دیکھ رہے ہو ایسے ہی تمہاری غیر موجودگی میں ہتھیار اٹھائے رکھتی ہے۔" اماں بی نے عینک کے شیشے صاف کر کے دوبارہ لگاتے ہوئے کہا۔

"آج کون سی قیامت آ گئی ہے۔"

"اور کیا قیامت آئے گی نوازش میاں یہ آ ڈر چلا رہی تھی کہ فہد کی سالگرہ دھوم دھام سے منائی جائے۔ مجھ قسمت کی ماری کے منہ سے نکل گیا کہ بچوں کو بہلانا ہے تو بس ہلکا پھلکا کر کے اہتمام کر لو۔ بس یہ سننا تھا کہ آپے سے باہر ہو گئیں کہ تم بھوکے ننگے لوگ مجھے ٹکرا گئے میرے بیٹے کی سالگرہ سے تم پر فاقے ٹوٹ پڑیں گے میرے ماں باپ نے تو قسمت پھوڑ دی اور جانے کیا کیا......" اماں بی نے ایک سانس میں بریف کر دیا۔

"تو کیا غلط کہا میں نے یہ تمہارے صاحبزادے جنھوں نے شادی کی رات منہ دکھائی میں چاندی کی انگوٹھی دے کر پورے خاندان میں میری بے عزتی کرائی تھی اور جو بری بنا کر لائی تھیں وہ غریب غربا بھی نہیں لاتے۔" زبیدہ گڑے مردے اکھاڑنے لگی۔

"زبیدہ! یہ پرانی باتیں دہرانے کا وقت بیت گیا اور جو میرے پاس تھا میں نے شادی کی رات دے دیا تھا۔ اب اس کا شور مچانے سے فائدہ۔" مرزا صاحب نے جھلا کر کہا۔

"کیوں فائدہ نہیں، تم لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ ساری زندگی میں اسی طرح ترستے ہوئے گزار دوں گی۔ ایسا نہیں ہوگا۔ میرے بیٹے کی سالگرہ بہت دھوم دھام سے ہوگی اور آپ کہیں سے بھی بندوبست کریں۔" وہ چیخ چلا کر پاؤں پٹختی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چلی گئیں اور مرزا نوازش سر تھام کر اماں بی کے پاس بیٹھ گئے۔ اماں بی بیٹے کو پریشان دیکھ کر دکھی ہو گئیں۔ فوراً سب لڑائی جھگڑا بھول گئیں اور بولیں۔

"ارے! تم پریشان نہ ہو چلو ہاتھ منہ دھو لو میں کھانا لاتی ہوں۔"

"اماں بی! بھوک نہیں رہی میں روز روز کے جھگڑوں سے تنگ آ گیا ہوں۔" مرزا نوازش دھیرے سے بولے۔

"ارے بیٹے! اسی لیے تو بار ہا کہہ چکی ہوں کہ جیسا وہ چاہتی ہے ویسا کر لو اسے الگ رہنا ہے تو الگ کر دو۔"

"اماں بی! بچے آپ سے اپنے چاچو سے الگ ہو سکتے ہیں کیا اور پھر میں کیسے تنخواہ میں گھر چلاؤں گا؟ زبیدہ کی فرمائشیں پوری کرنا میرے بس میں نہیں۔"

"اس طرح روز روز کی لڑائیاں بھی تو ناقابل برداشت ہو گئی ہیں۔"

"بس کیا کیا جاسکتا ہے جیسا چل رہا ہے چلنے دیں۔" وہ اٹھتے ہوئے بولے۔
اماں بی نے پاندان کھولا اور غم و غصہ کم کرنے کے لیے پان کا ٹکڑا منہ میں رکھ لیا۔
مرزا نوازش نے ہمیشہ کی طرح اماں بی کے پاس سے اٹھ کر کمرے تک جتنے قدم اٹھائے اس میں وہ الفاظ جمع کیے جن کے ذریعے زبیدہ کے دہکتے ہوئے دماغ کو ٹھنڈا کرتا تھا۔ حسب معمول وہ اس میں آج بھی کامیاب رہے۔ کمرے کے اندر قدم رکھتے ہی بیوی کو محبت پاش نظروں سے دیکھا اور قریب ہوگئے۔ اس کے کان میں محبت بھری سرگوشی کی تو حسب معمول وہ بھی بھیگ سی گئی۔ مرزا صاحب اپنے حربے میں کامیاب ہوگئے۔ محبت و نفرت کے درمیان پھنسے انسان کا بھلا کیا انجام ہوتا ہے۔ یہ مرزا صاحب شاید نہیں جانتے تھے ایک منہ پھٹ عورت کے سامنے ان کی ساری مردانگی دھری کی دھری رہ جاتی تھی۔

......✿......

صفدر نے اخبار تہہ کر کے رکھتے ہوئے ماں کو تیار ہوتا دیکھا تو مسکرا کر پوچھا۔
"خیریت ہے امی حضور کہاں کی تیاری ہے؟"
"یہ تو واپسی پر بتاؤں گی۔ بس تم ذرا جلدی سے جاؤ اور پانچ کلو مٹھائی کی ٹوکری لے آؤ۔" جہاں آرا نے کانوں میں آویزے پہنتے ہوئے کہا۔
"ہیں! خیریت مٹھائی وہ کس خوشی میں۔" وہ تقریباً اچھل پڑا۔
"کہا نا کہ واپسی پر بتاؤں گی۔ جلدی سے جاؤ۔ تائی آپا آتی ہی ہوں گی۔"
"اوہ! یوں کہیے نا کہ تائی آپا کے جھانسے میں آ گئی ہیں آپ۔"
"ارے کوئی جھانسہ وانسہ نہیں ہے کیوں منہ سے بدشگونی کی باتیں نکالتے ہو۔"
"دیکھ لیجیے بہت فراڈ ہوتی ہیں یہ آپا ئیں۔"
"صفدر! بیٹا کیا چاہتے ہو کیا میری خوشی کے لیے پانچ کلو مٹھائی نہیں لاسکتا؟" جہاں آرا نے چڑ کر پوچھا۔
"ارے ارے میں آپ کے لیے مٹھائی کی دکان لاسکتا ہوں آپ حکم تو کریں۔" اس نے ماں کو بانہوں میں جکڑ کر زمین سے اوپر اٹھا لیا۔
"ارے اب جلدی سے آؤ دیر ہورہی ہے لڑکی والوں نے پانچ بجے کا ٹائم دیا تھا۔ پانچ گھر میں ہی بج گئے ہیں۔"
"او کے! یوں گیا اور یوں آیا۔" صفدر چٹکی بجاتے ہوئے موٹر سائیکل کی چابی اٹھا کر باہر نکل گیا۔
اس کے جاتے ہی تائی آپا آگئیں۔ جس رکشے پہ آئی تھیں وہی آگے جانے کے لیے روک بھی لیا۔
"ارے جہاں آرا بیگم! صفدر بیٹے سے کہو شادی تک گاڑی تو جیسے تیسے لے ہی لے۔" تائی آپا نے گویا مشورہ دیا۔
"انشاء اللہ لے لے گا بس اللہ ترقی دے کامیاب کرے۔" جہاں آرا کے لہجے میں بیٹے کے لیے شکر ہی شکر گھلا تھا۔
"اللہ کامیابی ہی کامیابی دے دلہن تو ایسی ڈھونڈی ہے کہ بس چودھویں کا چاند ہے۔" تائی آپا نے کہا۔
"ارے ارے بس چاند تو آسمان پر ہی اچھا لگتا ہے آپ انسان کی بات کریں۔" صفدر نے گھر میں داخل ہوتے ہوئے شاید آخری جملہ سن لیا تھا۔
"ارے صفدر میاں! چاند میں بھی داغ ہیں ماشاء اللہ وہ بچی تو ہر داغ سے پاک اور کوری ہے دیکھو تو دیکھتے رہ جاؤ گے۔" تائی آپا نے ایک بار پھر قصیدے پڑھ ڈالے۔
"اچھا! اب جائیے باہر رکشے والا انتظار کررہا ہے۔" صفدر نے ہنس کر کہا تو وہ دونوں خدا حافظ کہہ کر دروازے سے باہر

نکل گئیں۔

ان کے جانے کے بعد وہ ان دیکھی حسین لڑکی کے تصور میں کھو گیا۔ جس کی خوبصورت جھیل سی آنکھیں' گھٹاؤں جیسے بال' مرمریں تراشا ہوا بدن' مسکراتے ہونٹ اور خوشبو پھیلاتی باتیں ہوں گی۔ جس کی زلفوں کو سونگھ کر رگ و پے میں سرور اتر جائے گا۔

"اے کاش! وہ میری محبتوں کی امین ٹھہرے' میری امی کی خوشیوں کا مرکز بنے۔" اس نے نہایت صدق دل سے دعا کی...... اور کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ گیا۔

......✿......

"آپ کو مرزا صاحب آفس میں بلا رہے ہیں۔" چپڑاسی نے آ کر کہا تو اس نے انٹرکام کی لائن چیک کی۔ انٹرکام پر بلانے کے بجائے چپڑاسی کے ذریعے بلانا حیران کن تھا۔ انٹرکام بالکل خاموش تھا۔ اس کی خرابی پر مکمل یقین کر لینے کے بعد وہ اٹھی اور مرزا صاحب کے آفس میں آ گئی۔ وہ فون پر کسی سے بات کر رہے تھے۔ وہ چپ چاپ ان کے دائیں ہاتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ انہوں نے فون بند کر کے اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"حضور! انٹرکام سوانستہ اتار کر رکھا ہے یا پھر......"

"آپ چیک کر سکتے ہیں سر۔" اس نے سپاٹ لہجے میں جملہ مکمل کیا۔

"ہمیں آپ کی بات پر اعتبار ہے۔"

"خیر! اور خیریت سے تو ہیں' آپ خوش ہیں' اداس تو نہیں۔" انہوں نے نگاہیں اس کے چہرے پر مرکوز کرتے ہوئے ایک سوال میں بہت سے سوال کر ڈالے۔

"اللہ کا بہت احسان ہے۔"

"مگر ہم بہت ڈسٹرب ہیں۔"

"اللہ رحم کرے' کیا ہوا؟" بادل نخواستہ اسے پوچھنا پڑا۔

"بس زبیدہ نے زندگی جہنم بنا رکھی ہے۔"

"ویری سیڈ' آپ سمجھائیں انہیں۔"

"اس پر کسی سمجھ کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ روز روز والدہ سے لڑائی' جھگڑا' بچوں کو مار پیٹ۔" وہ بہت سنجیدہ ہو گئے۔

"یہ بہت افسوس ناک بات ہے' انہیں آپ کا خیال ہونا چاہیے۔" وہ بولی۔

"بس اپنی تو قسمت ہی ایسی ہے کسی کو بھی ہمارا خیال نہیں۔"

"ارے نہیں مرزا صاحب! مایوس نہیں ہوتے۔ وہ ٹھیک ہو جائیں گی۔"

"چھوڑیں شرمین جی! آپ کی طرف توجہ کرتے ہیں تو آپ بھی غلط سمجھتی ہیں۔"

"میرا ذکر کہاں سے درمیان میں آ گیا۔" وہ انجان بن کر بولی۔

"آپ ہی تو اب درمیان میں عافیت کا مقام ہیں۔" وہ پوری سنجیدگی سے بولے۔

"مجھے تو آپ معافی دے دیں' کوشش کریں کہ آپ کے گھریلو معاملات ٹھیک ہو جائیں۔"

"مس شرمین! کیا ساری زندگی آپ کو کسی سے محبت نہیں ہوگی آپ کسی کے لیے اپنے دل میں جگہ نہیں بنائیں گی؟"

"سر! آپ نے مجھے یہ باتیں کرنے کے لیے بلایا تھا کیا؟" اس نے ابرو چڑھا کر پوچھا۔

"ہاں! ایک اچھے مخلص دوست کے طور پر اپنا غم دور کرنے کے لیے بلایا تھا۔" وہ بڑی اداکاری سے چہرے پر پریشانی

لاتے ہوئے بولے۔

''سوری سر! میں آپ کی کوئی مدد نہیں کرسکتی۔''

''مس شرمین! ٹھیک ہے آپ کنفیوز ہیں' ہم نہیں' ہم تو آپ کو چاہتے رہیں گے۔'' وہ بہت وثوق سے بولے۔

''سر! آپ یہ بیکار باتیں چھوڑ نہیں سکتے۔'' اس نے چڑ کر پوچھا۔

''مس شرمین! میں آپ سے شدید محبت کرتا ہوں۔''

''خدا کے لیے بند کریں یہ خرافات۔'' وہ غصے میں آ گئی۔

''آپ میرے جذبے کو خرافات کہہ رہی ہیں۔''

''تو اور کیا کہوں؟ گھر میں بیوی ہے دو بچے ہیں ان سے کیا ہے آپ کو..... نفرت..... اگر نفرت ہے تو وہ آپ کے ساتھ کیوں ہیں؟ نکال باہر کیجیے اور پھر مجھ سے بات کیجیے گا۔''

وہ درشت لہجے میں کہہ کر واپس آ گئی۔ اپنی کرسی پر بیٹھ کر لمبے لمبے سانس لے رہی تھی کہ انٹرکام بول اٹھا۔

''سنیں شرمین آپ نے جیسا کہا ہے میں ویسا کرسکتا ہوں میرا انتظار کریں۔'' مرزا صاحب نے دل کڑا کر کے کہہ دیا۔ اس نے ناگوار سا چہرہ بنا کر ریسیور پٹخ دیا۔

''ہنہ! انتظار کرو۔'' وہ بڑبڑائی اور نارمل ہو کر اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔ اسی لمحے ریسپشنسٹ نے کال ملا دی۔ آواز پہچان کر تو وہ پھٹ ہی پڑی۔

''مسٹر عارض! میں بہت مصروف ہوں۔ آپ سے بات نہیں کرسکتی۔''

''اوکے! میں کچھ دیر بعد فون کرلیتا ہوں۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''جی! ہرگز نہیں میں کوئی بات نہیں کرسکتی۔''

''رات میں گھر فون کرلوں گا نمبر دے دیجیے۔''

''آپ گھر تک پہنچ سکتے ہیں تو کیا نمبر نہیں لے سکتے۔'' اس نے طنز سے بھرا جملہ کہہ دیا۔

''محبت میں تو یہ دونوں بہت ہی معمولی کام ہیں۔'' انتہائی سادگی سے کہا گیا۔

''شٹ اپ.....'' اس نے زچ ہو کر فون بند کردیا اور درد سے پھٹتا سر تھام لیا۔

''یا الٰہی! لوگ کتنی آسانی سے دوسروں کو بیوقوف بنانا چاہتے ہیں۔ جسے دیکھو محبت کے نام پر کھیل کھیلنا چاہتا ہے۔'' اس نے تلملا کر سوچا اور پرس سے سر درد کی گولی نکالی' پانی گلاس میں انڈیلا اور گولی نگل کر اطمینان سے آنکھیں موند لیں تھیں۔

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ)

موم کی محبت
راحت وفا
WWW.PAKSOCIETY.COM
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
WWW.PAKSOCIETY.COM

قسط نمبر 2

کبھی رخ دکھاؤ ذرا دھیرے دھیرے
یوں نظریں ملاؤ ذرا دھیرے دھیرے
یہ ہے پھول کلیوں کے کھلنے کا موسم
اگر مسکراؤ ذرا دھیرے دھیرے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

شرمین خوب صورت سلجھی ہوئی لڑکی ہے اور ایک اچھی فرم میں جاب کرتی ہے چار سال پہلے اس کی زندگی میں صبیح آیا تھا اور اتنا ہی عرصہ ان دونوں کی محبت پروان چڑھی پھر صبیح تعلیم مکمل کر کے واپس کراچی اپنے گھر چلا گیا اور شرمین سے وعدہ کر گیا تھا کہ وہ جلد رشتے کے لیے اپنی ماں کو بھیجے گا لیکن صبیح کی ماں شرمین کے لیے راضی نہیں ہوتی اور صبیح کو مجبور کر کے اس کی شادی بڑے گھر کی لڑکی فریحہ سے کر دیتی ہے جبکہ ادھر شرمین کافی عرصہ صبیح کے انتظار میں رہتی ہے۔ صبیح اسے اپنی شادی کا نہیں بتاتا اور جب شرمین اسے خط لکھتی ہے کہ وہ کراچی آ رہی ہے تب پریشان ہو کر صبیح پہلی فلائٹ سے اس کے پاس آتا ہے اور جب اسے اپنی مجبوری بتاتا ہے کہ ماں کے مجبور کرنے پر اسے فریحہ سے شادی کرنی پڑی تو شرمین ششدر رہ جاتی ہے پھر بھی صبیح اس سے کہتا ہے کہ وہ اس سے شادی ضرور کرے گا۔ شرمین کی خوب صورتی اس کے لیے وبال بنی ہوئی ہے آفس میں مرزا صاحب بیوی بچوں والے ہونے کے باوجود اس سے محبت کا دم بھرتے ہیں۔ وہ شاطر آدمی ہیں گھر میں بیوی کے بھی آگے پیچھے پھرتے ہیں لیکن شرمین سے کہتے ہیں ان کی ازدواجی زندگی خوش گوار نہیں ہے۔ شرمین مجبوراً ان کی باتیں برداشت کرتی ہے اور اکثر انہیں برا بھلا بھی کہتی ہے لیکن وہ انتہائی ڈھیٹ واقع ہوئے ہیں مزید شرمین کی کزن زینت آپا کا بیٹا بوبی جو شرمین سے چھوٹا ہے اور شرمین اسے چھوٹے بھائی کی طرح سمجھتی ہے وہ بھی شرمین کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے اور شرمین سے اظہار محبت کرتا ہے شرمین اسے سمجھاتی ہے پھر اس کے منہ پر طمانچہ دے مارتی ہے۔ عارض امیر باپ کا اکلوتا بیٹا ہے زیادہ تر موج مستی میں رہتا ہے لیکن جب شرمین کو دیکھتا ہے تو وہ بھی اسے پسند کرنے لگتا ہے اور اس کے گھر تک پہنچ کر محبت کا اظہار کرتا ہے۔ شرمین کو ان تمام حالات میں محبت کے نام سے نفرت ہونے لگتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

❁ ❁ ❁

دن بھر کی تھکن کے بعد ہسپتال میں ماں کی تیمارداری کر کے وہ گھر لوٹے تو سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ کوٹ صوفے پر پھینک کر وہیں گر سے گئے۔ نگہت آپا اور فرحت باجی کو دور سے دیکھا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔ صبیح احمد نے انہیں جاتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

''ہنہ! میری بہنوں کو آج پیسے نہیں چاہیے ہوں گے شاید۔'' ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے وہ بڑبڑائے۔ پشت پر ہیل کی ٹک ٹک سنائی دی تو وہ سمجھ گئے کہ اب یقیناً بیوی صاحبہ ہیں...... ان کا یقین بالکل ٹھیک تھا۔ فاریحہ تراشیدہ بالوں کو

''بس! اللہ کرے یہ رشتہ طے پا جائے۔''

''اب جلدی سے لڑکی کو بلاؤ۔ رات ہونے کو ہے۔'' جہاں آرا بیگم نے کہا۔ اسی اثنا میں حاجرہ خاتون کے ہمراہ ایک کامنی سی خوبصورت لڑکی اندر آ گئی۔ ہلکے آسمانی لباس میں بنا بناؤ سنگھار کے لانبی پلکوں کو جھکائے متانت سے قدم اٹھاتی وہ بالکل سامنے آ کر جھکی اور دھیرے سے سلام کر کے صوفے پر ٹک گئی۔ ستواں ناک میں ننھا سا سفید موتی جگمگا رہا تھا۔ نازک لبوں پر پپڑی جمی ہوئی تھی۔ اداسی بھی جا بجا دکھائی دے رہی تھی۔ جہاں آرا بیگم کو جیسے ہی ایک نظر میں وہ پسند آئی تھی ویسے ہی وہ کچھ چپ سی بھی ہو گئیں۔

''ارے بچی! تجھے کیا ہوا؟ کیسی پیلی پڑ گئی ہے۔'' تانی آپا بھی کافی عرصے بعد دیکھنے پر کچھ چونکیں۔

''اسے چند روز سے بخار تھا بس اسی لیے ایسی دکھ رہی ہیں۔'' حاجرہ خاتون نے بیٹی کے بارے میں بتایا۔

''بس آج کل کے بچوں میں اتنا ہی دم خم ہے ذرا سی تکلیف میں نڈھال ہو جاتے ہیں۔'' جہاں آرا بیگم نے کہا۔

''اچھا یہ بتاؤ کہ ہماری زیبا کیسی لگی ہے؟''

''ماشاء اللہ بہت پیاری بس یہ آج سے ہماری ہوئی۔'' جہاں آرا بیگم نے میز پر رکھی مٹھائی کی پلیٹ سے مٹھائی اٹھا کر حاجرہ خاتون کی طرف بڑھائی۔ جواب میں حاجرہ خاتون نے وہی مٹھائی جہاں آرا بیگم اور تانی آپا کو کھلائی۔ زیبا اجازت لے کر باہر چلی آئی اور کچھ دیر بیٹھنے کے بعد وہ دونوں بھی واپسی کے لیے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''یہ یاد رکھیے کہ زیبا کو ہم بہت جلد لے جائیں گے بس مہینے دو مہینے کے اندر۔'' جہاں آرا بیگم نے مڑ کر حاجرہ خاتون سے کہا۔

جہاں آرا مطمئن ہو کر مسکراتی ہوئی باہر نکلیں۔ اللہ نے ان کی سن لی تھی۔ سچ مچ چاند سی دلہن مل گئی تھی۔

❁ ❁ ❁

''یار! تو مذاق سمجھ رہا ہے۔''

''تو کیا کیا جائے لڑکی تو سیریس نہیں ہو رہی نا۔'' صفدر نے کہا۔

''مجھے سچ مچ اس سے محبت ہو گئی ہے تم کچھ کرو پلیز۔'' وہ منت سماجت پر اتر آیا۔

''یار...... کرنا کیا ہے تم خان صاحب سے بات کرو وہ رشتہ لے جائیں۔''

''وہ تو چلے جائیں گے پر شرمین صاحبہ تو راضی ہوں۔''

''ویسے لڑکی بھی جی دار ہے تمہارے جیسے کی اکڑفوں نکال کے رکھ دی ہے دل چاہتا ہے اسے سلام کیا جائے۔''

''سلام بھی کر لینا پہلے کچھ سوچو۔'' وہ بولا۔

''میں کیا سوچوں؟'' صفدر نے بے بسی سے کہا۔

''تم اس سے ملو میری محبت کا یقین دلاؤ۔''

''اور ڈنڈے کھاؤ' نہ بابا میرا بے عزتی کا کوئی پروگرام نہیں اور یہ بتاؤ میں اس کو پہچانوں کا کیسے......'' صفدر نے تمسخر اڑایا۔

''اب ایسی بھی کوئی بات نہیں کیا ہلاکو خان سمجھ لیا ہے پھولوں کی شہزادی ہے قسم سے۔'' وہ چڑ کر بولا اور پھر فوراً ہی اپنے سیل فون سے اس کی تصویر بھی دکھا ڈالی۔

''بھئی واہ...... تو پھر مسئلہ کیا ہے اپنی پھولوں کی شہزادی کے قدموں میں گر کر محبت کی بھیک مانگ لو۔''

''یہی تو ہو نہیں رہا۔'' وہ منہ بسورتے ہوئے بولا۔

''اچھا کچھ سوچتے ہیں' جلدی کیا ہے؟''
''تم اس سے ملو یا فون پر بات کرو' مگر اسے میری محبت کا یقین دلاؤ۔''
''اوکے! اب تو رات ہو رہی ہے' کل دفتر سے بات کروں گا۔'' صفدر نے کہا۔
''ٹھیک ہے' میں چلتا ہوں ماں جی آئیں تو سلام کہہ دینا۔'' وہ یہ کہہ کر اٹھا اور باہر نکل گیا۔ صفدر ہونٹ کاٹتے ہوئے سوچنے لگا کہ دوست کی خاطر کچھ تو کرنا پڑے گا۔ دوست بھی تو بچپن کا تھا۔ بڑی مشکل سے تو وہ راہ راست پر آیا تھا' لہٰذا وہ نہیں چاہتا تھا کہ پھر سے عارض راہ بھٹک جائے' اگر کوئی لڑکی اسے شادی کے لیے پسند آ ہی گئی تھی تو وہ نہیں اسے گنوانا چاہتا تھا۔ میں ہر ممکن کوشش کروں گا دوست' تمہاری خوشی کے لیے اسے مناؤں گا' تمہاری محبت بناؤں گا' ان شاء اللہ۔'' وہ اور کچھ دیر خیالات میں کھویا رہتا اگر دروازے پر لگی بیل چیخ نہ اٹھتی۔ اس نے جلدی سے دروازہ کھولا تو جہاں آرا بیگم اندر آ گئیں۔ ان کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ اس بات کا اظہار تھی انہیں لڑکی پسند آ گئی ہے۔ وہ کامیاب لوٹی ہیں۔
''ماشاء اللہ ہمارے گھر میں روشنی پھیل جائے گی' سفید دودھیا روشنی۔'' جہاں آرا بیگم نے چادر تہہ کر کے رکھتے ہوئے کہا۔
''امی جان! کہیں ٹیوب لائٹ تو پسند نہیں آ گئی۔'' اس نے شرارت سے کہا۔
''ہش! پگلا کہیں کا' میں تو اپنی ہونے والی بہو کی بات کر رہی ہوں۔''
''اس کا مطلب ہے آپ ہماری آزادی کی قیمت لگا آئیں۔''
''ارے بچے! بس کل پرسوں میں تائی آپا ان سے وقت لے آئیں گی پھر میں جا کر تاریخ لے آؤں گی' ہمارا کون سا لمبا چوڑا خاندان ہے' سب تیاری مکمل ہے' کچھ چیزیں خریدنی ہیں۔''
''اچھا امی حضور! جو آپ چاہیں کریں۔''
''اللہ اچھا کرے' تم کل اکاؤنٹ سے کچھ پیسے نکلواؤ اور گھر میں رنگ و روغن کا کام شروع کراؤ۔''
''اب ایسی بھی کیا جلدی ہے؟''
''ارے جلدی ہی ہے' میرا بس چلے تو کل ہی بچی کو لے آؤں۔'' وہ ڈپٹ کر بولیں۔
''اچھا! اچھا' فی الحال کھانے کا بندوبست کریں قسم سے' بہت بھوک لگی ہے۔'' اس نے کہا تو جہاں آرا جلدی سے کچن کی طرف چل دیں۔

❁ ❁ ❁

''ٹرن' ٹرن۔'' ٹیلی فون کی بیل بج رہی تھی۔ اسے آفس پہنچنے کی جلدی تھی۔ اس نے اماں کو آواز دے کر فون سننے کو کہا۔
''ہیلو!'' اماں نے ریسیور کان سے لگا کر کہا۔
''السلام علیکم! اماں۔'' زینت نے کہا۔
''وعلیکم السلام! خیریت۔''
''اماں بوبی کو تیز بخار ہے' شرمین اگر آفس سے چھٹی لے کر آ جائے تو بوبی کا دل بہل جائے گا۔''
''اچھا میں بات کراتی ہوں۔'' اماں بوکھلا سی گئیں۔
''شرمین! زینت کا فون ہے بات کر لو۔'' اماں نے آواز دے کر اسے بلایا اور ریسیور تھما دیا۔
''ہیلو! جی خیریت۔''

"شرمین! بوبی کو رات سے تیز بخار ہے، تم آفس سے چھٹی لے کر آ جاؤ۔"
"جی! مگر میں آج آفس سے چھٹی نہیں لے سکتی، بہت ارجنٹ میٹنگ ہے۔" اس نے دانستہ سفید جھوٹ بولا۔ وہ بوبی سے دور رہنا چاہتی تھی۔
"وہ بار بار تمہارا ہی نام بڑبڑاتا ہے۔"
"غنودگی میں ایسا ہو جاتا ہے، ہوش میں آئے گا تو ٹھیک ہو جائے گا۔" اس نے طنز کیا مگر زینت نہ سمجھ سکی۔
"اوکے! واپسی پر آ جانا۔"
"کوشش کروں گی۔" کہہ کر فون بند کر دیا۔ اس کے چہرے پر پھیلی کوفت سے اماں نے کچھ اندازہ لگایا۔
"شرمین! اتنا روکھا پھیکا جواب کیوں دیا تم نے؟"
"اماں! بلاوجہ کی تیمارداری نہیں ہوتی مجھ سے۔" وہ بیزاری سے بولی۔
"ہیں! یہ تم کہہ رہی ہو بوبی کے لیے۔"
"ہاں بس میرا دل نہیں چاہ رہا۔" وہ جلدی جلدی بال برش کرنے لگی۔
"ہوا کیا ہے؟" اماں نے کریدا۔
"کچھ نہیں، بوبی کا دماغ الٹا چلنے لگا ہے، جب سیدھا چلے گا تو مل لوں گی۔" اس نے گاڑی کی چابی اٹھائی اور باہر نکل آ گئی۔
"واپسی پر ہو آنا، زینت نے بڑے مان سے کہا ہے۔" اماں نے پیچھے آ کر کہا۔
"نہیں اماں، میں نہیں جاؤں گی بس میرا دل نہیں چاہ رہا۔" وہ ڈٹی رہی۔ اماں کچھ سوچ کر چپ ہو گئیں، اس نے گیٹ کھولا اور گاڑی اسٹارٹ کی۔ اماں سوچ میں گم گیٹ بند کر کے اندر آ گئیں۔

❁ ❁ ❁

اپنی سیٹ پر بیٹھتے ہی اس نے جلدی جلدی آج کے کاموں کی فہرست پر غور کیا۔ جن میں سے چند کام نپٹائے۔ مرزا صاحب نے اس کی طرف دیکھا مگر اس کو متوجہ نہ پا کر وہ اپنے آفس کی طرف بڑھ گئے۔ لیکن عین اسی وقت اس کی ٹیبل پر رکھا انٹرکوم بج اٹھا۔
"ہیلو!"
"جی! کیا میں مس شرمین سے بات کر سکتا ہوں۔"
"جی! میں بول رہی ہوں۔"
"مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔"
"لیکن میں تو آپ کو نہیں جانتی۔"
"آپ نے ٹھیک کہا، مگر مجھے واقعی آپ سے ضروری بات کرنی ہے، اگر آپ بات سننے کا وعدہ کریں تو میں اپنا تعارف بھی کراؤں گا۔"
"جی! فرمایئے مگر مختصر۔"
"میرا نام صفدر ہے، میں عارض کا دوست ہوں آپ......؟"
"بس، بس، بس پلیز۔" اس نے جلدی سے جھلا کر جملہ کاٹا۔
"پلیز! آپ نے بات سننے کا وعدہ کیا ہے، میری بات سطحی یا غیر اخلاقی لگے تو بے شک فون بند کر دیجیے گا۔" بڑے

مہذب انداز میں اس نے کہا تو وہ چپ کر گئی۔
''مس شرمین! آپ سے میرا غائبانہ تعارف ہے عارض نے آپ کے بارے میں بتایا تھا۔''
''لیکن کیوں؟ انہیں کس نے اجازت دی کہ وہ میرے بارے میں بتاتے پھریں۔'' اسے پھر غصہ آ گیا۔
''پلیز! مجھے غلط نہ سمجھیں۔ اس نے کسی وجہ سے مجھ سے تذکرہ کیا ہے۔''
''وہ وجہ بھی بتا ہی دیں۔'' وہ طنزیہ بولی۔
''مس شرمین! میں عارض کا جگری اور واحد دوست ہوں' اس کا حلقہ احباب بہت وسیع ہے لیکن دوست میں ہی ہوں۔'' اس نے رک رک کر کہا۔
''دیکھیے! میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ آپ کی دوستی کے قصے سنوں' اسے پھر کسی وقت کے لیے اٹھا رکھیے۔'' وہ لجاجت سے بولی۔
''اوکے! آپ بتا دیجیے کب اور کہاں؟''
''میں اب تک آپ کا مقصد نہیں جان سکی آخر آپ کو بات کیا کرنی ہے؟''
''آپ اعتماد کریں مجھے آپ کو پریشان نہیں کرنا۔''
''آل رائٹ! آپ رات میرے گھر کے نمبر پر بات کر لیجیے گا۔'' اس نے تھک کر بالآخر اجازت دے ہی دی۔
''تھینک یو ویری مچ۔'' وہ بہت خوش ہو کر بولا۔ اس نے فون بند کر دیا۔
فون بند کر کے وہ سوچ میں گرفتار ہو گئی۔ ذہن میں بہت سے سوالات کلبلانے لگے۔

✿......✿......✿

زینت نے ڈاکٹر صاحب کو رخصت کیا۔
وہ بخار کی غنودگی میں تھا۔ وہ اس کے سرہانے بیٹھ گئی۔ اس کی پیشانی چوم کر اس کا گرم ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ نگاہ وال کلاک پر پڑی تو آٹھ بج گئے تھے مگر شرمین کا کہیں اتہ پتہ نہیں تھا۔ شرمین کا ایسا رویہ تو اس نے پہلی مرتبہ محسوس کیا تھا؟ اسے حیرت اور افسوس ساتھ ساتھ تھے۔ بوبی کا خیال رکھنے والی شرمین اس سے بے خبر ہو گئی تھی۔ سوچ میں الجھنیں شامل ہو گئیں' یقیناً کچھ نہ کچھ ہے۔'' اس نے گویا دھیرے سے خود سے کہا۔
اس کے چاروں جانب خدشات تھے۔ وسوسے لرزاں تھے۔
''شرمین! بوبی سے کیا خطا ہوئی ہے۔'' وہ دھیرے سے خیالات میں ہی اس سے مخاطب ہو گئی۔ شرمین تو وہاں کہیں نہیں تھی البتہ بوبی نے غنودگی میں بھی اس کا نام سن لیا تھا۔ ہڑبڑا کر بند آنکھوں کے ساتھ اٹھنے لگا۔
''شرمین آ گئی ہے۔''
''بوبی! میرے بچے شرمین کہاں آئی ہے؟ لیٹ جاؤ۔'' زینت کے خیالات کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔
''ماما! وہ کیوں نہیں آئی؟ اسے بلائیں ماما۔'' وہ بولتا بولتا اس کی گود میں سر رکھ کر پھر غافل ہو گیا۔ زینت کی ساری توجہ اس کے اس جملے پر مرکوز ہو گئی۔ اس نے شرمین کو جس طرح مخاطب کیا وہ زینت کی الجھنوں میں مزید اضافے کا سبب بن گیا۔ اس کے دل و دماغ میں گھنٹیاں سی بجنے لگیں۔ شرمین' بوبی کی غنودگی میں بھی اعصاب پر چھائی ہوئی ہے۔ ''لیکن کیوں؟'' اس کے اندر سے سوال ابھرا' اس کا جواب تو بوبی ہی دے سکتا تھا' یا پھر شرمین۔ ''مجھے شرمین سے پوچھنا چاہیے۔'' اس نے فیصلہ کیا اور دھیرے سے اٹھ کر باہر آ گئی۔ ٹی وی لاؤنج میں رکھے فون کے قریب بیٹھ کر شرمین کا نمبر ملایا۔ اتفاق سے فون شرمین نے ہی اٹینڈ کیا۔

''خیریت ہے زینت آپا۔'' اس نے پریشانی سے پوچھا۔

''ہنہ...... ہاں' بس بوبی کو تیز بخار ہے۔''

''میڈیسن کے باوجود۔''

''ابھی کچھ دیر پہلے ڈاکٹر صاحب گئے ہیں' کہہ گئے ہیں کہ ان شاء اللہ کچھ دیر بعد بخار اتر جائے گا۔''

''پھر آپ پریشان کیوں ہیں؟'' اس نے پوچھا۔

''میری پریشانی کی وجہ کچھ دیر پہلے تک تو صرف بوبی کا بخار تھا مگر اب......'' وہ رک گئی تو اس نے جلدی سے پوچھا۔

''مگر اب کیا......''

''اب میں پریشان ہوں کہ تم کیوں نہیں آئیں اور بوبی غنودگی میں بھی صرف تمہارا نام کیوں رٹ رہا ہے؟'' اس نے ٹھہر ٹھہر کر بات مکمل کی...... دوسری طرف شرمین کو چپ سی لگ گئی...... زبان تالو سے چپک گئی۔

''بخار کی حالت میں ایسا ہو جاتا ہے۔'' اس نے ٹالنا چاہا۔

''شرمین! میری ریکوسٹ کے باوجود تم نہیں آئیں اس کی وجہ پوچھ سکتی ہوں۔''

''زینت آپا! آفس میں بہت کام تھا' دیر سے آئی ہوں تھکن کی وجہ سے ہمت نہیں ہوئی۔'' اس نے بہانہ بنایا۔

''او کے! آرام کرو۔''

''میں کل کوشش کروں گی۔'' زینت آپا کے لہجے کی اداسی محسوس کر کے اس نے جانے کا ارادہ کر لیا۔

''ٹھیک ہے اللہ حافظ۔''

''اللہ حافظ۔'' اس نے ریسیور رکھ کر سر تھام لیا۔ اسے بوبی کے خیال سے الجھن سی ہونے لگی۔ وہ شاید فون خود ریسیو بھی نہ کرتی' اس نے تو صفدر صاحب کا فون سوچ کر اٹھایا تھا۔ ابھی اس کا فون آنا ضروری تھا۔ عجیب سی پریشانی تھی...... جانے اس کا فون کب آ جائے' اس لیے وہ فون کے قریب ہی بیٹھی تھی۔

✿......✿......✿

سوا نو بجے تو فون چیخ اٹھا۔

اس نے بند آنکھیں کھول کر گھڑی کی طرف دیکھا۔

''جمائی لے کر خود کو جگایا اور ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف وہی اجنبی آواز تھی۔

''ہیلو! صفدر بول رہا ہوں۔''

''جی بولیے۔'' اس نے مختصراً کہا۔

''میرا خیال ہے اصل بات کر لی جائے۔''

''یہی بہتر ہے۔''

''مس شرمین! دراصل عارض کو آپ پسند آ گئی ہیں' وہ آپ سے شدید محبت کرنے لگا ہے' آپ واحد خوش قسمت لڑکی ہیں جسے عارض نے دل کی گہرائیوں سے چاہا ہے...... اور......''

''مسٹر صفدر! پسند اور محبت میں فرق ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ میں خوش قسمت ہوں یا بدقسمت عارض صاحب کی خصوصی عنایت مجھے قطعاً نہیں چاہیے۔'' اس نے تڑخ کر کہا۔

''میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا مس شرمین۔''

''دیکھیے میں نے آپ کو ایک معقول آدمی جان کر اتنی بات کی آپ پلیز عارض صاحب کی وکالت نہ کریں۔''

''آپ مجھے جو چاہے کہہ دیں پر میری زبان پر اعتبار کریں' میرا دوست آپ کے لیے بہت سنجیدہ ہے' اس پر شک نہ کریں' اس کی محبت قبول کرلیں۔''

''مسٹر صفدر! یا تو آپ ناسمجھ ہیں یا پھر مجھے احمق سمجھتے ہیں۔ کس قدر دیدہ دلیری سے آپ مجھے بےوقوف بنانا چاہتے ہیں۔'' وہ انتہائی بدتمیزی سے بولی۔

''آپ جو کہیں' مگر میری گزارش پر غور کریں' وہ آپ سے شادی کرنا چاہتا ہے' آپ کے گھر والوں سے درخواست کرنا چاہتا ہے۔ میں آپ کو کبھی مجبور نہ کرتا اگر میں اس کے دل کی حالت سے آگاہ نہ ہوتا' میں نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ آپ کو اس کی محبت کا یقین دلاؤں گا۔'' صفدر نے انتہائی تحمل سے کہا۔

''آپ نوجوانوں کے پاس ایک یہی کام تو ہے کرنے کو' عارض صاحب کی طرح میں آپ کو بھی ویسا ہی سمجھوں۔'' وہ طنزیہ ہنسی۔

''آپ ٹھنڈے دل سے غور کریں گی تو یقیناً میری بات درست لگے گی۔''

''اوکے! گڈبائی۔''

''پلیز! غور کریں' پھر بات ہوگی۔'' اس نے کہا تو وہ ریسیور رکھ کے زورزور سے ہنسنے لگی۔

''یاخدا! کیا اس زمانے میں محبت کے معنی بدل گئے ہیں۔ جسے دیکھو محبت' محبت پکارتا پھر رہا ہے۔ وہ سر کے بال مٹھی میں بند کرتی ہوئی بڑبڑائی...... بوبی کی ٹینشن سے جان نہیں چھوٹی تھی کہ عارض صاحب کی مصیبت کھڑی ہوگئی...... اس کا ذہن بری طرح الجھ گیا تھا۔ نیند آنکھوں سے دور بھاگ گئی تھی۔ اس کے کمرے کی لائٹ آن دیکھ کر اماں اس کے کمرے میں آگئیں۔

''خیریت کیا سوچ رہی ہو؟'' اسے سر تھامے دیکھا تو پریشان ہوگئیں۔

''کچھ نہیں بس آفس کا کام ہی سر پر طاری ہے۔'' اس نے یکسر ٹال دیا۔

''فون پر کس سے بات کررہی تھیں؟''

''فون...... فون زینت آپا کا تھا۔'' اس نے مختصراً کہا۔

''بوبی کا کیا حال ہے؟''

''ٹھیک ہوجائے گا۔''

''کیا مطلب؟ بوبی ابھی ٹھیک نہیں ہوا کیا؟''

''اماں! بیماری جاتے جاتے کچھ وقت تو لیتی ہے۔''

''تم اس کی خیریت پوچھنے بھی نہیں گئیں۔''

''آپ کے سامنے ہی ہے کتنی دیر سے آفس سے آئی ہوں' بہت تھکی ہوئی ہوں۔'' وہ بولی۔

''چلو پھر سوجاؤ۔'' اماں کے کہنے پر وہ صوفے سے اٹھ کر بستر پر لیٹ گئی۔ اسی وقت فون پھر چیخنے لگا۔

''اماں! جو بھی ہو اسے کہہ دیں کہ میں سوچکی ہوں۔'' اس نے بیزاری سے کہا۔ اماں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگالیا۔

''جی! میاں وہ سوچکی ہے۔ میں بتادوں گی۔'' اماں نے بات کی اور فون بند کردیا۔

''کس کا فون تھا؟''

''صبیح احمد کا۔'' اماں نے کچھ ترش لہجے میں بتایا۔ وہ چونکی مگر اگلے ہی لمحے نارمل ہوکر آنکھیں موندلیں۔

''جانے اب کیا چاہتے ہیں صبیح احمد انہیں کہہ دو کہ چین سے جینے دیں۔'' اماں نے اسے سنایا۔
''اماں! ان کے اور میرے بیچ اب ایسا کچھ نہیں ہے میری خاموشی سے سب کچھ ان کی سمجھ میں آ جائے گا۔''
اس نے آنکھیں موندے موندے کہہ دیا..... اماں مطمئن ہو کر لائٹ آف کر کے کمرے سے باہر نکل گئیں۔

✿ ✿ ✿

اماں بی نے توے پر پراٹھا ڈالتے ہوئے غور سے مرزا نوازش کو دیکھا۔
وہی الجھے بال تھے.....
وہی کالر ٹیڑھا اور گریبان کھلا.....
ویسی ہی عجلت تھی۔
''سلام اماں بی.....'' وہ کچن میں کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولے۔
''جیتے رہو اب تمہیں ناشتا جلدی سے چاہیے۔''
''اماں بی بہت دیر ہو گئی ہے۔''
''تو کیوں پڑے سوتے رہتے ہو؟ اور بیگم صاحبہ کو کیوں نہیں کہتے کہ صبح اٹھ کر تمہارے اور بچوں کے لیے ناشتا بنایا کرے..... میری بوڑھی جان سے اب پراٹھے نہیں پکتے۔'' انہوں نے کھری کھری سنائیں۔
''اماں بی! زبیدہ پر کسی بات کا کبھی اثر ہوتا ہے کیا؟'' وہ پراٹھا اپنی پلیٹ میں رکھتے ہوئے بولے۔
''اگر مرد سمجھدار ہو تو ضرور اثر ہوتا ہے۔''
''ہاں ہاں بیٹے کے ہاتھ میں ڈنڈا پکڑا دو پٹی پڑھاؤ کہ مجھے مارے پیٹے۔'' جانے اسی وقت زبیدہ کیسے وہاں پہنچ گئی۔
''بہو! فضول باتیں نہ کیا کرو۔''
''میری باتیں فضول ہیں اور آپ جو بیٹے کے کان بھر رہی ہیں وہ۔'' وہ ہاتھ نچا کر بولی۔
''لو! سن لیا میاں نوازش! ایک ماں بیٹے کے کان بھرتی ہے۔ ارے بی بی! شوہر کی اتنی ہی بڑی چوکیدار ہو تو صبح سویرے اٹھ کر ناشتا پانی بھی پوچھ لیا کرو۔'' اماں بی نے بھی خوب لتاڑا۔ ایسے میں نوازش ناشتے میں مصروف رہے۔ ان کے نزدیک معمول کی بات تھی۔
''مجھ سے صبح نہیں اٹھا جاتا اور پھر کیا ہو گیا اگر آپ ناشتا کراتی ہیں۔'' وہ کندھے اچکا کر بولی۔
''میری بوڑھی جان اب یہ خدمت نہیں کر سکتی کل سے خود اٹھ کر ناشتا بنانا ورنہ.....''
''ورنہ کیا؟ ہمیں گھر سے نکال دیں گی آپ میں تو شکرانے کے نفل پڑھوں گی۔''
''زبیدہ! زبان کو لگام دو۔'' پہلی مرتبہ نوازش صاحب نے بیوی کو ٹوکا۔ کیونکہ علیحدہ ہونا وہ نہیں چاہتے تھے اماں بی تو ہزار مرتبہ کہہ چکی تھیں۔
''میری طرف سے تو تم ابھی الگ ہو جاؤ مگر یاد رکھنا تمہارے میاں اپنی تنخواہ میں تمہارے چونچلے نہیں اٹھا سکتے۔''
اماں نے کہا اور نوازش صاحب کے لیے چائے کپ میں ڈال کر کپ ان کے سامنے رکھا۔
''ان کے تو باوا بھی میرے چونچلے اٹھائیں گے۔''
''پھر بک بک بند کرو زبان اور یہاں سے جاؤ۔'' نوازش صاحب نے ڈپٹ کر کہا۔
''جانتی ہوں ماں کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ میں ابھی چلی جاؤں گی جب جادو اتر جائے تو آ جانا۔'' زبیدہ نے گرجدار آواز میں کہا اور پاؤں پٹختی ہوئی واپس چلی گئی۔ نوازش سر تھام کر بیٹھے رہ گئے۔ اماں بی بڑبڑاتی ہوئی کچن سے باہر

نکل گئیں۔

"یا خدا! میں کہاں جاؤں......؟" نوازش نے لمبی سانس بھر کے سوچا اور چائے کا آخری گھونٹ بھر کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ دفتر سے دیر ہو رہی تھی۔

❁......❁......❁

صبیح احمد کمرے میں داخل ہوئے تو آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔

بکھرے بکھرے بے ترتیب بال تھے۔

گریبان کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔ تھکن صاف ظاہر تھی۔ کچھ دیر کے لیے وہ نہانے فریش ہونے بمشکل تمام ہسپتال سے گھر آئے تھے...... سیدھے واش روم کی طرف قدم بڑھائے کہ فاریحہ کی آواز نے قدم روک لیے۔

"صبیح احمد! جب آپ واش روم سے نکلیں گے تو میں جا چکی ہوں گی۔ اس لیے میری مختصر سی بات سنتے جایئے۔" وہ پلٹے اور حیرت سے پوچھا۔

"کہاں...... کیا مطلب؟"

"انگلینڈ۔"

"وہاٹ؟"

"صبیح احمد! میں دس بجے کی فلائٹ سے مما کے پاس انگلینڈ جا رہی ہوں ہمیشہ کے لیے۔" اس نے اطلاع فراہم کی۔

"مجھے اطلاع دے رہی ہو میری اجازت کے بنا۔" وہ دہاڑے۔

"چلاؤ مت صبیح احمد! جو رات بھر گھر نہ آئے اسے صرف اطلاع دی جا سکتی ہے آپ کے اور میرے بیچ مشاورت والا تو کوئی رشتہ ہے نہیں۔"

"جانتی ہو نا کہ امی کی کتنی سیریس کنڈیشن ہے میں ہسپتال میں تھا کسی گرل فرینڈ کے پاس نہیں تھا۔"

"سو وہاٹ اگر گرل فرینڈ کے پاس رہو یا ماں کے پاس مجھے تو جانا ہی تھا۔" وہ قدرے بلند آواز میں چلائی۔

"امی کو کسی بھی وقت کچھ ہو سکتا ہے تمہیں اس گھر میں لانے والی وہ ہیں فاتحہ پڑھ کر چلی جانا۔"

"سوری صبیح! میں ان کے مرنے کا انتظار نہیں کر سکتی ویسے بھی کنٹریکٹ کے تحت ان کے جاتے ہی تم مجھے نکال باہر کرو گے کیوں نہ میں پہلے ہی چلی جاؤں۔"

"اوکے! پھر آزادی کا پروانہ بھی لیتی جاؤ۔"

"بھیج دینا۔ میرے لیے اس کی کوئی اہمیت نہیں۔" بس وہ تیس لاکھ دے دو۔" وہ ادا سے لہرائی۔

"وہ بھی بھیج دوں گا۔" صبیح احمد ایک لمحے کو رک کر بولے۔

"شرط کے مطابق تو مجھے ساتھ لے کر جانے ہیں۔"

"اتنی خود غرض نہ بنو جانتی بھی ہو کہ امی کے علاج پر کتنا روپیہ خرچ ہو رہا ہے پھر بھی۔"

"پھر بھی میں اپنے پیسے مانگ رہی ہوں آپ کے نہیں۔" وہ جملہ کاٹتے ہوئے بولی۔

"ٹھیک ہے پھر چند دن انتظار کرو۔" وہ تحمل سے بولے۔

"انتظار تو میں نہیں کر سکتی۔"

"تو پھر یہ لو گاڑی کی چابی بیچ دو بینک سے جا کر جو کچھ ہے لے لو پھر چلی جاؤ۔" انہوں نے پینٹ کی جیب سے چابی نکال کر اس کی طرف اچھالی اور کوٹ کی جیب سے چیک بک نکال کر پھینکی۔

''سنو! مجھے تم پر ترس آ رہا ہے' اعتبار کرلیتی ہوں' یہ رقم جلد میرے اکاؤنٹ میں جمع کرا دینا۔''

''ٹھیک ہے۔''

''اوکے بائے۔'' اس نے کہا اور جانے کے لیے پرس اٹھانے لگی۔ صبیح احمد چکراتے سر کے ساتھ واش روم میں گھس گئے۔ اس سمے انہیں شرمین کا معصوم پیار بھرا چہرہ دکھائی دینے لگا۔ وہ اس کے مجرم تھے' گنہگار تھے' یہ اس کی آہوں کا اثر تھا کہ وہ برباد حال ہوئے۔ کچھ بھی تو نہیں بچا تھا' جس ماں کے حکم پر اس کی خوشی کی خاطر شرمین سے بے وفائی کی تھی وہ ماں بھی گنی چنی سانسیں لے رہی تھی۔ جس کو شریک سفر بنایا تھا وہ چھوڑ کر جا رہی تھی۔ اس رشتے میں انہیں کیا ملا سوائے ملامت اور شرمندگی کے...... دل و جان سے پیار کرنے والی شرمین ان سے دور ہوگئی تھی۔ اسے قریب لانے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ بے خیالی میں منہ پر پانی کے چھینٹے مار رہے تھے کہ موبائل فون چیخنے لگا' وہ ہوش کی دنیا میں لوٹ آئے۔ ہسپتال کا نمبر دیکھ کر تیزی سے واش روم سے باہر نکلے۔ تیزی سے بال برش کیے' اور گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر نکل آئے۔

❁......❁......❁

''صفدر! صرافہ بازار لے چلو۔''

''امی! اتنی جلدی بھی کیا ہے؟''

''ارے کمال کرتے ہو اب دن ہی کتنے رہ گئے ہیں؟'' جہاں آرا نے حیرت سے پوچھا۔

''تانی آپا ان سے وقت لے آئی ہیں آج رات کے کھانے پر انہوں نے بلایا ہے۔ اب وقت ہے صرافہ بازار ہو آتے ہیں۔''

''امی جان! اس وقت تو میں عارض کے پاس جا رہا ہوں اسے دل کی بیماری لاحق ہوگئی ہے' اس کے بعد ٹھیکیدار سے ملنا ہے' گھر میں کام شروع نہیں کرانا کیا؟'' اس نے تفصیل بتائی۔

''عارض کو کون سی بیماری ہوگئی ہے؟'' جہاں آرا پریشانی سے بولیں۔

''عاشق مزاج عارض خان کو دل کی بیماری یعنی محبت ہوگئی ہے وہ بھی ایک ضدی خود سر لڑکی سے۔''

''ہیں! تو پھر......''

''تو پھر کیا اس لڑکی کو سمجھانے کی مہم میں نے شروع کردی ہے' جلد مان جائیں گی۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''کن چکروں میں پڑ گئے ہو عارض کو سمجھاؤ۔''

''امی! آپ کو تو پتہ ہے کہ وہ میرا جگر ہے اس کے لیے تو میں کچھ بھی کرسکتا ہوں۔''

''اچھا جلدی آ جانا' رات کا کھانا ہم نے ان کی طرف کھانا ہے۔''

''ہم سے مراد؟''

''میرا مطلب ہے تانی آپا نے اور میں نے۔''

''اوکے! میں آ جاؤں گا۔'' وہ یہ کہہ کر باہر نکل آیا۔ مین روڈ پر موڑ کاٹ کر گلشن مارکیٹ کے قریب سے گزرتے ہوئے شرمین نظر آئی وہ گاڑی مارکیٹ کے باہر پارک کر رہی تھی' اس نے کچھ سوچ کر موٹر سائیکل اس طرف موڑ لی' وہ گاڑی لاک کرکے پلٹی تو اسے دیکھ کر ٹھٹکی۔

''مس شرمین! پلیز چند منٹ۔''

''آپ کون میں نے آپ کو پہنچانا نہیں۔''

''رات عارض کے سلسلے میں میری آپ سے فون پر بات ہوئی تھی اور میں......''

''میرے پاس وقت نہیں ہے۔'' وہ صفدر کی بات کاٹتے ہوئے بولی۔

''اور مجھے بات کرنی ضرور ہے۔'' وہ بھی اڑ گیا۔

''آپ کا پرابلم میری سمجھ سے باہر ہے جو کہنا تھا وہ آپ کہہ چکے ہیں اور کیا ہے؟''

''آپ مجھے اور عارض کو غلط نہ سمجھیں وہ حقیقت میں آپ سے محبت کرتا ہے آپ اسے مل گئیں تو اس کی زندگی بدل جائے گی اسے اپنا لیں پلیز۔''

''آپ ہوش میں تو ہیں کتنی آسانی سے سرراہ آپ نے کہہ دیا اور میں ہاں کردوں اچھا مذاق ہے۔'' وہ چڑ کر بولی۔

''آپ اس کے بارے میں غور تو کریں میری گزارش ہے۔''

''آپ اپنے دوست کے ہر قول وفعل کے ذمہ دار ہیں کیا؟''

''ایسا ہی سمجھ لیں بس اس کے لیے سوچیں۔''

''میں ان کو جانتی ہی نہیں سوچوں کیسے؟''

''میں اسے کہتا ہوں وہ آپ سے رابطہ کرے اپنے بارے میں خود بتائے اس طرح ایک دوسرے کو سمجھنا آسان ہوگا۔'' اس نے خیال ظاہر کیا۔

''ابھی اس کی ضرورت نہیں مجھے سوچنے دیں۔'' وہ دھیرے سے بولی۔

''اوکے! آپ غور کریں گی تو خود بخود اس سے محبت محسوس کریں گی۔'' وہ بولا۔

''اگر ایسا نہ ہوا تو آپ میرا پیچھا چھوڑ دیں گے۔'' اس نے پوچھا۔

''ڈن۔'' اس نے جھٹ سے عہد کرلیا...... وہ مارکیٹ کی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔ اور وہ موٹر سائیکل نکال لے گیا۔

❁......❁......❁

سوپ پلانے کے بعد انہوں نے اس کا منہ نیپکن سے صاف کیا تو اس نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔

''ماما! شرمین کیوں نہیں آئی؟''

''بوبی! یہ بات صبح سے ہزار مرتبہ آپ پوچھ چکے ہو۔''

''ماما! وہ آئی جو نہیں ہے اس لیے۔''

''میں نے محسوس کیا ہے کہ آپ کچھ زیادہ بولڈ ہوگئے ہو شاید اسی لیے شرمین نہیں آئی۔'' زینت نے دبے دبے لہجے میں سرزنش کی۔

''ماما! آپ نے کیا محسوس کیا ہے؟'' اس نے سادگی سے پوچھا۔

''یہی کہ آپ سے شرمین خفا ہے۔''

''نو ماما! وہ مجھ سے خفا ہوگئی تو۔''

''تو کچھ نہیں بوبی! سنبھالو خود کو۔'' زینت نے ڈپٹ کر کہا۔

''ماما! مجھے شرمین اچھی لگتی ہے۔'' وہ ایک دم کہہ گیا۔ زینت کو جھٹکا سا لگا۔

''بوبی! شرمین ہے ہی اچھی آپ کو عزت کرنی چاہیے۔''

''ماما! میں چاہتا ہوں کہ وہ......''

''بوبی! اس بات کو اندر ہی دفن کردو۔ میں آپ کے منہ سے کوئی بدتمیزی والی بات سننا نہیں چاہتی۔'' زینت کے لہجے

میں پہاڑوں جیسی سختی آ گئی۔ بوبی سہم گیا۔

''سن لیا نا بوبی! ایسی کوئی بات کبھی نہ کرنا جس سے مجھے غصہ آئے۔'' زینت نے پھر سنجیدگی سے بات دہرائی۔ چند لمحے وہ آنکھیں پھاڑے دیکھتا رہا اور پھر بولا۔

''ماما! ایسا ہے تو پھر کبھی آپ کوئی اور بات بھی نہیں سنیں گی' کیونکہ میں شرمین کو پسند کرتا ہوں۔'' زینت حیرت سے بیٹے کے مضبوط لہجے کو محسوس کر کے رہ گئی۔

''بوبی! بیٹا ایسے نہیں سوچنا وہ آپ کے لیے ایسا تصور بھی نہیں کر سکتی' آپ نے دیکھا کہ پہلے وہ روز آتی تھی' مگر اب آپ کی بیماری کا سن کر بھی نہیں آئی۔'' زینت نے نرمی سے سمجھایا۔

''میں خود چلا جاتا ہوں آپ ڈرائیور سے کہیں کہ گاڑی نکالے۔''

''نہیں آپ نہیں جا سکتے آپ اپنے خیالات بدلو وہ آپ سے ملنے آئے گی۔'' زینت نے سمجھایا۔

''ماما! آپ میرے جذبات نہیں سمجھ سکتیں۔'' اس نے گویا ماں کی نصیحت مسترد کر دی۔ منہ پر تکیہ رکھ لیا۔ زینت سوچ میں پڑ گئی اور جانے کتنی دیر سوچ میں پڑی رہتی کہ آفس سے منیجر صاحب کے آنے کی اطلاع ملی۔ وہ دو روز سے آفس جا نہیں سکی تھیں۔ اس نے بوبی کو اسی حالت میں چھوڑا اور ڈرائنگ روم کی طرف چل دی۔ جہاں منیجر صاحب ضروری فائلوں سمیت اس کے منتظر تھے۔ اس نے ذہنی الجھن کے باوجود بغور تمام فائلوں کا جائزہ لیا اور دستخط کر دیئے۔ منیجر صاحب کے لیے چائے منگوائی اور کہا۔

''اکرم صاحب! بوبی کے لیے میرے ساتھ والا آفس سیٹ کر دیں جب تک اس کا ایم ایس سی میں داخلہ نہیں ہوتا وہ آفس آیا کرے گا' کچھ کام سیکھ لے گا۔''

''جی بہتر لیکن داخلے تو شروع ہونے والے ہیں۔ تعلیم مکمل کر لیں تو آفس سنبھال لیں گے۔''

''اگر داخلے شروع ہونے والے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ آفس سیٹ کرا دیں۔''

''بیگم صاحبہ! ہفتے دس دن میں شروع ہو جائیں گے آپ فکر نہ کریں۔''

''ٹھیک ہے آپ خیال رکھیے گا۔'' اس نے کہا۔

''اجازت۔''

''جی' ضرور۔'' اس نے ہلکے سے مسکرا کر کہا۔ اکرم صاحب اٹھ کر چلے گئے' اور وہ پھر ایک بار گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

❁ ❁ ❁

وہ کمپیوٹر پر ڈیٹا فیڈ کر رہی تھی کہ نائب قاصد نے مرزا نوازش کا پیغام دیا۔ وہ اثبات میں گردن ہلا کر جلدی جلدی کام نمٹانے لگی۔ مگر چند منٹ بعد ہی مرزا نوازش خود وہیں آ گئے۔

''سر! میں ابھی حاضر ہونے والی تھی یہ دراصل ہادی صاحب نے کچھ کام دیا تھا' وہ کر رہی تھی۔'' مرزا نوازش کو بگڑے تیور لیے دیکھ کر اس نے بتایا۔

''اٹس او کے مس شرمین۔'' وہ سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ گئے۔

''جی نوازش صاحب۔'' وہ متوجہ ہوئی۔

''شرمین! میں بہت اپ سیٹ ہوں۔''

''کیوں سر؟''

''وجہ تو معلوم ہے تمہیں۔'' وہ کچھ چڑ کر بولے کیونکہ وہ اپنے کام میں مصروف تھی۔

''کون سی وجہ سر!''

''شرمین! انسان کس سے بات کرے کوئی بھی تو اپنا نہیں' کبھی میرے بارے میں غور کیا تم نے۔'' وہ تقریباً غصے میں آ گئے جبکہ وہ اتنے ہی تحمل سے بولی۔

''نہیں تو۔''

''ظاہر ہے تمہیں کیا دلچسپی' ہم تو خاک ہو جائیں گے تمہیں خبر ہونے تک۔''

''سر! اس وجہ میں' میں کہاں سے آ گئی ہوں' کیا آپ میری وجہ سے اپ سیٹ ہیں۔'' اس نے کمپیوٹر پر سے توجہ ہٹا کر پوچھا۔

''ہائے ہائے! اللہ رے یہ سادگی' ہم آپ کے عشق میں مر مٹے ہیں اور آپ بے خبر ہیں۔'' وہ ماتھا پیٹ کر بولے۔

''نوازش صاحب! پلیز آپ کی ان غیر ضروری باتوں سے مجھے سخت اختلاف ہے۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''یہ غیر ضروری باتیں ہیں' کیا میں آپ سے محبت نہیں کرتا......؟''

''فار گاڈ سیک! ہزار بار میں نے آپ کو سمجھایا ہے کہ ایسی فضول باتیں مت کیا کریں۔'' وہ سختی سے بولی۔

''آپ سے محبت کرنا فضول بات ہے۔''

''جی ہاں! انتہائی فضول اور احمقانہ بھی آپ کو یہ سطحی پن زیب نہیں دیتا۔ گھر میں بیوی بچوں کے ہوتے ہوئے آپ محبت کرتے پھرتے ہیں' کیا سمجھ رکھا ہے آپ نے محبت کو مشغلۂ مذاق......'' وہ ہتھے سے اکھڑ گئی۔

''یوں کیوں نہیں کہتیں کہ تمہیں کسی اور کی تلاش ہے۔''

''سمجھ لیں ایسا ہی ہے تو پھر؟'' وہ بولی۔

''پھر یہ کہ ہم جیسا چاہنے والا کہیں نہیں ملے گا۔''

''مجھے آپ جیسا چاہنے والا چاہیے بھی نہیں۔''

''اگر کوئی نہ ملے تو......''

''تو میں زہر کھا لوں گی۔'' اس نے معصومیت سے کہا۔

''ہمیں یاد کر لینا' تاکہ ہم آباد ہو سکیں۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولے۔

''آپ آباد ہیں' اور اسی پر قناعت کریں۔'' اس نے طنزیہ مشورہ دیا۔

''اس کا مطلب ہے کہ آپ مجھے جہنم میں رہنے کا مشورہ دے رہی ہیں۔''

''اگر مرد باصلاحیت ہو' فہم و فراست سے کام لے تو جہنم گھر میں بدل سکتا ہے۔''

''تو تمہیں میں قصوروار لگتا ہوں۔''

''پلیز! مجھے آپ کے گھریلو معاملات سے کیا لینا دینا؟''

''ٹھیک ہے آپ کے دل میں میرے لیے محبت کہاں......؟'' وہ یہ کہہ کر آفس سے باہر نکل گئے اور وہ جان خلاصی پر لمبی سانس لے کر پھر سے کام میں مصروف ہو گئی۔

✿......✿......✿

دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا۔

کمرے میں گھپ اندھیرا تھا۔

سگریٹ کا دھواں اور بو فضا میں رچی بسی تھی۔ ایک دم ہی اس کا دم اکھڑنے لگا‘ کھانسی شروع ہوگئی۔ ہاتھ سے ٹٹول کر لائٹ آن کی۔ ایک لمحے تو کچھ دکھائی نہ دیا آنکھیں مل کر دیکھنے کی کوشش کی تو حیران رہ گیا۔ وہ بیڈ پر آڑا ترچھا لیٹا تھا قریب ہی ایش ٹرے رکھی تھی جو لبالب راکھ اور سگریٹ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے بھری پڑی تھی۔ صفدر کو غصہ آیا‘ جلدی سے کمرے کی کھڑکیاں کھولیں‘ پردے ہٹائے تو کمرہ روشنی سے بھر گیا۔

''میاں مجنوں صاحب! ابھی شام کے چار بجے ہیں اور آپ کے کمرے میں رات کے تین بج رہے تھے۔ پوچھ سکتا ہوں کیوں؟''

''بس یار! طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔'' وہ سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

''مان لیا کہ شرمین کے عشق نے نکما کردیا ہے مگر ایسا بھی کیا میری جان۔'' صفدر نے چھیڑا۔

''بس پریشانی۔''

''پریشانی کیسی اور یہ کیا...... یہ فون کیوں پھینکا رکھا ہے۔'' صفدر نے قالین پر پڑے ٹیلی فون سیٹ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کچھ نہیں بس رانگ نمبر تنگ کررہا تھا‘ اس لیے۔''

''حیرت ہے کل تک تو تم تنگ کرتے تھے۔'' صفدر ہنسا۔

''چھوڑو اس کا میں نے دماغ ٹھکانے لگا دیا ہے۔'' سگریٹ کا کش لے کر دھواں فضا میں چھوڑتے ہوئے عارض نے کہا۔

''ظالم ہو تم‘ مگر ہر فرعون کے لیے موسیٰ تو ہوتا ہے‘ تمہارے لیے بھی اللہ نے غضب کی لڑکی بنائی ہے‘ ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی۔ بڑی مشکل سے راضی ہوئی ہے۔''

''یعنی تم ناکام لوٹے ہو۔''

''کچھ کچھ کامیاب بھی‘ میری جان یہ بہت مشکل کام ہے‘ کسی لڑکی کو محبت کرنے پر مجبور کرنا‘ میرے جیسا سویلائزڈ آدمی یہ کام کررہا ہے‘ کوئی سن لے تو میرے بارے میں کیا سوچے؟''

''اوکم آن‘ میں اس کی محبت میں سرتاپا سلگ رہا ہوں‘ اسے بتانا تھا۔'' وہ بیقراری سے بولا۔

''بتادیا سب بتادیا‘ اگر اس پر اثر ہوا تو‘ اور اثر کے چانسز کم دکھائی دیتے ہیں۔''

''نہیں صفدر! اسے میری محبت کا یقین کرنا ہوگا‘ میں اس کے بنا مرجاؤں گا۔''

''یار! یہ منفی باتیں نہ کیا کرو اللہ بہتر کرے گا‘ فی الحال اس نے سوچنے کا وعدہ کیا ہے۔ آگے تمہاری قسمت یا نصیب۔''

''میں اس سے رابطہ کروں۔''

''دھیرج‘ دھیرج میرے یار! کیا ہوگیا تو تو دیوانہ ہی ہوگیا ہے۔'' صفدر نے کہا۔

''تو سچ کہتا ہے میں ایسا تو نہیں تھا اس لڑکی میں ایسا کیا ہے کہ میری کایا ہی پلٹ گئی ہے؟'' اس نے اعتراف کیا۔

''چلو دیر آید درست آید‘ بس وہ بھی تیرے بارے میں سوچنے لگے تو مزہ آجائے۔'' صفدر نے کہا۔

''اور تو سنا شادی کب ہے؟''

''آج امی نے تاریخ لینے جانا ہے‘ مجھے جلدی پہنچنے کو کہا تھا۔''

''بڑے افسوس کی بات ہے کہ میری ہونے والی بھابی کو میں نے نہیں دیکھا۔''

''ایک بار ہی دیکھ لینا۔''

"ٹھیک ہے میں نے بہت قیمتی ڈائمنڈ سیٹ پسند کر رکھا ہے بھابی کے لیے۔"

"اتنے قیمتی تحفے ہم غریبوں سے برداشت نہیں ہوتے۔"

"تحفہ تیرے لیے نہیں ہے میری بھابی کے لیے ہے اور گاڑی کا کیا پروگرام بنایا' میری بات مان میری سوزوکی مہران زیرو میٹر کھڑی ہے وہ لے لے۔"

"یار! ایک وقت میں ایک ہی کام ہوسکتا ہے یا شادی کرلوں یا پھر گاڑی لوں۔"

"میں کون سا فوراً تجھ سے پیسے مانگ رہا ہوں' جب ہوں دے دینا۔" عارض نے کہا۔

"پھر بھی دوست ٹینشن تو رہے گی۔"

"بس کوئی ٹینشن نہیں تم اب ایک لفظ نہیں بولو گے' میں کل ڈرائیور سے گاڑی بھجوادوں گا۔" عارض نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"لیکن ایسے نہیں پہلے سودا طے کرو پھر۔" صفدر نے اپنی خوددار طبیعت کے مطابق کہا۔

"سودا بھی ہوجائے گا فی الحال گاڑی لو امی کو ہزار کام سے مارکیٹ جانا پڑے گا۔" عارض نے کہا' صفدر خاموش ہوگیا۔

✿......✿......✿

"شرمین! میں دیکھ رہی ہوں تم کچھ کھوئی کھوئی سی ہو۔" اماں نے سالن کا ڈونگا اس کے سامنے رکھتے ہوئے پوچھا۔

"آں...... ہاں نہیں تو۔" وہ سچ مچ چونک گئی۔

"کیا بات ہے مجھے بتاؤ؟" انہوں نے اس کی پلیٹ میں سالن ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"اماں! بس ایک الجھن ہے' سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں؟"

"اس کا مطلب ہے صبیح احمد نے تمہیں بھی فون کیا ہے۔" اماں کچھ نہ سمجھتے ہوئے وہ بات کہہ گئیں جو اپنی دانست میں انہوں نے چھپائی تھی۔

"کیا صبیح کا فون آیا تھا۔"

"ہنہ...... ہاں رات آیا تھا۔ اس کی امی کا انتقال ہوگیا ہے۔"

"او......! اناللہ وانا علیہ راجعون۔ آپ نے میری بات کیوں نہیں کروائی؟"

"اب کسی بات کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

"اماں! بات وہ نہیں رہی لیکن اخلاقاً ہمیں اس کی ماں کے مرنے کا افسوس ہونا چاہیے۔"

"میں نے افسوس کرلیا تھا' اور ویسے بھی مرنے والی نے ہی تو تم سے دشمنی نکالی ہے۔" اماں کا لہجہ ایک دم تلخ ہوگیا۔

"چھوڑیں اماں' مرنے والوں سے کیا گلہ کرنا' قسمت اپنی ہی بری تھی۔"

"بہرحال صبیح احمد سے اب کوئی رابطہ نہیں کرنا۔"

"اماں! رابطے تو ختم ہی گیا ہے یہ آپ جانتی ہیں۔" اس نے افسردگی سے کہا۔

"پھر پریشان کیوں ہو؟"

"اماں! پریشانی کوئی ایک ہو تو کہوں' کوشش میں ہوں کہ کسی نتیجے پر پہنچ جاؤں۔"

"بات کیا ہے؟"

"بتاؤں گی فی الحال نہیں۔" اس نے کھانا ختم کرکے پانی پیتے ہوئے کہا۔

"اپنا خیال رکھا کرو۔" اماں نے برتن سمیٹتے ہوئے کہا۔

''اماں! زینت آپا کا فون آیا تھا۔''
''نہیں، بوبی نے تمہارا پوچھا اور فون بند کر دیا۔''
''میں اپنے کمرے میں جارہی ہوں، کچھ کام کرنا ہے آپ چائے بنا دیں۔''
''میرا تو خیال ہے آرام کرو۔''
''نہیں اماں! چند ضروری فائلوں پر کام کرنا ہے، آپ چائے بنا کر آرام کریں۔'' اس نے کہا اور اپنے کمرے کی طرف آ گئی۔ فائلوں پر جھکی مگر ذہن بھٹکنے لگا۔
زندگی عجیب دوراہے پر آ کھڑی ہوئی تھی، صبیح احمد کے لیے دروازہ مستقل بند ہو چکا تھا، عارض دروازے پر دستک دے رہا تھا، بوبی سر ٹکرا رہا تھا۔ مرزا نوازش نے الگ جینا حرام کر رکھا تھا، ذہنی سکون اکارت ہو گیا تھا، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کہاں جائے کیا کرے؟ ٹیلی فون کی گھنٹی نے اس کے خیالات کا سلسلہ منتشر کر دیا۔
''ہیلو۔''
''شکر ہے آپ کی آواز تو سنائی دی۔'' دوسری طرف سے بوبی کی آواز ابھری۔
''کیسے ہو......؟''
''آپ نے آ کر دیکھا بھی نہیں۔''
''دفتر میں بہت مصروفیت تھی۔'' اس نے مختصراً کہا۔
''کیا ایک مرتبہ بھی میرا خیال نہیں آیا؟''
''اپنوں کا خیال نہ آئے یہ کیسے ممکن ہے؟''
''میں صرف اپنی بات کر رہا ہوں۔'' اس نے جملے پر زور دے کر پوچھا۔
''میں بھی آپ کی بات کر رہی ہوں، لگتا ہے ٹھیک ہو گئے ہو۔'' وہ موضوع بدلنے کے لیے بولی۔
''آپ کے عشق نے بیمار کر رکھا ہے۔''
''بوبی! بچے بات کرتے ہوئے غور کر لیا کرو۔'' اسے بہت برا لگا۔
''آپ کو میری یہ بات اتنی بری کیوں لگتی ہے؟''
''بس لگتی ہے اور لگنی بھی چاہیے آپ اس بے ہودہ بات سے پرہیز کیوں نہیں کرتے۔'' اس نے ترش لہجے میں کہا۔
''آپ کی محبت سے میں کیسے باز رہ سکتا ہوں؟''
''او کے اللہ حافظ۔'' اس نے سختی سے کہا اور فون بند کر دیا۔ دل و دماغ میں بیزاری اور کوفت کے احساسات بیدار ہو گئے اس نے سر کرسی کی پشت سے لگا کر آنکھیں موند لیں۔

❁......❁......❁

پرتکلف کھانا کھانے کے بعد حاجرہ خاتون نے مختصر سے جمع شدہ مہمانوں کو ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کو کہا اور سب کے بیٹھتے ہی انتظار صاحب نے شادی کی تاریخ پڑھ کر سنائی اور تحریر شدہ کاغذ جہاں آرا بیگم کے ہاتھ میں تھما دیا۔ مبارکباد کا شور گونجا، جہاں آرا بیگم نے شکریہ ادا کر کے حاجرہ خاتون کو گلے لگا لیا۔
''بس بہن! آج سے ٹھیک بیسویں دن ہم اپنی بیٹی کو لینے آ جائیں گے ان شاء اللہ۔''
''ان شاء اللہ! بہن جی زیبا اب آپ کی امانت ہی تو ہے۔'' انتظار صاحب نے کہا۔
''بس اللہ تعالیٰ ہماری خوشیوں کو نظر بد سے محفوظ رکھے..... آمین۔'' جہاں آرا بیگم نے کہا۔

''جہاں آرا بہن! جو کچھ چاہیے وہ بتا دیجیے۔'' انتظار صاحب نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''انتظار بھائی، ہمیں ہماری بیٹی کے علاوہ کچھ نہیں چاہیے' بس آپ اپنی محبتوں کے سائے میں اسے رخصت کردیجیے گا۔'' جہاں آرا بیگم نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

''بڑی مہربانی آپ کی ہمیں صفدر جیسا بیٹا مل جائے گا۔'' حاجرہ خاتون نے ہونے والے داماد کی تعریف کی۔

''بس یوں سمجھو حاجرہ بہن کہ صفدر ہیرا ہے ہیرا۔'' تائی آپا نے درمیان میں ٹکڑا لگایا۔

''اللہ تعالیٰ میرے صفدر کو اپنی عنایتوں میں رکھے' مجھے یقین ہے کہ وہ زیبا بیٹی کو خوش رکھے گا۔ ان شاء اللہ۔'' جہاں آرا نے وثوق سے کہا۔

''بس بہن' ہماری ایک ہی بیٹی ہے اللہ اس کا نصیب اچھا کرے۔'' حاجرہ خاتون نے کہا۔

''فکر نہ کرو حاجرہ! زیبا راج کرے گی' صفدر بیٹا لاکھوں میں ایک ہے۔'' تائی آپا بولیں۔

''ہماری بیٹی سے ملوادیں تو چلیں دیر ہورہی ہے۔'' جہاں آرا نے کہا تو حاجرہ انہیں لیے اندر زیبا کے کمرے کی طرف آ گئیں۔ تائی آپا بھی پیچھے پیچھے تھیں۔ زیبا گھبرا کر اٹھ بیٹھی' ہلکے آسمانی سوٹ میں بھی اس کے چہرے کی زردی جہاں آرا کو چونکا سی گئی۔ خشک پپڑی زدہ ہونٹ' ویران آنکھیں...... اس نے سلام کیا' جہاں آرا نے پیشانی چوم کر پوچھا۔

''ارے میری بیٹی تو سوکھ کر کانٹا ہوگئی ہے آخر کیوں......؟''

''وہ...... وہ بس گھر سے رخصت ہونے کا صدمہ اس نے دل سے لگالیا ہے۔'' حاجرہ نے جلدی سے کہا۔

''نہیں میرے بچے' وہ بھی تمہارا گھر ہے۔ دکھ کس بات کا؟'' جہاں آرا نے اسے گلے لگالیا۔

''حاجرہ! بچی کی صحت کا خیال رکھو یہ تو زرد ہوگئی ہے۔''

''خیال تو بہت رکھ رہی ہوں پر جانے کیا سوچتی رہتی ہے؟'' حاجرہ نے بتایا۔

''ک...... کچھ نہیں اماں' میں نے کیا سوچنا ہے؟'' اس کی موہنی سی آواز ابھری۔ جہاں آرا مسکرا دیں۔ پرس سے ہزار کا نوٹ نکال کر اس کی مٹھی میں دبا دیا۔

''ایسا کرو زیبا کا جوڑا دے دو کپڑوں کی پیمائش کے لیے۔'' تائی آپا نے یاد دلایا۔

''ہاں! بیٹا بالکل ٹھیک پیمائش والا جوڑا دینا اور جوتے کا ناپ بھی لکھ دو۔'' جہاں آرا نے براہ راست زیبا سے کہا۔ وہ دھیرے سے اٹھ کر الماری کی طرف آئی اور ایک جوڑا نکال کر شاپر میں ڈال کے تائی آپا کو تھما دیا۔

''اور جوتے کا نمبر......'' تائی آپا نے پوچھا۔

''جی! چھ نمبر لے لیجیے گا۔''

''ٹھیک ہے اب اجازت دو حاجرہ بہن' صفدر انتظار کررہا ہوگا۔''

''ٹھیک ہے۔'' حاجرہ نے مسکرا کر گردن ہلائی۔

''خدا حافظ۔''

''خدا حافظ۔'' ان دونوں نے ایک ساتھ کہا اور باہر کی طرف قدم بڑھائے۔

✿......✿......✿

''امی! بڑی دیر لگائی آپ نے۔'' صفدر نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

''بیٹا! دیر سویر تو ہوتی ہے اس طرح کے موقعوں پر۔'' جہاں آرا نے جواب دیا۔

''خیر' ہماری قید کا کون سا دن طے کیا گیا ہے؟''

''پگلا کہیں کا' شادی قید لگتی ہے تمہیں' یہ تو خوبصورت رشتہ ہے' بس اس کو بہت اچھے انداز میں قائم رکھنا' مضبوط بنانا' یہ گھر خوشیوں سے بھر جائے۔'' جہاں آرا کی آنکھیں خوشی سے بھر گئیں۔

''یہ رشتہ اس وقت تک مضبوط اور قائم رہے گا جب تک وہ آپ کی عزت اور احترام کرے گی۔'' صفدر نے ماں کے قدموں میں بیٹھ کر کہا۔

''شش! بیٹا ایسی باتیں نہیں کرتے' بس اچھا سوچتے ہیں۔'' جہاں آرا نے اس کے ہونٹوں پر ممتا بھرا ہاتھ رکھ دیا۔

''امی! مجھے آپ سے زیادہ کوئی پیارا نہیں ہوسکتا۔'' اس کی آنکھیں چھلک اٹھیں۔

''بیٹا! سب کی اپنی اپنی جگہ ہے' سب کو اس کے حصے کا پیار دینا چاہیے۔''

''امی! جیسا آپ چاہتی ہیں ویسا ہی ہوگا۔''

''جیتے رہو۔ یہ لو بسمہ اللہ پڑھ کر تاریخ پڑھو۔'' جہاں آرا نے گوٹے کناری سے سجا لفافہ اس کو تھما دیا۔ صفدر نے لفافہ کھولا تہہ شدہ کاغذ کھول کر پڑھا۔

''امی! اتنی جلدی پندرہ ربیع الاول' یعنی انیس دن بعد۔'' اسے حیرت ہوئی۔

''جی ہاں! اب حرکت میں آجاؤ' فہرست بناؤ سب کاموں کی' کارڈز چھپنے دو اور مہمانوں کی فہرست بھی بناؤ۔ شادی ہال بھی بک کراؤ۔'' جہاں آرا نے ایک ہی سانس میں کہا۔ صفدر ہنسنے لگا۔

''امی! بوتل کا جن باہر نکالتا ہوں جو پلک جھپکتے میں سب کام کردے گا۔''

''ہیں! انسان سے بڑا کوئی جن نہیں' سب کام تمہیں ہی کرنے ہیں۔ اس اپنے دوست کی مدد حاصل کرلو۔''

''ٹھیک ہے' ویسے کل گاڑی تو آجائے گی' پھر دیکھتے ہیں کہ کیا کرنا ہے؟''

''چھٹیاں لے لو۔''

''امی! چھٹیاں لے کر بھی ایک اکیلا آدمی اتنے سارے کام اتنے مختصر وقت میں کیسے کرسکتا ہے؟''

''اللہ سب کام کرا دیتا ہے' ہمت نہ ہارو' ہمارا لمبا چوڑا خاندان تو ہے نہیں' چند رشتے دار ہیں اور کچھ دوست احباب۔''

''امی جان! سب ہوجائے گا' ان شاء اللہ اب آپ فکر نہ کریں' بلکہ کھانا لگائیں۔''

''تم نے اب تک کھانا نہیں کھایا۔''

''کمال ہے آپ نہیں جانتیں کہ میں تنہا کھانا نہیں کھاتا۔''

''مگر بیٹا! رات کے بارہ بج رہے ہیں' انہوں نے کھانے کا انتظام کر رکھا تھا۔''

''اس کا مطلب ہے آپ نے کھالیا ہے۔''

''انکار کر نہیں سکتی تھی۔ میں تمہارے لیے کھانا لاتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے لیکن آپ میرے پاس بیٹھیں گی۔''

''اچھا اچھا ٹھیک ہے۔'' جہاں آرا اٹھ کر کچن کی طرف چلی گئیں۔

✿......✿......✿

اسے صبح سویرے لان میں ٹہلتا دیکھ کر خان دلاور صاحب کو حیرت ہوئی' وہ اسی طرف چلے آئے۔ اسے ان کے آنے کا قطعاً احساس نہیں ہوا۔ اپنی سوچوں میں گم وہ بس ٹہل رہا تھا۔

''آج سورج کس طرف سے نکلا ہے؟''

''او......! بابا آپ۔'' وہ چونکا۔

''عارض! خیریت تو ہے' کچھ پریشان دکھائی دے رہے ہو۔''

''نہیں تو بابا سب خیریت ہے۔'' ان کو مطمئن کرنے کے لیے وہ مسکرایا حالانکہ وہ سچ مچ ڈسٹرب تھا۔

''جان عزیز! یوں بیوقوف مت بناؤ' ہم آپ کے والد ہیں' بتاؤ کسی لڑکی کا چکر ہے کیا۔ آج کل بہت سمجھدار دکھائی دے رہے ہو' نہ لڑکیوں کے فون آ رہے ہیں' نہ پکنک پارٹی ہو رہی ہے۔'' خان دلاور صاحب نے چھیڑا۔

''بس بابا! میری سمجھ میں آپ کی اور صفدر کی باتیں آ گئی ہیں۔''

''ہاں! صفدر کا کیا حال ہے؟ آج کل دکھائی نہیں دے رہا۔''

''دراصل اس کی شادی ہو رہی ہے اس لیے بہت مصروف ہے۔''

''اچھا! ویری گڈ آپ کب یہ خوشی پوری کرو گے؟''

''جس دن وہ مان گئی۔''

''ہوں......! وہ کون؟'' خان صاحب نے شریر نظروں سے دیکھا۔ وہ شرما سا گیا۔

''ہے کوئی۔''

''تو کیا مسئلہ ہے؟ اس کا رشتہ مانگتے ہیں فوراً۔''

''بابا' پہلے وہ راضی تو ہو جائے۔''

''تو وہ راضی کیوں نہیں ہو رہی ہے کیا کمی ہے ہمارے بیٹے میں۔'' خان صاحب نے گردن اکڑا کر کہا۔

''بابا! پسند اپنی اپنی خیال اپنا اپنا۔''

''او یار! ہمیں بتاؤ ہم اسے راضی کرتے ہیں۔''

''بابا! صفدر نے کوشش کی ہے' دیکھیں۔''

''ویسے ہماری مانو تو خود راضی کرو' کھل کر بات کرو یوں پریشان رہنے سے وہ راضی تو نہیں ہو جائے گی۔ خود کوشش کرو' آج اور ابھی کرو۔'' خان صاحب نے اس کی پیٹھ تھپکی۔ ایک لمحے وہ باپ کی طرف دیکھتا رہا اور پھر مسکرا کر گردن ہلا دی۔

''یہ ہوئی نا مردوں والی بات۔ اب دوسری بات یہ ہے کہ آپ کو اسی ہفتے امریکہ جانا ہے' نئی فیکٹری کے لیے تمام مشینری کی ڈیل ہو چکی ہے' صرف وہاں آپ نے چیک کر کے بک کرانی ہے اور پے منٹ کرنی ہے۔ آپ کے ساتھ پروڈکشن منیجر' پرچیز آفیسر بھی جا رہے ہیں۔''

''مگر بابا' صفدر کی شادی ہے' اس کام میں تو بہت دن لگیں گے۔''

''ہاں! تقریباً ایک ڈیڑھ مہینہ۔''

''بابا! صفدر کی شادی میں مس کیسے کر سکتا ہوں؟''

''بیٹا! جانا بھی ضروری ہے آرڈر کینسل ہو جائے گا۔ آپ کی سیٹ کنفرم ہو چکی ہے۔''

''مگر بابا!''

''بیٹا' صفدر سے میں معذرت کر لوں گا۔''

''بابا! وہ خفا ہو جائے گا۔''

''نہیں وہ سمجھدار لڑکا ہے' سمجھ جائے گا۔ اب آپ اسے راضی کرو جو نہیں مان رہی۔'' خان صاحب نے کہا تو وہ اوکے کا اشارہ کر کے اندر کی طرف چل دیا۔ خان دلاور نے اطمینان بھری سانس لی کہ چلو کوئی لڑکی تو پسند آئی' ورنہ انہیں تو یہی فکر کھائی جا رہی تھی کہ اسے شادی کے لیے کیسے راضی کریں۔

❁ ... ❁ ... ❁

لائٹ براؤن لپ اسٹک برش کی مدد سے ہونٹوں پر لگا کر جلدی جلدی بالوں میں ہئیر بینڈ لگا کر وہ کمرے سے باہر نکلنے والی تھی کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

''اوہو! کس کا فون آ گیا' پہلے ہی دیر ہوگئی ہے۔'' اس نے جھنجلا کر فون اٹھایا۔

''ہیلو!''

''ہیلو شرمین!'' دوسری طرف سے صبیح احمد کی آواز ابھری وہ چونکی۔

''جی۔''

''شرمین! میں تمہارے پاس آنا چاہتا ہوں' کیا وقت دے سکو گی؟''

''وقت تو پہلے ہی بہت دے چکی ہوں۔'' جملہ اس کی زبان سے پھسل گیا۔

''مجھے احساس ہے مگر......''

''اگر مگر کی اب گنجائش نہیں رہی۔''

''کیا مطلب؟ کیا میرے بارے میں فیصلہ بدل گیا ہے۔''

''شاید۔''

''فاریحہ جا چکی ہے' میری ماں جا چکی ہے' میری زندگی تنہا ہے' مجھے تمہاری ضرورت ہے۔'' صبیح احمد کے لہجے میں بے بسی و بے چارگی واضح محسوس ہو رہی تھی۔ مگر شرمین کے دل میں سوائے ہمدردی کے کوئی جذبہ بیدار نہیں ہوا۔

''بولو شرمین! میں آؤں کہ نہیں۔''

''صبیح احمد! بہت دیر ہو چکی ہے' کوئی دوسرا میری زندگی میں آ چکا ہے۔''

''مجھ سے معتبر! مجھ سے پیارا۔'' لہجے میں حسرت اور طنز دونوں نمایاں تھے۔

''صبیح احمد! کبھی دوسروں کو بھی معتبر سمجھ لیا کریں۔'' اس نے بھی طنزیہ جملہ کہہ دیا۔

''لیکن میں پھر بھی چند روز تمہارے جواب کا انتظار کروں گا۔''

''میرا خیال ہے انتظار بیکار ہوگا۔ میں نے دل سے کسی کو تسلیم کرلیا ہے اور اب کسی تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں۔'' اس نے دوٹوک لہجے میں کہا۔

''اس کا مطلب ہے صبیح احمد کی محبت بھی بدل گئی۔''

''صبیح احمد کی محبت سچ مچ بدل گئی تھی۔''

''اوکے! میں مجبور نہیں کروں گا۔''

''کیونکہ آپ مجبور کرنے کا حق کھو چکے ہیں۔''

''ٹھیک ہے شرمین' حساب برابر ہوگیا' جو میں نے تمہیں دیا وہی تم نے مجھے لوٹا دیا۔''

''نہیں' تمہارے دیئے ہوئے کا کوئی حساب نہیں' میں نے تو آخری حد تک تمہیں پکارا ہے۔''

''چلو اب تو خوش ہو۔''

''اوکے' پھر بات ہوگی اس وقت میں جلدی میں ہوں۔''

''خدا حافظ' ہو سکے تو غور کرنا۔'' اس نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا...... وہ چند لمحے کھڑی سوچتی رہی پھر غصے سے چلانے لگی۔

''ہنہ! بڑے آئے صبیح احمد ہمارے طلبگار بن کے اس وقت کہاں تھے جب دھوکہ دے رہے تھے سر پہ سہرا سجا رہے تھے اور اب جب بیوی نفرت سے منہ موڑ گئی تو میری یاد آ گئی۔ میں دوسری بیوی بن جاؤں ضرورت پوری کردوں' کیوں؟ کیا میں اپنے وجود کا احساس نہیں رکھتی' میرا مان' میرا بھرم کچھ نہیں' خیرات میں بٹنے والی چیز ہوں میں...... نہیں' نہیں صبیح احمد اب کوئی بھی ہوسکتا ہے' پر تم نہیں۔ تم سے ہونے والی محبت' نفرت اور بیزاری میں بدل گئی ہے۔ اب میرا پیچھا چھوڑ دو' چھوڑ دو۔'' اس کی پکار پر اماں بدحواسی کے عالم میں کمرے میں آ گئیں۔

''کیا ہوا میری جان؟''

''کچھ نہیں اماں' صبیح احمد کو اب میری ضرورت ہے۔'' وہ ہنسی۔

''یہ صبح صبح صبیح احمد کہاں سے آ گئے؟''

''فون آیا تھا' موصوف شادی کرنا چاہتے ہیں۔''

''ہرگز نہیں' اب تو سونے میں ڈھل کر بھی آ جائیں تو قبول نہیں۔''

''اسی لیے صاف انکار کردیا۔''

''بس اب اللہ کرے اچھا سا لڑکا مل جائے اور میں تمہاری شادی کردوں۔'' اماں نے پرشوق لہجے میں کہا تو اس کے دماغ میں عارض کا نام گھنٹیوں کی صورت بجنے لگا۔ چند لمحے وہ کھوسی گئی' پھر جلدی سے پرس اٹھا کر باہر نکل گئی۔

❁......❁......❁

وہ انہماک سے کام میں مصروف تھی' کہ انٹر کام چیخنے لگا۔

''ہیلو!''

''مس شرمین! آپ خدارا فوراً میرے دفتر میں آیئے۔'' مرزا نوازش کی منت بھری آواز ابھری۔

''سر! میں اشفاق اینڈ سنز کی فائل پر کام کررہی ہوں' ہادی صاحب نے مانگی ہے۔''

''او...... ! پلیز کچھ دیر کو آ جایئے' میں سخت پریشان ہوں۔''

''اوکے! میں آتی ہوں۔'' ناگواری سے اسے کہنا پڑا۔ اور مردہ قدموں سے مرزا نوازش کے کیبن میں آنا پڑا۔

''جی سر!'' اندر داخل ہوکر اس نے پوچھا۔

''شرمین میں بہت پریشان ہوں۔'' مرزا نوازش بے چینی کے عالم میں ٹہل رہے تھے۔

''خیریت سر!''

''خیریت ہی تو نہیں ہے' میری بیوی یعنی زبیدہ بیگم لڑ کر اپنے میکے چلی گئی ہیں۔ ناجائز لڑی ہیں' غلطی پر ہیں' پھر بھی بات سننے کو رضامند نہیں۔'' وہ اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولے۔

''پھر......'' وہ اطمینان سے بولی تو وہ چڑ گئے۔

''پھر...... پھر سے کیا مطلب ہے آپ کا۔''

''میرا مطلب ہے سر! میں اس سلسلے میں کیا کرسکتی ہوں؟''

''مجھے مشورہ دو میرا ساتھ دو۔''

''مطلب......''

''اگر تم میری شریک سفر بننے کے لیے تیار ہو جاؤ تو میں بچوں کو زبیدہ سے لے آتا ہوں۔''

''وہاٹ!'' وہ تقریباً چلا پڑی۔

''میں اس بدزبان عورت سے نجات چاہتا ہوں' مگر بچوں کی وجہ سے مجبور ہوں اگر تم......؟''

''فارگاڈ سیک! آپ جانتے ہیں کہ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ کے گھر' بچے' بیوی اور ان کے درمیان میں' میں کہاں سے آ گئی؟''

''شرمین! میں تم سے بے پناہ محبت کرتا ہوں۔'' وہ بے باکی سے بولے۔

''مجھ سے محبت کرتے ہیں' بچوں کی مجبوری ہے' جانے آپ کا کیا مسئلہ ہے؟ ایک طرف بیوی کو سمجھانا چاہتے ہیں' بچوں کو پریشانی سے بچانا چاہتے ہیں' اس میں میری محبت نہیں آپ کی غرض شامل ہے' بلاوجہ آپ میرا وقت ضائع کررہے ہیں۔''

''دیکھو! بدزبان عورت سے آج نہیں تو کل مجھے کنارا کرنا ہے' بہتر یہ ہے کہ میں جس سے محبت کرتا ہوں وہی میری زندگی بن جائے۔'' انہوں نے پرامید نگاہوں سے دیکھا۔

''میں نے تو کبھی آپ سے محبت نہیں کی آپ میرے لیے ایسا کیوں سوچتے ہیں؟ یہ میں سمجھنے سے قاصر ہوں۔''

''مجھے یقین ہے کہ میں تمہیں محبت پر مجبور کردوں گا۔''

''نوازش صاحب! پلیز آپ اپنا گھر بچائیں' میں آپ کے لیے کچھ نہیں کرسکتی۔'' وہ سچائی سے کہہ کر کھڑی ہوگئی۔

''مگر کیوں؟''

''اس لیے...... اس لیے کہ میں کسی اور سے محبت کرتی ہوں' اس سے شادی کا فیصلہ کرچکی ہوں۔''

''کیا...... !کون ہے وہ؟''

''یہ بتانا ضروری نہیں' فی الحال آپ اپنے گھر کے بارے میں اب بہتر طریقے سے سوچیں۔''

''میں تو سوچتا ہوں' خدا کی قسم زبیدہ سے محبت ہے مجھے مگر وہ زبان سے نشتر لگاتی ہے......'' وہ ایکدم ہی بیوی کی محبت میں رطب اللسان ہوگئے۔ شرمین ان کی اس کھلم کھلا منافقت پر ہنس دی۔

''یہی تو میں کہہ رہی ہوں کہ آپ اب سمجھوتہ کرلیں۔ انہیں منالیں۔''

''شرمین! وہ بہت ناراض ہے کیا تم میرے ساتھ چل سکتی ہو؟''

''میں...... کہاں؟''

''زبیدہ کے پاس؟''

''نہیں' میرا جانا مناسب نہیں آپ اپنا معاملہ خود دیکھیں۔''

''وہ مان جائے گی نا۔''

''ہاں! آپ کوشش تو کریں۔'' شرمین نے دلاسا دیا اور گردن کے اشارے سے اجازت لے کر باہر نکل آئی۔ اطمینان بھری سانس بھر کے اس نے اپنے کیبن کا رخ کیا...... بہت سا کام اس کا منتظر تھا' وہ سوائے ایک بات کے سب کچھ بھول کر کام میں مصروف ہوگئی' وہ ایک مرزا نوازش کی آواز میں اس کے دماغ میں گونجتی رہی۔ ''کون ہے وہ؟'' لکھتے لکھتے قلم رک گیا' وہ سچ مچ سوچنے لگی' صبح سے دوسری مرتبہ اس کے بارے میں سوچا تھا۔

''شرمین...... کیا واقعی وہ تمہاری زندگی میں آچکا ہے۔''

''ہنہ...... نہیں...... ہاں۔'' وہ خود سے چونک کر بڑبڑائی۔ یہ سچ ہی تو تھا کہ عارض کو اس نے دل میں جگہ دے دی تھی۔

✿......✿......✿

ہوٹل کے خوابناک ماحول میں وہ اس کی سوچ سے بھی بڑھ کر حسین لگ رہی تھی۔ پہلی بار روبرو تھی۔ پلکیں اٹھاتی گراتی' کچھ سوچتی' کچھ بولنے کی کوشش میں مگن...... اس سے وہ اس کے پاس تھی' نظروں کے سامنے

پہلی مرتبہ وہ خود کو دنیا کا حسین ترین اور خوش قسمت ترین انسان سمجھ رہا تھا۔ بارہا حسین لڑکیوں کے ساتھ لنچ اور ڈنر کیے مگر آج تو بات ہی اور تھی۔ ڈرتے ڈرتے بلایا اور وہ سچ مچ آ گئی۔ اس کے دل کو یقین آ گیا' کہ وہ اس کی زندگی میں شامل ہونے کے لیے آئی ہے۔

''کچھ تو بولیں۔'' اس کو خیالوں میں کھویا دیکھ کر وہی بولی۔

''دل چاہتا ہے اسی طرح دیکھتے دیکھتے عمر گزر جائے۔''

''حقیقت کی دنیا میں آ ئیے۔''

''شرمین! آپ نے میرے بیقرار دل کو سارے جہاں کا قرار دے دیا ہے۔''

''آپ کو یہ یقین کیسے ہو گیا کہ میں آپ کی محبت میں بیقرار ہو کر آئی ہوں۔'' وہ کافی سنجیدگی سے بولی۔

''مجھے یقین ہی نہیں میرا ایمان ہے کہ محبت کی قوت آپ کو یہاں لائی ہے۔'' وہ وثوق سے بولا۔

''لیکن میرا خیال ہے کہ مجھے آپ کے دوست صفدر کی گزارش کھینچ لائی ہے۔''

''چلیے یونہی سہی' وہ جی دار دوست ہے' اس کی دوستی پر مجھے ناز ہے' آپ اگر چاند پر بھی رہتیں تو وہ میری خاطر آپ کے پاس ضرور پہنچتا۔''

''خیر..... آگے بتائیے۔'' اس نے پوچھا۔

''میں فقط آپ کو پرپوز کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

''وجہ۔''

''مجھے آپ سے شدید محبت ہو گئی ہے اس لیے میں نے اپنے بابا کو بھی آپ کے بارے میں بتا دیا ہے۔''

''لیکن ابھی میں نے تو آپ کے بارے میں ایسا نہیں سوچا۔'' ویٹر نے ان کا آرڈر سرو کیا..... وہ دھیرے دھیرے جوس پیتے ہوئے بولی۔

''تو سوچ لیجیے' میں آپ کے بنا رہ نہیں پاؤں گا۔''

''اس بات پر مجھے یقین نہیں ہے' یہ دنیا کسی کی مرضی اور خواہش کے مطابق نہیں چل رہی۔''

''محبت کی طاقت جانتی ہیں آپ۔'' اس نے سوال کیا۔

''ہنہ! ضرورت اور مفاد کے لیے بدلنے کا نام آج کے دور میں محبت ہے۔'' وہ طنزیہ مسکرائی۔

''پلیز! میری محبت کو اس کیٹگری میں شامل نہ کریں۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا اور جیب سے ایک سرمئی مخملی ڈبیا نکالی اور اس میں سے جگمگاتی انگوٹھی نکال کر اسے ہاتھ آگے کرنے کا اشارہ کیا..... وہ ایکدم جز بز سی ہو گئی..... اسے پہلی ملاقات میں انگوٹھی پیش ہونے کا تو خیال بھی نہیں تھا..... وہ سوچ میں پڑ گئی۔

''پلیز شرمین! میری محبت کا یہ تحفہ قبول کر لو۔'' اس قدر چاہت میں ڈوبے انداز میں اس نے کہا کہ اس نے دھیرے سے ہاتھ آگے بڑھا دیا اور عارض کے لب خوشی سے مسکرا دیئے۔ جگمگاتی انگوٹھی اس کی نازک سی انگلی میں پہنا کر اس نے ہاتھ چوم لیا۔ وہ بھی ہولے سے مسکرا دی..... ایک اطمینان بھری مسکان اس کے جسم و جان میں اتر گئی۔

دونوں کی نگاہیں باتیں کرتی رہیں..... کھانا اسی کیف و سرور کی حالت میں کھایا گیا..... وقت رخصت وہ بیقرار ہو کر بولا۔

''اب دوری سہی نہیں جائے گی..... میں بابا جان کو بھیجوں۔''

''ہنہ! ساتھ میں صفدر کو بھی۔''

''ہاں! مگر صفدر کی شادی ہے وہ آج کل بہت مصروف ہے اور مجھے بھی بزنس ٹور پر اسی ہفتے امریکہ جانا ہے۔''
''تو صبر سے کام لیں' واپسی پر بھیج دیجئے گا۔'' اس نے شرما کر کہا۔
''اوکے! لیکن روز ملاقات ہوگی۔''
''صرف فون پر۔''
''نہیں' رات کو باہر ملاقات ہوگی' اور پھر فون پر بات ہوا کرے گی۔''
''مگر......''
''شرمین پلیز انکار نہیں۔'' اس نے معصوم سی شکل بنائی۔
''اچھا جی ٹھیک ہے۔'' وہ بے بس ہوگئی اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھ آئی۔ وہ دیر تک اسے کھڑا دیکھتا رہا اور پھر اپنی گاڑی کی طرف قدم بڑھائے۔
گاڑی کے ہارن کی آواز پر اماں نے گیٹ کھولا۔ وہ گاڑی اندر لے آئی۔ پورچ میں موٹر سائیکل کھڑی دیکھ کر وہ سمجھ گئی کہ بوبی آیا ہوا ہے۔ گاڑی لاک کر کے وہ ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوئی تو اسے وہیں بیٹھا پایا۔
''السلام علیکم!اس نے مسکرا کر سلام کیا۔ وہ ایک دم متحیر سا کھڑا ہوگیا۔
سی گرین اور پنک کنٹراس سوٹ میں وہ اسے متحیر ہی تو کرگئی۔ ریشمی تراشیدہ بالوں کی شریر لٹوں سے کھیلتی وہ حد درجہ حسین لگ رہی تھی۔ اس کو حیران دیکھ کر اس نے اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی۔ وہ چونکا۔
''مائی ڈیئر! کہاں کھوئے ہو؟''
''اوں...... ہاں! بہت حسین لگ رہی ہو۔''
''کب آئے......؟'' شرمین نے ایک دم ہی سنجیدگی اختیار کی۔
''بہت دیر ہوگئی آپ کا انتظار کررہا تھا۔''
''اچھا خیریت۔'' وہ صوفے پر بیٹھ کر پرسکون انداز میں بولی۔
''ماما کو کچھ سمجھائیں وہ مجھے باہر بھیجنا چاہتی ہیں۔''
''کیوں......؟''
''اعلیٰ تعلیم کے لیے اور شاید......'' اس نے دانستہ جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔
''اور شاید سے کیا مراد ہے؟''
''اور اس لیے کہ دور جا کر میں آپ کو بھول جاؤں گا۔'' وہ طنزیہ ہنسا۔
''بوبی! یہ تو طے ہے کہ تمہیں اپنی سوچ بدلنی ہے چاہے دور جا کر بدلو یا پاس رہ کر مگر بدلنی ہے۔'' اس نے بہت سنجیدگی سے کہا۔
''ٹھیک ہے پھر مجھے باہر کیوں بھیج رہی ہیں؟''
''اعلیٰ تعلیم کے لیے۔''
''نہیں وہ صرف آپ کی وجہ سے مجھے باہر بھیجنا چاہتی ہیں۔''
''دیکھو! یہ رنگ کیسی ہے؟'' شرمین نے انگوٹھی اتار کر اسے دکھائی۔
''بیوٹی فل۔''
''تھینک یو! انگوٹھی دینے والا اس سے بھی زیادہ حسین ہے۔'' اس نے آنکھوں میں روشنیاں بھرتے ہوئے بتایا۔ بوبی

کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا۔
"وہاٹ......! یہ انگوٹھی کسی نے دی ہے؟"
"دی نہیں پہنائی ہے۔" وہ شان تفاخر سے بولی۔ اسی اثنا میں اماں آ گئیں۔
"کون سی انگوٹھی؟"
"اماں! یہ آپ بھی دیکھیں عارض نے پہنائی ہے۔" اس نے اماں کے سامنے ہاتھ کر دیا۔
"ماشاء اللہ کس قدر خوبصورت ہے کیا اس نے تمہیں......"
"جی اماں! اس نے مجھے پروپوز کیا اور میں نے قبول کر لیا۔"
"اللہ مبارک کرے۔" اماں نے دعا دی اور اس کی پیشانی چوم لی...... بوبی کے چہرے کے تاثرات تبدیل ہو گئے تھے وہ سخت غم و غصے کا شکار ہوا۔
"بوبی! کھانا کھاؤ گے۔" اس نے پوچھا۔ اس نے نفی میں گردن ہلائی۔
"میں نے فیرنی بنائی تھی وہ لے کر آتی ہوں۔" اماں یہ کہہ کر کچن کی طرف گئیں تو وہ پھٹ پڑا۔
"میں تم سے محبت کرتا ہوں تمہارے بغیر جی نہیں پاؤں گا پھینک دو یہ انگوٹھی۔"
"بوبی! ہوش میں آؤ آپ کیا کہہ رہے ہو؟ ایک طرح سے میرا رشتہ طے ہو گیا ہے۔"
"اور میں...... میں کیا کروں؟"
"اپنی سوچ ٹھیک کرو رشتوں کو پہچانو۔"
"محبت ہر بات سے بے نیاز ہوتی ہے۔"
"اپنی عمر دیکھو اور یہ فلاسفی کی باتیں صرف بچکانہ حرکت ہے۔"
"تم کچھ بھی کہو کوئی میری طرح تمہیں نہیں چاہ سکتا میری محبت خالص ہے۔" بوبی جذباتی ہو گیا۔
"بوبی! اماں ابھی آ جائیں گی پلیز نارمل ہو جاؤ میں نہیں چاہتی کہ وہ آپ کے لیے کچھ بھی برا سوچیں۔"
"مجھے کس جرم کی سزا دے رہی ہو۔" وہ تقریباً رو دیا۔
"تمہاری سوچ تمہارا جرم ہے میں نے کچھ نہیں کیا۔"
"میرے دل نے آپ کو چاہا اس میں میرا کیا قصور ہے؟"
"محبت میں زبردستی نہیں ہوتی۔ اگر محبت کے معنی سمجھتے ہو تو اس کا احترام بھی کرنا سیکھو۔"
"میں آپ کو نہیں بھول سکتا کبھی نہیں۔" وہ جھٹکے سے اٹھا اور چیخ کر کہتا ہوا چلا گیا۔ اماں ٹرے اٹھائے حیران پریشان سی آ کر بولیں۔
"اسے کیا ہوا؟ شعلے کی طرح بھڑکتا ہوا گیا ہے۔"
"چھوڑیں اماں! خود ہی ٹھیک ہو جائے گا۔"
"فیرنی کھا لیتا۔" اماں کو افسوس ہو رہا تھا۔
"تھوڑی سی تو مجھے دیں۔"
"یہ بتاؤ کیا وہ شادی کرنا چاہتا ہے؟" ایک دم ہی اماں نے عارض کے متعلق پوچھا۔
"ہوں! ایسا ہی کہہ رہا تھا۔"
"ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا اللہ نے میری دعائیں سن لیں۔ بہت پیارا لگا تھا وہ مجھے۔" اماں بہت خوش تھیں۔

''اس کا مطلب ہے وہ پیارا اور میں پیاری نہیں۔''
''ارے میری جان! تو تو چاند ہے چودھویں کا چاند۔'' انہوں نے اسے گلے سے لگالیا۔
''بس اماں! جانے کس کس کی وجہ سے میں نے اس کی بات مان لی؟'' وہ افسردہ ہوگئی۔
''کیا مطلب؟''
''مطلب! وہ صبیح احمد اسے اپنے سے دور رکھنے کے لیے۔'' وہ صرف صبیح احمد کا نام لے سکی حالانکہ بوبی اور مرزا نوازش سے بھی بچنے کا یہی واحد حل تھا۔
''ارے گولی مارو صبیح احمد کو، مطلبی خود غرض کہیں کا۔'' اماں نے حسب معمول صبیح احمد کو برا بھلا کہہ ڈالا۔
''اماں! اب تو وہ ہمیشہ کے لیے میری زندگی سے نکل گئے ہیں۔''
''بس اللہ مبارک کرے (آمین) صرف عارض کے لیے سوچو۔'' اماں نے سمجھایا اور وہ سچ مچ گردن ہلا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

✿......✿......✿

عارض کی دی ہوئی گاڑی دوڑاتا ہوا وہ اس کے پاس پہنچا۔ وہ باہر لان میں ہی اس کا منتظر تھا۔
''کہو کون سی قیامت آ گئی ہے رات کے بارہ بج رہے ہیں اور فوری آنے کا حکم صادر کردیا۔'' صفدر نے لان میں کین کی کرسی پر دھم سے گرتے ہوئے کہا۔
''بات ہی ایسی تھی۔'' عارض مسکرایا۔
''لاٹری نکل آئی ہے یا وہ مان گئی ہے۔''
''دوسری بات ٹھیک ہے۔''
''ہرے! میدان مارلیا، کب کیسے؟'' صفدر خوشی سے چلایا۔
''آج، کچھ دیر پہلے، ساتھ ڈنر کیا اور میں نے اسے انگوٹھی پہنادی۔''
''کیا؟ یعنی جھٹ پٹ بات انگوٹھی تک پہنچ گئی۔ یہ لڑکیاں بھی بس اوپر اوپر سے طرم خان بنتی ہیں اندر سے راضی ہوتی ہیں۔''
''اونہیں بابا! یہ بہت مختلف لڑکی ہے، میں نے بہت سی لڑکیوں سے چکر چلایا مگر جو بات اس میں ہے وہ کسی اور میں نہیں۔''
''ویسے بات تو سچ ہے، میں بھی مل کر بہت متاثر ہوا تھا۔''
''بس اب بابا کو اور تمہیں رشتہ لے کر جانا ہے۔''
''ابھی چلے جاتے ہیں، دونوں یار ساتھ شادی کرتے ہیں۔'' صفدر نے کہا۔
''جی نہیں، میں اسی ہفتے امریکہ جارہا ہوں۔ واپسی تقریباً مہینے بعد ہوگی تب آپ لوگ جاؤ گے۔''
''ہیں! یعنی میری شادی......''
''سوری تمہاری شادی میں بھی شریک نہیں ہوسکوں گا۔''
''کیا بکواس ہے، ایسا بالکل نہیں ہوسکتا۔'' صفدر غصے سے چلایا۔
''یار! بابا کو پتہ نہیں تھا، انہوں نے سیٹ تک کنفرم کرادی تھی، کہہ رہے تھے کہ تم سے خود معذرت کرلیں گے، ویسے وہ شادی میں شرکت کریں گے۔''

''بس ٹھیک ہے میں بھی اب تمہارے کسی کام آنے والا نہیں۔'' صفدر خفا ہوگیا۔
''میری جان! مجبوری ہے ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں تمہاری شادی اٹینڈ نہ کرتا۔'' عارض اٹھ کر اس سے لپٹ گیا۔
''ٹھیک ہے ٹھیک ہے ایک ہی دوست ہے وہ بھی شادی میں شریک نہیں ہوگا۔'' صفدر نے منہ بنا کر کہا۔
''معافی دے دو پلیز۔'' عارض نے ہاتھ جوڑے تو صفدر مسکرا دیا۔
''تھینک گاڈ! تو مسکرایا تو۔''
''اچھا اب میں چلتا ہوں امی بہت سے کاموں کی فہرست بنائے بیٹھی ہوں گی۔''
''رات کے ایک بجے کون سے کام ہوں گے۔''
''بس وہ کام ذمے لگا کر سوئیں گی صبح مجھے کرنے ہوں گے۔'' صفدر اٹھتے ہوئے بولا۔
''اوکے! اب شرمین سے رابطہ رکھنا۔''
''ہاں! شادی کارڈ دینے جاؤں گا۔'' صفدر نے چلتے چلتے پلٹ کر کہا۔
''اور کسی بھی قسم کا مسئلہ ہو کوئی ہیلپ چاہیے ہو تو بابا کو یاد رکھنا۔''
''جانے سے پہلے مل کر جاؤ گے نا۔'' صفدر نے گاڑی کی کھڑکی سے سر باہر نکال کر پوچھا۔
''ہاں! اور نہیں تو کیا۔''
''اپنا خیال رکھنا اور اس کا بھی خیال رکھنا۔ حسن والے انگوٹھیاں اتار بھی دیتے ہیں۔'' صفدر نے چھیڑا۔
''بکومت وہ ایسا کبھی نہیں کرسکتی۔'' عارض نے چلا کر کہا۔
''بہت یقین ہے۔'' صفدر ہنسا۔
''کیونکہ میں اس سے شدید محبت کرتا ہوں۔''
''اللہ کرے اسے تمہاری محبت پر اعتبار آجائے۔''
''کیا مطلب؟ اس نے بنا اعتبار کے انگوٹھی پہنی ہے۔''
''اچھا جناب! وہ آپ پر ایمان لے آئی ہیں اللہ آپ کی جوڑی سلامت رکھے۔'' صفدر نے کہا اور گاڑی نکال لے گیا۔

✿ ✿ ✿

''جناح میڈیکل کی پارکنگ میں گاڑی کھڑی کرکے وہ اور اماں تقریباً بھاگتی ہوئی اندر داخل ہوئیں۔ آئی سی یو کے باہر زینت آپا ڈبڈبائی آنکھوں کے ساتھ کھڑی تھیں۔ ان کے دفتر کے ملازمین جمع تھے۔ انہیں دیکھ کر وہ روتی ہوئی اماں اور شرمین سے لپٹ گئیں۔
''اماں! میرا ابو بی چلا گیا تو میں مر جاؤں گی۔''
''اللہ نہ کرے ایسی باتیں منہ سے نہیں نکالتے پر ایسا ہوا کیا رات تو وہ ہماری طرف سے ٹھیک ٹھاک آ گیا تھا۔'' اماں نے کہا۔
''پتہ نہیں کیا ہوا آتے ہی کمرے میں بند ہوگیا میں خود دودھ لے کر گئی مگر دروازہ نہیں کھولا کچھ دیر میں نے انتظار کیا اور واپس آ گئی پھر دل میں گھبراہٹ ہوئی تو میں نے ملازم سے کہہ کر کمرے کا لاک تڑوایا۔ بس اوندھے منہ بستر پر پڑا تھا بالکل ٹھنڈا برف کی طرح۔ فوراً ہسپتال لائے ہیں ڈاکٹرز کہتے ہیں کہ اس نے کافی مقدار میں نیند کی گولیاں کھالی ہیں۔ رات سے اب تک ڈاکٹر اس کی طبیعت بحال کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔'' زینت نے پوری تفصیل بیان کی شرمین کا

دل کانپنے لگا' اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ رات کی ایک ایک بات اسے یاد آ گئی۔ گم سم سی ایک طرف دیوار سے لگ کر کھڑی ہوگئی۔ زینت آپا کی حالت ناقابل بیان تھی' ان کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ "بوبی نے ایسا اس کی وجہ سے کیا ہے' اگر اسے کچھ ہوگیا تو خود کو عمر بھر کیسے معاف کروں گی۔" احساس جرم اور ندامت سے اس نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور صدق دل سے اللہ سے بوبی کی جان بخشی کی دعا کی' اپنے بے قصور ہونے کی فریاد کی' بے شک اللہ دلوں کے بھید جانتا ہے' مگر اس وقت بوبی آئی سی یو میں تھا اور باہر وہ سب بیتاب و بے چین' مضطرب تھے' گھڑی کی سوئیاں دھیرے دھیرے چل رہی تھیں' بالآخر دن کے گیارہ بجے ڈاکٹرز نے باہر آ کر نوید سنائی کہ بوبی خطرے سے باہر ہے اس کا معدہ مکمل طور پر دوائیوں کے اثر سے صاف کردیا گیا ہے...... کچھ دیر بعد اس سے ملاقات کی جاسکے گی' زینت آپا شدت جذبات سے مغلوب ہوکر وہیں فرش پر سجدہ ریز ہوگئیں۔ وہ ابھی تک بے سدھ پڑا تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد اسے کمرے میں منتقل کرنا تھا۔ اس کی چلتی سانسیں ہی خوشی کی علامت تھیں۔ زینت نے باہر نکل کر منیجر کو کہا کہ "چار بکرے صدقے میں دو اور کسی بھی یتیم خانے اور مدرسے کے بچوں کو پیٹ بھر کے اچھا سا کھانا کھلائیں۔ اللہ تعالیٰ نے میرے بچے کو نئی زندگی دی ہے۔" منیجر صاحب اوکے کہہ کر چلے گئے۔ اسی اثنا میں ایس ایچ او ڈاکٹر کے ہمراہ وہیں آ گئے۔

"بیگم صاحبہ! آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔"

"جی فرمائیے!" زینت نے کہا۔

"یہ بتائیے کہ آپ کے بیٹے نے خودکشی کی کوشش کیوں کی؟" ایس ایچ او نے پوچھا۔

"کل' میں نے اسے باہر یعنی ملک سے باہر بھیجنے کی بات کی تھی' اس نے انکار کیا' میں نے سختی سے ڈانٹا اور کہا کہ جانا ہے' پھر یہ گھر سے چلا گیا' واپس آیا تو کمرہ بند کرلیا' لاک توڑا گیا تو یہ تقریباً بے سدھ پڑا تھا۔" زینت نے بتایا۔

"آپ باہر کیوں بھیجنا چاہتی ہیں؟ ایک ہی بیٹا ہے آپ کا۔" ایس ایچ او نے تنقیدی نگاہ سے زینت کو دیکھا۔

"بیٹے کی بہتری اور بھلائی کے لیے' کل کو کاروبار اسی نے سنبھالنا ہے' اعلیٰ تعلیم حاصل کرکے آئے اور بزنس سنبھالے۔"

"اور بوبی کیوں نہیں جانا چاہتا؟"

"نہیں معلوم' بس یہی کہتا ہے کہ باہر نہیں جانا۔"

"اچھا یہ بتائیں کل گھر سے باہر کہاں گیا ہوگا؟" شرمین کا دل دھڑکا۔

"نہیں معلوم' پوچھنے کا موقع بھی نہیں ملا۔" زینت نے کہا۔

"اوکے! بیگم صاحبہ بیٹے کی نئی زندگی مبارک ہو آپ کو' مگر بچوں کی پسند ناپسند کا خیال بھی بڑوں کو رکھنا چاہیے' آپ اپنی مرضی مسلط نہ کریں۔" ایس ایچ او نے کہا اور چلا گیا۔ شرمین کی جان میں جان آ گئی۔ زینت نے بھی اطمینان بھری سانس لی۔

✿......✿......✿

دوپہر کھانا لینے کے لیے وہ کچھ دیر کو زینت آپا کے گھر آئی۔ خانساماں کو کھانے سے متعلق ضروری ہدایات دے کر وہ بوبی کے کمرے میں آ گئی۔ سب چیزیں سلیقے سے رکھی تھیں۔ وہ ہر چیز کو ہاتھ لگا کر دیکھنے لگی۔ سب چیزوں سے بوبی کی آواز آ رہی تھی۔ اس نے الماری کھولی تو جیسے دنگ رہ گئی۔ اس میں اس کی فریم شدہ تصویر رکھی تھی۔ کوئی درجن بھر چھوٹی بڑی مخملی ڈبیاں رکھی تھیں۔ اس نے ایک کھولی تو سفید جگمگاتی ڈائمنڈ رنگ نے چونکایا...... حیرت سے ایک کے بعد ایک کھولتی گئی کسی میں رنگ تھی اور کسی میں چین' کسی میں ایئر رنگ تھے اور کسی میں ناک کی لونگ' سب بہت خوبصورت' بہت قیمتی

تھیں، شرمین نے پریشان ہوکر الماری بند کردی اور صوفے پر بیٹھ گئی۔ اسے بوبی کا رات والا جملہ یاد آنے لگا۔

"پھینک دؤ یہ رنگ اتار دو۔"

"او میرے خدا! اس لڑکے کو ہدایت دے یہ مجھے بہت عزیز ہے مگر اس طرح نہیں جس طرح یہ چاہتا ہے۔ وہ بہت رنجیدہ ہوگئی، اتنی سرکش سوچ اور بے باک خیالات پر کیسے بند باندھا جائے۔ اس قدر جذباتی ہوکر تو وہ کچھ بھی کرسکتا ہے اور پھر عمر بھر اس خلش سے مجھے گزرنا ہوگا...... میں کیسے اپنا سامنا کروں گی اور کیسے زینت آپا کا وہ ان کی کل میراث ہے...... اس کے کچھ ہونے سے وہ تو سچ مچ مرجائیں گی......" ایک شدید اذیت ناک کرب نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا...... وہ بے بس تھی، لاچار تھی، چاہتے ہوئے بھی بوبی کے لیے کچھ نہیں کرسکتی تھی۔ بوبی کی ناسمجھی اور کم فہمی اسے کہاں کس مقام پر لے آئی تھی؟ وہاں سے واپسی بہت مشکل تھی۔ اس سارے عمل میں وہ مجرم بن گئی تھی۔ قصوروار تھی، کہ بوبی کے کچے ناپختہ ذہن نے اسے من مندر میں بسا لیا تھا۔ وہ دکھی تھی، پشیمان تھی اس نے تو کبھی بوبی کی حوصلہ افزائی نہیں کی تھی۔

وہ دلگرفتہ سی بیٹھی جانے اور کتنی دیر سوچتی رہتی کہ ملازم نے کھانا تیار ہونے کی اطلاع دی۔ وہ چونک کر اٹھی، واش روم میں گھس کر منہ پہ پانی کے چھینٹے مارے اور باہر آ گئی۔ تولیے سے منہ صاف کرکے بالوں میں برش کرکے باہر نکل آئی، ڈرائیور گاڑی میں بیٹھا اس کا منتظر تھا۔ اسی وقت موبائل فون بجنے لگا۔ گاڑی میں بیٹھ کر اس نے کال ریسیو کی۔

"ہیلو۔"

"ہیلو! کہاں ہیں آپ؟ آج آفس میں نہیں ہیں۔" عارض نے پرتشویش لہجے میں پوچھا۔ اس نے بوبی سے متعلق پریشانی کی اطلاع دے دی۔

"او! ویری سیڈ! اب کیسی حالت ہے؟"

"خطرے سے باہر ہے۔"

"میرے لیے کوئی خدمت۔"

"تھینک یو۔" اسے ایک دم ہی عارض کے لیے ڈھیر ساری محبت اپنے دل میں محسوس ہوئی۔

"رات کو ملاقات ہوسکے گی کہ نہیں۔"

"نہیں معلوم، بوبی کی حالت پر منحصر ہے۔"

"دراصل صبح نو بجے میری فلائٹ ہے۔" اس نے خواہش بھرے لہجے میں کہا تو وہ چند لمحے سوچنے کے بعد بولی۔

"او کے! رات آٹھ بجے آپ مجھے پک کرلیں گھر سے۔"

"او میری جان! تھینکس آ لاٹ۔" وہ خوشی سے چلایا۔

"آپ تو بچوں کی طرح خوش ہورہے ہیں۔" اس نے شرارت سے کہا۔

"جس کو آپ جیسی چاہت مل جائے وہ خوشی سے پاگل ہی تو ہوجاتا ہے۔"

"ایسی بھی کوئی بات نہیں اب۔"

"بات تو اس سے بھی بڑھ کر ہے۔"

"اچھا بس اب زیادہ باتیں نہ بنائیں۔ خدا حافظ۔" اس نے کہا اور فون بند کردیا۔

شام کے سات بج رہے تھے۔

بوبی نے بوجھل بوجھل پلکیں اٹھائیں، زینت کی آنکھیں ٹھنڈک سے بھر گئیں۔ اس کا ماتھا و چہرہ چوما اور ہاتھ چومنے

لگیں۔ اماں اور شرمین بھی قریب آ گئیں۔ ڈاکٹر نے مسکرا کر زینت کو مبارکباد دی۔ اور کہا کہ آپ چاہیں تو گھر لے جاسکتی ہیں۔

''بوبی...... بوبی...... میری جان کیسے ہو؟''

''مم' مما! میں زندہ ہوں۔''

''ہاں! بچے اللہ کی مہربانی سے تم زندہ سلامت ہو۔'' زینت سے پہلے اماں نے محبت سے کہا۔

''بوبی! یہ کیسی بچکانہ حرکت کرتے ہو؟'' شرمین نے نرمی سے کہا۔

''آپ کو تو پتہ ہے۔'' زینت نے حیرت سے شرمین کو دیکھا۔ وہ گڑبڑا سی گئی۔

''زینت آپا! اجازت دیں مجھے ضروری کام سے جانا ہے' صبح ان شاء اللہ ملاقات ہوگی۔'' اس نے پرس اٹھاتے ہوئے کہا۔

''کیوں؟ آپ میں حوصلہ نہیں ہے سچ سننے کا یا بتانے کا۔'' بوبی نے براہ راست اسے پکارا۔

''بوبی! پلیز لیو اٹ۔''

''وائے؟ سب کو پتہ کیوں نہ چلے کہ میں نے نیند کی گولیاں کیوں کھائیں؟ اور میں باہر کیوں نہیں جانا چاہتا؟''

''یہ تمہارا مسئلہ ہے' میرا اس سے کچھ کنسرن نہیں۔'' شرمین کو بھی غصہ آ گیا۔

''بوبی! بیٹا آپ کو آرام کی ضرورت ہے' کیوں بلاوجہ چیخ رہے ہو۔'' زینت کچھ نہ سمجھ کر بولی۔

''مما! پوچھیں شرمین جی سے کہ کل انہوں نے مجھے کیا کہا؟ اور کیسے میرا دل توڑا؟''

''بوبی! مجھے بلیک میل کرنے کی کوشش نہ کرو۔''

''بات کیا ہے؟ کل بوبی تمہاری طرف گیا تھا۔'' زینت نے تعجب سے پوچھا۔

''زینت آپا! بوبی کل آیا تھا' میں نے یہ انگوٹھی دکھائی اور بتایا کہ مجھے کسی نے پرپوز کیا ہے اور بس۔''

''اور تم نے مجھے بتایا بھی نہیں...... اتنی بڑی خوشی کی خبر۔'' زینت نے گلہ کیا۔

''کل ہی کی تو بات تھی' رات میں بوبی صاحب نے نیا چاند چڑھا دیا۔'' اس نے بات کا رخ شرارت سے دوسری طرف موڑ دیا۔

''شرمین جی! اس میں اصل بات تو آپ نے اب تک نہیں بتائی۔'' بوبی نے تیز اور تلخ لہجے میں کہا تو اسے غصہ آ گیا۔

''وہ سب آپ خود بتادو' میں جارہی ہوں' اور ہاں! اپنی غلطی پر شرمندہ ہوتے ہیں۔'' شرمین نے کہا اور اماں کو ساتھ لے کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ زینت آپا آوازیں دیتی رہ گئیں' مگر وہ نہیں رکی' زینت نے اگلے ہی لمحے بوبی کو استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

❁......❁......❁

وہ سینڈل پہن رہی تھی کہ گیٹ پر گاڑی کے رکنے اور ہارن کی آواز آئی۔ سیاہ اور فیروزی پرنٹڈ شیفون جارجٹ کے سوٹ میں ہلکے سے میک اپ کے ساتھ وہ خوشبو اڑاتی گیٹ سے باہر نکلی تو عارض ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا مبہوت سا رہ گیا۔ فرنٹ ڈور کھول کر وہ باد صبا کی مانند اندر آ گئی۔ عارض کی نظریں اس کے حسین سراپا پر ٹک گئیں۔

''اوں ہوں! دیر ہو رہی ہے۔'' اس نے مسکرا کر احساس دلایا تو وہ چونکا۔

''کتنی فرصت سے اور کتنی چاہت سے اللہ نے تمہیں بنایا ہے۔''

''جتنی فرصت اور چاہت سے آپ کو بنایا ہے۔'' نیوی بلو اسٹائلش شلوار سوٹ میں' شربتی آنکھوں سے مسکراتا' وہ بھی تو

کسی طرح وجاہت میں کم نہیں تھا۔ شرمین کو اپنی قسمت پر بھی رشک آنے لگا تھا۔

''اس کا مطلب ہے، ہم آپ کو پسند آ گئے ہیں۔'' اس نے جھک کر کان میں کہا تو وہ شرما گئی۔

''اب چلیے' دیر ہو رہی ہے۔'' اس نے کہا تو اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ ڈرائیونگ کے دوران بھی وہ بار بار اس کو ہی دیکھتا رہا۔ محبت کے خوابناک لمحوں میں کیسٹ سے نکلنے والے سریلے بول ماحول کو اور بھی رنگین بنانے لگے۔ ایک کیف سا چھانے لگا۔ عارض نے اس کا نرم ونازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں دبالیا۔ اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔

فائیو اسٹار ہوٹل کے پرسکون اور خوابناک ماحول میں بھی وہ ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ نگاہوں سے پیار برستا رہا تھا۔ لبوں سے مسکان چھلکتی رہی۔

''میری واپسی پر بابا فوراً تمہاری طرف آئیں گے اور ذرا بھی وقت نہیں دیں گے۔ اس لیے یہ بلینک چیک ہے جو شاپنگ کرنی ہو کر لینا۔'' عارض نے جیب سے چیک نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ مگر اس کے چہرے پر ناگوار سلوٹیں ابھریں۔

''آپ نے مجھے فقط اتنا ہی سمجھا ہے کیا؟''

''جان! میں جلدی کی وجہ سے کہہ رہا ہوں۔''

''آپ بخیر وعافیت آ جائیں سب ہو جائے گا۔''

''مگر......''

''مجھے آپ کا انتظار رہے گا' روپے پیسے کا نہیں۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''خواتین کی تیاری میں وقت لگتا ہے اس لیے میرا خیال تھا کہ پیچھے سے تم شاپنگ کر لینا۔''

''میں کرلوں گی' مگر اس چیک کی مجھے ضرورت نہیں۔'' اس نے نرمی سے کہا۔ مجبوراً عارض نے چیک واپس جیب میں رکھ لیا۔ اس کی اتنی صاف اور اچھی سوچ نے عارض کو مزید گرویدہ بنالیا۔ اتنی دیر میں کھانا آ گیا' اچھے ماحول میں دونوں نے کھانا کھایا۔

❁......❁......❁

آفس میں زینت آپا کو دیکھ کر وہ متحیر رہ گئی۔

''خیریت! مجھے بلالیا ہوتا۔'' اس نے اٹھ کر کہا۔

''بس یہاں آ کر بات کرنا زیادہ مناسب تھا۔''

''اچھا یہ بتائیں کیا لیں گی؟ ٹھنڈا یا چائے۔''

''کچھ نہیں' کسی چیز کی قطعاً طلب نہیں۔''

''اچھا! حکم...... بوبی کی طبیعت کیسی ہے؟''

''کافی بہتر ہے' گھر پر ہے۔''

''خیریت۔''

''شرمین! میں شرمندہ ہوں' بوبی کی ناسمجھی اور بچکانہ سوچ پر' مگر وہ اس پر قائم ہے...... جان تو دے سکتا ہے مگر تم سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں...... میری اس کی تفصیلی بات ہوئی ہے...... میرے بہت سمجھانے پر بھی وہ تمہیں بھولنے کو تیار نہیں۔'' زینت نے کہا۔

''زینت آپا! میں نے ہمیشہ بوبی کی حوصلہ شکنی کی ہے اسے سمجھایا ہے' یہ بات آپ کو تو اب پتہ چلی ہے' میں نے کبھی

اس پر یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ میں اس سے متاثر ہوں اس کو ہمیشہ سمجھانے کی کوشش کی ہے۔" اپنی دانست میں اس نے وضاحت کی۔

"شرمین! میں جانتی ہوں اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں بوبی کا ہی دیوانہ پن ہے مگر اس کا حل کیا ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں زینت آپا۔"

"شرمین! بوبی میرا اکلوتا بیٹا ہے اس کی خاطر تو میں نے زندگی کی خوشیوں کو ٹھوکر ماردی تھی۔ اب اس کی خوشی کے لیے میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ مجھے بوبی کی خواہش پر کسی قسم کا اعتراض نہیں مگر......؟"

"اگر مگر کچھ نہیں زینت آپا میں نے بوبی کو چھوٹے بھائی سے زیادہ کچھ نہیں سمجھا میں رشتوں کا احترام کیسے بھلادوں ایک بچے کو کیا معلوم کہ آگ ہاتھ میں لینے سے ہاتھ بھی جلتے ہیں آپ بوبی کو سمجھائیں۔" شرمین ایک دم سنجیدہ ہوگئی۔

"میں تمہیں مجبور نہیں کرسکتی اسی لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ بوبی کو لے کر کینیڈا چلی جاؤں وقت اور دوری سے بوبی تمہیں بھولنے میں کامیاب ہوجائے گا۔"

"اور بزنس......"

"منیجر صاحب سنبھالیں گے اور پھر مجبوری بھی تو ہے بوبی سے بڑھ کر کچھ نہیں کچھ عرصے میں یہ وہاں سیٹ ہوگیا تو میں اسے بھیا کے پاس چھوڑ کر آجاؤں گی۔"

"مگر......" لفظ اس کے حلق میں دم توڑ گئے۔

"بس پیچھے سے تم نئی زندگی کا آغاز کرلینا میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔"

"شکریہ زینت آپا! لیکن ہم آپ کو بہت مس کریں گے۔"

"میں جانتی ہوں۔"

"کب جانا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"تقریباً اگلے ہفتے۔"

"بوبی رضامند ہوگیا۔

"ہاں! بس ایک بات اور تھی۔"

"کہیے!"

"نہ بوبی کا فون اٹینڈ کرنا نہ ملنا۔"

"اوکے۔"

"کینیڈا پہنچ کر میں رابطہ کروں گی۔" زینت یہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"اوکے اللہ حافظ۔" دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئیں۔ شدت جذبات سے پلکیں بھیگ گئیں۔

"اماں سے تو ملیں گی نا۔"

"مل کر آئی ہوں مزید ملاقات ہوگی۔ اللہ حافظ۔" وہ کہہ کر باہر نکل گئی۔

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ)

موم کی محبت

راحت وفا
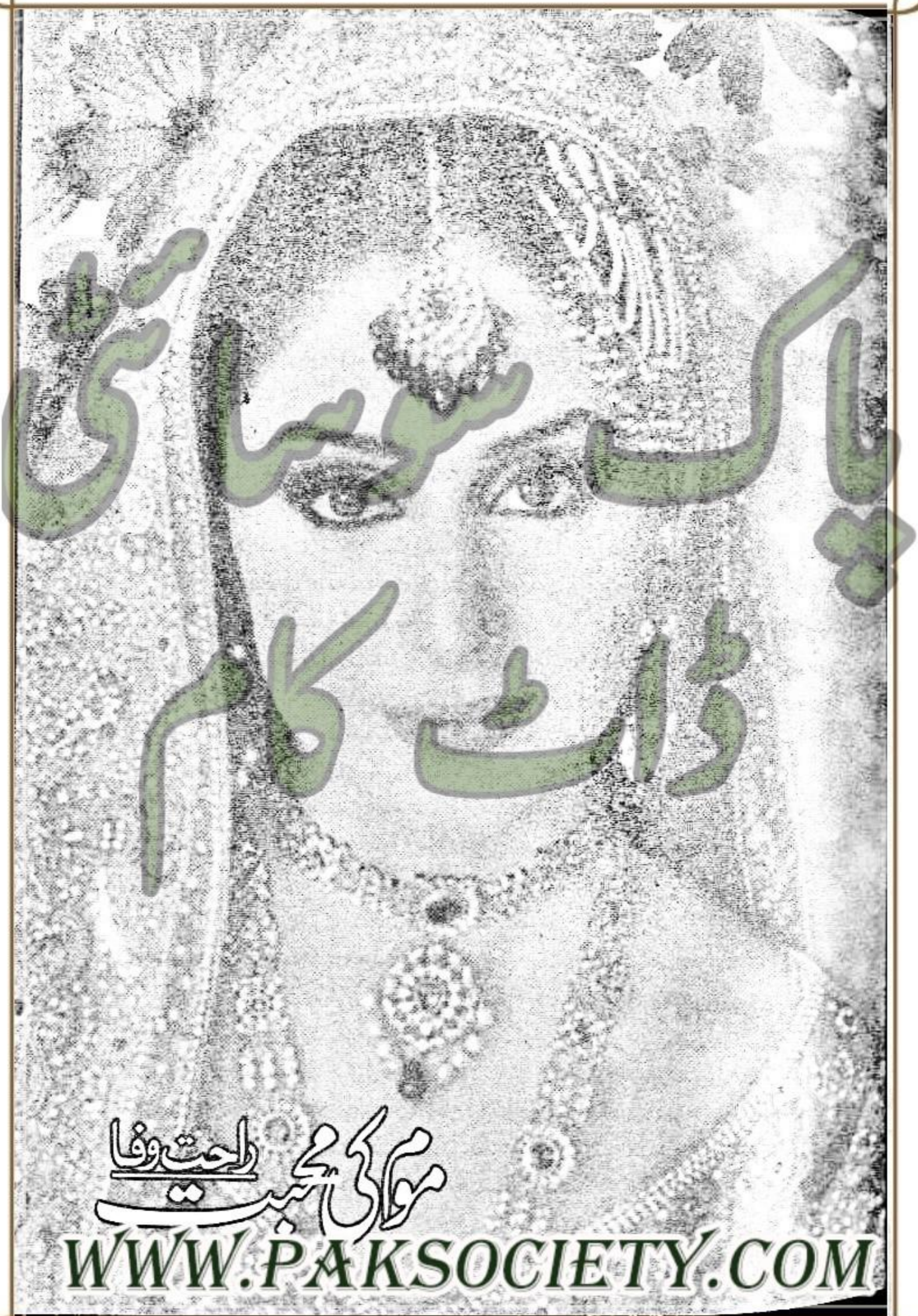
یہ سچ ہے دور نہیں منزل مراد مگر
ہمیں حیات کا کچھ اعتبار بھی تو نہیں
حیات و موت کے اسرار کوئی کیا سمجھے
کہ زندگی میں سکون و قرار بھی تو نہیں

گزشتہ اقساط کا خلاصہ

شرمین خوب صورت اور سلجھی ہوئی لڑکی ہے وہ ایک فرم میں جاب کرتی ہے چار سال پہلے اس کی زندگی میں صبیح آیا تھا اور اتنا ہی عرصہ ان دونوں کی محبت پروان چڑھی پھر صبیح تعلیم مکمل کر کے واپس کراچی اپنے گھر چلا گیا اور شرمین سے وعدہ کر گیا تھا کہ وہ جلد رشتے کے لیے اپنی ماں کو بھیجے گا لیکن صبیح کی ماں شرمین کے لیے راضی نہیں ہوتیں اور صبیح کو مجبور کر کے اس کی شادی بڑے گھر کی لڑکی فریحہ سے کر دیتی ہے جبکہ ادھر شرمین کافی عرصہ صبیح کے انتظار میں رہتی ہے۔ صبیح اسے اپنی شادی کا نہیں بتاتا اور جب شرمین اسے خط لکھتی ہے کہ وہ کراچی آ رہی ہے تب پریشان ہو کر صبیح اس کے پاس آتا ہے اور جب اسے اپنی مجبوری بتاتا ہے کہ ماں کے مجبور کرنے پر اسے فریحہ سے شادی کرنی پڑی تو شرمین ششدر رہ جاتی ہے پھر بھی صبیح اس سے کہتا ہے کہ وہ اس سے شادی ضرور کرے گا۔ شرمین کی خوب صورتی اس کے لیے وبال بنی ہوئی ہے آفس میں مرزا صاحب بیوی بچوں والے ہونے کے باوجود اس سے محبت کا دم بھرتے ہیں۔ وہ شاطر آدمی ہیں گھر میں بیوی کے آگے پیچھے پھرتے ہیں لیکن شرمین سے کہتے ہیں ان کی ازدواجی زندگی خوش گوار نہیں ہے۔ شرمین مجبوراً ان کی باتیں برداشت کرتی ہے اور اکثر انہیں بُرا بھلا بھی کہتی ہے شرمین کی کزن زینت آپا کا بیٹا بوبی جو شرمین سے چھوٹا ہے اور شرمین اسے چھوٹے بھائی کی طرح سمجھتی ہے وہ بھی شرمین کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے اور شرمین سے اظہار کرتا ہے شرمین اسے سمجھاتی ہے پھر اس کے منہ پر طمانچہ دے مارتی ہے۔ عارض امیر باپ کا اکلوتا بیٹا ہے زیادہ تر موج مستی میں رہتا ہے لیکن جب شرمین کو دیکھتا ہے تو وہ بھی اسے پسند کرنے لگتا ہے اور اس کے گھر تک پہنچ کر محبت کا اظہار کرتا ہے۔ شرمین کو محبت سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ فریحہ اور صبیح احمد کی شادی کو تقریباً چار سال کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن ان کی کوئی اولاد نہیں ہے جس پر فریحہ ڈاکٹر سے چیک اپ کراتی ہے تو فریحہ پر انکشاف ہوتا ہے کہ وہ ماں نہیں بن سکتی۔ فریحہ ایک بد دماغ اور گھمنڈی لڑکی ہے فریحہ رپورٹ لے کر صبیح احمد کے پاس جاتی ہے اور صبیح سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے۔ عارض شرمین کی محبت میں پوری طرح ڈوب چکا ہے۔ صفدر عارض کا بہترین اور جانثار دوست ہے۔ صفدر سے عارض کی بے قراری دیکھی نہیں جاتی وہ شرمین سے بات کرنے کی ٹھان لیتا ہے اور شرمین کو عارض کی محبت کا یقین دلاتا ہے صفدر کی بات کا یقین کرتے ہوئے شرمین عارض سے منگنی کر لیتی ہے۔ بوبی منگنی کی انگوٹھی لے کر شرمین کے پاس آتا ہے تو شرمین بوبی کو اپنی اور عارض کی منگنی کا بتاتی ہے جس پر بوبی غصہ سے واپس لوٹ جاتا ہے اور خود کشی کی کوشش کرتا ہے۔ زینب آپا کے اسپتال لے جانے پر بوبی کی جان بچ جاتی ہے۔ اس حادثہ کی وجہ سے زینب آپا کو بھی اب تمام صورتحال کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے وہ بوبی کو لے کر ملک سے باہر جانے کا سوچتی ہیں۔ دوسری طرف صبیح پچھتاوے کا شکار ہوتا ہے کہ انہوں نے ماں کے مجبور کرنے پر فریحہ سے شادی کیوں کی اب وہ اس رشتے کو ختم کرنے کے ساتھ اپنی پچھلی محبت شرمین کے پاس لوٹنے کا ارادہ کرتے ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)

وہ فائلوں پر جھکی تھی...... مرزا نوازش آ کر بالکل میز کے قریب کھڑے ہو گئے۔

''بہت منہمک ہو۔''

''جی! وہ سر بس یہ کام آج ہی مکمل کرنا ہے۔''

''اچھی بات ہے۔''

''آپ تشریف رکھیں اور سنائیں۔''

''کیا سنائیں شرمین! بمشکل تمام بیگم کو راضی کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔''

''ویری گڈ! یہ تو اچھی بات ہے۔''

''ہاں! علیحدہ گھر لے کر رہنے پر راضی نامہ ہوا ہے' مگر اب بھی اک خلش سی دل میں ہے' کاش آپ ہماری محبت کو سمجھ سکتیں۔'' وہ حسرت ویاس کی تصویر بن گئے۔

''اس زمانے میں محبت کسی ایک شکل میں موجود نہیں انسان کس کس کی محبت کو سمجھے؟'' اس نے ہنس کر کہا۔

''مگر ہماری محبت تو آپ تھیں۔''

''شکر ہے' ہیں سے تھیں تک بات پہنچی آپ کی محبت چار دیواری میں موجود ہے۔'' اس نے شرارت سے کہا۔

''ارے واہ! بڑی خوبصورت انگوٹھی پہنی ہے۔'' ان کی نظر انگوٹھی پر پڑی تو پوچھا۔

''جی! یہ میری انگیجمنٹ کی انگوٹھی ہے۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''تم نے منگنی کر لی اور بتایا بھی نہیں۔'' مرزا نوازش نے حیرت سے کہا تو وہ دھیرے سے مسکرا دی۔

''دراصل میں بہت ساری محبتوں کے بیچ پھنس گئی تھی' اس لیے کسی ایک کو چن لیا۔''

''مگر ہماری محبت کو تو لات ماردی۔'' وہ تاسف کا اظہار کرتے ہوئے بولے۔

''محبت اور ہوس میں فرق ہوتا ہے۔''

''کیا گارنٹی ہے کہ جسے تم نے چنا ہے وہ محبت کرتا ہے۔''

''کوئی گارنٹی نہیں ہے رسک ہے۔''

''کون خوش نصیب ہے جس کے لیے رسک لیا ہے۔'' ان کے لہجے میں چھپا طنز اس نے صاف محسوس کیا مگر مسکرا کر ٹال گئی۔

''وقت آنے پر ملوا دوں گی۔''

''ٹھیک ہے شرمین خوش رہو ہماری بھی جیسے تیسے گزر ہی جائے گی۔'' وہ ٹھنڈی آہ بھر کے اٹھ کھڑے ہوئے۔

''سر! آپ شاید کسی کام سے آئے تھے۔''

''بس سید برادرز والی فائل مکمل کر کے جلد بھجواؤ۔'' یہ کہہ کر وہ باہر نکلے تو وہ دل ہی دل میں ہنس دی۔

''اس کا مطلب ہے نوازش صاحب کی طبیعت ٹھیک ہو گئی ہے۔'' کم از کم ایک انگوٹھی پہننے سے دو لوگوں سے تو جان چھوٹ ہی گئی۔ وہ اطمینان سے کام میں مصروف ہو گئی۔ بوبی اور نوازش صاحب کا بوجھ تو اس کے کندھوں سے اتر گیا تھا۔ صبیح احمد تو خود اس کی راہوں سے الگ ہو گئے تھے۔ ورنہ وہی تو اس کی پہلی محبت تھے آخری آرزو تھے ان کے سنگ زندگی گزارنے کی تمنا میں کتنے ماہ و سال گزرے یہ تو اب ٹھیک سے یاد بھی نہ تھا۔

شادی بیاہ کی تقریبات لاکھ مختصر اور سادہ ہوں پھر بھی کچھ نہ کچھ ہنگامے اور گہما گہمی کا عالم ضرور ہوتا ہے۔ بظاہر صفدر کی شادی سادگی سے ہورہی تھی بہت تھوڑے مہمان مدعو کیے گئے تھے مگر پھر بھی کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ آج مایوں کی رسم تھی۔ اس کی تیاری میں خواتین صبح سے ہی مصروف تھیں ایسے میں اسے یاد آیا کہ شادی کارڈ شرمین کو پہنچانا تھا۔ اس نے جلدی سے ایک کارڈ پر اس کا نام لکھا اور نکلنے لگا جہاں آرا نے روکا۔

''کہاں جارہے ہو؟''

''امی! ایک خاص مہمان رہ گیا ہے اسے کارڈ دینا ضروری ہے۔''

''کون......؟''

''عارض کی منگیتر۔''

''کیا عارض کی منگنی ہوگئی؟'' جہاں آرا نے حیرت سے پوچھا۔

''تقریباً' وہ امریکہ سے آجائے تو فوراً شادی ہوجائے گی۔''

''اللہ مبارک کرے جاؤ اور واپسی پر پھولوں کے ہار اور گجرے لانے ہیں۔''

''وہ کس لیے؟''

''بھئی رسم کے لیے۔''

''امی جان! یہ سب فضول خرچی کے کام ہیں۔''

''بس کچھ بھی کہہ لو یہ سب تو کرنا پڑتا ہے۔''

''ٹھیک ہے لے آؤں گا۔'' ماں کو تسلی دے کر وہ باہر آگیا۔ گاڑی اسٹارٹ کی اور مین روڈ پر نکل آیا۔

کچھ دیر بعد وہ شرمین کے آفس میں تھا۔ شرمین کے کہنے کے مطابق اسے گیسٹ روم میں بٹھایا گیا۔ تھوڑی دیر میں شرمین وہیں آگئی...... اسے بہت اچھے انداز میں سلام کیا' حال احوال پوچھا۔

''آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے میرے دوست کو قبول کرلیا۔'' صفدر نے کہا تو وہ مسکرادی۔

''صفدر بھائی! آپ عارض سے کتنی محبت کرتے ہیں۔''

''کوئی پیمانہ نہیں ہے محبت ناپنے کا بس وہ میری اور میں اس کی جان ہوں آپ نے ہیرے کا انتخاب کیا ہے۔''

''آپ نے کہہ دیا کافی ہے۔''

''اچھا! یہ میری شادی کا کارڈ ہے' آج مایوں ہے اور آپ نے آج ولیمے تک آنا ہے۔'' صفدر نے کارڈ اس کو تھماتے ہوئے کہا۔

''بہت بہت شکریہ مگر......''

''اگر مگر کچھ نہیں۔''

''میں بارات اور ولیمے پر آجاؤں گی' پلیز میری مجبوری ہے۔''

''چلیے ٹھیک ہے' میں انتظار کروں گا۔''

''اب یہ بتائیے کہ آپ کیا لینا پسند کریں گے؟''

''کچھ نہیں' بس اجازت دیں بہت جلدی ہے۔'' وہ ایک دم اٹھ کھڑا ہوا۔

''صفدر بھائی' یہ تو بہت بری بات ہے۔''

''جب صفدر بھائی کہتی ہو تو پھر یہ تکلف کیسا؟ پھر کسی دن کچھ کھا پی لیں گے۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"چلیے آپ کی بات مان لیتے ہیں۔" وہ بولی۔
"ذرا میرے جگر کو آ لینے دو پھر سب کسریں نکال لیں گے۔" صفدر ہنس کر کہتا ہوا باہر نکل گیا۔

……❀……

کافی دیر سے مسلسل بیل بج رہی تھی۔
شدید تھکن کے باوجود پیروں میں سلیپر ڈال کر اسے باہر آنا پڑا...... اماں واش روم میں تھیں رات عشاء کی نماز سے پہلے وہ نہا کر فریش ہوتیں اور پھر نماز ادا کر کے تسبیح پڑھتے پڑھتے سو جاتیں...... اس لیے شرمین کو کمرے سے نکلنا پڑا۔
"کون......؟"
"صبیح۔" صبیح احمد کی بھاری آواز گونجی۔ وہ ٹھٹکی...... گیٹ کھولا۔
"آپ......!" بے ساختہ ہی اس کے لبوں سے نکلا۔
"کیا ادب آداب سب بھول گئے ہیں۔" ہلکی سی روشنی میں چہرے پر پھیلی دھیمی سی مسکان واضح نظر آ رہی تھی۔
"آیئے! اندر آ جایئے۔" وہ راستہ چھوڑ کر کھڑی ہوگئی۔
"کیا مجھے دیکھ کر حیرت ہو رہی ہے؟" اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے انہوں نے دھیرے سے پوچھا۔
"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔" اس نے گیسٹ روم کے دروازے پر پہنچ کر کہا۔
"کیا میں اس قدر پرایا ہوں کہ گیسٹ روم کے علاوہ کچھ دیر کو کہیں اور نہیں بیٹھ سکتا۔"
"ایسی بات نہیں آ جائیں اندر آ جائیں۔" اس نے جواب دیا اور انہیں لیے ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوگئی۔ صبیح احمد نے چھوٹا سا سفری بیگ قالین پر رکھا اور صوفے پر گر سے گئے۔
"کیا لیں گے؟" اس نے پوچھا۔
"ابھی تو صرف نہاؤں گا اور پھر کھانا۔" ہمیشہ کی بے تکلفی والے انداز میں وہ بولے...... شرمین چپ چاپ ان کے ویران چہرے کو دیکھتی رہ گئی۔ وہ اٹھ کر گیسٹ روم کی طرف گئے تو اسے اندازہ ہوا کہ ہینڈسم اور اسمارٹ شخص تو سوکھ کر کانٹا بن گیا تھا شرمین کے اندر کچھ ٹوٹ پھوٹ سی ہوئی مگر پھر وہ کھانے کا بندوبست کرنے کے لیے کچن میں گھس گئی۔
اس نے فریج سے سالن کا ڈونگا نکالا مائیکرو اون میں رکھا آٹا نکالا...... توا چولہے پر رکھا...... دہی کا رائتہ بنایا...... صبیح احمد کو اچار بہت پسند تھا یہی سوچ کر اچار کی بوتل بھی ٹرے میں رکھی کچن میں برتنوں کی آواز پر اماں تسبیح رکھ کر کچن میں آ گئیں۔
"شرمین! کیا کر رہی ہو؟" اماں کی آواز پر وہ چونکی۔
"وہ اماں! چپاتی بنا رہی ہوں۔" وہ ہکلائی دراصل اچھی طرح جانتی تھی کہ اماں کو صبیح احمد کا ذکر تک پسند نہیں ان کے آنے پر تو سخت خفا ہوں گی۔
"کس کے لیے، کون آیا ہے؟" انہوں نے اس کے ہاتھ سے آٹے کا پیڑا لے کر خود روٹی بنانی شروع کر دی۔ وہ شرمین کو اٹھ کر پانی نہیں پینے دیتی تھیں۔
"اماں! پلیز خفا نہیں ہونا پرامس۔" اس نے پیچھے سے ان کے گلے میں بانہیں ڈال کر کہا۔
"اچھا بولو تو۔"
"صبیح احمد آئے ہیں۔"
"کیا، پر کیوں؟" اماں تڑخ کر بولیں۔
"پلیز اماں! ایک مہمان سمجھیں اور بس ابھی انہوں نے کچھ نہیں بتایا کہ کیوں آئے ہیں؟" اس نے دھیرے سے کہا۔

"ہنہ! آئے ہوں گے مکھن لگانے کے لیے۔"
"بے فکر ہو جائیں یہ انگوٹھی میرا مستقبل ہے۔" اس نے عارض کی پہنائی انگوٹھی انگلی میں گھماتے ہوئے کہا۔
"اچھا! تم چلو میں کھانا لاتی ہوں۔" اماں کو اس کی معصوم سی صورت پر پیار آ گیا۔
"تھینک یو اماں۔" وہ ان کا گال چوم کر باہر آ گئی۔ اماں کو وہ دن یاد آ گئے جب یہ بھولی بھالی شرمین صبیح احمد کے انتظار میں بولائی بولائی سی پھرتی تھی۔ فون کے قریب بیٹھی فون کی منتظر رہتی گیٹ کی بیل پر کان لگائے رکھتی کچن میں گھسی طرح طرح کے کھانے بناتی اور پھر صبیح احمد شان تفاخر سے آتے تو یہ بچھ بچھ جاتی پھر صبیح احمد نے اس کا ننھا سا دل توڑ دیا محبتوں کا جواب لاتعلقی سے دیا...... کیسے بکھر بکھر گئی تھی۔ بڑی مشکل سے سمیٹا اور اب پھر پھر کیوں آ جاتے ہو تم؟" اماں نے غصے سے سوچا اور ٹرے اٹھا کر باہر آ گئیں۔

……❀……

وہ پلکیں جھکائے بیٹھی تھی...... وہ عین سامنے بیٹھے اسے دیکھ رہے تھے۔ اس کے چہرے پر محبت کی وہی گرمی وہی دلکشی ڈھونڈ رہے تھے جو ہمیشہ نظر آتی تھی مگر آج اس کا شائبہ بھی اس کے چہرے پر نہیں تھا۔ دور دور تک گہرا جامد سناٹا تھا۔ نہ آنکھوں میں جگنوؤں کی چمک تھی اور نہ لبوں پر نہ ختم ہونے والی کلیوں سی مسکان۔
"شرمین! محبت اور نفرت کے درمیان ندامت بھی ہوتی ہے اس پر بھی غور کیا تم نے۔" انہوں نے گہرا فسوں توڑا...... اس نے پلکیں اٹھائیں۔
"میرے پاس تو محبت کے بعد ندامت ہی آئی اور آج تک ہے...... کس نے کہا آپ سے کہ میں نفرت کرتی ہوں۔"
"اگر نفرت نہیں تو ندامت میں معافی کیوں نہیں؟"
"ندامت تو میرا اپنا اثاثہ ہے آپ کا تو اس سے کوئی تعلق نہیں۔"
"کیا مطلب؟"
"مطلب یہ کہ میں خود پر نادم جتنے عرصے میں جسے محبت سمجھتی رہی وہ ایک آدمی کا مشغلہ دل لگی عادت تھی مجھے بعد میں یہ بات سمجھ میں آئی اس پر نادم ہوں۔" وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہی تھی اور صبیح احمد آب آب ہو رہے تھے۔
"اس کا مطلب ہے تمہیں پچھتاوا ہے۔"
"جو باب بند ہو گیا اس کا تذکرہ کیا آپ کہیے کیسے آنا ہوا؟"
"شرمین! میں معافی کا خواستگار ہوں مجھے تمہاری اشد ضرورت ہے۔"
"بہت دیر ہو گئی صبیح میری بات طے ہو گئی ہے۔" وہ نظریں چراتے ہوئے کہہ گئی۔
"کون ہے وہ خوش قسمت جسے مجھ پر ترجیح دی ہے۔"
"ہے کوئی محبت کا دعویدار آپ یہ بتائیں کہ صحت کیوں خراب ہے؟" وہ ٹال گئی۔
"دل کا مرض لاحق ہو گیا ہے شوگر ہو گئی ہے صحت کہاں باقی رہ سکتی ہے؟" وہ بڑے تحمل اور تاسف سے بولے تو اسے دلی طور پر صدمہ ہوا۔
"آپ اپنا خیال رکھا کریں۔"
"شرمین! اب کیا اپنا خیال رکھنا کچھ زندگی ناکام و نامراد گزر گئی کچھ اور گزر جائے گی۔"
"اللہ کرے آپ کو عمر بھر خوشیاں ملیں۔"
"ہا...... ہا......" وہ ہنسے اور بولے۔

"دکھ دینے والے کو خوشیاں کہاں سے نصیب ہوں گی؟"

"آپ نے کسی کو دکھ نہیں دیا آپ بہت اچھے انسان ہیں۔"

"چلو! اور سناؤ شادی کب کر رہی ہو؟"

"اسی سال وہ امریکہ گئے ہیں آ جائیں تو۔"

"اللہ تمہیں خوش رکھے میرے دیئے ہوئے دکھ بھول جاؤ۔"

"جو دکھ قسمت میں لکھے ہوتے ہیں وہ مل کر رہتے ہیں آپ ملول نہ ہوں۔"

"کاش! تم ایک بار مجھے موقع دیتیں۔"

"نہیں! مجھے محبت کا مقام چاہیے تھا ضرورت کا نہیں۔"

"ضرورت میں بھی تو محبت کام آتی ہے۔"

"محبت کو اندھیرے میں بھی تو نہیں رکھتے اور اب کیا فائدہ ان باتوں کا۔"

"شرمین! جب بھی تمہاری یاد آئے تو فون کر لیا کروں؟"

"جی ضرور۔" شرمین نے طنزیہ لہجے میں کہا...... وہ فوراً بھانپ گئے۔

"طنز کر رہی ہو۔"

"نہیں۔"

"مرضی والی ہو بس معاف کر دینا۔" ان کے لہجے میں برسوں کی مسافت کی تھکن موجود تھی۔

"آپ نے میرا کیا نقصان کیا ہے جو معافی مانگ رہے ہیں۔"

"بہت سا نقصان کیا ہے مجھے اس کا احساس ہے۔"

"آپ کوئی اور بات کریں۔"

"بس صبح میری واپسی ہے اس کے بعد چیک اپ کے لیے انگلینڈ چلا جاؤں گا۔"

"اب آپ سو جائیں ایک بج رہا ہے صبح سفر کرنا ہے۔"

"ہاں! بہت تھکن کا احساس ہو رہا ہے زندگی کی کامیابیوں میں کچھ بھی باعث سکون نہیں نہ محبت رہی اور نہ کوئی وارث ملا صبیح احمد کے پیچھے رونے والا بھی کوئی نہیں ہوگا۔" وہ دکھ سے مسکرائے۔

"ایسی باتیں نہیں کرتے اللہ آپ کو سلامت رکھے۔"

"جاؤ جا کر سو جاؤ۔" انہوں نے کہا تو وہ اٹھ کر کمرے سے باہر آ گئی۔

❁

عجیب دن تھے کہ کوئی کہیں جا رہا تھا اور کوئی کہیں...... صبیح احمد کو رخصت کرنے کے بعد وہ دیر تک ان کے افسردہ چہرے کی وجہ سے بھیگی پلکیں صاف کرتی رہی دوسری طرف زینت آپا اور بوبی کے کینیڈا جانے کا دکھ تھا دل جنہیں اپنا کہتا ہے اپنا سمجھتا ہے ان سے جدا ہونے کے تصور سے بھی نڈھال ہو جاتا ہے اک عارض کے ملنے کی خوشی کے سوا سب مناظر جدائی اور بچھڑنے کے تھے کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ یاسیت اور رنج کی فضا تھی۔ صبیح احمد کو اس نے دل کی گہرائیوں سے چاہا تھا۔ وہ اس کی زندگی کا مرکز تھے مگر کیسے فاصلے درمیان میں آ گئے؟ کیسے برسوں کی چاہت اجنبیت میں بدل گئی جو بہت اپنا تھا بیگانہ ہو گیا اور آج اس کے بچھڑنے کا غم پھر سے تازہ ہو گیا تھا...... وہ بوجھل دل کے ساتھ ٹی وی کے ریموٹ کے ساتھ کھیل رہی تھی اور اماں کافی دیر سے اس کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اسے بچپن سے گود میں پالا تھا

اس کے مزاج کے سب موسموں سے آشنا تھیں کپڑے وارڈروب میں رکھ کر اس کے سامنے بیٹھ گئیں۔

"یہ زینت کو کینیڈا جانے کی کیا سوجھی؟"

"اماں! بوبی کی وجہ سے جا رہی ہیں۔" اس نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"فون آیا تھا بہت اداس ہو رہی تھی۔"

"دکھ تو ہوتا ہے اپنا گھر اور اپنا ملک چھوڑتے ہوئے۔"

"خیر! تم کس الجھن میں ہو؟" وہ اصل موضوع کی طرف آ گئیں۔

"کچھ خاص نہیں۔"

"عارض سے فون پر بات ہوئی۔"

"نہیں۔"

"تو کر لو۔"

"وہ خود کر لے گا۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"مصروف ہوگا فرصت ملے گی تو کر لے گا۔"

"میں دیکھ رہی ہوں تمہارا مزاج کچھ ٹھیک نہیں ہے۔" اماں نے پرتشویش لہجے میں کہا۔

"اماں! جیسا آپ سوچ رہی ہیں ویسا نہیں ہے صبیح احمد بہت اپ سیٹ تھے ان کا دکھ میرے اندر کروٹیں لے رہا ہے۔" آخر اس نے سچ بول دیا۔

"صبیح احمد کا دکھ تم کس لیے منا رہی ہو جو انہوں نے بویا ہے وہی کاٹیں گے۔" اماں شدید غصے سے بولیں۔

"کبھی کبھی انسان اپنے حصے سے بڑھ کر کاٹ لیتا ہے۔"

"ہمدردی ہو رہی ہے صبیح احمد سے سب کچھ گنوا کر وہ اب تم سے کیا لینے آئے تھے۔"

"اماں! میرے پاس انہیں دینے کو کچھ نہیں میں تو ویسے ہی ذکر کر رہی تھی۔"

"ذکر کی بھی ضرورت نہیں بس عارض کے متعلق سوچو۔"

"اماں! عارض تو میری زندگی کا ساتھی بن جائے گا آپ فکرمند نہ ہوں۔"

"بس صبیح احمد کا باب بند کر دو۔"

"کر دیا ہے اماں عارض کا انتخاب اسی سلسلے کی کڑی ہے۔"

"چلو اٹھو فریش ہو جاؤ میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔"

"لائیں مجھے آفس کا کام بھی مکمل کرنا ہے۔" وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ اماں باہر چلی گئیں اور اس نے الماری سے کپڑے نکالے واش روم کا رخ کیا۔

❁

بارات کا استقبال شایان شان طریقے سے کیا گیا۔ دلہن والوں نے حتی المقدور استقبال بارات کے انتظامات کیے تھے۔ بڑے پرتپاک انداز میں دلہا سمیت سب باراتیوں پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کی گئیں۔ ٹھنڈی بوتلیں پلائی گئیں اس کے بعد نکاح پڑھایا گیا...... مبارکباد کی آوازیں پوری فضا میں گونجنے لگیں...... نکاح کے چھوہارے تقسیم ہوئے دلہن والوں نے پرتکلف کھانے کا اہتمام کیا تھا...... لہٰذا سب مہمان کھانے میں مصروف ہو گئے کھانے کے بعد زیبا کو دلہن

کے روپ میں لا کر صفدر کے پہلو میں بٹھایا گیا...... سنہری لباس میں نازک سی مہین سی زیبا بے حد حسین لگ رہی تھی۔ صفدر نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا...... وہ اس کے تصور سے بڑھ کر حسین تھی۔ وہ اپنے آپ پر نازاں تھا...... سب دلہا دلہن کی تعریفیں کر رہے تھے۔ شرمین نے بھی مسکرا کر دونوں کی تعریف کی تو سب اس کے حسین سراپے کی طرف متوجہ ہوگئے۔ وہ تو خود گہرے فیروزی کامدانی لباس میں بے انتہا دلکش اور خوبصورت لگ رہی تھی۔

"میرا بس چلتا آج یہاں ہوتا تو اسی وقت نکاح پڑھوالیتا۔" صفدر نے اس کے کان میں سرگوشی کی تو وہ شرم سے لال پڑ گئی۔

"آپ کا دوست بہت بڑا طرم خان ہے کیا؟" اس نے بھی پلٹ کر چھیڑا۔

"وہ کیا ہے یہ تو وقت بتائے گا۔"

"یعنی ان سے خوف کھاؤں۔"

"ارے نہیں، نہیں میرا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے۔ میں تو یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ وہ آپ پر سب کچھ لٹا سکتا ہے بلکہ لٹا چکا ہے۔" صفدر نے کہا تو وہ مسکرا کر بولی۔

"بہت ڈنکا پیٹتے ہیں دوست کا۔"

"وہ دوست ہی ایسا ہے۔"

"صفدر بھائی! آپ اتنی تعریف کرتے ہیں کہ مجھے عارض پر رشک آتا ہے۔" اس نے انتہائی دھیمے لہجے میں کہا۔ وہ خوش ہوگیا۔

ان کی نوک جھونک جاری تھی کہ دلہن کی کزنز نے صفدر کو گھیر لیا' روایتی رسمیں ہوئیں' رات کے دس بج گئے تو جہاں آرا نے زیبا کے والدین سے رخصتی کی اجازت مانگی...... انہوں نے فوراً اجازت دے دی۔ اس طرح رات کے ساڑھے دس بج گئے۔ جب وہ دلہن کو لے کر روانہ ہوئے۔

...... ❀ ......
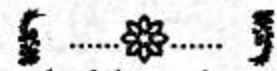
صفدر نے کمرے میں قدم رکھا تو ٹھٹک گیا...... زیبا کمرے کی کھڑکی سے لگی باہر کچھ دیکھ رہی تھی۔ کھڑکی سے باہر چاند تاروں کی روشنی ہی روشنی تھی...... سناٹا تھا...... ہلکی ہلکی ہوا تھی۔

"اوں ہنہ!" صفدر نے کھنکھار کر اسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا...... وہ بوکھلا کر پلٹی تو اس سے ٹکرا گئی۔ اس کا چہرہ پسینے سے تر تھا' میک اپ کی تہہ سے جھانکتا اداس چہرہ چھپانے کے لیے اس نے مہندی سے سجے ہاتھ چہرے پر رکھ لیے۔ صفدر کو اس پر ٹوٹ کر پیار آیا۔ بانہوں میں بھر کے پھولوں سے بھرے بستر پر بٹھایا...... قریب بیٹھنا چاہا تو وہ ہلکے سے پرے ہوگئی۔ صفدر نے اس کا ہاتھ تھام لیا' جیب سے وہ خاندانی کنگن نکالا جو جہاں آرا کے بعد ان کی بہو یعنی زیبا کے حصے میں آیا تھا۔ بھاری جڑاؤ کنگن کو اس کی نازک کلائی میں پہنا کر کلائی ہونٹوں سے چوم لی۔

"جان صفدر! کیا یہ حسین رات خاموش بیقراریوں میں گزار دو گی۔ کچھ تو بولو۔"

"خالی برتن کی آواز اچھی نہیں لگتی۔" اتنی دیر کی خاموشی کے بعد کرلاتی آواز کی گونج نے صفدر کے چہرے کا رنگ متغیر کردیا۔ ہاتھ میں پکڑا ہاتھ ڈھیلا پڑ گیا۔ چند لمحے رک کر ایک ایک لفظ کے مفہوم کو سمجھنے کے بعد بھی کچھ نہ سمجھ سکا تو پھر سے مسکرا کر کہا۔

"دو جسموں' دو روحوں کے ملن کے بعد تو کچھ خالی نہیں رہتا۔ یہ کیا کہہ دیا وصل کی رات۔"

"یہ جسم ایک خالی ڈبہ ہے اور یہ روح خالی بوتل ہے' اس میں ایک قطرہ بھی آپ کی پیاس بجھانے کے لیے موجود نہیں' چاہیں تو رات اس کمرے میں بسر کرنے دیں' نہ چاہیں تو میں یہ خالی وجود لے کر ابھی تاریکیوں میں گم ہوجاتی ہوں۔" غیر

متوقع' حیران کن انداز میں کٹی سمٹائی چند گھنٹوں کی دلہن نے کیا کہہ ڈالا' صفدر پتھر کی مورت بن گیا۔

"مجھے صرف ایک رات کی پناہ دے دو' میں منت کرتی ہوں۔" اس نے سرخ مہندی سے سجے ہاتھ اس کے سامنے جوڑ دیئے۔ کلائیوں کی چوڑیاں کھنکھنا کے اس کے دماغ میں طوفان برپا کر گئیں۔

"کیا کہہ رہی ہو...... کیسی پناہ...... کیسی منت؟ کہاں سے آئی ہو اور کہاں جانا ہے؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔" وہ سہم کر پلکیں جھکائے بیٹھی رہی۔

"بولو! اور دیکھو! تم اس وقت کہاں ہو؟ تم صفدر کے نام سے وابستہ ہو کر اس عزت دار گھرانے کی بہو بن کر آئی ہو...... یہاں سے کہاں جانا ہے؟"

"کچھ نہیں بولنا' فقط اتنا کہنا ہے کہ خاموشی سے جانے میں آپ کی عزت اور عافیت ہے' کچھ بولنے کے بعد میری ذرا سی بھی توقیر آپ کی نگاہوں میں نہیں رہے گی۔" وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ صفدر کے چہرے کا تناؤ کچھ کم ہوا۔

"دیکھو! یہ کمرہ میری اور تمہاری عزت و عافیت کی پناہ گاہ ہے' اس کے اندر اعتبار کی چادر میں رشتے لپیٹ کر معتبر کردو۔ میں نہیں چاہتا کہ اس کمرے سے باہر میری عزت و ناموس کے دھبے لگیں۔ چاہو تو میرا یقین کرلو۔"

"آپ کا یقین تھا تو میں یہاں تک چلی آئی' ورنہ موت کے سوا ہر راستہ بند تھا۔" وہ سسکی۔

"گرچہ چلی آئی ہو تو پھر اطمینان کرلو صفدر کا سینہ مضبوط ہے' تمہارا یقین ٹوٹنے سے بچائے گا۔"

"بس اتنا سن لیں کہ کسی نے محبت کے نام پر مجھے لوٹا ہے۔ میری چاہت اور وفا کا مذاق اڑایا ہے۔ میں نے بڑی مشکل سے بدنامی اور رسوائی سے پیچھا چھڑایا ہے' بہت دفعہ چاہا کہ شادی سے انکار کردوں' مگر گھر کی عزت نے ایسا نہیں کرنے دیا' میں نے آپ کے ساتھ دھوکہ کیا ہے' مگر یہ میری شدید مجبوری تھی۔ اس لیے اب یہاں سے کہیں بھی چلی جاؤں گی۔"

"تاکہ معاشرے میں میں اور میری ماں جو تمہیں ارمانوں سے بیاہ کرلائی ہے وہ منہ چھپاتی پھرے۔ تم نے اپنے گھر کی عزت تو بچالی' مگر ہماری عزت داؤ پر لگانے کا فیصلہ کرلیا۔" صفدر طیش میں آ گیا۔ اس لمحے زیبا اسے سخت خود غرض دکھائی دی۔

"میں مجبور تھی۔"

"یہ کیسی مجبوری تھی جس نے تمہیں میری عزت اور اعتماد سے کھیلنے کا حق دیا۔" اس نے شانوں سے پکڑ کر اسے جھنجوڑتے ہوئے پوچھا۔

"میرے بوڑھے ابا اور بوڑھی اماں یہ صدمہ نہیں جھیل سکتے تھے۔ میرا کوئی پرسان حال نہیں تھا' آپ پر اعتبار کر لینے کو دل چاہا۔"

"مگر میں کس پر اعتبار کروں؟ میری ماں کس پر اعتبار کرے؟" اس نے ابرو چڑھا کر پوچھا۔

"مجھے افسوس ہے مگر......" وہ رندھی ہوئی آواز میں اور کچھ کہنا چاہتی تھی کہ موبائل فون بجنے لگا۔ صفدر نے کال ریسیو کی۔

"ہیلو! ہاں جان جگر کیا حال ہے؟ تھینک یو' سب ٹھیک ہوگیا' یار تیری کمی محسوس ہو رہی ہے' جلدی آجا' دل پریشان ہے' ملنے پر بتاؤں گا۔ اپنا خیال رکھنا' اوکے بائے۔" صفدر نے جو بات بھی فون پر کی زیبا نے غور سے سنی' فون بند کر کے صفدر نے اس کی طرف دیکھا۔

"اب کیا فیصلہ ہے آپ کا؟"

"میں بھلا کیا فیصلہ کروں گی؟"

"دیکھو! ہمارے درمیان صرف عزت بچانے کی خاطر سمجھوتہ ہوسکتا ہے' صفدر کی رگوں میں وہ خون ہے جو پاس وفا کا

خیال رکھنا جانتا ہے۔ تم نے اعتبار کرکے مجھے جس رشتے میں باندھا ہے وہ بظاہر بندھا ہوا ہی نظر آئے گا' لیکن حقیقت میں اس رشتے کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی' میں تادم مرگ زبان کی لاج نبھاؤں گا۔ اب بولو یہاں سے جانا ہے یا یہاں رہنا ہے۔"

"آپ..... آپ کتنے عظیم ہیں۔" وہ تشکر سے رو دی۔

"کوئی عظیم وظیم نہیں ہوں' بس اپنی عزت کی حفاظت کی ہے۔" وہ گرجدار لہجے میں بولا۔

"اس کا مطلب ہے آپ نے میری خطا معاف کردی۔"

"فی الحال کچھ سمجھ میں نہیں آرہا' میں باہر جارہا ہوں' تم دروازہ بند کرکے سو جاؤ۔ دروازے کے لاک کی چابی ہے میرے پاس' میں خود کھول کر آجاؤں گا۔" صفدر نے کہا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔

سارا شہر سو رہا تھا۔ دور دور کہیں کوئی آہٹ اور روشنی تھی۔ ایسے میں وہ گھر سے کافی دور نکل آیا تھا۔ دل اور دماغ میں جنگ جاری تھی۔ شور برپا تھا' طوفان آیا ہوا تھا۔ کیا سوچا تھا اور کیا ہوگیا؟ بیشک اس نے زیبا کو شادی سے پہلے نہیں دیکھا تھا' مگر دل میں تصور کی حسین روشنی سے ایک مورت سی بنا رکھی تھی۔ بارہا اس مورت سے باتیں کی تھیں' بارہا اسے بانہوں میں لے کر پیار کیا تھا' اس کو سامنے بٹھا کر ساری محبتیں نچھاور کی تھیں' دل اندر ہی اندر اس سے محبت کرنے لگا تھا' جذبات کی شدت سے مغلوب ہوکر کمرے میں قدم رکھا تھا۔ ارمان بھری امنگوں کے ساتھ اس کی کلائی میں کنگن پہنایا تھا۔ وہ تو تصور سے کہیں زیادہ حسین ودلربا تھی مگر سب خواب جیسے چکنا چور ہوگئے۔ آرزوئیں دم توڑ گئیں' چاہتوں کی دنیا آباد ہونے سے پہلے ہی ویران ہوگئی۔

"تمہارے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوا صفدر؟" کیا اس بڑے شہر میں تم ہی واحد خطاکار تھے کہ زیبا نے تمہیں اتنی کڑی سزا سنائی؟ تم نے تو آج تک کسی چڑیا کا دل نہیں دکھایا پھر تمہیں کس جرم کی پاداش میں سزا ملی؟" اس نے غم وغصے سے سوچا' ویران تاریک سڑک کی فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے اس نے گویا خود سے سوالات کیے' مگر کوئی بھی خاطر خواہ جواب نہیں ملا۔ سب کچھ الجھا الجھا بکھرا بکھرا تھا۔ سارا شہر چین کی نیند سو رہا تھا' ایسے میں وہ بے کل مضطرب سڑکیں ناپ رہا تھا۔

"اگر تم اس قدر دکھی اور پریشان ہو' ایک بے بس اور کمزور لڑکی کو اعتبار دینے پر تو ایسا مت کرو' اسے تین حرف سنا کر نکال باہر کرو' تمہارا نہ اس سے کوئی رشتہ ہے اور نہ رہے گا۔" دماغ نے حل پیش کیا تو وہ لرز اٹھا۔

"نہیں' وہ کہاں جائے گی' میں اس پر یہ ظلم نہیں کرسکتا۔"

"تو پھر مسٹر صفدر پچھتاوا کس بات کا' کنکر' موتی جو تمہاری قسمت میں تھا مل گیا' اسے پناہ دی ہے تو ملال کے منظر سے باہر آؤ۔"

"مگر...... میں ایک مرد ہوں' میری بیوی کسی کی محبت میں سب کچھ ہار کے میرے پاس آئی ہے' میں کس طرح یہ بھول جاؤں؟" اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کے بال نوچتے ہوئے سوچا..... آسمان کی طرف دیکھا رات ڈھل رہی تھی۔ اسے بہت دیر ہوگئی تھی' مگر مسئلے کے حل کا کوئی سرا ہاتھ نہیں آیا..... دور سے فجر کی اذان سنائی دی تو واپسی کے لیے پلٹا..... سب کے جاگنے سے پہلے اسے کمرے میں پہنچنا تھا۔ وہ کسی قیمت پر اپنی پیاری ماں کو کوئی صدمہ یا پریشانی نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس لیے گھر کی طرف اس نے تیزی سے قدم بڑھائے۔

...... ❁ ......

فجر کی نماز پڑھ کر وہ قرآن پاک کی تلاوت کرنا چاہتی تھی کہ فون بجنے لگا۔ اس نے اس وقت فون بجنے پر وال کلاک کی طرف دیکھا اور ریسیور اٹھا کر کان سے لگالیا۔

"ہیلو۔"

"سو رہی تھیں کیا؟" دوسری طرف سے عارض کی شوخ سی آواز ابھری۔

"نہیں آپ سناؤ کیسے ہو؟" اس نے خوش دلی سے جواب دیا۔

"میں ٹھیک ہوں' بس آپ کے لیے اداس ہوں۔"

"وہ کس لیے؟" اس نے انجان بنتے ہوئے کہا۔

"اپنے آپ سے پوچھو' ہم دل کے گھائل لوگوں سے کیا پوچھتی ہو؟"

"اللہ خیر کرے' دل اور گھائل۔"

"آپ کے عشق میں پاگل ہوکر یہی حال ہے ہمارا۔"

"شاعری بند' واپس آیئے۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ اس کی ہنسی کے جلترنگ میں کھوگیا۔

"ہنستی رہو' ایسا لگتا ہے جھرنے بہہ رہے ہوں' ہواؤں نے سرگم چھیڑ دی ہو۔"

"بس..... بس آپ تو پکے شاعر معلوم ہوتے ہیں۔"

"شرمین! میں بہت خوش نصیب ہوں' تم نے مجھے اپنی محبت کا سہارا دیا' دل چاہتا ہے ملن کی گھڑی سمٹ کر قریب آجائے۔" وہ شوخ ہوگیا اور وہ گلابی پڑگئی۔

"صرف یہ بتانے کے لیے فون کیا ہے کیا؟"

"آپ کی یاد ستارہی تھی اس لیے فون کیا ہے۔"

"چلیے پھر اب فون بند کردیں' بہت بل آئے گا۔"

"تو پھر آ تا رہے' آپ کی چاہ میں سب کچھ داؤ پر لگا سکتا ہوں۔"

"اوکے بابا! اب فون بند کرو' کچھ باتیں واپسی پر کریں گے۔"

"اچھا! ٹھیک ہے' اپنا خیال رکھنا۔" اس نے محبت سے چور لہجے میں کہا اور فون بند کردیا۔ جبکہ وہ ریسیور رکھ کر اس کے خیالوں میں کھوگئی۔ دل کی اتھل پتھل دھڑکنوں میں اس کی محبت کا شور تھا۔ جانے کیوں تھوڑے سے وقت میں بے پناہ محبت اس سے کیوں ہوگئی تھی؟" اس کے حسین تصور کو روبرو محسوس کرتے ہوئے وہ گلرنگ سی ہوگئی۔ وہ تو اس کے تصور سے بڑھ کر اسے پیارا اور محبوب ہوگیا تھا۔ اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ صبیح احمد کے علاوہ بھی کسی کو چاہے گی۔ صبیح احمد اس کی چاہتوں کا مرکز تھے مگر کاتب تقدیر نے تو کچھ اور لکھا تھا' اس کے لیے عارض کو چھپا کر رکھا تھا۔ اب وہ مل گیا تھا' اس کے پیار میں پاگل اور دیوانہ بن گیا تھا' وہ خود پر نازاں تھی۔ وہ سوچ میں گم جانے اور کتنی دیر کھوئی رہتی کہ اماں نے کمرے میں داخل ہوکر چونکایا۔ اس نے گھڑی کی طرف دیکھا تو ساڑھے چھ بج رہے تھے' یہ وقت اس کی واک کا تھا۔ وہ جلدی جلدی کمرے سے باہر نکل آئی۔

...... ❁ ......
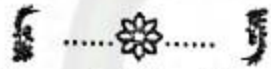
سٹی کلب کے ہال میں دعوت ولیمہ میں شرکت کے لیے آنے والے مہمان خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ مہمان بہت زیادہ نہیں تھے مگر خوشی کے موقعوں پر چند مہمان بھی گپ شپ کررہے ہوں تو کچھ سنائی نہیں دیتا۔ لہراتے رنگین آنچل تھے' سج دھج دکھاتے پیراہن تھے' خوشبوئیں پھیلاتی زلفیں تھیں' ایسے میں شوخ اور نوجوان نسل کے لڑکے ہی نہیں' درمیانی عمر اور پختہ عمر کے لوگ بھی دم تھام کے حسیناؤں کو دیکھ رہے تھے۔ حسب دستور سب کی نظروں کا مرکز اور محور اور رنج اور سنہری لباس میں سمٹی سمٹائی دلہن تھی۔ نازک اندام زیبا کا حسین سراپا سب کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ جہاں آرا بیگم بہو کے حسن ودلکشی پر فدا ہورہی تھیں۔ بہو کے لیے ان کی نگاہوں میں ستائش بھرے جگنو چمک رہے تھے مگر صفدر کے چہرے

پر سنجیدگی اور خاموشی نمایاں تھی۔ وہ بڑی کوشش کے بعد مسکراتا اور پھر کہیں دور نکل جاتا...... کچھ بے تکلف کزنز نے یہ بات محسوس بھی کی اور جتلائی بھی، مگر وہ خوبصورتی سے ٹال گیا۔

کھانا شروع ہوا تو وہ پلیٹ میں برائے نام کھانا لے کر کسی قدرے پر سکون گوشے کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھنے لگا تبھی گلابی اور ییلو کنٹراس ساڑی میں شرمین ہال میں داخل ہوئی اور سیدھی اسی کی طرف آ گئی۔

''ارے یہ کیا، دلہن سے دور اکیلے کیلئے کھانا کھانے کا پروگرام ہے۔''

''دراصل مہمانوں کی خاطر میں کوئی کمی نہ رہ جائے اس لیے ان کے درمیان چل پھر کر ہی کھانا کھا رہا ہوں۔''

''ارے چھوڑیں، مہمان تو اپنی اپنی پلیٹوں پر ٹوٹے پڑے ہیں آپ دلہن کے پاس چلیں۔'' شرمین اسے لیے اسٹیج کی طرف آ گئی۔ جہاں آرا سے ملی زیبا کو منہ دکھائی دی اور اس کے برابر بیٹھ گئی۔ صفدر نہ چاہتے ہوئے بھی سامنے بیٹھ کر کھانے لگا۔ شرمین نے محسوس کیا کہ صفدر کے چہرے پر گزشتہ دنوں کی کوئی شوخی، کوئی دلکشی نہیں تھی۔ دوسری طرف زیبا بھی زیور اور میک اپ کی دبیز تہہ میں کوئی الجھن اور پریشانی چھپا رہی تھی۔ اس نے یہ محسوس ضرور کیا مگر پوچھا نہیں۔ کچھ دیر بعد وہ اجازت لے کر واپس آ گئی۔ صفدر اسے گاڑی تک چھوڑنے آیا تو وہ پوچھ بیٹھی۔

''صفدر بھائی، خیریت ہے آپ کچھ بجھے بجھے سے ہیں۔''

''نہیں ایسا کچھ نہیں ہے، شادی ایک نیا حادثہ ہوتا ہے، ایڈجسٹ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔''

''اچھا! زیبا بھابی کو کب میری طرف لا رہے ہیں۔'' ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

''جب گرد چھٹ جائے گی، مطلع صاف ہو جائے گا۔'' وہ اجنبی سے انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔

''جہاں تک میرا خیال ہے آسمان بالکل صاف ہے، دور دور تک آندھی یا بادل کے آثار نہیں ہیں۔'' اس نے کھڑکی سے سر نکال کر آسمان دیکھتے ہوئے کہا۔

''طوفانوں کا کیا بھروسہ جانے کب آ جائیں۔ خیر آئیں گے۔'' وہ سنجیدگی سے کہتے ہوئے خوش ہو کر بولا۔

''او کے! اللہ حافظ۔'' اس نے بھی مسکرا کر کہا اور گاڑی نکال لے گئی۔ صفدر نے وہیں کھڑے کھڑے گویا اس کو من کی باتیں بتائیں۔

''تمہیں کیا بتائیں شرمین جی! کتنا شدید طوفان میری زندگی میں رونما ہو چکا ہے...... میں بنا بادبان کے طوفانوں کی زد میں ہچکولے کھا رہا ہوں۔ اور آپ کو نہیں معلوم کہ اس طوفان کے گزرنے اور تھمنے کی کوئی صورت نہیں...... لگتا ہے تمام عمر اسی میں سفر کرنا ہے، اس سفر کی تھکن کسی کے کندھے پر سر رکھ کے نہیں اتاری جا سکتی...... زیبا اور میرے بیچ صدیوں کا فاصلہ ہے، تاحد نظر گرد ہی گرد ہے، ایک دوسرے کا چہرہ دیکھنے سے قاصر ہیں۔'' اس نے دکھ سے سوچا اور واپس ہال کے اندر آ گیا۔ سب مہمان کھانا کھا چکے تھے۔ ان کو رخصت کرنے کا وقت تھا۔ اس نے روپ بدلا اور سب سے خوش خوش مل کر رخصت کرنے لگا۔

......✿......

ولیمے کے بعد بظاہر تو وہ رخصت ہو کر اماں ابا کے اور چند رشتے داروں کے ساتھ اپنے گھر آ گئی۔ رسم کے مطابق تو صفدر کو بھی ساتھ آنا تھا مگر اس نے بڑی خوبصورتی سے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ گھر میں رشتے دار موجود ہیں، میں اکیلا گھر چلانے والا ہوں اس لیے میں تنہا کیسے چھوڑ دوں......؟'' اور زیبا کے ابا کے دل کو یہ بات لگی، انہوں نے اس کی پیشانی چوم کر بات مان لی۔ چلنے سے پہلے زیبا نے موقع پا کر دھیرے سے پوچھا۔

''آپ! کل تو آئیں گے نا۔'' وہ سوچ میں پڑ گیا۔

"پلیز! ہماری عزت آپ کے ہاتھ میں ہے۔" اس نے ڈبڈبائی آنکھوں سے التجا کی۔ صفدر نے ہولے سے گردن اثبات میں ہلادی اور دوسری طرف چلا گیا۔ زیبا کے دل کو یقین آ گیا کہ وہ ضرور آئے گا...... مگر اس کے باوجود اس کا دل مضطرب تھا روح مضمحل تھی، من میں بے کلی تھی، ایک انجانا سا خوف اور ڈر اسے گھیرے ہوئے تھا۔ اسے نہیں معلوم کہ صفدر کا دوسرا اقدام کیا ہوگا؟ اس کی خاموشی سے وہ کچھ اخذ نہیں کر سکی تھی۔ بس اتنا اطمینان تھا کہ جس نے پہلی رات بھرم رکھ لیا وہ آئندہ بھی بھرم کی حفاظت کرے گا۔ ورنہ ہونے کو تو یہ بھی ممکن تھا کہ ہاتھ پکڑ کر گھر سے باہر نکال دیتا۔ بے عزت کرتا، مہمانوں سے بھرے گھر میں ذلیل و خوار کرتا مگر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا کس قدر ضبط اور حوصلے سے اس کا عطا کردہ زہر گھونٹ گھونٹ پی گیا...... سارا وقت ولیمے کے مہمانوں کی آؤ بھگت کرتا رہا، حرف شکایت لبوں پر نہیں آیا، مگر ایسا کب تک ہوگا؟ کیا صفدر کبھی شکایت نہیں کریں گے؟ کبھی خفا نہیں ہوں گے؟ وہ سوال جواب کرتی خود میں مگن تھی۔ تب اماں اس کے پاس آ گئیں۔

"زیبا! سب خیریت تو ہے نا۔"

"ہنہ...... ہوں جی ماں جی۔" وہ ہکلائی۔

"صفدر کیسا ہے؟" حاجرہ نے ٹٹولا۔

"وہ تو بہت اچھے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں ان کے لائق نہیں۔" بے دھیانی میں اس کے منہ سے نکلا۔

"یہ تو کیا کہہ رہی ہے؟" حاجرہ نے تشویش بھرے انداز میں پوچھا۔

"کچھ نہیں، میرا مطلب ہے وہ بہت اچھے ہیں، ہم خوش قسمت ہیں۔" وہ شرما کر نظریں جھکائے جھکائے بولی تو حاجرہ کی جان میں جان آئی۔

"بس، میری چاند! اس گھر کو جنت بنا دینا، ایسی مثال قائم کرنا کہ زمانہ تمہارے ماں باپ کی تربیت پر رشک کرے......" حاجرہ نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے کہا تو احساس ندامت سے اس کی پلکیں بھیگ گئیں، وہ ماں جی کو کیا بتاتی کہ اس گھر پہ تو کل رات ہی قیامت گزری ہے، جانے صفدر کا کیا حال ہوگا؟ اس وقت رات کا ایک بج رہا ہے اور وہ تنہا کمرے میں سلگ رہے ہوں گے، کسی سے اپنے دکھ کا تذکرہ بھی نہیں کر سکتے اور میرا دیا ہوا زہر پینا بھی اتنا آسان کام نہیں۔" اس نے ماں کے گلے لگے لگے سوچا۔

"پگلی کہیں کی، رو رہی ہے، چل اپنے کمرے میں جا کر آرام سے سو، کل صبح کا ناشتہ صفدر اور اس کی امی یہاں تیرے ساتھ کریں گے۔"

"اور اگر صفدر نہ آ سکے تو......"

"کیوں بھئی، کیوں نہ آ سکے، کل تو انہیں آنا ہی ہے۔" حاجرہ نے وثوق سے کہا اور اسٹور کی طرف بڑھ گئیں۔ مہمانوں کے لیے بستر نکالنے تھے۔ وہ مردہ قدموں سے اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

...... ✿ ......

جہاں آرا نے ہولے سے اس کے کمرے کا دروازہ اندر کی طرف دھکیلا تو دروازہ کھل گیا۔ وہ اس یقین سے کمرے میں داخل ہو گئیں کہ صفدر ابھی جاگ رہا ہے...... مگر بالکل اندھیرے میں اس کو صوفے پر محسوس کر کے انہوں نے کھٹ سے لائٹ آن کی تو اس نے آنکھوں پر بازو رکھ لیا...... آنکھیں چندھیا سی گئیں۔

"امی! آپ ابھی تک جاگ رہی ہیں۔" آنکھیں کھولتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"یہی بات میں تم سے پوچھوں تو......؟"

"بس نیند نہیں آ رہی تھی۔"

"مگر مجھے تو کچھ اور معاملہ دکھتا ہے۔" ماں نے گہری نظروں سے پریشان بیٹے کو ٹٹولا۔

"کیسا معاملہ......؟" اس کا چہرہ فق ہوا۔

"پریشان ہو یا بہو کی یاد آ رہی ہے۔"

"دونوں میں سے ایک بات بھی ٹھیک نہیں۔"

"مگر میرا دل کہتا ہے کہ کچھ ہے ضرور ورنہ تم کبھی موبائل فون آف نہیں کرتے۔"

"آپ کو کس نے کہا کہ موبائل آف ہے۔" وہ غیر دانستہ طور پر کہہ گیا۔

"عارض نے، پھر اس نے دوسرے فون پر مجھے کہا کہ خیر ہے صفدر نے موبائل کیوں آف کر رکھا ہے۔"

"عارض کا فون تھا، بند ہو گیا کیا؟ آپ نے مجھے کیوں نہیں بلایا؟" وہ بیتاب ہو گیا۔

"بلاتی کیسے؟ اس نے یہی کہا اور کل فون کرنے کا کہہ کر بند کر دیا۔ میں تو موبائل فون بند ہونے پر کچھ پریشان ہو کر آ گئی۔"

"آپ تو بلاوجہ پریشان ہو جاتی ہیں۔" ان کو تسلی فراہم کرنے کی غرض سے وہ مسکرایا۔

"مائیں بلاوجہ پریشان نہیں ہوتیں، اب سو جاؤ صبح جلدی اٹھنا ہے، زیبا کی طرف ناشتہ کرنا ہے۔"

"امی! آپ خود ہی جائیں مجھے کہیں نہیں جانا، میں بہت تھکا ہوا ہوں۔"

"جی ہاں! اسی لیے جاگ رہے ہو، سب مہمان جا چکے ہیں اب آرام سے اٹھ کر تیار ہونا ہے اور بس۔"

"مگر میرا موڈ نہیں ہے۔"

"صفدر کمال کرتے ہو، لڑکی والوں کی بھی کوئی عزت ہوتی ہے، خوشی بھرا ارمان ہوتا ہے۔"

"جانتا ہوں کتنی عزت ہوتی ہے؟" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔

"بہر حال صبح جانا ہے، شام کو زیبا کو لے کے آ جائیں گے اور پھر ہمارے گھر کا سونا پن ختم ہو جائے گا۔" جہاں آرا کی آنکھیں مسکرا اٹھیں۔ صفدر خالی خالی نظروں سے ماں کو دیکھتا رہا اور پھر طویل سرد آہ بھر کے صوفے سے اٹھا اور بیڈ پر لیٹ گیا، جہاں آرا نے اس کا ماتھا چوما اور لائٹ آف کر کے کمرے سے نکل گئیں۔ ان کے جانے کے بعد اس نے جلتی آنکھیں کھول دیں، اندھیرے میں گھورنے لگا۔

...... ✿ ......

صبح الارم بجنے کے باوجود وہ اٹھ نہ سکی۔

کچھ دیر بعد اماں اس کے کمرے میں آئیں تو پریشان ہو گئیں۔ وہ بے سدھ پڑی تھی۔ انہوں نے چہرہ چھوا تو اور زیادہ پریشان ہو گئیں۔ وہ تو بخار سے پھنک رہی تھی۔

"شرمین! چندا آنکھیں کھولو۔" اماں کے پکارنے پر اس نے سرخ سرخ آنکھیں کھولنے کی کوشش کی۔

"تمہیں تو بہت تیز بخار ہو رہا ہے، رات تو تم ٹھیک تھیں۔"

"اماں! کام ختم کر کے دیر سے سوئی تھی، پہلے جسم میں درد شروع ہوا اور پھر بخار۔" اس نے بمشکل تمام بتایا۔

"اب ڈاکٹر صاحب کو فون کرتی ہوں۔" اماں نے کہا۔

”وہ زینت آپا اور بوبی کی فلائٹ ہے۔“

”فلائٹ ہے تو کیا کروں؟ اس بخار کی حالت میں تو نہیں جا سکتے۔“

”مگر اماں!“

”بھئی چپ کر کے لیٹی رہو' پہلے ڈاکٹر کو بلالوں پھر دوسری بات ہوگی۔“ اماں نے اس کی بات کاٹ کر فون نمبر ملاتے ہوئے کہا۔

”میرے آفس بھی فون کردیں اور زینت آپا کو بھی فون کردیں۔“

”اچھا! ٹھیک ہے۔“ اماں نے کہا اور ڈاکٹر صاحب کے بعد پہلے زینت سے بات کی اور بعد میں دفتر چھٹی کی اطلاع کردی۔ اس کی پلکیں پھر بند ہوگئیں۔ اماں اس کا سر گود میں رکھ کے دبانے لگیں۔ سورتیں پڑھ پڑھ کر پھونکنے لگیں۔ کچھ ہی دیر بعد ڈاکٹر احمد حسن آگئے۔ اماں کو پریشان دیکھ کر مسکرائے۔

”اماں! معمولی سا بخار ہے آپ پریشان نہ ہوں۔“ اس کا ٹمپریچر چیک کرتے ہوئے ڈاکٹر احمد حسن نے کہا۔

”ڈاکٹر صاحب! دیکھیں تو کیسے تمتما رہا ہے، بخار سے چہرہ۔“

”ابھی کچھ ہی دیر میں ٹھیک ہوجائیں گی آپ کی شرمین۔“ پھر ڈاکٹر صاحب نے انجکشن لگایا' چند گولیاں نکال کر اماں کو سمجھایا کہ کس طرح دینی ہیں۔

”اور اماں جی ٹھنڈے پانی کی پٹیاں ماتھے پر رکھیں' کچھ ہی دیر میں بخار اتر جائے گا۔“ آخر میں یہ کہہ کر وہ بیگ اٹھائے باہر نکل گئے۔ اماں نے کچن کا رخ کیا۔ تاکہ ٹھنڈے پانی کی پٹیاں فوراً رکھی جائیں۔

❀

تمام کمروں کو لاک کر کے اس نے رحیم گل بابا کے ہاتھ پر چابیاں رکھ دیں۔ ان کی بوڑھی آنکھیں بھر آئیں۔

”بیگم صاحبہ! بہت بڑی ذمہ داری آپ میرے کندھوں پر ڈال کے جارہی ہیں۔“

”اپنے با اعتماد ملازموں پر ہی ذمہ داریاں ڈالی جاتی ہیں۔“

”آپ دونوں کے بغیر اس اتنی بڑی کوٹھی میں دم گھٹنے لگے گا۔“

”ارے نہیں بابا! آپ گاؤں سے اپنے بیٹے بہو اور بچوں کو بلالیں' انہیں اپنے پاس رکھیں۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو منیجر صاحب کو بتائیں۔“

”بہت مہربانی بیگم صاحبہ۔“

”یہ بوبی کہاں رہ گیا۔ دیر ہورہی ہے۔“ زینت نے کلائی پر بندھی گھڑی کی طرف دیکھا۔

”وہ آگئے بوبی میاں۔“

”ماما! پہلے شرمین کی طرف چلیں۔“

”نہیں دیر ہورہی ہے۔“

”ماما! ابھی فلائٹ میں سوا گھنٹہ ہے۔“

”ائرپورٹ پہنچنے کا راستہ بھی گھنٹے سے کم نہیں۔“

”ماما! شرمین کو بخار ہے۔“

”یہ کیا شرمین' شرمین کی تکرار لگا رکھی ہے' کہا نا کہ وقت نہیں ہے۔“ زینت نے ڈانٹ کر کہا تو وہ موبائل فون سے شرمین کا نمبر ملانے لگا۔ زینت کو اور زیادہ غصہ آیا۔

”آپ فون بھی نہیں کرو گے' چلو گاڑی میں چل کر بیٹھو۔“

”ماما! آپ کو کیا ہوگیا ہے؟“

”مجھے جو بھی ہوا ہے اس میں آپ کی بہتری ہے۔“ وہ تیز قدموں سے گاڑی کی طرف بڑھی۔ ناچار وہ بھی ماں کے پیچھے آگیا۔

زینت نے گاڑی کے پاس رک کے نم آلود نگاہوں سے کوٹھی کے در و بام کو دیکھا اور لائن میں کھڑے ملازمین کو دیکھا پھر الوداع کہہ کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔ گاڑی دھیرے دھیرے چلتی ہوئی گیٹ سے باہر نکل آئی۔ زینت نے برابر بیٹھے بوبی پر نظر ڈالی اس کا موڈ آف تھا۔

”بوبی! محبت کسی کو آسودگی اور خوشی دینے کے لیے کرنی چاہیے اگر کوئی دکھی اور پریشان ہوتا ہو تو محبت محفوظ کر لیتے ہیں۔“

”محبت میں واپسی ممکن نہ ہو تو۔“

”تب بھی کبھی کبھی واپس ہونا پڑتا ہے۔“

”ماما! شرمین کو میں بھول نہیں سکتا۔“

”چھوڑو اس بات کو' محبت کا یہی رنگ نہیں کہ بس جیسا آپ چاہو ویسا ہوجائے۔“

”مگر......“

”اگر مگر کچھ نہیں آپ نے اپنے کریئر پر غور کرنا ہے آپ کی خاطر اتنی محنت اور مشقت سے بنایا گھر بار چھوڑ کر دیار غیر جارہی ہوں' کچھ اس بات کا بھی خیال کرو۔“ زینت کو ملک چھوڑنے کا بہت رنج تھا۔

”تو ماما نہیں جاتے۔“

”نہیں جانا تو ہے' میں اپنا مستقبل داؤ پر نہیں لگا سکتی۔“ بوبی چپ ہوگیا۔ زینت نے گاڑی سے باہر دیکھنا شروع کردیا۔ گاڑی سبک روی سے ائرپورٹ کی جانب رواں دواں تھی۔ سب کچھ پیچھے رہتا جارہا تھا۔ زینت کا گھر' کاروبار' بوبی کی چاہت' دونوں ہی اپنی اپنی جگہ ملول تھے...... دونوں ہی ایک دوسرے کی خاطر کڑا دکھ جھیل رہے تھے۔ زینت اگر بوبی کی خاطر ملک سے جارہی تھی تو بوبی بھی تو پیاری ماں کی خاطر اپنی پہلی اور آخری چاہت چھوڑے جارہا تھا۔ شرمین کا اس کے دل میں جو مقام بن چکا تھا' اسے تبدیل کرنا ناممکن تھا مگر یہ بات وہ نہ ماں کو بتا کر پریشان کرنا چاہتا تھا اور نہ شرمین کو تکلیف دینا چاہتا تھا۔ شرمین نے زندگی کا ساتھی اپنی محبت سے چن لیا تھا۔ وہ بھلا اب کیسے اسے مجبور کرتا۔ یہی سوچ کر ماں کی بات مان لی۔

❀

ڈاکٹر احمد حسن نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ ایک انجکشن اور ایک خوراک دوا سے ہی بخار کافی کم ہوگیا تھا۔ اماں نے اس کے لیے ایک گلاس دودھ میں اوولٹین ملا کر اسے پلایا۔ تو وہ کافی بہتر محسوس کرنے لگی۔

”اللہ کا شکر ہے' تم ٹھیک ہوگئیں۔“ اماں نے خالی گلاس میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

”اماں! زینت آپا چلی گئی ہوں گی۔“

”ہاں! ساڑھے نو بجے کی فلائٹ تھی اب تو گیارہ بج رہے ہیں۔“

”کیا سوچ رہی ہوں گی؟“ وہ افسردگی سے بولی۔

”کچھ نہیں اسے بتایا تھا کہ تیز بخار ہے وہ پریشان ہوگئی تھی مگر پھر بولی کہ اسے پیار دینا۔“

”بوبی کی وجہ سے زینت آپا کو یہاں سے جانا پڑا۔“ وہ تاسف سے بولی۔

"ہاں! بہت افسردہ تھی' کاروبار کو ایک دن کسی کے حوالے کردو تو نقصان ہوتا ہے' وہ تو جانے کتنے عرصے کے لیے چلی گئی ہے۔"

"اللہ بوبی کو ہدایت دے' وہ زینت آپا کی قربانیاں یاد رکھے۔"

"بچہ ہے دھیرے دھیرے سنبھل جائے گا۔"

"اماں! بوبی اتنا نا سمجھ بھی نہیں ہے۔"

"چلو چھوڑو۔ اب چپ چاپ آرام کرو میں سوپ بناتی ہوں۔"

اماں نے موضوع بدلنے کے لیے کہا اور پیروں میں سلیپر ڈالتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئیں۔ وہ سونا چاہتی تھی کہ موبائل فون بجنے لگا۔ اس نے کال ریسیو کی..... دوسری طرف عارض تھا وہ نقاہت کے باوجود کھل اٹھی۔

"ہیلو جان من! ہاؤ آر یو؟"

"میں ٹھیک ہوں۔" اس نے دھیرے سے جواب دیا تو وہ بولا۔

"لگ تو نہیں رہا' تم بھی صفدر کی طرح بیمار ہو کیا؟"

"نہیں بس بخار تھا' مگر صفدر بھائی کو کیا ہوا؟"

"رات اس کا موبائل بھی بند تھا' اب اس وقت وہ اپنے سسرال میں ہے' الجھا الجھا سا لگ رہا تھا۔"

"اچھا' میرے علم میں نہیں۔"

"خیر' تم اپنا خیال رکھا کرو۔ میں تقریباً دس دن بعد آرہا ہوں۔"

"میرا خیال آپ رکھتے تو ہیں۔" اس نے لجا کر کہا۔

"ارے جی! ابھی کہاں خیال رکھنے کے جب دن آئیں گے تب دیکھنا۔ آپ کا مرمریں بدن خود ہماری محبت کے قصے سنائے گا' آپ کی زبان اعتراف کرے گی کہ ہمارے پیار کی شدت کیا ہے؟" وہ مخمور لہجے میں بولا۔

"بس' شاعری بند کریں اور نئی تازی سنائیں۔"

"تمہاری یاد تڑپاتی ہے' ملنے کے لیے بیقرار ہوں' دل چاہتا ہے کہ اڑ کر آجاؤں' بانہوں میں جکڑ کے پیار بھری گستاخیاں کروں۔"

"میں فون بند کرنے لگی ہوں۔" وہ شرما کر بولی۔

"شرما گئی ہو' اور زیادہ حسین لگ رہی ہو۔"

"آپ کہہ رہے تھے کہ صفدر بھائی پریشان ہیں۔"

"خیال ہے میرا کیونکہ میں اسے جانتا ہوں' کوئی پریشانی ہے ضرور فی الحال تو وہ ٹال گیا ہے' مگر رات کو تفصیلی بات کروں گا۔"

"میں بھی ان سے رابطہ کروں گی۔"

"ہاں! یہ اچھی بات ہے' میں اس کی وجہ سے پریشان ہو گیا ہوں۔"

"آپ فکرمند نہ ہوں۔"

"او کے! اپنا خیال رکھنا' اللہ حافظ۔" اس نے کہا اور فون بند کردیا۔ اس کا ذہن بھی صفدر کی طرف متوجہ ہوگیا۔ وہ سوچ میں پڑ گئی کہ ولیمے والے دن بھی وہ چپ چپ الجھا الجھا سے تھے' مجھے بھی فکرمند سے لگے تھے۔ چاہتے ہوئے بھی میں پوچھ نہیں سکی تھی۔ کل ملنے جاؤں گی' اس نے دل ہی دل میں ارادہ باندھا اور تکیے پر سر رکھ کے آنکھیں موند لیں۔

......❀......

زیبا کو لے کر جب وہ گھر پہنچے تو شام ڈھل رہی تھی۔ مہینوں کا تھکا اور پچھلی تین راتوں سے جاگا صفدر برآمدے میں رکھے تخت پر گرتے ہی سو گیا۔ جہاں آرا اپنے کمرے سے باہر آئیں تو متفکر ہو گئیں۔

"صفدر..... اصفدر!" انہوں نے پیار سے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔

"جی..... جی امی جان۔" وہ کسمسایا۔

"بیٹا! یہاں کیوں سو گئے' جاؤ کمرے میں' زیبا اکیلی ہے۔"

"تو کیا ہوا امی جان؟ کیا کوئی خطرہ ہے؟" وہ کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔

"کمال کرتے ہو' نئی نویلی دلہن ہے' ہزار ضرورتیں ہو سکتی ہیں' کس کو بتائے گی؟"

"امی! اسے آپ کو بتانا چاہیے۔"

"مجھے بھی بتا دے گی' کچھ وقت لگتا ہے' اور ویسے بھی عشاء کی اذان ہو گئی ہے' اگر سونا ہے تو کمرے میں جا کر سوؤ۔"

"اوہو..... امی! آپ نے سونے نہیں دینا۔" وہ اٹھ بیٹھا۔

"کھانا بناؤں یا دودھ ہی گرم کردوں۔"

"مجھے تو شدید نیند آرہی ہے' کچھ نہیں کھانا پینا۔" وہ کھڑا ہو گیا' جہاں آرا کی وجہ سے اسے کمرے میں تو جانا ہی تھا۔

"مگر زیبا نے تو کچھ کھانا ہوگا۔"

"ویسے میرا نہیں خیال کہ وہ بھی کچھ کھائے دوپہر کا کھانا ہی بہت مرغن تھا اور چار بجے تو کھایا ہے۔"

"پھر بھی اس سے پوچھو اور مجھے بتاؤ۔" انہوں نے کہا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں..... وہ بادل نخواستہ اپنے کمرے کی طرف آ گیا۔ دروازہ کھول کر اندر آیا تو بھینی بھینی خوشبو نے اس کا استقبال کیا۔ ہلکے سے اندھیرے میں اس نے بیڈ پر نظر ڈالی تو ٹھٹکا۔ باریک شیفون کے گلابی کرتے سے نازک مرمریں سا بدن جھانک رہا تھا۔ ایک ہاتھ آنکھوں پر تھا اور دوسرا تکیے پر' وہ گہری نیند سوئی ہوئی تھی۔ یقیناً وہ بھی شادی کے ہنگاموں میں جاگتی رہی ہوگی۔ وہ مرتا پیرا سے دیکھتا رہا اور پھر جونہی آنکھوں سے چوڑیوں بھرا ہاتھ سرکا تو چوڑیوں کے شور سے وہ بھی واپس پلٹا اور صوفے پر لیٹ گیا۔ مگر چند لمحے ہی گزرے تھے کہ وہ سر پہ آنچل جمائے اس کے سامنے کھڑی تھی۔ اس کا چہرہ حد درجہ معصوم تھا' مگر اگلے ہی لمحے وہ گردن موڑ کر بیٹھ گیا۔ بالکل انجان اور اجنبی بن کر۔

"آپ بیڈ پر سو جائیں' صوفے پر میں سو جاتی ہوں۔" اس نے کہا۔

"نہیں' میں ٹھیک ہوں۔" وہ بیگانگی سے بولا۔

"نہیں پلیز! میری بات مان لیجیے' مجھے اچھا نہیں لگتا کہ....."

"کیا..... کیا اچھا نہیں لگتا؟ مجھے دھوکہ دینا اچھا لگا' میرے ارمان مٹی میں ملانے اچھے لگے' اب پارسائی کا ڈھونگ رچا رہی ہو۔" وہ ایک دم ہتھے سے اکھڑا۔

"میں نے کب پارسائی کی بات کی ہے' میں تو مجرم ہوں آپ کی' مگر جہاں تک ہو سکے مجھے مداوا کرنے کا موقع تو دیں۔" وہ نازک نازک انگلیاں مروڑتے ہوئے بولی۔

"بعض باتوں کا نہ مداوا ہوتا ہے اور نہ تلافی۔"

"میں نے ایسا اس لیے کہا کہ آپ نے پہلی رات مجھے اعتماد بھرا حوصلہ دیا تھا۔" اس نے شکایت کی تو وہ تھوڑا شرمندہ ہوا۔

"مجھے اپنے لفظوں کا پاس ہے یاد دلانے کی ضرورت نہیں۔"

"میں آپ کے دیئے ہوئے اس اعتماد کے باوجود شرمندگی اور ندامت کی سولی چڑھی ہوئی ہوں' یہ نہ سمجھیں کہ آپ کو دکھ دے کر میں بے فکر ہوں آپ جب جیسا فیصلہ کریں مجھے منظور ہوگا۔" اس کی بڑی بڑی آنکھوں سے جھرنے بہنے لگے مگر وہ صوفے پر کروٹ لے کر سوتا بن گیا۔ نہ اس کی طرف دیکھا اور نہ جواب دیا۔ جانے کتنی دیر تک وہ کھڑی آنسو بہاتی رہی۔ رات کے تیسرے پہر ہلکی سی آہٹ پر اس کی آنکھ کھلی تو بیڈ خالی تھا...... وہ پریشان ہو کر اٹھا اور چاروں طرف دیکھنے لگا...... کمرہ خالی تھا' گھبرا کر واش روم میں دیکھا' اور پھر پلٹا تو چونکا...... جس صوفے پر وہ لیٹا تھا اس کے پیچھے قالین پر سوئی ہوئی تھی۔ اسے افسوس ہوا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔

...... ❁ ......

ملازم اشرف نے آ کر اطلاع دی۔

"خان صاحب! صفدر صاحب آئے ہیں۔"

"ارے یہیں لے آؤ۔" آغا جی نے اخبار تہہ کر کے رکھتے ہوئے کہا۔

"السلام علیکم! آغا جی۔" صفدر ان کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔

"آؤ...... آؤ صفدر بیٹا!" آغا جی نے اسے سینے سے لگا کر پیار کیا۔

"آغا جی! آپ خیریت سے ہیں آپ کی فون کال پر میں پریشان ہو گیا۔"

"ارے بیٹا! میں تو بالکل خیریت سے ہوں' عارض کا فون آیا تھا۔"

"عارض کا فون' خیریت۔"

"عارض تو خیریت سے ہے' تمہاری طرف سے فکر مند ہے۔" خان صاحب نے کہا۔

"وہ چونک کر ان کو دیکھنے لگا۔ دل چاہا کہ آغا جی کے سامنے دل کا بوجھ ہلکا کر لے...... جو پریشانی عارض سے بانٹنے کا انتظار ہے وہ آج آغا جی سے بانٹ لے مگر پھر جیسے ہونٹوں پہ قفل پڑ گیا۔

"کیا سوچنے لگے برخوردار۔"

"کچھ نہیں آغا جی' بس انسان کے ساتھ سوچ بچار تو لگی رہتی ہے۔"

"آج کل تو دن عید اور رات شب برات ہوگی۔" خان صاحب نے شگفتگی سے کہا تو وہ بجھے بجھے دل سے مسکرا دیا۔

"آغا جی! آپ سنایئے کاروبار کیسا چل رہا ہے؟"

"اللہ کی مہربانی ہے' بہت کرم ہے مالک کا بس ایک ہی ارمان ہے۔"

"یقیناً عارض کی شادی کا ارمان۔"

"بالکل ٹھیک کہا' بس اس کے آتے ہی یہ فریضہ ادا کروں گا' ویسے صفدر بیٹا' ہماری ہونے والی بہو کیسی ہے؟ کبھی اسے لے آؤ۔"

"ماشاءاللہ! بالکل ٹھیک ہے آپ جب کہیں میں لے آؤں گا۔"

"پھر کل رات کا ڈنر ساتھ کرتے ہیں۔" خان صاحب خوش ہو گئے۔

"ٹھیک ہے میں شرمین سے بات کرلوں گا۔"

"اب وہ پریشانی بھی بتاؤ۔"

"کچھ نہیں ہے آغا جی' عارض کو فون پر غلط فہمی ہوئی ہے۔" اس نے تسلی بخش انداز میں کہا تو آغا جی مطمئن ہو گئے۔ اسی

انثا میں ملازم چائے لے آیا' اس نے چائے بنائی...... مزید وہ وہاں کچھ دیر رہا اور پھر اجازت لے کر آ گیا۔

واپسی پر شام ڈھل رہی تھی۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی گھر کی طرف گاڑی لے آیا...... حالانکہ دل چاہ رہا تھا کہ سڑکوں پر پھرتا رہے' گھر کے تصور سے ہی وحشت سی ہونے لگی تھی۔ ماں سے نظریں چرانی پڑتی تھیں۔ زیبا سے کوفت اور بیزاری محسوس ہوتی تھی۔ محبت نہ سہی احساس' ہمدردی تو تھا' اس کی معصوم سی صورت بیکل کرتی تھی۔ جھکی جھکی نگاہوں میں ہلکورے کھاتا احساس جرم اسے بات کرنے پر اکساتا مگر اگلے ہی لمحے دل میں کوئی چٹکیاں لے کر مسلنے لگتا۔

"یا میرے خدا! میں کس مشکل میں ہوں؟ کس اذیت میں ہوں؟ تو تو جانتا ہے میں کسی فیصلے اور نتیجے پر پہنچنا چاہتا ہوں' مگر کوئی سرا میرے ہاتھ نہیں آ رہا' زیبا کی بھول کی سزا میں اسے دینا نہیں چاہتا اسے پاس لا نہیں سکتا...... ایسے میں میں کیا کروں؟ میری راہنمائی فرما...... اس نے صدق دل سے دعا کی اور گاڑی گھر والی گلی میں داخل کر دی۔

...... ❁ ......

اس نے جہاں آرا کو کھانا کھلا کے برتن سمیٹ دیئے۔ صفدر کا انتظار کرتے کرتے تھک گئی تھی۔ جہاں آرا بھی شام ڈھلتے ہی دوا کھانے کی وجہ سے کھانا کھا لیتی تھیں۔ پہلے تو صفدر کے ساتھ کھانے کے لیے رات گئے تک انتظار کرنا پڑتا تو کرتی تھیں مگر زیبا کے آ جانے سے بے فکر ہو گئی تھیں' کہ زیبا اور صفدر اکٹھے کھا لیں گے۔ وہ یہ تو نہیں جانتی تھیں کہ آج تک انہوں نے اکٹھے کبھی کچھ نہیں کھایا تھا۔ بس اتنا پتا تھا کہ صفدر کا اور اپنا کھانا لے کر زیبا کمرے میں جاتی ہے' کمرے میں صفدر کا موڈ ہوتا تو چپ کر کے کھا لیتا' وہ بعد میں اکیلی زہر مار کر لیتی۔

اب جونہی گاڑی لاک کر کے صفدر نے گھر میں قدم رکھے زیبا نے سلیقے سے ٹرے میں کھانا رکھا اور کمرے کا رخ کیا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی پہلے وہ واش روم میں گھسا اور پھر باہر نکل کے صوفے پر دراز ہو گیا۔ سفید لباس میں کھلے بالوں کے ساتھ وہ بھٹکی ہوئی روح کی طرح اس کے قریب آئی اور دوزانو بیٹھ کر پلیٹ میں اس کے لیے سالن ڈالنے لگی...... اس نے ترچھی نظروں سے اسے دیکھا اور ہونٹ کاٹ کے رہ گیا۔ بلاشبہ اس کا حسن قیامت تھا' مگر اگلے ہی لمحے اسے سخت کوفت محسوس ہوئی شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ اسے دیکھ کر دل پر جبر کرنا بہت مشکل کام تھا۔

"کھانا کھا لیجیے۔" اس نے متانت سے کہا۔ وہ چپ رہا۔

"سنیے! کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔"

"پلیز! پڑا رہنے دو' میرے سر پر مسلط نہ ہو جایا کرو۔" وہ تلخ لہجے میں بولا۔

"میں کوشش تو کرتی ہوں کہ آپ کے سامنے کم سے کم آیا کروں' مگر مجبوری ہے۔" افسردگی سے جواب دیا۔

"کیا مجبوری ہے؟ بولو۔"

"آپ کی نفرت بجا ہے' مگر امی جان کی وجہ سے مجھے دکھاوا کرنا پڑتا ہے۔"

"دکھاوا تو آپ پہلے ہی بہت کر چکی ہیں۔" اس نے چبھتی ہوئی نگاہ ڈال کر کہا۔ اس کے نین کٹورے بھر گئے۔

"آپ نے پہلی رات کوئی بھروسہ قائم کیا تھا' اس کی خاطر مجھے برداشت کریں۔"

"مت یاد دلاؤ پہلی رات' میرے وجود میں الاؤ ابلنے لگتا ہے اور یہ کیا بار بار مجھے یاد دلاتی ہو' میں بھی انسان ہوں' ضبط نہیں ہوتا تو گلہ بھی نہ کروں۔"

"آپ جیسا چاہتے ہیں ویسا کریں۔" وہ سسکیاں بھرتی ہوئی باہر نکل گئی۔ کچھ ہی دیر میں جہاں آرا آ گئیں۔ کھانا جوں کا توں پڑا تھا اور وہ صوفے پر بیٹھا دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے ناخن دانتوں سے کاٹ رہا تھا۔

"صفدر! کیا کہا ہے تم نے زیبا کو۔"

”جی! کچھ نہیں۔“

”پھر وہ کمرے سے روتی ہوئی کیوں نکلی؟“ ان کا انداز تشویش سے بھرپور تھا۔ مگر وہ نہ گھبرایا نہ نادم ہوا۔

”اسی سے پوچھ لیں۔“

”صفدر! یہ تو اچھی بات نہیں اتنے تھوڑے سے دنوں میں تم نے روایتی شوہر کا روپ اختیار کرلیا۔“ وہ قریب بیٹھے ہوئے بولیں۔

”ایسا کیا کردیا ہے میں نے؟“

”ماں سے اس انداز میں بات کرنے لگے ہو۔“

”سوری! مگر میں نے کیا کیا ہے؟“ وہ کچھ خفت سے بولا۔

”سارا دن وہ گھر کے کام کاج میں لگی رہتی ہے شام کو کمرے میں بند ہوجاتی ہے کہیں باہر لے جایا کرو کم از کم ایک دو روز بعد میکے لے جایا کرو۔“ جہاں آرا نے سمجھایا۔

”میرے پاس اتنا وقت کہاں ہوتا ہے؟“

”بیٹا! شام کو تو آپ فارغ ہوتے ہو۔“

”تھکن سے برا حال ہوتا ہے۔“

”زیبا رو کیوں رہی تھی؟“

”مجھے نہیں معلوم۔“

”اور یہ کھانا کیوں رکھا ہے؟“

”مجھے بھوک نہیں ہے۔“

”ہیں! کیا ہوگیا ہے تمہیں؟“

”دماغ خراب نہیں ہوا بس۔“ وہ سنجیدگی سے بولا۔

”صفدر بیٹا ہم دونوں ساتھ رہے ہیں ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے ہیں مجھ سے کون سا دکھ چھپا رہے ہو؟ کون سی پریشانی چھپا رہے ہو؟“

”امی! میں چھپا نہیں رہا ہوں برداشت کررہا ہوں۔“

”اس کا مطلب؟“

”آپ فکرمند نہ ہوں میرے آفس کا مسئلہ ہے۔“ وہ ماں کو پریشان دیکھ کر ہوش و حواس کی دنیا میں لوٹ آیا۔

جہاں آرا غیر یقینی نظروں سے دیکھتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئیں اور اس نے دہکتے دماغ کو پرسکون کرنے کے لیے اپنی آنکھیں موند لیں لیکن اسی اثنا میں گیٹ پر گاڑی رکی تو وہ چونکا۔ کچھ ہی دیر میں شرمین کمرے میں آ گئی تو وہ ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھا۔

”السلام علیکم!“

”وعلیکم السلام! خیریت اس وقت؟“

”کیوں اس وقت آنا منع ہے؟“ اس نے مسکرا کر پوچھا۔

”نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا میں تو خود آپ کی طرف آنے والا تھا۔“

”اکیلے یا بھابی کے ساتھ۔“

”کون بھابی۔“ وہ بے خیالی میں کہہ گیا تو وہ حیرت سے بولی۔

”تم بھی سے کون بھابی؟ صفدر بھائی۔“

”میں نے دراصل آغا جی کے ڈنر کا پیغام دینا تھا انہوں نے کل رات کے ڈنر پر بلایا ہے۔“ وہ یکسر اس کی بات ٹال گیا۔

”مجھے۔“ اس نے چونک کر پوچھا۔

”جی ہاں! اپنی ہونے والی بہو کو۔“ موڈ خوشگوار کرتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

”مگر عارض تو......“

”عارض تو فی الحال امریکہ ہی ہے آغا جی آپ کا دیدار کرنا چاہتے ہیں۔“

”آپ انہیں میری طرف لے آتے۔“

”کیوں آپ کو کوئی اعتراض ہے؟“

”نہیں ٹھیک ہے چلیں گے۔“

”ٹھیک آٹھ بجے وقت کی پابندی کا خیال کرنا ہے۔“

”ٹھیک ہے۔“ عارض کے گھر کے تصور سے ہی وہ سرخ پڑ گئی۔

”آغا جی بہت گریس فل اور وضع دار آدمی ہیں۔“

”عارض آپ کے لیے فکرمند تھے۔“

”وہ جگر ہے اس لیے سانس کی رفتار بھی جان لیتا ہے۔“

”اس کا مطلب ہے آپ کی وجہ سے صحیح فکرمند ہیں۔“ اس نے پوچھا۔

”چھوڑو اس ذکر کو چائے...... یا کافی۔“

”زیبا بھابی کو تو بلائیں۔“

”خود ہی آجائیں گی۔“ اس نے اس طرح کہا کہ سچ مچ زیبا چائے کی ٹرے لیے اندر آ گئی۔ تو شرمین نے کہا۔

”ارے واہ! سنا تھا کہ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے ایسا دیکھا پہلی بار ہے۔“

”آنکھیں کئی بار دھوکہ بھی کھا جاتی ہیں۔“ صفدر نے سنجیدگی سے کہا۔

”کتنی شکر......؟“ شرمین اس کے لہجے کی سنجیدگی اور نگاہوں کی اجنبیت پر دھیان نہ دے سکی زیبا نے کپ میں چائے انڈیل کر پوچھا۔

”ایک چمچ۔“ زیبا نے اسے کپ دے کر صفدر کی طرف دیکھا۔

”مجھے چائے نہیں چاہیے۔“

”بھابی! آپ ہمارے پاس بیٹھیں اور یہ بتائیں کہ صفدر بھائی آپ کو خوش رکھتے ہیں نا۔“

”ہاں...... بہت۔“ اس نے دزدیدہ نگاہوں سے صفدر کو دیکھا۔

”ویسے امید تو یہی ہے لیکن اگر تنگ کریں تو مجھے بتایئے گا میں ان کے جگر کو فون پر بتاؤں گی اور پھر دیکھیے گا......“ وہ ہنس کر بولی تو زیبا کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرا گیا۔ چائے پیتے ہوئے وہ مسلسل زیبا کو دیکھتی رہی...... وہ حد درجہ حسین و جمیل تھی۔ چائے ختم کر کے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ صفدر اسے باہر لے کر آیا تو جہاں آرا سے مل کر وہ باہر نکل گئی۔ صفدر دروازہ بند کر کے پھر کمرے میں آ گیا۔

......✿......

رات کا ایک بجا تھا۔

وہ بے سدھ نیند کی وادیوں میں تھی کہ فون کی بیل نے نیند کے خمار میں بریک لگا دیا..... اس نے بند آنکھوں کو کھولے بغیر ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا اور کان سے لگا لیا۔ ریسیور کان سے لگنے کی دیر تھی کہ عارض کی دلکش آواز نے بھک سے نیند اڑا دی۔

"میری زندگی!
مجھے دے دے
رسیلے ہونٹ معصومانہ پیشانی حسین آنکھیں
کہ میں اک بار پھر رنگینیوں میں غرق ہو جاؤں!
میری ہستی کو تری اک نظر آغوش میں لے لے
ہمیشہ کے لیے اس دام میں محفوظ ہو جاؤں!
ضیائے حسن سے ظلمات دنیا میں نہ پھر آؤں

"اجی! اجی جناب بس کیجیے۔" اس کا شاعرانہ مزاج شوق کی حدوں پر تھا کہ وہ درمیان میں چلائی۔ مگر وہ رکا نہیں۔

گزشتہ حسرتوں کے داغ میرے دل سے دھل جائیں
میں آنے والے غم کی فکر سے آزاد ہو جاؤں
مرے ماضی و مستقبل سراسر محو ہو جائیں
مجھے وہ اک نظر اک جاودانی سی نظر دے دے
نظر دے دے..... جونہی وہ رکا تو وہ بولی۔

"جناب! اپنا آپ تو آپ کے نام کر دیا ہے اب بھی یقین نہیں۔"

"اس یقین کی وجہ سے تو اتنی دور بیٹھا ہوں۔" وہ سرد آہ بھر کے بولا۔

"بیٹھے کیا ہیں اچھے خاصے شاعر بن گئے ہیں۔" اس نے چھیڑا۔

"آپ کی یاد میں فیض احمد فیض کی شاعری سے دل بہلا رہا تھا دل بیقرار ہوا تو تمہارا نمبر ملا لیا۔"

"وہ بھی رات کے ایک بجے۔"

"اچھا نہیں لگا کیا؟" وہ معصومیت سے بولا۔

"بہت اچھا لگا پتہ ہے کل......؟"

"نہیں پتہ تم بتاؤ گی تو پتہ چلے گا۔" اس کا جملہ درمیان سے اچک کر بولا تو وہ چلائی۔

"اف! توبہ میری سنو۔"

"ہاں بولو۔"

"کل رات ڈنر کے لیے تمہارے بابا نے مجھے بلایا ہے۔"

"واؤ! ونڈر فل مگر میری غیر موجودگی میں۔"

"ہنہ! مجبوری ہے۔" وہ اترا کر بولی۔

"خیر! ہمارے آنے پر تو آپ مستقل اسی گھر میں آ جائیں گی۔"

"بس نکل گئے خوابوں کے شہر میں۔"

"یہ خواب پورے ہونے والے ہیں تیار رہو اور ہاں سج بن کے جانا آغا جی دیکھتے رہ جائیں۔"

"جی ہاں! دلہن بن کر جاؤں گی۔" وہ لجا کر بولی تو وہ کھل کھلا کے ہنس دیا۔

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔"

"اچھا کب آ رہے ہو؟"

"یار! یہ نہ پوچھو مجھے لگتا ہے کہ کچھ دن آگے بڑھ جائیں گے میں کام مکمل کر کے ہی آؤں گا آغا جی نے بھی یہی حکم دیا ہے دیکھو کیا ہوتا ہے؟"

"مگر!" وہ افسردہ ہو گئی۔

"غم نہ کر میری جان! جلدی آ جاؤں گا۔" اس نے لہک لہک کر کہا تو وہ شرما گئی ہونٹ جڑ گئے۔ دوسری طرف عارض نے اس کے شرمانے کی ادا گویا دیکھ لی۔

"اب سو جاؤ پھر بات ہوگی۔"

"او کے اللہ حافظ۔" فون بند ہو گیا وہ سیدھی ہو کر لیٹی مگر نیند تو کہیں دور نکل گئی تھی۔ باقی ساری رات وہ عارض کی بانہوں میں کسمساتی رہی سرگوشیاں کرتی رہی۔ سرگوشیاں سنتی رہی...... اور پھر صبح ہو گئی۔

......❀......

جہاں آرا کے سامنے سے چائے کے برتن اٹھا کر وہ پلٹی تو پیچھے کھڑے صفدر سے ٹکرا گئی۔ ٹرے میں رکھے برتن آپس میں ٹکرا گئے۔ صفدر نے کوئی نوٹس نہیں لیا مگر زیبا کے جاتے ہی جہاں آرا نے کچھ کھوجتی نگاہوں سے اس کے چہرے پر دیکھا اور بولیں۔

"صفدر! بیٹیاں سب کی سانجھی ہوتی ہیں۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ زیبا خوش نہیں ہے۔"

"حالانکہ اسے خوش ہونا چاہیے۔" وہ کف کے بٹن لگاتے ہوئے بولا۔

"لیکن وہ خوش کیوں نہیں ہے؟"

"اس کا جواب تو وہ ہی دے سکتی ہے۔ فی الحال مجھے ذرا جلدی آفس پہنچنا ہے۔"

"اور ناشتا۔"

"آفس میں کر لوں گا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا تو جہاں آرا کو غصہ آ گیا۔

"نہیں ناشتہ کر کے جاؤ گے اگر میرے سوال سے گھبراتے ہو تو اس کا جواب میں لے کر چھوڑوں گی۔"

"امی! میرے پاس آپ کے کسی سوال کا کوئی جواب نہیں ہے اگر ہوتا بھی تو شاید میں دے نہیں سکتا تھا۔" وہ انتہائی سنجیدگی سے بولا زیبا اس کا ناشتہ لیے قریب آ گئی تھی اسے مجبوراً خاموش ہونا پڑا۔

"زیبا! بیٹھو......" جہاں آرا نے کہا تو وہ ان کے پیروں کی طرف بیٹھ گئی۔

"اصل دکھ کیا ہے؟" صفدر نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"ک......ک......کچھ نہیں۔" وہ ہکلائی۔

"تو پھر بتاؤ امی کو یہ بہت فکر مند ہیں۔" وہ سلائس پر مکھن لگاتے ہوئے بولا۔

"نہیں میرے لیے کسی کو فکر مند نہیں ہونا چاہیے۔" وہ دھیرے سے بولی تو صفدر نے اس کے لہجے میں چھپا طنز صاف محسوس کیا۔

"کیوں نہیں ہونا چاہیے تم ہمارے گھر کی خوشی ہو میں تو دن گن رہی ہوں کہ اس آنگن میں پھول کھلے اور اس کی خوشبو سے پورا گھر مہک اٹھے۔" جہاں آرا نے بہت خوش ہوتے ہوئے اسے سینے سے لگا لیا۔ صفدر نے چبھتی نگاہوں

سے اسے گھورا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"زیبا کو تو ساتھ لے جاؤ اس کے ابا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ شام کو واپسی پر لیتے آنا۔"

"امی! مجھے بہت جلدی ہے آپ لے جائیں اور ملا لائیں۔" وہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف گیا تو زیبا فوراً پیچھے آ گئی۔

"سنیے!"

"جی۔"

"ابا! آپ کا پوچھتے ہیں انہیں تو آپ معاف کر دیں۔"

"میں نے انہیں کب کچھ کہا ہے؟" وہ پلٹا۔

"آپ کی گنہگار میں ہوں وہ نہیں۔"

"مگر میں نے تو کسی کو کچھ نہیں کہا۔ آپ کی اس گھر میں موجودگی ثبوت ہے اس بات کا۔" وہ زہریلے لہجے میں بولا تو وہ رو دی۔

"اس تذلیل سے بہتر ہے کہ آپ مجھے گھر سے نکال دیں۔"

"اگر تم اسے بہتر سمجھتی ہو تو جو چاہے کرو مگر میں چاہتے ہوئے بھی اس بات کو نظر انداز نہیں کر سکتا ایک کمزور انسان ہوں فرشتہ نہیں۔"

"ٹھیک ہے پھر میرے اس گھر میں رہنے کا کیا جواز ہے؟" وہ رقت آمیز انداز میں بولی۔

"میری ماں کی خوشی اور اس کا اعتماد اگر یہاں سے جانا چاہتی ہو تو انہیں بتا دو کیا بتا سکو گی؟ میرا خیال ہے کہ نہیں یہ ایسا سچ ہے جو امی برداشت نہیں کر سکیں گی۔"

"پھر مجھے سولی چڑھا دو مجھے مار ڈالو۔" وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔ اس کا نازک بدن لرزنے لگا صفدر کا دل مٹھی میں آ گیا مگر ضبط کے کڑے سفر سے گزر کر وہ باہر نکل گیا۔ اندر کا مہربان نرم گرم جذبات رکھنے والا انسان اس کے قدموں سے لپٹا چلا گیا۔ زیبا نے بھیگی سرخ آنکھوں سے کمرے کے ہلتے ہوئے پردے کو دیکھا اور پھر گھٹنوں میں منہ دے کر رونے لگی۔

❀

جلتے بجھتے ذہن اور خاموش نظروں کے ساتھ وہ کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا تھا...... بظاہر کام ہی ہو رہا تھا مگر اس کام کے پیچھے آنسو بہاتی زیبا کی معصوم صورت رقصاں تھی۔ کبھی پوری سکرین پر اس کی دو بڑی بڑی سمندر جیسی آنکھیں بن جاتیں اور کبھی تھرتھراتے لب...... ایک کشمکش کا عالم تھا۔ پیشانی پر سلوٹیں بنتی بگڑتی دیکھ کر اس کے امیجیٹ باس ہاشم علی انصاری نے کمرے میں داخل ہو کر چند لمحے غور کیا اور بولے۔

"صفدر! کیا بات ہے؟"

"جی...... جی سر! کچھ نہیں۔" وہ چونکا۔

"کچھ تو ہے۔" وہ اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئے۔

"سر! شاید غیر ارادی طور پر ایسا ہو۔"

"ہو سکتا ہے لیکن جہاں تک میں آپ کو جانتا ہوں آپ اعصابی طور پر مضبوط انسان ہیں۔"

"میرا اپنا بھی یہی خیال ہے شاید اسی وجہ سے میں کسی بھی مشکل سے گزر جاتا ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے کوئی بڑی مشکل ہے۔"

"چھوڑیں سر آپ فرمائیں کیسے زحمت کی۔" وہ ٹال گیا۔

"آپ کا موبائل آف ہے اور دانستہ دوسرا لینڈ نمبر آپ اٹینڈ نہیں کر رہے۔"

"نہیں، موبائل صرف آف ہے کام کے وقت میں اکثر بند کر دیتا ہوں لیکن لینڈ نمبر تو ٹھیک ہے۔"

"اسی لیے تو کہہ رہا ہوں کہ کیا پریشانی ہے؟ کوئی مسٹر آغا فون ملا ملا کر تھک گئے ہیں آپ ان سے رابطہ کر لو یہ پیغام دیا ہے انہوں نے۔" وہ ایک دم پریشان ہو گیا۔

"میرے دوست عارض کے والد صاحب ہیں مگر انہیں کیا کام پڑ گیا؟"

"فون ملا کر پتہ کر لو اوکے۔" ہاشم علی نے کہا۔

"تھینک یو سر۔"

"اوکے!" ہاشم علی انصاری اس کے آفس سے چلے گئے۔ وہ اپنی پریشانی بھول بھال گیا۔ جلدی سے خان صاحب کا موبائل نمبر ملایا۔

"ارے صفدر بیٹا! جلدی میرے پاس پہنچو۔" گھبراہٹ میں انہوں نے فقط اتنا کہا۔

"خیر تو ہے آغا جی۔"

"عارض کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے میرے منیجر کا فون آیا ہے اس کی گاڑی بس سے ٹکرا گئی ہے۔ مجھے فوراً جانا ہے تم آ جاؤ۔" آغا جی نے ایک ہی سانس میں قیامت گزرنے کی خبر سنا دی اس کا دل گویا دھڑکنا بھول گیا۔ اسے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا مگر خان جی تو غلط نہیں کہہ سکتے تھے وہ جلدی سے گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر نکلا۔ اسے نہیں پتہ چلا کہ راستے میں ٹریفک کے قوانین کی کون کون سی خلاف ورزیاں کیں، کس کس سے ٹکراتے بچا جس قدر جلد ممکن ہو سکتا تھا وہ آغا جی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ سخت پریشان تھے۔ اسے دیکھ کر رو پڑے۔

"صفدر! صفدر بیٹا! میرا عارض، میں نے کیوں اسے بھیج دیا وہ بہت زخمی ہے۔ میں اس سے کتنی دور ہوں۔"

"آغا جی پلیز صبر سے کام لیں اور آرام سے بتائیں عارض کا نمبر میں ملاتا ہوں۔" اس نے بڑے حوصلے سے آغا جی کو صوفے پر بٹھایا۔

"بیٹا! نمبر نہیں مل رہا عارض تو ایمرجنسی میں ہے منیجر نے بتایا ہے کہ عارض اکیلے گاڑی لے کر شاپنگ کے لیے گئے تھے اور اس کی گاڑی بس سے ٹکرا گئی۔ صفدر میں کب اسے دیکھ سکوں گا؟" وہ چھوٹے سے بچے کی مانند ہچکیاں لینے لگے۔

"آغا جی! پلیز حوصلہ میں دیکھتا ہوں آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔" صفدر نے ان سے کہا۔

"ابھی جانا چاہتا ہوں میں اپنے عارض کے پاس۔" خان جی کی ایک ہی رٹ تھی۔ اسی اثنا میں فون کی گھنٹی بجی۔ صفدر نے جلدی سے ریسیو کیا دوسری طرف خان صاحب کا منیجر ہی تھا۔

"ہاں! بولو عارض کیسا ہے؟"

"ابھی آپریشن تھیٹر میں ہیں لیکن ڈاکٹرز نے خطرے سے باہر کی اطلاع دی ہے۔"

"زخم کہاں آئے ہیں؟"

"سر! بیک بون اور ٹانگیں متاثر ہوئی ہیں آپریشن کے بعد پتہ چلے گا۔"

"اوکے! آپ لمحے لمحے کی اطلاع دیتے رہیں ہم بہت پریشان ہیں دیکھ بھال میں کوئی کمی نہیں رہنی چاہیے۔"

"آپ بے فکر رہیں۔"

"اوکے اللہ حافظ۔"

فون بند ہونے کے بعد صفدر نے طویل سانس بھری اور خان جی کے قریب ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بیٹھ گیا۔

"آپ ہمت رکھیں اللہ بہتری کرے گا' میں ہوں نا آپ کے پاس۔"

"صفدر! کاش میں اسے نہ مجبور کرتا' وہ تو جانا ہی نہیں چاہتا تھا۔"

"آغا جی! ہونے کو تو سب کچھ جیسا ہم چاہتے ہیں ویسا ہونا چاہیے لیکن قسمت کے فیصلے کچھ اور ہوتے ہیں۔ آپ سوچیں شرمین رات ڈنر کے لیے آنے والی تھی' وہ کس قدر خوش ہوگی' مگر اب یہ تلخ حقیقت اسے برداشت کرنی ہے' میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کس طرح اسے یہ اطلاع دوں؟"

"میں جانتا ہوں' تمہیں عارض سے کتنی محبت ہے' مگر بیٹا اس بچی کو بتادو۔"

"جی' بتانا ہی ہے' ابھی چار بجے ہیں وہ آفس میں ہوگی' چھ بجے تک گھر پہنچے گی' پھر فون کردوں گا۔"

"اے میرے اللہ! میرے عارض کی حفاظت فرمانا' میرے جگر کے ٹکڑے کی حفاظت کرنا۔" خان جی نے ہاتھ پھیلا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی...... صفدر نے دل ہی دل میں آمین کہا۔

......❀......

مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کیے ہوئے' مہماں کیے ہوئے
جوشِ قدم سے بزم چراغاں کیے ہوئے' چراغاں کیے ہوئے
پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہیں
سر زیر بار منت درباں کیے ہوئے' درباں کیے ہوئے
جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصور جاناں کیے ہوئے' جاناں کیے ہوئے
غالب ہمیں نہ چھیڑ کہ پھر جوش اشک سے
بیٹھے ہیں ہم تہیہ طوفاں کیے ہوئے' مہماں کئے ہوئے۔
مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کیے ہوئے' مہماں کئے ہوئے

غالب کے جاں گداز لفظوں کا اثر تھا کہ نور جہاں کی رسیلی آواز کا جادو وہ خود سے بھی بیگانہ تھی۔ بیڈ کی پشت سے تکیہ لگائے' گردن بیڈ کے سرہانے رکھے' کہیں دور' بہت دور گئی ہوئی تھی۔ آنکھوں سے اشکوں کا سیل رواں جاری تھا۔ گلابی خشک پپڑی زدہ ہونٹ جو کہ کبھی پھولوں کا بدل ہوں گے اس وقت خزاں کے گزرنے کا اظہار کررہے تھے۔ ٹیپ ریکارڈر خود بخود بند ہوچکا تھا' اس کے باوجود وہ اسی طرح چپ چاپ آنسو بہارہی تھی۔ وہ بالکل عین سامنے آگیا تب بھی وہ اسی پوزیشن میں بیٹھی رہی...... وہ دائیں طرف رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"جس کی جدائی تمہیں اس قدر غافل کردے وہ تمہیں بہت محبوب ہوگا۔"

"میرے محبوب تو آپ ہیں۔" وہ سیدھی ہوکر بولی تو وہ اکھڑ سا گیا۔

"مجھے مت گھسیٹو اپنی پریم کہانی میں۔"

"آپ جسے پریم کہانی کہہ رہے ہیں وہ تو میری برباد جوانی کی داستاں ہے۔" وہ کربناک لہجے میں بولی۔ جھیل ایسی آنکھوں میں میلوں دور تک صداقت ہی صداقت موجود تھی۔ وہ نگاہیں ملانے کے بعد نگاہیں چرانے پر مجبور ہوگیا۔

"تمہیں اس سے محبت تھی۔" غیر متوقع سوال پر نہ وہ چونکی اور نہ گھبرائی۔

"ہاں!"

"اور اسے۔"

"وہ کہتا تو تھا۔"

"کیا وہ سچ کہتا تھا؟"

"اس وقت تو سچ ہی لگتا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم نے آنکھ بند کرکے اعتبار کرلیا۔" وہ طنزیہ بولا۔

"آپ بھی میری جگہ ہوتے تو یہی کرتے۔"

"مجھے مت اپنی گفتگو کا حصہ بنایا کرو۔ جس کی یاد آج بھی تمہیں رونے پر مجبور کرتی ہے' اسے ڈھونڈنے کا چارہ کرو...... کہ شاید......"

"پلیز! اور کچھ نہ کہیے گا...... میرا اب اس سے کوئی تعلق نہیں۔ آپ میرا جیون ہیں۔" وہ رودی...... تو وہ سفاک سے مہربان ہوگیا۔ پہلو بدل کر اٹھنے لگا تو وہ بولی۔

"میرا ماضی جس قدر میلا ہے آپ اتنے ہی فراخ دل ہیں' مجھے گھر میں پناہ دے کر آپ نے یہ ثابت کردیا ہے۔"

"میں بندہ بشر ہوں' فرشتہ نہیں ہوں' لاکھ فراغ دل کہو' مگر تمہیں قبول نہیں کرسکتا۔" اس نے برملا اعتراف کیا۔ زیبا کے دل میں درد اٹھا مگر وہ ضبط کرگئی اور کر بھی کیا سکتی تھی؟

"میں آپ کو مجبور نہیں کروں گی۔" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

"میں اتنا ضرور کرسکتا ہوں کہ تمہارا محبوب اگر کہیں مل جائے تو تمہارے حوالے کردوں باقی......"

"خدارا! میرے حوصلے کا اس طرح امتحان نہ لیں۔ وہ میرے لیے مرچکا ہے۔"

"ہنہ! مرے ہوئے لوگوں کے لیے یوں آنسو نہیں بہاتے۔" وہ جل کر اٹھا اور چینج کرنے کے لیے واش روم میں گھس گیا۔

......❀......

کمرے میں گہرا سناٹا تھا۔

صفدر اور شرمین اپنی اپنی جگہ بالکل خاموش تھے۔ صفدر کے منہ سے عارض کے بارے میں سب کچھ جان کر بھی وہ بڑے صبر اور ضبط کا مظاہرہ کررہی تھی۔ صفدر نے تو ڈرتے ڈرتے بتایا تھا مگر اس نے قوت برداشت کا ایسا عملی مظاہرہ کیا کہ صفدر کو خود بھی حیرت سی ہورہی تھی۔

"آپ بہت باہمت لڑکی ہیں۔"

"دراصل ہمت کی ہی گود میں پلی بڑھی ہوں۔"

"انسان کو ہر مشکل میں اسی طرح بہادری سے لڑنا چاہیے۔"

"یہ سبق تو بچپن ہی میں وقت نے مجھے پڑھادیا تھا۔"

"وقت جانے کیسے کیسے سبق پڑھنے پر انسان کو مجبور کردیتا ہے۔" وہ خود کہیں دور سے بولا تو شرمین نے پوچھا۔

"صفدر بھائی آپ کچھ پریشان پریشان لگنے لگے ہیں۔"

"بس صفدر کو موجودہ وقت میں اپنے جگری یار کی فکر لاحق ہے۔ اللہ اسے صحت عطا کرے۔" وہ گڑبڑا کر ٹال گیا۔

"کس کی صحت کی فکر ہے۔" اماں نے چائے کی ٹرے سمیت کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا تو شرمین جلدی سے بولی۔

"وہ صفدر بھائی کے باس کی بات ہورہی تھی۔" صفدر سمجھ گیا کہ شرمین نہیں چاہتی اماں کو عارض کے ایکسیڈنٹ کا پتہ چلے۔ اس لیے وہ بھی موضوع بدلنے کو بولا۔

"کبھی ہمارے گھر بھی آ جائیں۔"

"ارے بیٹا! گھر میں ہم دو ہی فرد ہیں، حالات اتنے خراب ہو چکے ہیں کہ افراد خانہ کی موجودگی میں بھی چور ڈاکو آ دھمکتے ہیں اس لیے بڑی مجبوری ہو تو دونوں جاتے ہیں ورنہ میں گھر پر ہی رہتی ہوں۔"

"اب مجبوری آ گئی ہے اماں آپ کا مکمل چیک اپ کرانا ہے۔" ثمرین نے کہا۔

"خیریت، کیا ہوا آنٹی کو۔" صفدر نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔

"رات کو بخار رہتا ہے، دن بھر تھکن سی رہتی ہے۔" ثمرین نے بتایا۔

"ارے تو کون سی نئی بات ہے، بیٹا عمر کا تقاضا ہے، چل چلاؤ کا وقت قریب آ رہا ہے، بس تمہاری فکر ہے اللہ تمہیں آباد کرے بس۔"

"آپ فکر نہ کریں اللہ بہتری کرے گا مگر آپ اپنا مکمل چیک اپ کرائیں، ثمرین کو تو ہمیشہ آپ کی ضرورت رہے گی۔ ماں کے بغیر نہیں چاہیے۔" صفدر نے محبت بھرے لہجے میں اماں کی ہمت بڑھائی تو وہ ہاتھ پھیلا کر اس کے لیے دعائیں کرنے لگیں۔

"زیبا بھابی کو لے آنا تھا۔"

"وہ...... وہ اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔" وہ جھوٹ بول گیا۔

"وہ...... طبیعت خراب ہے کیا؟" اماں نے شریر انداز میں پوچھا تو صفدر کے چہرے کا رنگ غیر یقینی طور پر متغیر ہو گیا۔ اس کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ معدوم ہو گئی، وہ کپ رکھ کے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ارے بیٹھو نا۔" اماں نے کہا۔

"اجازت دیں، ضروری کام یاد آ گیا ہے۔"

"صفدر بھائی! بات کیا ہے؟"

"کچھ نہیں، بس کام ہے، پھر ملاقات ہو گی۔" وہ بولا اور ایک لحہ بھی نہیں رکا۔ اس کے جانے کے بعد اماں بولیں۔

"عجیب لڑکا ہے، ابھی تو میں نے عارض بیٹے کا حال احوال لینا تھا۔ اماں نے جونہی عارض کا تذکرہ کیا وہ سخت مضمحل سی بیڈ پر آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی۔ دل پہلے ہی سخت پریشان تھا۔ اس لیے چپ رہی، اماں نے برتن ٹرے میں رکھے اور کمرے سے نکل گئیں۔ اس نے دھیرے سے آنکھیں کھول دیں، دل شدت سے عارض کے لیے تڑپنے لگا۔ اسے سچ مچ عارض سے محبت ہو گئی تھی یا عارض نے اسے محبت کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ یہ وہ سوال تھا جو وہ چپکے چپکے اپنے دل سے پوچھتی رہتی تھی۔

کتنے لوگ اس سے محبت کے دعویدار بنے؟ کتنے چہروں کو خود سے پرے کرتے ہوئے ماہ و سال گزرے...... جن میں سے سب کے سب یہ کہتے تھے کہ وہ اس سے بے پناہ محبت کرتے ہیں؟ مگر اسے نہ تو پہلی محبت یاد تھی اور نہ اس کے بعد کی کسی محبت میں وہ کشش تھی جو عارض سے غافل کرتی...... عارض تو آیا اور اس کی ہستی کا سامان بن گیا...... اب اس کی محبت اس کا حاصل تھی...... متاع عزیز تھی۔ اس کا قرب رات دن اس کے بدن پر چٹکیاں لیتا تھا۔ اس کی رسیلی آواز انگڑائی کی شکل میں جسم کے نشیب و فراز کو حرارت آ گئیں احساس بخشتی تھی، وہ اسے پہلو میں لے کر سوتی تھی اور کسمسا کر اس کی بانہوں سے آزاد ہوتی تھی۔ رات دن جو ذات کا حصہ بنا رہے اس کی تکلیف برداشت کرنا سخت حوصلے کا کام تھا۔ مگر صفدر اور اماں کے سامنے اس نے یہ کام کیا، مگر اب اسے کوئی ٹوٹ کر بکھرتے ہوئے نہیں دیکھ رہا تھا، اس لیے وہ سسکیاں بھرتے ہوئے اللہ سے عارض کی خیریت کی دعائیں کرنے لگی...... یہ عارض سے محبت کا اعتراف تھا...... انسان

جب درد کر دل سے کسی کے لیے دعا کرے تو یقین کرلو کہ اسے اس شخص سے محبت ہے۔

......❀......

قدموں کی آہٹ پر جہاں آرا نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں۔ زیبا اپنے کمرے سے باہر نکل کر کچن کی طرف جا رہی تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھیں عینک لگائی اور اس کے کچن سے باہر آنے کا انتظار کرنے لگیں۔ روز ہی وہ فجر کی نماز کے بعد برآمدے میں بچھے تخت پر لیٹ جاتی تھیں، کچھ دیر آنکھیں بند کیے تسبیح پڑھتی رہتیں پھر کچھ دیر کو سو جاتیں، جونہی زیبا ان کے لیے چائے لے کر آتی تو وہ اٹھ بیٹھتیں۔ مگر آج انہیں تشویش ہو رہی تھی کیونکہ زیبا کے بال بے ترتیب تھے آنکھوں کے پپوٹے بھاری تھے سب سے اہم بات یہ تھی کہ وہ سب سے پہلے انہیں صبح کا سلام کرتی تھی، ان سے پیار اور دعائیں لے کر کچن کی طرف جاتی تھی مگر آج وہ سیدھی کمرے سے کچن میں کیوں گئی؟ یہ فکر جہاں آرا کو اس وقت تک رہی جب تک زیبا چائے کا کپ لیے ان کے پاس نہیں آ گئی۔

"صبح بخیر۔" اس نے جونہی چائے کا کپ ان کے سامنے رکھا تو انہوں نے خود ہی پہلے کہہ دیا وہ چونکی اور شرمندگی سے بولی۔

"او! صبح بخیر آج میں بھول گئی۔"

"یہی تو حیرت ہے کہ کیوں بھول گئیں؟"

"دراصل!" وہ رکی اور پھر ان کی کھوجتی آنکھوں کے باعث جلدی سے بولی۔

"رات ٹھیک سے سو نہیں سکی بس۔"

"یہ تو بری بات ہے رات آرام کے لیے ہوتی ہے اپنی حالت دیکھو میں صفدر کے کان کھینچتی ہوں، کیا رات بھر نہیں سونے دیتا۔" انہوں نے شرارت سے کہا۔ وہ خجل سی ہو گئی، چہرہ پھیکا پڑ گیا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" وہ بے خیالی میں کہہ گئی تب چائے کی چسکی لیتے ہوئے وہ اور حیرت سے بولیں۔

"پھر کون سی بات ہے؟"

"میرے سر میں درد تھا۔"

"تو کوئی دوا کھائی تھی۔ اس گھامڑ کو بتا دیتیں۔"

"جی بہتر۔" جہاں آرا نے غور سے اس کا جائزہ لیا اور سنجیدگی اختیار کر لی۔

"زیبا! جو بات اب تک نہیں ہوئی اسے ہونا تو چاہیے، دیکھو کتنا ویران ہے ہمارے گھر کا صحن۔"

"جی...... جی ہاں۔" وہ ہکلائی، شرمندگی اور احساس ندامت سے نظریں جھک گئیں۔

"میں کئی روز سے سوچ رہی ہوں کہ اس مسئلے پر بات کروں مگر پھر کچھ سوچ کر چپ ہو جاتی تھی۔"

"جی کیا بات ہے؟" ڈرتے ڈرتے اس نے ان کی ہچکچاہٹ دور کی۔

"اب تک خوشی کی نوید نہیں سننے کو ملی اس کی وجہ تم دونوں کا فیصلہ ہے یا اللہ کی مرضی۔" انہوں نے بات کرنے کے بعد بغور نگاہوں کی ترازو میں اسے تولنا شروع کر دیا۔ وہ پانی پانی ہو گئی۔ اچھے خاصے سرد موسم میں بھی اس کے چہرے پر پسینا آ گیا۔

"اللہ کی مرضی کہہ لیں۔" وہ دھیرے سے بولی۔

"اللہ کی مرضی کے سامنے کون کچھ کہہ سکتا ہے؟ بس کچھ علاج معالجے کی کوشش کر سکتے ہیں۔"

"جی ٹھیک ہے۔" وہ اٹھ کر بھاگنے کو تھی کہ وہ بولیں۔

"بیٹا! ہم علاج کراسکتے ہیں باقی جو اللہ کو منظور‘ تم صفدر کو بلاؤ میں چاہتی ہوں کہ آج وہ کسی اچھی سی گائنا کالوجسٹ سے وقت لے۔" وہ حتمی فیصلہ کرتے ہوئے یہ دیکھنا بھول گئیں کہ زیبا کے دل پر کیا گزر رہی ہے اس وقت۔ وہ تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بھاگی کمرے میں دروازے سے باہر نکلتے ہوئے صفدر سے ٹکرائی‘ اس نے دونوں بازوؤں سے سنبھالا اور گرنے سے بچایا۔ وہ صوفے پر منہ چھپا کر رونے لگی۔ صفدر کی سمجھ میں کچھ نہ آیا‘ کچھ دیر کھڑا سوچتا رہا پھر پوچھا۔

"کیا بات ہے؟" وہ مسلسل روتی رہی کچھ نہ بولی‘ تو وہ اظہار ہمدردی کے باعث قریب ہی بیٹھ گیا۔

"کیا مسئلہ ہے، تمہارے گھر تو خیریت ہے نا؟"

"ہنہ......" روتے روتے اس نے مختصراً کہا۔

"تو پھر......"

"کچھ نہیں‘ پلیز آپ جائیں۔"

"میں نے پوچھا ہے رونے کی وجہ۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"امی مجھے گائنا کالوجسٹ کو دکھانا چاہتی ہیں۔"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" وہ سرد مہری سے بولا۔

"وہ سمجھتی ہیں کہ اب علاج کی ضرورت ہے حالانکہ۔"

"حالانکہ‘ ان کا بیٹا اس بات کا ذمہ دار ہے‘ یہی کہنا چاہتی ہو۔ یا کہنا آئی ہو۔" وہ جھٹکے سے کھڑا ہو گیا۔

"میں نے ایسا کچھ نہیں کہا‘ میں تو پریشان ہو گئی ہوں۔" وہ خوفزدہ سی ہو گئی۔

"اب اگر وہ کہیں تو بتا دینا کہ صفدر میں خرابی ہے۔"

"خدا نہ کرے۔" بے اختیار ہی اس کا سفید نازک سا ہاتھ صفدر کے منہ تک چلا گیا۔ وہ حیرت زدہ سا اس کا ہاتھ دیکھتا رہ گیا۔ بہت سے ان کہے جذبے منکشف ہو گئے۔

"یہ دعا ہے یا خواہش۔" نظریں چراتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"آپ بیشک میرے نہ ہوں مگر جس کسی کے بھی ہوں مکمل ہوں۔" اپنی ننھی سی ناک صاف کرتے کرتے وہ بولی تو صفدر کا دل شور مچانے لگا۔ کتنی بڑی خواہش کا اس نے یوں اعلیٰ ظرفی سے اقرار کرلیا تھا۔ کتنے حوصلے سے کسی اور کے لیے اس کی تکمیل کی آرزومند تھی۔ صفدر کو اس سمے جانے اس بے ترتیب سی لڑکی سے کیوں انسیت سی ہونے لگی۔ وہ جلدی سے اس کے پاس سے اٹھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا کمرے سے نکل گیا‘ اس نے صاف محسوس کیا کہ صفدر کے دل پر کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوا ہے لیکن اس اثر کا اظہار بہت مشکل اور دشوار تھا‘ شاید ساری عمر کے بعد یا آدھی عمر کی محنت اور ریاضت کے بعد اور اس وقت تک یہاں رہنا ممکن بھی تھا کہ نہیں اس نے غمزدہ ہو کر سوچا اور بے دلی سے اٹھ کر باہر آ گئی۔ صفدر کا ناشتہ بنانا تھا‘ امی اور صفدر دونوں ساتھ ناشتہ کرتے تھے‘ امی اسے بھی ساتھ ناشتے کا کہتی تھیں مگر صفدر نے کبھی نہیں کہا‘ اس لیے وہ خود تھوڑا بہت جو کھانا ہوتا کچن میں کھا لیتی۔ صفدر کو کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ جہاں آرا یہ بات محسوس کر کے بارہا ان دونوں سے کہہ چکی تھیں۔

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ)

موم کی محبت
راحت وفا

دل جل رہا تھا غم سے مگر نغمہ گر رہا
جب تک رہا' میں ساتھ' مرے یہ ہنر رہا
صبح سفر کی رات تھی' تارے تھے اور ہوا
سایہ سا ایک دیر تلک بام پر رہا

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

شرمین خوب صورت اور سلجھی ہوئی لڑکی ہے۔ چار سال پہلے اس کی زندگی میں صبیح احمد آیا تھا اور اتنا ہی عرصہ ان دونوں کی محبت پروان چڑھی پھر صبیح تعلیم مکمل کر کے واپس کراچی اپنے گھر چلا گیا اور شرمین سے وعدہ کر گیا کہ وہ جلد ہی رشتے کے لیے اپنی ماں کو بھیجے گا لیکن صبیح کی ماں شرمین کے لیے راضی نہیں ہوتیں اور صبیح کی شادی فریحہ سے کر دیتی ہیں۔ شرمین ایک فرم میں اچھی پوسٹ پر جاب کر رہی ہے شرمین کے آفس میں مرزا صاحب شرمین سے جھوٹی محبت کا دم بھرتے ہیں جس سے پریشان ہو کر شرمین صبیح احمد کو خط لکھتی ہے کہ وہ کراچی آ رہی ہے۔ صبیح پہلی فلائٹ سے شرمین سے ملنے چلا آتا ہے اور اسے اپنی شادی کا بتاتا ہے شرمین اس کی شادی کا سن کر ششدر رہ جاتی ہے صبیح اسے یقین دلاتا ہے کہ وہ اپنی بیوی فریحہ کو طلاق دے کر شرمین کو اپنا لے گا۔ عارض شرمین کی محبت میں پاگل ہوا جا رہا ہے صفدر جو عارض کا بہترین دوست ہے اس سے عارض کی یہ حالت دیکھی نہیں جاتی۔ صفدر شرمین سے مل کر اسے عارض کی بے قراری کا بتا کر اس کی محبت کا یقین دلاتا ہے اور یوں شرمین عارض سے منگنی کر لیتی ہے۔ شرمین کی کزن زینت آپا کا بیٹا بوبی بھی شرمین کی محبت میں مبتلا ہے بوبی کو جب شرمین کی منگنی کا پتا چلتا ہے تو وہ خود کشی کی کوشش کرتا ہے لیکن بروقت زینت آپا بوبی کو ڈاکٹر کے پاس لے جا کر اس کی جان بچاتی ہیں ساتھ ہی ملک چھوڑنے کا فیصلہ بھی کر لیتی ہیں۔ صبیح احمد فریحہ کو طلاق دے کر واپس شرمین کے پاس آتا ہے تو شرمین انہیں اپنی منگنی اور جلد شادی کا بتا کر حیران کر دیتی ہے۔ صبیح احمد مایوس ہو کر ملک سے باہر چلا جاتا ہے۔ صفدر کی شادی زیبا کے ساتھ بہت دھوم دھام سے ہوتی ہے زیبا جہاں آرا (صفدر کی ماں) کی پسند ہے صفدر اس شادی سے خوش ہے مگر شادی کی اولین رات اس کے تمام ارمانوں پر اوس پڑ جاتی ہے جب صفدر کو زیبا اپنی کہانی سناتی ہے صفدر کا ارمانوں کا محل ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ عارض بزنس کے سلسلے میں امریکہ جاتا ہے اور وہاں اس کا ایکسیڈنٹ ہو جاتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❀......❀......❀

جہاز فضا میں بلند ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ صفدر نے شرمین کی طرف دیکھا وہ ابھی تک آسمان کی وسعتوں میں جانے کیا دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک اداسی تھی' انتظار کی کسک تھی' اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ پر لگا کر خود بھی اڑ جائے' اس دیس میں پہنچ جائے جہاں عارض کو اس کی تیمار داری کی ضرورت تھی۔ صفدر نے افسردگی سے پوچھا تو اس کی مضطرب نگاہیں آسمان سے لوٹ آئیں۔

"کیا دیکھ رہی ہو جہاز تو کب کا جا چکا......؟"

''ہنہ......!'' اس نے طویل سرد آہ بھری اور اس کے ساتھ باہر کی طرف بڑھ گئی۔

''میں حیران ہوں کہ عارض کتنا خوش قسمت ہے اسے تم جیسی لڑکی دیوانہ وار چاہتی ہے۔'' صفدر نے کہا تو وہ ہولے سے مسکرا دی۔

''عارض! مجھ سے زیادہ مجھے چاہتا ہے یہ بات آپ بھی جانتے ہیں۔''

''ہاں! لیکن یہ بات بھی خلاف توقع ہوئی ورنہ عارض کسی لڑکی کو بھی فلرٹ سے زیادہ گھاس نہیں ڈالتا تھا' مگر تمہارے معاملے میں چاروں خانے چت ہوگیا۔'' صفدر نے اس کے لیے گاڑی کا فرنٹ ڈور کھولا۔ وہ اندر بیٹھ گئی تو وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

''یہ عارض کے دل کا معاملہ ہے' مگر میں بہت فکر مند ہوں۔'' وہ اداس سی تھی۔

''اب آغا جی چلے گئے ہیں' اطمینان رکھو اللہ بہتر کرے گا۔'' صفدر نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

''اللہ بہتر ہی کرے' بس آج کل طبیعت پریشان ہے' ایک طرف اماں کی پریشانی ہے' ڈاکٹر نے انہیں تپ دق بتایا ہے' انہیں آرام و سکون کی اشد ضرورت ہے۔''

''اوہو! لیکن یہ مرض اب قابل علاج ہے۔''

''ہاں! لیکن میری مجبوری یہ ہے کہ میرے پاس وقت نہیں' سارا دن آفس میں گزرتا ہے اور وہ اکیلی ہوتی ہیں۔''

''اس کا حل ہے میرے پاس۔''

''وہ کیا......؟''

''جب تک ان کا علاج ہو آپ دونوں میری طرف شفٹ ہو جاؤ۔''

''ارے! نہیں صفدر بھائی یہ تو بہت مشکل ہے۔''

''کوئی مشکل نہیں ہے' گھر میں جگہ بھی ہے اور حق بھی' میری امی رات دن بوا کا دل بہلائیں گی۔'' وہ جلدی سے بولا۔

''زیبا بھابی کو مشکل ہوگی۔''

''وہ بیچ میں کہاں سے آگئی؟'' وہ تلخی سے بولا تو شرمین نے گردن گھما کر اسے دیکھا۔

''صفدر بھائی! ایک بات پوچھوں۔''

''ہنہ!''

''زیبا بھابی سے آپ کے تعلقات کیسے ہیں؟''

''کون سے تعلقات؟'' شرمین کے گیٹ پر گاڑی روکتے ہوئے وہ بولا۔

''میرا مطلب ہے' گھریلو تعلقات۔''

''یہ بات پھر کرلیں گے' ضروری سامان پیک کر لینا' میں کل شام میں آؤں گا۔'' وہ یہ کہہ کر تیزی سے گاڑی نکال لے گیا۔ شرمین چند لمحے کھڑی رہی پھر گیٹ کھول کر اندر داخل ہوگئی۔

زیبا کے متعلق سوال پر وہ ہمیشہ چڑچڑاہٹ کا شکار ہوتا تھا۔ بس دل چاہتا تھا کہ کوئی اس کا نام لے کر اس کے سوئے جذبوں کو نہ جگائے۔ وہ بڑبڑاتا ہوا گھر میں داخل ہوا اور پھر جہاں آرا کے کمرے میں جھانک کر سیدھا اپنے کمرے میں آگیا۔ جہاں آرا مغرب کے بعد حسب معمول کچھ دیر آرام کرتی تھیں جبکہ زیبا واش روم میں تھی' اندر سے پانی گرنے اور چوڑیوں کی آواز سے اس نے اندازہ لگایا کہ وہ نہا رہی ہے...... وہ صوفے پر بیٹھ کر جوتے کے تسمے کھولنے لگا۔ عین اسی لمحے اس کی زوردار چیخ سنائی دی اور کھٹ سے دروازہ کھول کر وہ دیوانہ وار بھاگتی ہوئی کمرے میں آگئی۔ صفدر ششدر رہ

گیا‘اس کی بدحواسی ندامت میں بدل گئی۔ وہ بھیگے بدن کے ساتھ اپنے قدموں پر جم گئی۔ نہ اندر جانے کی سکت رہی اور نہ کسی اور گوشے میں چھپنے کی قوت رہی وہ مجرموں کی مانند کھڑی تھی۔ صفدر کے دل میں دھماکے ہونے لگے۔ اسے ایسا لگا کہ وہ اگر اس کے قریب نہ گیا تو شعلوں میں جل جائے گا۔ وہ چاہنے نہ چاہنے کی حدوں سے گزر کر اس کے قریب گیا اور پھر لحہ کمزور نے اسے ایسے اپنی گرفت میں لیا کہ نفرت وجبر کی سب دیواریں گر گئیں۔ وہ شرمسار سی بھاگنا چاہتی تھی مگر اس کے مضبوط حصار میں پھڑ پھڑانے لگی۔ وہ بستر کی سلوٹوں میں اس کا عزم راسخ اپنا راستہ بھول گیا۔ جب ہوش آیا تو وہ خجل سا نظریں چرا کر بستر سے اٹھا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔ تب زیبا نے خوف سے سہمی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''گویا تم نے منصوبہ بنا رکھا تھا۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''جی......وہ......وہ۔'' وہ ہکلائی۔

''کیا وہ؟'' اس نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

''وہ اندر چھپکلی تھی‘ اچانک نظر پڑی تو میں خوف زدہ ہوگئی۔'' وہ منمنائی۔ تو وہ ادا سے مسکرایا۔

''مقصد تو پورا ہوگیا نا۔''

''آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔'' وہ شرمندگی سے رو دی۔

''بہر کیف! میں خود سے شرمندہ ہوں‘ تمہارے بہکاوے میں جانے کیسے آگیا؟''

''کیوں......کیوں شرمندہ ہیں آپ؟ میں آپ کی بیوی ہوں۔''

''آپ بھول رہی ہیں زیبا بیگم آپ کی کیا حیثیت ہے؟''

''مجھے حیثیت یاد ہے‘ میں آج بھی واپس جانے کو تیار ہوں۔''

''اگر کوئی راستہ ہے تو جاؤ۔'' وہ سفاک بن گیا۔ اس کی بات سن کر وہ گھٹنوں میں منہ دے کر روتی رہی۔ جبکہ وہ واش روم میں گھس گیا۔

❀......❀......❀

یہ کس بندھن میں الجھایا ہے زندگی تو نے
جو توڑا بھی نہیں جاتا‘ نبھایا بھی نہیں جاتا

رات کا ایک بجا تھا۔ وہ بے سکون تھا‘ کروٹیں بدلتے بدلتے تھک گیا تھا‘ آج بستر پر کیسی کیسی کچھو کے لگا رہی تھی‘ کیسا احساس تھا جو بار بار سر اٹھا کر صوفے پر سوئی زیبا کو دیکھنے پر مجبور کر رہا تھا۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی‘ یا سونے کی اداکاری کر رہی تھی‘ یہ وہ نہیں جانتا تھا مگر جو بے کلی اور بے بسی تھی اس کا پیغام یہی تھا کہ جو آج ہوا وہی زندگی کا حاصل ہے جو اس سے پہلے گزری وہ بھی بیکار تھی جو اس کے بغیر گزرے گی وہ بھی پھیکی اور بے رنگ ہوگی۔ بالکل ایسے انسان کی طرح جو ایک بار شہد کا مزہ چکھ لے تو اسے چینی بے مزہ اور پھیکی لگتی ہے‘ صفدر نے ہر طرح سے شہد آگیں مزہ اور کیف آگیں لذت چکھ لی تھی‘ اسے تو اندازہ ہی نہیں تھا کہ اس کے ریشمی جسم کے احساس میں وہ پور پور ڈوب جائے گا‘ نگاہوں کا خمار اسے ایسی بے قراری بخشیں گے کہ وہ زیبا کو امرت کی بوتل سمجھ کر غٹا غٹ پی جائے گا۔ اس نے اپنے جسم پر ہاتھ پھیر کر ان لمحوں کو محسوس کیا جب وہ زیبا کے بدن کے نشیب وفراز میں بھٹک گیا تھا‘ وہ اس کی سپردگی میں پر سکون ہوگئی تھی‘ اطمینان پسینے کی ننھی بوندوں کی شکل میں اس کے چہرے پر پھیل گیا تھا‘ وہی سکون‘ وہی اطمینان کیا اب بھی اس کے چہرے پر ہے یہ دیکھنے کے لیے وہ تیزی سے بیڈ سے اٹھا اور اس کے قریب جا کر غور سے دیکھنے لگا‘ وہ بے خبر سوئی تھی مگر پر سکون پر اطمینان بالکل ایسے جیسے صدیوں کی بے سکونی کے بعد سکون اور اطمینان کی دولت حاصل ہو جائے۔ اس کا یہ اطمینان اور سکون اس

کی رگ و پے میں سوئیاں چبھو گیا‘ جسم میں دوڑنے والا خون غم و غصے سے کھولنے لگا‘ اس کی معصوم صورت اسے زہر لگنے لگی۔ یہ احساس ستانے لگا کہ پہلے بھی یہ اس طرح پرسکون ہو کر سوچکی ہے۔ پہلے بھی اس کے بدن سے لپٹے شرارے کوئی محسوس کرچکا ہے‘ اور آج یہ غلطی اس سے کیوں سرزد ہوگئی؟ اتنے فاصلے کیسے سمٹ گئے؟ اتنی دوری کیسے ختم ہوگئی۔ اپنی معصوم اداؤں سے اپنے محبوب کو گرما کر کس طرح مسرور ہوئی ہوگی؟ یہ سوچ اس کو نفرت دلانے لگی۔ غصے کے اظہار کے لیے اپنا پیر زور سے صوفے پر مارا تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ مگر وہ رکا نہیں لال انگارہ بنا کمرے سے باہر نکل گیا۔ زیبا کی روح فنا ہوگئی۔ صفدر کے تیور اعلان کررہے تھے اس بات کا کہ وہ ذہنی خلفشار کا شکار ہے اور اس خلفشار کی بنیادی وجہ وہی ہے...... اس کا اسے یقین تھا‘ وہ پہلے تو ایسا نہیں سوچتی تھی مگر اب اس کی دلی آرزو تھی کہ صفدر اور اس کے درمیان سے دھند چھٹ جائے لیکن یہ دھند تو مزید بڑھتی جارہی تھی جسموں کے ملاپ کے باوجود صفدر جس انداز میں کمرے سے باہر نکلا تھا اس سے یہ اندازہ لگانا قطعاً مشکل نہیں تھا کہ صفدر کو یہ بات بھی پسند نہیں آئی تھی...... اس نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر صدق دل سے دعا کی۔

’’اے باری تعالیٰ‘ صفدر کے دل میں میری توقیر بڑھا دے۔ اس گھر کو میرے لیے جنت بنادے کہ یہاں سے نکل کر میں کہاں جاؤں گی؟‘‘

’’وہاں جہاں تمہیں جانا چاہیے تھا۔‘‘ آخری جملہ سن کر کمرے میں داخل ہوتے ہوئے صفدر نے طنزیہ کہا۔

’’کہاں؟‘‘ بے ساختہ ہی اس نے معصومیت سے گھنیری پلکیں اٹھا کر پوچھا‘ تو وہ رخ موڑ کر بولا۔

’’یہ تو تمہیں اپنے محبوب سے پوچھنا تھا‘ کم سے کم میرے دروازے کا انتخاب نہیں کرنا چاہیے تھا۔‘‘

’’میرا بس چلتا تو میں قبر کے اندھیروں میں اتر جاتی‘ مگر بوڑھے ماں باپ زندہ درگور ہوجاتے۔‘‘

’’واہ! واہ زیبا بیگم! اپنے ماں باپ کا خیال کیا تم نے اور اس سارے قصے میں‘ میرا نام اور میرا گھر کہاں سے آ گیا؟ پورے شہر میں کوئی اور احمق ڈھونڈ لیا ہوتا۔‘‘

’’خدا کے لیے چپ کر جائیے‘ میرا گلا دبادیں مگر اس طرح اذیت نہ دیں۔‘‘

’’ہنہ! میں اپنے ہاتھ گندے کروں آخر کیوں؟ اور یہ جو ناٹک کرکے تم نے مجھے جذباتی بنایا تو اس کو کامیابی نہ سمجھنا۔ یہ تو وہ منظر ہے جو مجھے تمہارا ماضی یاد دلاتا ہے۔‘‘ وہ تحقیر آمیز نظروں سے اسے گھورتا ہوا ڈریسنگ ٹیبل تک گیا‘ گاڑی کی چابی اٹھائی اور دوبارہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ زیبا حسب عادت گھٹنوں میں منہ دے کر بیٹھ گئی۔ اس کے اختیار میں بس یہی تھا۔

❀......❀......❀

جہاں آرا بیگم نے فجر کی نماز کے بعد تسبیح سنبھال لی تھی۔

گاڑی لاک کرنے کی آواز پر وہ ٹھٹکیں۔ چند لمحوں بعد اندرونی دروازہ چابی سے کھلا تو کچھ شک سا ہوا کہ شاید صفدر ہے‘ لیکن فجر کے وقت اس کی واپسی پریشان کررہی تھی۔

’’کون...... کون ہے؟‘‘ بستر سے اٹھتے ہوئے انہوں نے گرجدار آواز میں پوچھا۔

’’امی! میں صفدر۔‘‘

’’صفدر!‘‘ وہ بڑبڑائیں اور پھر تسلی سے بیٹھتے ہوئے بولیں۔

’’اتنی صبح کہاں سے آرہے ہو‘ کیا رات باہر گزاری ہے؟‘‘

’’ارے امی آپ جاگ رہی ہیں۔‘‘ وہ کچھ شرمندگی سے کہہ کر ان کے سامنے بیٹھ گیا۔

''یہ جاگنے کا وقت ہے مگر تم کہاں سے آرہے ہو؟'' انہوں نے بیٹے کو سر سے پیر تک گھورا۔ ماں کے لیے یہ ایسا موقع ہوتا ہے کہ جوان اولاد کو تفتیشی پولیس افسر کی نگاہوں سے گھورنا پڑتا ہے۔

''سارا شہر سو رہا تھا اور آپ کا بیٹا سڑکیں ناپ رہا تھا۔'' ٹانگیں پھیلاتے ہوئے جلتی سرخ انگارہ آنکھوں سے ماں کو دیکھا اور زہر آلود سی مسکراہٹ لبوں پر سجالی۔

جہاں آرا اٹھیں آنکھوں پر اپنی نظر کی عینک لگائی اور بولیں۔

''صفدر! کیا حالات بالکل ایسے ہیں جیسے میں سوچ کر فکر مند ہوں۔''

''آپ کو فکر مند ہی تو نہیں دیکھنا چاہتا۔'' وہ شکستہ قدموں سے اٹھا تو وہ گرجیں۔

''بیٹھ جاؤ اور ماں کی فکر میں اضافہ مت کرو۔'' وہ دھم سے کرسی پر گر گیا۔

''صفدر! کیا بات ہے زیبا تمہیں پسند نہیں کیا؟''

''امی! میرا ذاتی کوئی مسئلہ ہے۔'' اس نے ٹالا۔

''جھوٹ مت بولو شادی کے دن سے آج تک تم دونوں کو ایک دوسرے سے جدا جدا کھنچا کھنچا ہی دیکھا ہے۔'' وہ گہری سنجیدگی سے بولیں۔

''آپ کو وہم ہوگیا ہے میں کیسے یقین دلاؤں؟'' وہ بھرپور یقین دہانی کے انداز میں بولا تو وہ بولیں۔

''شادی گھر میں رونق لانے کے لیے کی تھی مگر گہرے جامد سناٹے نے جگہ لے لی ہے۔''

ان کی بات کا مطلب سمجھ کر وہ سٹپٹایا اور پھر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ انہیں کچھ بتانے والے حالات نہیں تھے۔ دل میں دھواں سا بھر گیا۔ آنکھوں کے کونے تر ہوگئے۔ لرزتی آواز میں فقط اتنا کہہ سکا۔

''امی! کچھ فیصلے اللہ نے اپنے پاس رکھے ہیں۔''

''کچھ نہیں تمام کے تمام فیصلوں کا مالک و مختار اللہ ہی ہے لیکن کچھ دوا دارو علاج معالجہ بھی ضروری ہوتا ہے۔'' وہ آج اسے لتاڑنے کا پورا پروگرام بنا کر بیٹھی تھیں۔

''فی الحال میں بہت تھکا ہوا ہوں پلیز مجھے سونے دیں۔'' وہ منت پر اتر آیا۔

''ٹھیک ہے مگر زیبا کو اس کے گھر چھوڑ آؤ اس کے والد بیمار ہیں۔'' جہاں آرا نے اس کے وجود پر چھائی تھکن ماں کی ممتا بھری نگاہوں سے دیکھی اور زیبا کو اس کے گھر پہنچانے کے لیے کہا...... کافی دن سے وہ کہہ رہی تھیں مگر وہ سنی ان سنی کر دیتا تھا۔

''ٹھیک ہے آج دن میں چھوڑ آؤں گا۔'' وہ رضا مند ہو کر کمرے کی طرف چل دیا۔ کچھ وقت کے لیے تو ماں کے کڑے سوالوں سے قرار مل گیا تھا مگر کب تک؟ ایک نہ ایک دن تو انہیں پتہ لگنا ہی تھا کہ ان کی بہو اور بیٹے کے تعلقات کس نوعیت کے ہیں؟ اور کس نہج پر ہیں؟ یہی فکر صفدر کے دامن گیر تھی۔ وہ سوچ سوچ کر پریشان تھا کہ ایسا وقت آیا تو کیا جواب دوں گا پیاری ماں کو...... کس طرح لاڈلی بہو کے دامن پر لگا دھبہ دکھاؤں گا انہیں...... کس قدر دکھی اور پشیمان ہوں گی وہ۔'' مگر یہ وہ فکر تھی جس کا کوئی حل اس کے پاس فی الوقت نہیں تھا۔ وہ زیبا سے تنت کبیدہ خاطر بھی تھا اور خاصا رحم بھی دل میں کروٹیں لیتا تھا۔ اس سے بیزار بھی تھا اور اس کے مہکے مہکے سراپے سے انسیت بھی محسوس ہونے لگی تھی۔ اسے گھر میں رکھنا بھی نہیں چاہتا تھا...... مگر کچھ اس طریقے سے اس نے تشنہ بے قرار جذبوں کی پیاس مٹائی تھی کہ اس کی خوشبو بدن سے لپٹ کر اس کے لیے نرم گوشہ مانگنے لگی تھی۔ اس وقت بھی وہ کمرے میں داخل ہوا تو وہ اس کے دل میں ہلچل مچا گئی۔ ہاتھ میں تسبیح پکڑے صوفے کی پشت سے سر لگائے نیند کی وادیوں میں پہنچی ہوئی تھی۔ شریر سیاہ زلفیں دوپٹے کی قید سے

آزاد ہوکراس کے رخساروں سے کھیل رہی تھیں۔ سینے سے ذرا سا ڈھلکا آنچل وہ راز عیاں کررہا تھا جو کسی بھی پتھر دل کے قدم ڈگمگا دے اس کا صبر قرار چھین لے وہ قدرے جھکا..... مگر کپڑوں سے پھوٹتی تھکن زدہ سی بدن کی خوشبو نے زیبا کو جگا دیا..... اپنے قریب اسے دیکھ کروہ ہڑبڑا سی گئی..... جبکہ وہ جھٹکے سے پرے ہوا۔

"تیار ہو جاؤ میں تمہیں گھر چھوڑتا ہوا آفس جاؤں گا۔"

"میں آپ کا ناشتہ بناتی ہوں۔" وہ تسبیح رکھ کے اٹھ کھڑی ہوئی تو وہ بالکل سامنے ہو کر بولا۔

"سنو! اپنا بھرم اپنے گھر والوں کے سامنے خود رکھنا۔ جیسے پہلے رکھا تھا۔" اس نے جملے کے آخری حصے پر زور دے کر کہا جس سے طنز صاف نمایاں تھا۔ بے بسی سے اس کی آنکھوں کے کٹورے بھر گئے۔ مگر بجلی کی سی سرعت سے باہر نکل گئی۔ وہ لمبی سانس بھر کے واش روم میں گھس گیا۔

❁.........❁.........❁

بچپن سے اب تک اماں کو مشینی انداز میں کام کاج کرتے ہی دیکھا تھا۔ اپنی مصروفیت کے نت نئے سامان وہ ہمیشہ تیار رکھتی تھیں کچن سے نکل کر گملوں کو پانی دینا وہاں سے فارغ ہو کر اسٹور میں گھس جانا وہاں جانے کتنے کام ان کے منتظر رہتے تھے بمشکل تمام وہاں سے نکلتیں تو ٹی وی لاؤنج گیسٹ روم ڈرائنگ روم اور زیادہ دیکھ بھال شرمین کے کمرے کی کی جاتی۔ وہ ہزار بار منع کر چکی تھی ایک مستقل ملازم رکھنے کی ضد کر چکی تھی مگر ہر بار وہ سمجھا بجھا کر ہزار حیلے بہانے کر کے اس کو چپ کرا دیتیں۔ اب جب سے ان کی طبیعت خراب رہنے لگی تھی تو شرمین سخت فکرمند تھی۔ اس نے پہلی بار سختی سے ان کی حکم عدولی کر کے گھر کی صفائی ستھرائی اور کپڑے دھونے کے لیے ایک ملازمہ رکھ لی تھی اماں کو کافی سہولت ہو گئی تھی مگر ان کی طبیعت کچھ گری گری سی رہنے لگی تھی۔ وہ اس کے کمرے میں ہی لیٹی تھیں کہ وہ ان کی دوائیں لیے کمرے میں داخل ہوئی۔

"پیاری پیاری سی اماں جی اٹھیے دوائی کا ٹائم ہو گیا ہے۔"

"توبہ ہے تم نے تو سچ مچ مجھے بیمار کر دیا ہے۔" اماں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"بیمار ہوں آپ کے دشمن بس ویسے ہی طاقت کی دوائیں کھلا رہی ہوں۔" وہ لاڈ سے ان کے گلے میں بانہیں ڈال کر بولی۔

"ارے میرے بچے! بیماریاں تو اب آتی رہیں گی عمر کا تقاضا ہے مجھے تو بس تمہارا غم ہے۔"

"میں آپ کے لیے غم کا باعث ہوں۔"

"نہیں نہیں میرا مطلب یہ تھوڑی ہے بس تمہاری شادی ہو جائے تو سکون آ جائے۔"

"اماں جی! آپ دعا کرتی رہا کریں سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ بولی اسی اثنا میں گیٹ پر بیل ہوئی تو وہ سلیپر پیروں میں ڈال کر باہر نکل گئی۔ کچھ دیر بعد وہ زینت آپا کے ہمراہ واپس آئی تو اماں کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ زینت بنا اطلاع کے یوں اچانک آ گئیں..... مارے حیرت اور خوشی کے وہ رو دیں۔ زینت بھی ان کے گلے سے لگ کے پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔ شرمین کی آنکھیں بھی جھلملا گئیں۔

"کب آئیں؟ اطلاع بھی نہیں دی۔" اماں نے پلو سے رگڑ کے آنکھیں صاف کرتے ہوئے پوچھا۔

"آج شام ہی آئی ہوں۔" زینت نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے بتایا۔

"مگر زینت آپا آپ اطلاع تو دے دیتیں۔" شرمین نے پانی کا گلاس انہیں تھماتے ہوئے کہا تب ایک بار پھر ان کی آنکھیں بھر آئیں۔ لب کپکپائے۔

''کیا بات ہے زینت آپا؟'' پہلی بار وہ فکر مند ہوئی۔

''ہاں! کیا بات ہوگئی؟'' اماں نے بھی اب غور سے کمزور نڈھال سی زینت کو دیکھا۔

''کچھ بھی نہیں بچا' میرا بوبی پرایا ہوگیا' میں لٹ گئی' تہی داماں رہ گئی۔'' زینت پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ تو وہ دونوں سخت پریشان ہوگئیں۔

''خدا نہ کرے' کیا اول فول بک رہی ہو' کہاں ہے بوبی؟'' اماں نے انہیں بانہوں میں سمیٹ کر پوچھا۔

''زینت آپا! کیا ہوا بوبی کو' کہاں ہے وہ؟'' شرمین بولی۔

''بوبی کو میں نے کھو دیا ہے' کینیڈا کی رنگینیوں میں کھو گیا ہے' بھول گیا ہے وہ سب کچھ۔'' زینت آپا نے رندھے ہوئے گلے کے ساتھ کہا تو اماں اور شرمین حد درجہ ملول ہو کر انہیں دیکھنے لگیں۔

''زینت! تم کیا کہہ رہی ہو' میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا' بوبی کو تو تم لے کر گئی تھیں۔'' اماں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

''زینت آپا' کیا وہ خدانخواستہ گم ہوگیا۔'' شرمین نے خدشہ ظاہر کیا تو زینت آپا پلو سے آنکھیں صاف کر کے قدرے سنبھل کر بولیں۔

''سمجھو گم ہی ہوگیا ہے' ایک برطانوی لڑکی کے عشق میں پاگل ہوگیا ہے' سب کچھ بھول گیا ہے' اپنی ماں تک کو بھول گیا ہے۔ کینیڈا میں قدم رکھتے ہی وہ بہت بڑا ہوگیا' اتنا بڑا کہ سوال جواب کرنے لگا ہے' میں اسے اللہ کے حوالے چھوڑ آئی ہوں۔''

''ہائیں! یہ کیا' کیا تم نے؟ پردیس میں بچے کو چھوڑ آئیں۔'' اماں حیرت زدہ ہوگئیں۔

''تو کیا کرتی؟ وہاں اپارٹمنٹ میں بندرات دن اس کا انتظار کرتے کرتے میں بیمار رہنے لگی تھی' یہاں کاروبار تباہ ہو رہا تھا' بہتر یہی سمجھا کہ واپسی بہتر ہے۔'' زینت آپا کے چہرے پر دور دور تک تھکن اور پریشانی کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔ شرمین نے انہیں ہاتھ پکڑ کر بیڈ پر آرام سے بٹھایا اور خود افسردگی سے بولی۔

''بوبی کو کینیڈا لے جانے کا فیصلہ ہی غلط تھا۔''

''اس وقت وہ فیصلہ بھی کتنا ضروری تھا' یہ تم جانتی ہو' وہ دیوانہ ہوگیا تھا۔'' زینت آپا نے دھیرے سے جواب دیا۔

''مجھے اندازہ تھا کہ دیوانگی عارضی بھوت ہے' مگر اس وقت حماقت کا اندازہ نہیں تھا۔'' شرمین دکھ سے مسکرائی۔

''آپ کو کیا بتاؤں' میں نے بوبی کو کیسے کیسے سمجھانے کی کوشش کی' مگر میں کیٹی سے شادی سے باز نہ رکھ سکی۔''

''اللہ کی پناہ! فرنگن سے شادی بھی کرلی۔'' اماں سینہ پیٹ کر بولیں۔

''یہ تو معمولی بات ہے وہاں۔''

''اچھا آپ فکر نہ کریں وہ ان شاء اللہ بخیر و عافیت آ جائے گا' مجھے اس کا فون نمبر اور ایڈریس دیجیے گا' میں سمجھاؤں گی۔'' شرمین نے حوصلہ بڑھانے کی کوشش کی۔

''فی الحال تو اس پر کیٹی کے عشق کا بھوت طاری ہے' کچھ وقت لگے گا۔'' زینت آپا نے پیر پھیلائے اور آنکھیں موند لیں۔ شرمین نے اماں کو باہر چلنے کا اشارہ کیا...... ان دونوں کے جاتے ہی زینت نے بیٹے کی یاد میں سسکیاں بھرنی شروع کردیں' دل پر پتھر رکھ کے چھوڑ تو آئی تھی لیکن اب کسی کل قرار بھی نہیں تھا۔

❁......❁......❁

بادل نخواستہ وہ اکتایا' اکتایا سا کرسی پر ٹک گیا۔

حاجرہ داماد اور بیٹی کو دیکھ کر نہال ہو رہی تھی۔ مگر صفدر کے چہرے پر پھیلی اجنبی سی بےزاری زیبا کو سخت رنجیدہ کر رہی تھی۔ اس کے سادہ لوح ماں باپ نہیں جانتے تھے کہ صفدر تو یہاں قدم رکھنے کو تیار نہیں تھا' باہر سے ہی چھوڑ کر جا رہا تھا مگر اس نے ڈبڈبائی آنکھوں سے التجا کی تو اس کو اندر آنا پڑا۔

"بیٹا! آرام سے بیٹھو۔" ابا نے کہا۔

"جی! میں ذرا جلدی میں ہوں۔"

"ارے میاں! ایسی بھی کیا جلدی' کچھ دیر تو بیٹھو۔" حاجرہ نے پیار سے کہا تو وہ جھٹ جھوٹ بول گیا۔

"دراصل مجھے دفتر میں میٹنگ اٹینڈ کرنی ہے' پھر آؤں گا۔"

"معلوم ہے زیبا کو لینے آؤ گے۔" حاجرہ نے افسردگی سے کہا۔

"نہیں آپ جب تک چاہیں بیٹی کو پاس رکھیں' جب بھیجنا ہو تو فون کر دیں امی آ کر لے جائیں گی۔" وہ سرد مہری سے کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ تب زیبا نے ماں کا بازو ہلکا سا دبا کر چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ ابا سے ہاتھ ملا کر چلا گیا۔ حاجرہ نے زیبا کو استفہامیہ نظروں سے دیکھا تو اس نے گھنیری پلکیں جھکا کر اپنا اور صفدر کا بھرم چھپانے کی کوشش کی..... مگر ماں کا دل تو مضطرب ہو رہا تھا۔ بیٹی کا کملایا ہوا چہرہ انہیں بے چین کر رہا تھا۔ اس لیے وہ بولیں۔

"زیبا! سچ سچ بتاؤ کیا مسئلہ ہے؟"

"مسئلہ کیسا؟"

"یہی تو پوچھ رہی ہوں' صفدر خوش نہیں لگتا۔"

"اماں! ان کی دفتری مصروفیت بہت ہے اس لیے۔"

"جھوٹ مت بولو۔ وہ رخ موڑ کر بات کرتا ہے' اپنی حالت دیکھو اس سے بہت کچھ پتہ چلتا ہے۔" حاجرہ نے کہا۔

"تمہاری ماں سچ کہہ رہی ہے' میں بیمار ہوں' اس نے ایک لفظ خیریت کا نہیں کہا..... جو بات ہے ماں کو بتاؤ۔" ابا نے کھانسی کی شدت کنٹرول کرتے ہوئے کہا۔

"ابا! کوئی ایسی بات ہے ہی نہیں' آپ کیوں فکر کر رہے ہیں؟"

"بچی! ہم نے دنیا دیکھی ہے' صفدر میاں کے تیور کچھ اچھے نہیں لگے۔" حاجرہ نے بیٹی کی بات مسترد کر دی۔ وہ لاجواب سی ہو گئی۔

"دیکھو بیٹا! ابھی میں زندہ ہوں' کوئی بات ہے تو بتاؤ' میں صفدر سے بات کر سکتا ہوں۔"

"اللہ آپ کو سلامت رکھے' مگر آپ صفدر سے کوئی بات نہیں کر سکتے۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ کوئی بات نہیں ہے' اب آپ دونوں اس موضوع کو چھوڑ دیں۔ مجھے سکون لینے دیں۔" وہ کچھ تلخی سے کہہ کر وہاں سے اٹھی اور اپنے کمرے کی طرف چل دی۔ مگر حاجرہ نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ وہ کمرے میں گھس کر ایک طویل مدت کے بعد اطمینان بھرے سانس لینا چاہتی تھی۔ دوپٹہ ایک طرف اچھالا اور بستر پر گر گئی' چھوٹا سادہ سا کمرہ کتنا پرسکون تھا۔ بظاہر کوئی سامان آسائش موجود نہیں تھا لیکن اس کے باوجود سکون اور اطمینان کی دولت سے مالا مال تھا..... حاجرہ کو کمرے میں آتا دیکھ کر وہ بولی۔

"اماں! کتنا آرام اور سکون ہے میرے کمرے میں۔"

"سسرال میں آرام اور سکون نہ ہونے کی وجہ کیا ہے؟" وہ الٹا سوال کر کے اس کے سامنے آ گئیں۔

"میں اور میری بدنصیبی۔" اس نے مختصراً جواب دیا۔

"بچے نہ ہونے کی وجہ سے تو نہیں۔" حاجرہ نے اٹکتے اٹکتے کہا۔

"اس کی وجہ بھی میں ہوں' بس آپ مجھے تنہا چھوڑ دیں۔"

"ایسے کیسے چھوڑ دوں؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں' میری پیاری اماں' ایک دو روز کے لیے آئی ہوں۔" اس نے مسکرا کر ماں کو مطمئن کرنا چاہا۔

"تم کہتی ہو تو ٹھیک ہے ورنہ میرا دل بے چین ہو گیا ہے۔"

"تم میری اچھی اماں ہو' میری بات پر یقین رکھو۔"

"اچھا یہ بتاؤ کیا پکاؤں؟" حاجرہ نے پیار سے پوچھا۔

"اماں! کچھ بھی آپ کے ہاتھ کے پکے کھانے کو ترس گئی ہوں میں۔"

"اچھا تم آرام کرو میں باورچی خانے میں جا رہی ہوں۔" حاجرہ باہر چلی گئیں تب بجلی کی سی سرعت سے اضطراب' بے چینی اور افسردگی اس کے وجود پر چھا گئی...... بے کلی نے سکون نہ لینے دیا تو اٹھ کر اپنے کپڑوں کی الماری کھول کر دیکھنے لگی۔ اس کا سامان اسی طرح رکھا ہوا تھا۔ چوڑیاں' بالوں کا برش' سیاہ چرمی بٹوہ' کچھ ہار بندے' وہ سب کو ہاتھ لگا لگا کر دیکھ رہی تھی۔ استعمال شدہ کپڑے دیکھنے کے بعد غیر ارادی طور پر اس کا ہاتھ خفیہ لاک کی طرف گیا...... اس نے کپڑوں کے نیچے چھپائی ہوئی چابی نکال کر لاک کھولا اور لرزتے ہاتھ سے کچھ تہہ شدہ کاغذ باہر نکالے...... اور چارپائی پر بیٹھ کر سب کاغذ گود میں رکھ لیے۔ اضطرابی کیفیت میں ایک تہہ شدہ کاغذ ناک تک لے جا کر سونگھا اس سے آج بھی تیز پرفیوم کی مہک آ رہی تھی۔ اسے یاد آیا یہ رقعہ مہکا مہکا سا کتاب میں رکھ کر بھیجا گیا تھا۔ جسے پڑھتے ہوئے وہ گل رنگ ہو گئی تھی۔ دل ہچکولے کھا رہا تھا۔ متن ہی ایسا تھا۔

کبھی خود بھی میرے پاس آ

میری بات سن' میرا ساتھ دے

جو خلش ہے دل سے نکال دے

تجھے سوچنا میرا مشغلہ ہے

تجھے دیکھنا میری آرزو......!

مجھے دن دے اپنے خیال کا

مجھے اپنے قرب کی رات دے

میں اکیلا بھٹکوں کہاں کہاں

یہ سفر بہت ہی طویل ہے

میری زندگی میرے ساتھ چل

میرے ہاتھ میں' اپنا ہاتھ دے

کبھی خود بھی میرے پاس آ!

"ہنہ! گھٹیا' کم ظرف......" نفرت اور غصے سے کاغذ مٹھی میں مسل کر کوڑے کی ٹوکری میں پھینک دیا۔ دوسرے رقعوں کا بھی یہی حال کرتی کہ اماں آ گئیں...... اس نے جلدی سے سب بستر کی چادر کے نیچے چھپا دیئے۔

"زیبا! تمہارے ابا بلا رہے ہیں' ان کے پاس چلو' دیکھو دوائی کا وقت ہو گیا ہے' وہ بھی دے دینا۔"

"جی اچھا۔" وہ جلدی سے بولی۔ وہ جونہی گئیں اس نے چادر کے نیچے سے رقعے نکال کر واپس جلدی سے لاکر میں رکھے اور لاک لگا کے چابی وہیں رکھ دی جہاں سے نکالی تھی۔ الماری بند کر کے ابا کے کمرے کی طرف چل دی۔

❀......❀......❀

ویسے تو امریکہ جانے کا خواب جنوبی ایشیاء میں بسنے والا ہر فرد دیکھتا ہے وہاں جانے رہنے کے مقاصد اور غرض وغایت کچھ بھی ہو امریکہ صاحب بہادر ملک ہے جس کی صاحب بہادری چاہتے نہ چاہتے ہوئے ہر ملک تسلیم کرتا ہے شاید اس کی ایک ہی وجہ ہے کہ اس ملک نے پوری دنیا پر اپنی انفرادی فکر اور اجتماعی عمل سے اپنی برتری ثابت کردی ہے اس قوم کا اجتماعی عمل ہی امریکہ کو پوری دنیا کی نظروں میں صاحب بہادر اور سپر پاور بناتا ہے یہاں کی تمام تر معلومات سے خان صاحب پوری طرح واقف تھے۔ رہائش کے لیے کون سے علاقے سب سے موزوں ہیں مارکیٹس سے قریب ہیں...... کس علاقے میں کس کس ملک کے باشندے آباد ہیں۔

نیویارک تو سب سے زیادہ آتے رہے ہیں اس وجہ سے یہاں کے چپے چپے سے بخوبی واقفیت ہونے کا انہیں بہت فائدہ ہوتا تھا...... صبح سے عارض نے کچھ نہ کھانے کی قسم کھا رکھی تھی...... ہوسپٹل سے وہ اپارٹمنٹ میں شفٹ ہوگیا تھا۔ ڈاکٹرز کی ہدایت کے مطابق اسے عرصہ دراز تک وہیل چیئر پر رہنا تھا۔ پھر ایک میجر آپریشن کے بعد سو فیصد وہیل چیئر سے اٹھنے کے چانسز تھے۔ بیک بون کا مسئلہ تو کافی امپروو ہوگیا تھا اس کی ضد تھی کہ فوراً پاکستان جانا ہے آپریشن کے لیے بعد میں آجائیں گے لیکن خان صاحب کی ضد تھی کہ آپریشن کے بعد بالکل ٹھیک ہوکر جانا ہے۔ عارض نے اپنی بات منوانے کے لیے گویا بھوک ہڑتال کررکھی تھی۔ خان صاحب منیجر کے ساتھ پیدل ہی مارکیٹ گئے ہوئے تھے...... اس کی پسند کی بے شمار کھانے پینے کی چیزیں لیے واپس لوٹے تو اسے کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا دیکھ کر مسکرائے۔

"گڈ بوائے! پوزیٹو عمل ہے۔"

"آپ کہاں تھے یہ بتائیں۔" وہ کرسی گھما کر خفگی سے بولا۔

"بابا کی جان! مارکیٹ تک گیا تھا دیکھو تو کیا کچھ لایا ہوں۔" انہوں نے بڑے بڑے شاپنگ بیگز کی طرف اشارہ کیا۔ منیجر نے جلدی سے مدد کی اور شاپنگ بیگز سے چیزیں نکالنے لگا۔ تب وہ چلایا۔

"پلیز! رہنے دو اور جاؤ اپنے کمرے میں۔" اس کے کہتے ہی منیجر چلا گیا۔ خان صاحب اس کے قریب کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے بولے۔

"یار! اتنا غصہ کیوں کرنے لگے ہو ہم آپ کے لیے پیدل جاکر پھل شہد جام اور سبزیاں چپس پی نٹس جانے کیا کیا لائے ہیں اور......"

"بابا! یہ چیزیں میرے لیے نئی ہیں یا پھر میں امریکہ پہلی مرتبہ آیا ہوں۔" اس نے گھورا۔

"دونوں باتیں ہی پرانی ہیں مگر جب تک ہم یہاں ہیں کھانا پینا تو پڑے گا اسی لیے میں نے پاکستانی مصالحے بھی خریدے ہیں اور ہاں حلال چکن مٹن سب لے آیا ہوں۔" وہ اپنی ترنگ میں بولتے چلے گئے۔

"لگتا ہے آپ کا یہاں سے جانے کا کوئی پروگرام نہیں۔"

"چلیں گے نا یار! یہاں کون کافر رہنا چاہتا ہے۔" وہ شرارت سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے بولے۔

"تو چلیں میں یہاں ایک دن بھی اور رہنا نہیں چاہتا۔"

"یار! پھر وہی تکرار آپریشن کے بعد آپ اپنے قدموں پر چل کر جاؤ گے۔"

''کیا پاکستان میں آپریشن نہیں ہوسکتا؟''

''ہوسکتا ہے یا نہیں' مگر میں آپ کے معاملے میں کوئی رسک لینا نہیں چاہتا۔'' وہ کافی سنجیدگی سے بولے۔

''اس کا مطلب تو یہ ہے کہ آپ اپنے وطن کے ڈاکٹرز پر اعتماد نہیں کرتے' نیویارک میں بیٹھ بھی کیسے سکتے ہیں۔'' وہ طنزیہ بولا۔

''دیکھو! عارض بے کار بحث کا فائدہ' آخر آپ کا پرابلم کیا ہے' پاکستان یا......'' انہوں نے دانستہ جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔

''یا سے مراد اگر شرمین ہے تو آپ نے ٹھیک سمجھا ہے۔''

''ہم اس کو بھی یہاں بلوا لیتے ہیں۔'' وہ کروفر سے بولے۔

''بابا! آپ کبھی کبھی ہر بات کو اس قدر سہل کیوں سمجھ لیتے ہیں؟''

''جانتے ہو' پیسہ کتنا بڑا ایلنمنٹ ہے' ہر مشکل کو سہل کرنے میں' شرمین کو نیویارک بلانے کی تو بات ہی نہ کرو' چٹکی بجاتے بلا سکتے ہیں۔ پوچھ لو اس سے بلکہ کہو سامان پیک کرلے۔'' وہ شان بے نیازی سے بولے تو عارض لاجواب ہوکر پھر سے کمپیوٹر کی طرف متوجہ ہوگیا۔ اس نے میسج بکس کھولا...... شرمین کے' صفدر کے بہت سے میسجز آئے ہوئے تھے۔ انہیں پڑھ کر وہ ان سے ملنے کو بے قرار ہو رہا تھا مگر کیا کرسکتا تھا...... مجبوراً ان کو پیارے پیارے جواب ای میل کرنے لگا۔

❀......❀......❀

رات کے آٹھ بج رہے تھے۔

وہ تھکی ہاری گھر پہنچی تو اماں نے گیٹ پر ہی زینت آپا کی طبیعت خرابی کی اطلاع دی۔ وہ پریشان ہوگئی۔ زینت آپا تو سچ مچ سخت ڈسٹرب تھیں اس نے فیملی ڈاکٹر کو فون پر گھر آنے کی تاکید کی اور خود زینت آپا کا سر دبا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دبا کر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر بعد ڈاکٹر صاحب آئے اچھی طرح چیک کرنے کے بعد جو تشخیص کی وہ یہ تھی کہ کل صبح فاسٹنگ شوگر چیک کرائیں بلڈ پریشر لو ہے' ٹینشن نہ لیں بھرپور آرام کا خیال رکھیں' مختصر سی دوائیں دے کر وہ رخصت ہوگئے۔ اس نے زینت آپا کو پیار سے دیکھا اور پھر بولی۔

''زینت آپا! ایسے تو کام نہیں چلے گا' ابھی آپ کو آئے دو روز نہیں گزرے اور آپ نے بیڈ پر ڈیرے لگا لیے۔ بہادر بنیں' بوبی آجائے گا۔''

''مجھے اس سے کچھ لینا دینا نہیں۔'' وہ سختی سے بولیں۔

''تو پھر کس کے غم میں یوں صحت سے کھیل رہی ہو؟'' اماں نے لتاڑا۔

''اماں! انسان ہی تو ہوں' کتنا عرصہ ہوگیا حالات سے لڑتے لڑتے۔'' وہ طویل سانس بھر کے بولیں۔

''تو پھر کیوں بوبی کو یہاں سے لے کر گئیں' یہ فیصلہ ہی غلط تھا۔''

''اماں! مجبوری تھی' آپ چھوڑیں' مجھے بوبی کا غم نہیں ہے۔'' وہ ٹال گئی۔

''ارے جانے دو' ماں کے لیے اولاد کا غم کیا ہوتا ہے' ہم جانتے ہیں۔''

''چلیں اماں! زینت آپا کو آرام کرنے دیں' بلکہ آپ سوپ بنا کرلائیں۔'' شرمین نے اماں کو قرینے سے وہاں سے بھیجا اور خود بولی۔

''زینت آپا! صبح فاسٹنگ شوگر چیک کرانی ہے۔''

''اور پھر مجھے گھر ڈراپ کردینا۔'' زینت نے کہا۔

''گھر آپ ٹھیک تو ہیں' اکیلے گھر میں اور اس حال میں رہیں گی آپ؟''

''شیر دل بابا کو فون کر دیا تھا انہوں نے کوٹھی کی اچھی طرح صفائی کرالی ہوگی۔ صبح منیجر بھی آئے گا۔''
''کچھ بھی ہو آپ بوبی کے آنے تک یہیں رہیں گی۔'' وہ فیصلہ کن انداز میں بولی۔
''ایسے کہہ رہی ہو جیسے بوبی سچ مچ آرہا ہے۔'' وہ دکھ سے ہنسی۔
''ہاں تو ایسا ہی ہوگا' ابھی کچھ دیر بعد میں اس سے بات کروں گی اور وہ آجائے گا۔'' جانے کیوں اسے خود پر بھروسہ تھا۔
زینت نے حیرت سے اسے دیکھا۔
''ایسے کیا دیکھ رہی ہیں؟'' وہ مسکرائی۔
''بوبی کے رویے سے امید نہیں ہے۔ وہ شادی کرچکا ہے۔'' زینت کی آنکھیں دھوئیں سے بھر گئیں۔
''آپ حوصلہ رکھیں' وہاں کے معاشرے میں شادیاں ہوا کے جھونکے کی مانند ہوتی ہیں۔ وہ لوٹ آئے گا۔ میں بات کروں گی۔'' اس نے تسلی آمیز لہجے میں کہا تو زینت کے بے اطمینان دل کو کچھ قرار سا آ گیا۔ اسی اثنا میں اماں گرما گرم سوپ لے کر آ گئیں۔
''چلیں اٹھیں سوپ پئیں۔'' اماں کے ہاتھ سے سوپ کا پیالہ لے کر اس نے زینت آپا کے سامنے کیا...... اماں نے انہیں اٹھنے میں مدد دی۔
''اماں جان! کیا آج بھوکا سلائیں گی۔'' شرمین نے دلار سے پوچھا۔
''اللہ نہ کرے' میرے بچے کھانا تو بالکل تیار ہے۔ ہاتھ منہ دھو لو بس۔'' اماں نے جلدی سے کہا۔
''آپ کھانا لگائیں' میں آتی ہوں۔'' شرمین نے کہا اور اٹھ کر واش روم میں گھس گئی۔ چند لمحوں بعد ہاتھ منہ دھو کر میز پر پہنچی تو ششدر رہ گئی۔ صفدر بڑے مزے سے سلاد کی پلیٹ سے ٹماٹر نکال نکال کر کھا رہا تھا۔
''آپ! آسمان سے گرے ہیں کیا؟'' وہ ہنس کر بولی۔
''بس اماں کے کھانے کی خوشبو پہنچ گئی تھی اس لیے اڑ کر آ گیا۔''
''یہ تو آپ نے بہت اچھا کیا مگر اچانک آمد کی کچھ اور بھی وجہ ہوگی۔''
''کچھ خاص نہیں' عارض کی ای میل پڑھ کر آرہا ہوں۔'' صفدر نے سالن پلٹ میں ڈالتے ہوئے کہا۔ اس کا ہاتھ پلیٹ کی طرف جاتے جاتے رک گیا۔
''کھانا کھاؤ' فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔''
''پھر کیا بات ہے؟''
''عارض کو مزید دو تین مہینے وہیں رہنا ہے۔''
''دو تین مہینے...... کیوں؟''
''پتہ نہیں' لکھا ہے کہ بابا آپریشن کرا کے اور پھر مکمل چلنے پھرنے کے بعد پاکستان لائیں گے۔''
''اس کا مطلب ہے' عارض کو سیریس پرابلم ہے۔ جس کی وجہ سے دوبارہ آپریشن ہوگا۔''
''ارے نہیں بابا' دراصل خان صاحب ہونا' دولت مند ہونا اور ایک اکلوتے بیٹے کا ہونا اگر ساتھ ساتھ ہوں تو پھر ایسے ہی فیصلے ہوتے ہیں۔ آپریشن یہاں بھی ہوسکتا ہے لیکن خاں صاحب وہمی ہیں۔''
''اور عارض ٹھیک ہے نا۔''
''ہاں! اس کو کیا ہونا ہے' بلاوجہ منہ مت لٹکاؤ' کھانا کھاؤ۔ اس نے آپ کو بھی میسجز کیے ہوں گے۔'' صفدر نے بے پروائی سے کہا تو وہ بظاہر پلیٹ میں سالن ڈالنے لگی مگر ذہن کہیں اور تھا۔

''کیا سوچنے لگیں؟ آپ نے تو میری طرف شفٹ ہونا ہے۔''

''دراصل زینت آپا کینیڈا سے آئی ہیں ہماری طرف ہی ہیں۔''

''تو انہیں بھی لے چلیں۔''

''نہیں صفدر بھائی! ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اسی لیے تو میں نے اور اماں نے انہیں کوٹھی پر جانے نہیں دیا۔ بیٹے کی وجہ سے اپ سیٹ ہیں۔''

''کیا ہوا ان کے بیٹے کو؟'' صفدر نے پوچھا۔

''چھوڑیں پھر کبھی بتاؤں گی آپ سنائیں زیبا بھابی کیسی ہیں امی کیسی ہیں؟''

''سب ٹھیک ہیں۔'' وہ جلدی سے بولا۔

''زیبا بھابی کو لے آتے۔''

''وہ اپنے گھر گئی ہیں ایک دو روز میں آئیں گی۔''

''اوہ اچھا! اسی لیے آپ کو ہمارے پاس آنے کا وقت ملا ہے۔'' وہ مسکرائی۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' وہ ٹال گیا۔

''صفدر بھائی! عارض کا کوئی اور تو مسئلہ نہیں ہے۔''

''ہاں! ہوسکتا ہے اس نے وہاں شادی کرلی ہو یا کرنی ہو۔'' وہ انتہائی بھولپن سے بولا تو نہ اسے حیرت ہوئی اور نہ فکر..... بالکل نارمل انداز میں کھانا ختم کرکے بولی۔

''تو اس سے کیا فرق پڑے گا؟ میں کمزور لڑکی نہیں ہوں ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ ہے مجھ میں۔''

''ارے مس حوصلہ! اتنی سنجیدہ تقریر کی ضرورت نہیں تھی مجھے ویسے بھی یقین ہے بہرکیف اس بے چارے کی ٹانگ آڑے آ رہی ہے۔'' وہ شریر لہجے میں بولا تو وہ مسکرادی۔

کھانا ختم کرکے وہ دونوں ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے..... اماں نے چائے بنا کردی خود عشاء کی نماز پڑھنے گئیں۔ چائے ختم کرکے صفدر اٹھ کھڑا ہوا۔ شرمین نے گیٹ تک چھوڑا اور پھر تمام دروازے لاک لگا کر اندر آ گئی۔ دن بھر کی تھکن تھی..... سیدھی اپنے کمرے میں گھس گئی۔

زینت آپا پر دوائی کا اثر تھا کہ وہ بے خبر سوئی ہوئی تھی۔

اس نے کچھ سوچ کر ان کے موبائل فون سے بوبی کا نمبر تلاش کیا اور دبے قدموں واپس اپنے کمرے میں آ گئی۔ آرام سے بستر پر پاؤں پھیلا کر بیٹھی اور نمبر ملایا۔ گھنٹی بج رہی تھی۔ کچھ دیر بعد ایک لڑکی کی آواز کانوں میں گونجی۔

''ہیلو! ازبیلا ہیئر۔''

''ہیلو! آئی وانٹ ٹو ٹاک بوبی۔''

''اوہ! پلیز ویٹ۔'' یہ کہہ کر لڑکی نے اسے مطمئن کردیا۔ بوبی کہیں فاصلے پر تھا کیونکہ اس کی ہیل کی ٹک ٹک اور ساتھ میں اس کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ پھر چند لمحوں بعد ہی بوبی کی آواز گونجی۔

''ہیلو کون؟''

''کیسے ہو بوبی.....؟'' اس نے خوبصورتی سے اس کی سماعت پر بم گرایا۔ وہ ایک دم خوشی سے چلایا۔

''شر..... شرمین۔''

''شکر ہے مجھے تو پہچان لیا۔''

''کیسی باتیں کرتی ہو؟''

''ٹھیک کہہ رہی ہوں اگر بھول بھال جاتے تو کیا فرق پڑ جاتا؟'' اس نے اپنی دانست میں گلہ کیا تو وہ بیدار ہوگیا۔ اسی یادوں کے دریا میں غوطے لگانے لگا۔

''تمہیں بھولنے کی کوشش میں لمحہ موجود تک تو ناکام ہوں ویسے کسی نے تمہیں غلط کہا ہے کہ میں تمہیں بھولنا چاہتا ہوں۔'' وہ اسی بے نیازی اور اسی بے باکی سے بولا کہ وہ سٹپٹا گئی۔

''لوگ اپنی ماں کو کیسے بھول جاتے ہیں یہ بتاؤ؟''

''یہ بھی کسی نے غلط کہا ہے مجھے ماما اور تم ایک لمحے بھی نہیں بھولیں۔''

''اسی لیے انہیں تنہا بھیج دیا۔ وہ بیمار ہیں۔'' اس کے بے باک لہجے کو نظر انداز کر کے بولی۔

''سچ تو یہ بھی ہے شرمین! کہ ماما اور میرے درمیان بھی تم ہو۔'' وہ سنجیدہ ہوگیا۔

''بوبی! اب تو بچپنا چھوڑ دو۔'' وہ نہیں چاہتی تھی وہ پٹڑی سے اترے۔

''تم اور تمہاری چاہت بچپنا نہیں۔''

''پلیز! پھر مجھے غصہ آجائے گا۔ اب جلدی سے بتاؤ کب آرہے ہو؟''

''جب تم کہو۔''

''تو پھر جتنی جلدی ہو واپس آجاؤ زینت آپا بہت پریشان ہیں۔''

''اگر شرمین! میرا آنا ضروری ہے تو عہد کرو کہ اپنے دل کے دروازے میرے لیے کھولو گی۔'' وہ ایک دم سنجیدگی کے ساتھ کاروباری بن گیا۔

''کیا تم مشروط کر رہے ہو اپنی ماں کے لیے بھی۔'' اسے حیرت ہوئی۔

''غلط نہ سمجھو میں اپنی ماما سے دور نہیں بس تمہاری جدائی کا صدمہ برداشت کرنے کے لیے سب کچھ چھوڑ رکھا ہے۔ ماما جانتی ہیں کہ شرمین نہیں تو پھر ازبیلا ہو یا فلوریڈا کچھ فرق نہیں پڑتا۔ مجھے زندگی تو بسر کرنی ہے ماما کو میرے درد کا احساس ہے۔'' وہ رسان کے ساتھ بولتا چلا گیا...... شرمین لاجواب ہو کر اپنا ہونٹ کاٹنے لگی۔ وہ تو اب تک پاگل ہی تھا...... بلاوجہ کیوں اس سے رابطہ کیا گم صم سی سوچ میں پڑ گئی۔ دوسری طرف سے بوبی کی آواز آتی رہی لیکن اس میں بولنے کا یارا نہیں تھا۔ فقط اتنا کہا۔

''بوبی! نہ پہلے آپ ٹھیک سوچ رکھتے تھے اور نہ اب...... بہتر یہ ہے کہ اپنی ماما کا خیال کرو۔''

''تو ٹھیک ہے ماما جب چاہیں آجائیں میں وہاں نہیں آسکتا۔'' اس نے بھی دوٹوک لہجے میں فیصلہ سنا دیا۔

''بوبی! سمجھنے کی کوشش کرو۔''

''میں مجبور ہوں تمہارے انکار کی تمہاری نفرت کی سزا خود کو دے رہا ہوں تو تم لوگوں کو اعتراض کیوں ہے؟'' وہ چلایا۔

''اوکے بائے۔'' غصے کی حالت میں وہ فقط اتنا ہی کہہ سکی اور فون بند کر دیا۔ وہ تو پہلے سے زیادہ بے باک اور بے پروا ہوگیا تھا۔ ترکی بہ ترکی جواب دینا خود سر جذبوں کا اظہار کرنا تو پہلے بھی اسے آتا تھا مگر اب زیادہ تیزی اور بے باکی آگئی تھی۔ وہ عجیب سی ٹینشن کی شکار ہوگئی خوامخواہ بیٹھے بٹھائے سوئے ہوئے شیر کو جگا دیا حالانکہ سویا ہوا تو وہ سمجھ رہی تھی اسے...... اس نے محسوس کیا کہ نیند کوسوں دور ہے تو بیڈ پر پشت سے ٹیک لگا کر سوچنے لگی۔ بوبی سے بات کر کے اس کو زینت آپا کی پریشانی اور بیماری کا بتا کر وہ خود کو انجان اور لاتعلق ظاہر کرنے کی پوزیشن میں نہیں رہی تھی اب یہ جان کر کہ

اس کی وجہ وہ خود ہے تو انتہائی ندامت اور افسردگی سی تھی...... بوبی کی دیوانگی جنون کی حد میں داخل ہوچکی تھی ایسے میں کیا کیا جاسکتا ہے؟ اسے کیسے سمجھایا جاسکتا ہے؟ اس قصے سے تعلق رکھا جائے یا لاپروائی اختیار کی جائے...... اس قسم کے سوالات نے اسے گھیر لیا۔ رات آنکھوں میں گزر گئی۔

❁......❁......❁

اگلی صبح وہ سرخ آنکھوں کے ساتھ مضمحل سی تیار ہوکر کمرے سے باہر آئی اور زینت آپا کو اخبار پڑھتا دیکھ کر کچھ مطمئن ہوگئی کہ شاید وہ اب کچھ بہتر محسوس کررہی ہیں۔

''اخبار پڑھا جارہا ہے۔'' اس نے مسکرا کر پوچھا۔

''ہاں! کوشش کررہی تھی۔'' انہوں نے اخبار تہہ کرکے ایک طرف رکھا اور عینک اتارتے ہوئے کہا۔

''شوگر ٹیسٹ کرانے چلیں۔ مجھے آفس بھی جلد پہنچنا ہے۔''

''ہاں! چلو لیکن یہ بتاؤ بوبی نے کیا کہا......؟'' زینت آپا نے اچانک کہا تو وہ متحیر سی رہ گئی۔ اپنی دانست میں تو وہ سمجھ رہی تھی کہ زینت آپا سے نمبر نہ لے کر اس نے اچھا کیا...... مگر جس انداز میں انہوں نے سوال کیا تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ انہوں نے رات موبائل سے نمبر لیتے ہوئے اسے دیکھا ہے۔

''کیا سوچنے لگیں؟'' انہوں نے اسے سوچ میں گھرا دیکھ کر پوچھا۔

''آں نہیں کچھ نہیں آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں نے......؟''

''اس بات کو جانے دو یہ بتاؤ کہ اس کٹھور بیٹے نے کیا کہا؟'' وہ حد درجہ دل گرفتگی سے اس کی بات کاٹ کر بولیں تو وہ مزید پریشان ہوگئی۔

''بات ہی نہیں ہوسکی کوئی ازبیلا تھی بتارہی تھی بوبی مارکیٹ گیا ہوا ہے اور بس، میں پھر فون بند کرکے سوگئی۔'' اس نے کمال سلیقے سے مصلحتاً جھوٹ بول دیا...... زینت آپا کو اس کی بات پر یقین آگیا۔

''اس کو کہہ دیتیں کہ بوبی آئے تو ضرور بتادینا۔''

''اور زینت آپا! اس اجنبی لڑکی سے مغز ماری کا فائدہ ہمیں بوبی سے مطلب ہے آج بات کرلوں گی۔ آپ اب چلیں شاباش دیر ہورہی ہے۔'' وہ ٹالتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی اسی اثناء میں اماں جان آگئیں اس کا سر سے پیر تک جائزہ لیا اور پھر برہمی سے بولیں۔

''پہلے یہ بتاؤ کہ رات بھر سوئیں کیوں نہیں؟'' انہیں گویا الہام ہوتا تھا وہ سوئے نہ سوئے کھائے نہ کھائے ہر بات اس سے پہلے وہ جان لیتی تھیں۔ شرمین نے شریر نظروں سے دیکھا اور بولی۔

''آپ کو تو انٹیلی جنس میں ہونا چاہیے تھا۔''

''باتیں نہ بناؤ رات بھر کم بخت فائلوں میں منہ دیئے بیٹھی رہی ہوگی ہے نا۔''

''ارے نہیں بابا! بس ٹھیک سے نیند نہیں آئی۔'' وہ یکسر ٹال کر آگے آگے چل دی۔ اماں پیچھے سے بولتی رہیں...... مگر وہ سنی ان سنی کرکے گاڑی اسٹارٹ کرنے لگی۔ وہ ماں جیسی پیاری اماں کو کیا بتاتی کہ وہ واقعی رات بھر سو نہیں سکی۔ ایک نئی پریشانی کا آغاز کرکے پچھتا رہی ہے مگر یہ پریشانی سراسر اس کے لیے تھی اس سے اماں اور زینت آپا قطعاً انجان تھیں۔ اس نے اپنے برابر فرنٹ سیٹ پر بیٹھی زینت آپا کو دیکھا وہ برسوں کی مریض لگنے لگی تھیں۔ ان کی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے بن گئے تھے۔ ہونٹ خشک اور خاموش تھے۔ سلیقے اور قرینے سے تیار رہنے والی زینت آپا بالکل تبدیل ہوگئی تھیں...... شرمین کا دل دکھی ہوگیا شاید وہ حد درجہ نرم گداز جذبوں بھرا دل رکھتی تھی اس وجہ سے زیادہ

رنجیدہ ہوگئی تھی۔ کچھ بھی تھا یہ اس کے اختیار میں نہیں تھا کہ وہ انہیں بوبی کی رات والی باتیں بتاتی کیونکہ وہ مثبت اور خوش کن نہیں تھیں ان کو سن کر تو وہ اور زیادہ بیمار اور غمگین ہو جائیں گی یہی سوچ کر اس نے جھوٹ بولا تھا۔ مگر اس کے بعد کیا ہوگا؟ یہ فکر اسے ہراساں کر رہی تھی۔ گھر سے لیبارٹری تک اور لیبارٹری سے واپس گھر تک وہ ادھیڑ بن میں گرفتار رہی...... زینت آپا گاہے بگاہے اس کی طرف دیکھتیں اور پھر کچھ نہ سمجھ کر دوسری طرف دیکھنے لگتیں۔ اس نے انہیں گھر کے گیٹ پر ہی چھوڑا اور آفس کے لیے چلی گئی۔

❀......❀......❀

سورج کی کرنیں در و بام سے اتر کر برآمدے اور صحن میں پھیلیں تو جہاں آرا بیگم کو تشویش سی ہوئی گھڑی پر نگاہ ڈالی صبح کے نو بج رہے تھے صفدر ابھی تک کمرے سے باہر نہیں نکلا تھا۔ یہ خلاف معمول تھا...... ان کے ساتھ ناشتہ کرنے والا بیٹا اس قدر تبدیل ہو گیا تھا وہ تو ہمیشہ سے فجر کی نماز قرآن پاک کی تلاوت کے بعد ہلکی پھلکی کوئی چیز کھا کر دوا کھاتی تھیں جس کے بعد نیند سی آ جاتی تھی لیکن صفدر کے دفتر جانے سے کچھ دیر پہلے اٹھ کر وہ ناشتہ بناتی تھیں پھر دونوں ماں بیٹے بیٹھ کر ناشتہ کرتے تھے...... زیبا کے آنے سے یہ روٹین خاصی تبدیل ہوئی تھی...... کبھی وہ ان کے اور زیبا کے ساتھ ناشتہ کرتا کبھی نہیں...... مگر آج تو انتظار کرتے کرتے وہ تھک گئیں...... اس کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا وہ اندر داخل ہوگئیں۔ کمرے کی دونوں ٹیوب لائٹس روشن تھیں...... ہلکا ہلکا پنکھا چل رہا تھا اور وہ بے سدھ سویا ہوا تھا۔ وہ پریشان ہو کر اس پر جھک گئیں۔

''صفدر! صفدر بیٹے خیریت تو ہے۔'' ماں کی ممتا بھری مہک نے اسے کسمسانے پر مجبور کر دیا۔

''اوں ہنو! جی سب ٹھیک ہے۔'' بھرپور انگڑائی لے کر وہ بولا ہلکی سی آنکھیں کھولیں تو جہاں آرا بیگم کے دل پر آنکھوں کی سرخی بجلی گرا گئی۔

''ماں صدقے کچھ بھی تو ٹھیک نہیں لگ رہا نو بج رہے ہیں ابھی تک بستر پر ہو تمہیں روشنی میں کبھی نیند نہیں آتی تھی آج دونوں ٹیوب لائٹس جل رہی تھیں آفس کا وقت ہو گیا...... بوٹی جیسی آنکھیں ہو رہی ہیں۔'' وہ مضطرب سی بولتی چلی گئیں۔ وہ ہلکے سے مسکرایا اور اٹھتے ہوئے بولا۔

''ارے میری پیاری امی جان! تبدیلی تو زندگی کا حصہ ہے آپ کیوں پریشان ہوتی ہیں؟'' اس کی بات سن کر وہ خفگی سے بولیں۔

''صفدر! اماں کی آنکھ میں دھول نہ جھونکو جو بھی مسئلہ ہے بتاؤ یہ کہانی مت سناؤ کہ تم ٹھیک ہو۔''

''امی! کوئی اور بات نہیں ہو سکتی کیا؟'' وہ قدرے سنجیدگی سے بولا۔

''نہیں یہی بات اہم ہے۔'' وہ بھی سنجیدہ ہوگئیں۔

''تو پھر سمجھ لیں کہ صفدر کی زندگی میں کوئی تبدیلی ہلچل مچا رہی ہے۔ جو نہ مجھے سونے دیتی ہے اور نہ جاگنے...... اب خدا کے لیے کچھ اور نہ پوچھیے گا کیونکہ بتانے کو میرے پاس کچھ نہیں ہے۔'' وہ یہ کہہ کر بستر سے اٹھا اور پیروں میں سلیپر ڈال کے واش روم میں گھس گیا۔ جہاں آرا پر سکتے کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ جس کا انہیں خدشہ تھا بات اتنی ہی سنگین تھی مگر کیا...... کس لیے؟ یہ معمہ وہ حل نہیں کر پا رہی تھیں۔ چپ چاپ کمرے سے نکل گئیں۔ کچھ دیر بعد یہ اندازہ کر کے کہ وہ کمرے سے جا چکی ہیں وہ واش روم سے باہر نکلا اور پھر صوفے پر گر سا گیا۔ اسے ماں کے دکھ اور پریشانی کا اندازہ تھا۔ بچپن سے اب تک ماں کی خوشی کے لیے جیا تھا۔ یہ اچانک کیسا طوفان آ گیا تھا کہ وہ اندر ہی اندر ٹوٹ رہا تھا مگر ماں کو نہیں بتا سکتا تھا...... سب دعوے سرف کے جھاگ کی مانند بیٹھ گئے تھے۔ اس کے اندر ایک روایتی مرد بیدار ہو چکا تھا جو

جسمانی آسودگی کے لیے بیوی پر حق رکھتا ہے...... جونہی رات کے سائے بڑھتے ہیں اس کے بدن میں امنگیں انگڑائیاں لیتی ہیں پھر وہ مچل مچل کے بستر کی شکنوں میں بیوی کے لمس کو تلاش کرتا ہے...... روایتی مرد بیوی کے بدن کے نشیب وفراز کی دنیا سے لوٹ کر کروفر سے اٹھتا ہے اور پھر ایک چھوٹی سی بھول بھی بیوی کی برداشت نہیں کرتا...... صفدر میں ایسا مرد' ایسا شوہر نمودار ہو گیا تھا۔ وہ جسمانی آسودگی کا متلاشی تھا' اسے بیوی کے خوبصورت جسم کے اسرار جاننے کے بعد ہر پل خود سے جنگ لڑنی پڑ رہی تھی۔ مگر دوسری طرف وہ بیوی کی بھول معاف کرنے کو راضی نہیں تھا۔ رات بھر اس نے اسی کرب میں گزاری تھی۔ شدید پنجہ آزمائی کرتے کرتے رات سے فجر ہو گئی تب وہ آنکھیں بند کر سکا تھا۔ یہ سب باتیں وہ ماں سے کیسے کہتا؟

❀......❀......❀

حاجرہ نے باورچی خانے سے باہر نکل کر برآمدے میں بیٹھی زیبا کو دیکھا اور اس کے پاس چلی آئی۔ خستہ پراٹھا' آم کا اچار اور چائے کا کپ سب جوں کا توں رکھا تھا۔ وہ گہری سوچ میں غلطاں' انگلی میں پڑی انگوٹھی کو کبھی اتار رہی تھی اور کبھی پہن رہی تھی۔ صبح کے اجالے میں اس کے چہرے کی سفید رنگت میں دکھ اور اداسی کی پیلاہٹ صاف نظر آ رہی تھی۔ حاجرہ دو دن سے یہی غور کر رہی تھی کہ وہ کن خیالوں میں کھوئی رہتی ہے؟ اور کیوں کھوئی رہتی ہے؟

اس نے بالکل سامنے موڑھے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''کون سا گھن ہے جو تجھے اندر ہی اندر چاٹ رہا ہے۔'' وہ چونکی اور جلدی سے سامنے رکھے ناشتے کو دیکھنے لگی۔

''ناشتہ رکھا رکھا برف ہو گیا' تو کہاں کھوئی تھی؟''

''آں ہاں' کہیں نہیں...... بس ناشتے کو دل نہیں چاہ رہا...... طبیعت عجیب سی ہے۔'' اس نے جواب دیا۔

حاجرہ نے ایک بار پھر اسے تجربہ کار نگاہوں سے تولا اور پھر دھیرے سے کہا۔

''چل میں تجھے چھوڑ آؤں۔''

''کہاں......؟'' اس نے حیرت سے دیکھا۔

''تیرے گھر۔''

''میں نے کب کہا ہے؟''

''شادی کے بعد لڑکیاں اپنے گھروں میں ہی خوش رہتی ہیں۔''

''ضروری تو نہیں۔'' وہ دکھ سے مسکرائی۔

''تو مجھے صاف کیوں نہیں بتاتی کہ صفدر کیسا ہے؟'' حاجرہ کا دل داماد کے لیے شک سے بھر گیا۔

''اماں! صفدر بہت اچھے ہیں' جیسے ان کی امی نے بتایا تھا اس سے بڑھ کر اچھے ہیں۔''

''ہنہ! ارے اپنی دہی کو کون کھٹا کہتا ہے؟ تیرے چہرے پر پھیلی ہلدی سب کچھ بتا رہی ہے مجھے۔''

''اماں! جانے دو کیسی باتیں لے بیٹھی ہو' صفدر یا امی آج کل میں آ جائیں گے تو چلی جاؤں گی۔''

''میں بھیجنے کی وجہ سے نہیں کہہ رہی' بس ویسے ہی فکر مند ہوں۔'' حاجرہ دل میں آئے وسوسے چھپا گئیں۔

''کہا نا کہ طبیعت خراب سی ہے' میں اپنے کمرے میں جا کر لیٹ رہی ہوں۔''

''اپنے ابا کے پاس کچھ دیر بیٹھو وہ پوچھ رہے تھے' تم تو باپ سے بھی بے پروا ہو گئی ہو۔''

''میں وہیں سے آئی تھی' ان کے کمرے کا پنکھا بہت آواز دے رہا ہے' سر میں لگتی ہے وہ آواز۔'' وہ بے زاری سے بولی۔

"کیا کروں؟ پنکھے کی عمر پوری ہوگئی مگر خطا معاف نہیں ہوئی' نیا پنکھا پندرہ سو سے کم نہیں' ہر مہینے سوچتی ہوں' مگر معمولی سی پنشن اور بیٹھک کے کرائے سے گھر چلانا مشکل ہوگیا ہے...... اوپر سے تمہارے ابا کی دواؤں میں اضافہ ہی ہورہا ہے۔" حاجرہ نے دھیمے دھیمے لہجے میں کڑوی کسیلی داستان سناڈالی۔

"میرے کمرے کا پنکھا اتروا کر ابا کے کمرے میں لگوادو' وہاں تو کوئی نہیں ہوتا۔"

"اللہ تجھے سلامت رکھے' آتا جاتا رکھے' اب استعمال ہورہا ہے نا' اللہ رکھے صفدر کو تمہیں لینے آئے گا تو دو گھڑی آرام کرلے گا۔"

ماں کی داماد کے لیے اپنائیت دیکھ کر اس نے طویل سانس بھرا اور اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

"مائیں اتنی سادہ کیوں ہوتی ہیں؟" کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اس نے سوچا' اولاد کے لیے رات دن سب اچھا چاہتی ہیں۔ سب ٹھیک دیکھتی ہیں' ننھی اس کی پیاری سہیلی بھی تو یہی کہتی تھی' کہ "زیبا! تیری اماں کو پتہ چلے یا نہ چلے ایک ہی بات ہے' وہ تجھے کچھ نہیں کہیں گی۔" یہ سن کر وہ شرمسار ہوگئی تھی اور سوچنے لگی تھی کہ ماں اتنی سادہ ہوتی ہے کیا؟ میرے دامن پر لگا داغ دیکھے نہ دیکھے پھر بھی میری ماں رہے گی۔" یہ سوچ اسے سرتاپا ندامت کے پانی سے بھگوگئی تھی۔ ننھی یہ حالت دیکھ کر ماسی نصیحت بن گئی تھی۔

"دیکھو زیبو! تیرے وجود میں جو زہر پھیل گیا ہے' اسے حوصلے اور خاموشی سے نکلوادے۔ اگر یہ اس گھر میں پھیل گیا تو کچھ نہیں بچے گا۔ میری مان چاچی کو کچھ نہ بتا...... بس زہر باد سے پہلے تدبیر کرلے۔" تب اس نے ڈبڈباتی آنکھوں سے ننھی کے کندھے پر سر رکھ کے اسے تدبیر کرنے کی ذمہ داری سونپ دی تھی۔ اس وقت بھی طبیعت آج کی طرح خراب تھی۔ وہ کچھ کچھ سمجھ گئی تھی کہ صفدر کا احساس اس کے نہ چاہنے کے باوجود اس کے وجود میں سرایت کرگیا ہے...... مگر وہ خوش نہیں تھی' ہول سا تھا...... کچھ جاننے نہ جاننے کا خوف تھا' خشک زرد پتے کی طرح ڈولتی ہوئی پلنگ پر گرگئی...... تکیے پر سر رکھ کے سعودی عرب جا بسنے والی پیاری ہمراز سہیلی ننھی کو یاد کرنے لگی...... آج وہ اس کی کمی شدت سے محسوس کررہی تھی۔ اس کے مشورے کی ضرورت تھی۔ اس کی ہمدردی درکار تھی...... کیا تھا؟ اور کیا ہونے والا تھا؟ یہ سوچ کر پریشان تھی...... ایک دم ہی دل متلانے لگا تو اٹھ کر بیٹھ گئی۔

❀......❀......❀

مرزا نوازش کے عہدے میں ترقی ہوئی۔

انہیں برانچ انچارج بنادیا گیا۔ دفتر میں گہما گہمی کا سماں تھا۔ سارے اسٹاف نے ان کے اعزاز میں پارٹی ارینج کررکھی تھی۔ سب اچانک کیا گیا تھا' شرمین لاعلم تھی اس لیے حیران پریشان سی سب کو دیکھ رہی تھی...... کسی ایک نے چلبلا سا جملہ اچھالا۔

"لو بھئی! مس شرمین کی بے نیازی کا عالم دیکھئے انہیں مرزا صاحب کی پروموشن کا علم ہی نہیں ہے۔" اس نے گھور کر اسے دیکھا اور فائل بند کرکے مرزا نوازش کے کمرے کی طرف چل دی۔

"میں آئی کم ان سر!" اس نے پوچھا...... مگر مرزا نوازش چیئر پر جھول جھول کر فون پر باتیں کررہے تھے اسے دیکھ کر انہوں نے دانتوں کی نمائش کی اور سر کے اشارے سے اندر آکر بیٹھنے کو کہا...... وہ سامنے والی کرسی پر ٹک گئی...... کچھ دیر بعد مرزا صاحب فون بند کرکے اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"کس دنیا میں رہتی ہو شرمین؟"

"سر! جس دنیا میں آپ رہتے ہیں۔"

''کہاں ڈریم گرل! وہ ہماری دنیا تو جہنم ہے آپ ساتھ ہوں تو جنت بن جائے۔'' پروموشن کے بعد مرزا صاحب کا دماغ یقیناً ساتویں آسمان پر پہنچا ہوا تھا بہکی بہکی باتیں کافی عرصے سے انہوں نے چھوڑی ہوئی تھیں...... آج پھر بہکے ہوئے تھے وہ سنبھل کر لحاظ کر گئی۔

''سر! بہت بہت مبارک ہو۔''

''تھینک یو' مگر اتنی دیر سے خیال آیا۔''

''سر! کل شام پانچ بجے آفس سے جاتے ہوئے مجھے آپ کی پروموشن کا علم نہیں ہوا' اب آفس آنے پر پتہ چلا ہے تو مبارک باد دینے آ گئی۔''

''بس تم بھی تیار رہو آج کل میں ہیڈ آفس سے تمہارے بھی پروموشن آڈر آنے والے ہیں۔'' وہ مسکرا کر بولے۔

''آپ کو کیسے پتہ ہے؟''

''بھئی ہم ہیں نا' ہم تمہاری رپورٹ بھیجیں گے۔'' وہ شان تفاخر سے اس پر عنایات کا بوجھ ڈالتے ہوئے بولے تو وہ چڑ گئی۔

''شکریہ سر! آپ میرے لیے یہ زحمت نہ ہی کریں تو بہتر ہے۔''

''کمال کرتی ہیں شرمین جی! ہم تمہارے لیے بہت کچھ کرنا چاہتے ہیں' مگر تم اجازت ہی نہیں دیتیں۔ دیکھو! تمہاری محبت آج بھی ہمارا دین ایمان ہے۔'' وہ اٹھے اور چل کر اس کے برابر والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولے' شرمین پر ہلکا سا خوف طاری ہوا' ایک دم سے وہ اسے خوف زدہ کر دینے والی مخلوق دکھائی دینے لگے...... وہ ہمت یکجا کر کے اٹھی اور خونخوار نظروں سے دیکھتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی تو وہ بولے۔

''شرمین! آسمان سے نیچے اتر آؤ اب تمہارے پاس بہت زیادہ وقت نہیں ہے آسمان پر رہنے کا...... یقین نہ آئے تو آج شناختی کارڈ یا کوئی کمیٹی وغیرہ کی پرچی نکال کر تسلی کر لینا۔'' انہوں نے کسی بدقماش انسان کی طرح چہک چہک کر جملہ مکمل کیا۔

''بس! یہی حقیقت ہے آپ کی گھناؤنی محبت کی...... محبت کو گری ہوئی شے بنا کر آپ جیسے لوگ جس طرح نفس پرستی کی غلامی کرتے ہیں میں خوب جانتی ہوں...... آپ کی طرف سے تو مجھے نفرت بھی قبول نہیں۔'' وہ جھٹکے سے گردن گھما کر بولی۔ تب ہی مرزا نوازش کے منہ سے یہ جملہ نکلا۔

''رانی! جس کے خوابوں میں جوانی ضائع کر رہی ہو اسے کہو کہ اب دیر نہ کرے۔''

''سر! میں آپ کی بہت عزت کرتی ہوں' مگر آپ مجبور کر رہے ہیں کہ میں وہ کہوں جو شاید آپ برداشت نہ کر سکیں۔ یہی ہے آپ کی سطحی محبت...... آخ تھو!'' وہ یہ کہہ کر باہر نکل گئی۔ مرزا نوازش کی نگاہوں میں جلتی چنگاریاں نہ دیکھ سکی...... مگر اتنا جان گئی کہ ترقی سے مرزا نوازش فرعونیت پر اتر آیا ہے...... افسری کا نشہ سر سے اوپر چڑھ چکا ہے۔ حالانکہ وہ یہ سمجھنے لگی تھی کہ اب مرزا صاحب سنبھل چکے ہیں لیکن یہ اس کی خام خیالی تھی۔ غصے اور نفرت سے وہ سلگ اٹھی تھی' دل چاہا کہ ہیڈ آفس فون کر کے سب کچھ بتا دے' لیکن پھر خیال آیا کہ اس میں بھی اپنی نیک نامی متاثر ہو گی۔ بہتر ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے' فی الحال وہاں رک کر سلگنا نہیں چاہتی تھی' اس لیے پرس اٹھا کر بنا کسی کو بتائے آفس سے باہر نکل آئی۔

❀......❀......❀

اسے کہنا' اسے ہم یاد کرتے ہیں
دیئے جب شام کی دہلیز پر جلتے ہیں

ستارے آسماں پر جب ٹمٹماتے ہیں
زمین پر چاندنی جب پھولوں پر پڑتی ہے
بہت ہی خوب لگتی ہے

ہم اس دم!
اپنی آنکھوں میں اسے آباد کرتے ہیں
اسے کہنا اسے ہم یاد کرتے ہیں!

ای میل پڑھتے پڑھتے وہ دور بہت دور عارض کے سنگ نکل گئی تھی۔ پتہ ہی نہ چلا کہ زینت آپا آ گئیں اس کو کمپیوٹر کے سامنے اس قدر محو دیکھ کر وہ واپس پلٹنا چاہتی تھیں کہ اسے احساس ہو گیا۔ جلدی سے کمپیوٹر سے توجہ ہٹا کے ریوالونگ چیئر ان کی طرف گھمائی...... وہ اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گئیں۔

''کام کر لو میں پھر آ جاؤں گی۔''

''کام تو نہیں کر رہی تھی آپ اطمینان سے بیٹھیں۔''

''شرمین! مجھے اب گھر جانے دو کوٹھی ویران پڑی ہے' کاروبار تباہ ہو رہا ہے۔''

''کمال کرتی ہیں آپ!'' وہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے بولی۔ وہ نظریں چرانے لگیں تو وہ پھر قدرے سمجھانے والے انداز میں بولی۔

''دو سو پندرہ ہے آپ کی شوگر اپنی حالت دیکھیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا ہے کہ اگر چند روز میں دواؤں سے کنٹرول نہ ہوئی تو' انسولین کا استعمال کرنا پڑے گا...... آپ کو آرام اور پرہیز دونوں کی ضرورت ہے۔'' اس کی محبت پاش نگاہوں پر زینت آپا سو جان سے قربان ہو گئیں۔ وجور جذبات سے ان کی آنکھیں بھر آئیں...... سگی اولاد سے تو یہ واقفیت کے رشتے اچھے تھے...... انہوں نے شرمین کی پیشانی چوم لی...... شرمین جانتی تھی کہ ان کا اصل دکھ بوبی کی جدائی ہے' جو انہیں چاٹ رہا ہے۔

''آپ آرام سے رہیں' جان ہے تو جہان ہے' آپ کس کے لیے کاروبار' کوٹھی کار کی فکر کریں' وہ جو پردیس میں گلچھرے اڑا رہا ہے' جس کی محبت مشروط ہے آپ کے لیے۔'' بولتے بولتے وہ ایسا سچ بول گئی جس نے زینت آپا کو چونکایا۔

''کیسی شرط...... کیا اس سے بات ہوئی ہے؟'' وہ گڑبڑا سی گئی' کتنا مشکل ہوتا ہے جھوٹ بول کر سنبھالنا...... اس نے بمشکل جھوٹ گھڑا۔

''یہ شرط ہی ہے نا زینت آپا کہ یا تو وہ اپنی من مانی کرے گا ورنہ وہیں رہے گا۔''

''تم بات تو کرو' سمجھاؤ اسے۔'' زینت آپا کے رنجیدہ چہرے پر نگاہ ڈال کر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''کچھ دیر کے لیے گھر ہو آؤں' شیر دل بابا کا فون آیا تھا۔ انہوں نے سب ملازموں کی طرف سے ملنے کی درخواست کی ہے۔'' وہ مسکرائی' اس سے ان کے چہرے پر معصوم سی فرمائش کے اثرات تھے۔ اپنا گھر اپنا ہوتا ہے' اس کی یاد بے کل کرتی ہے' ان کو خوش کرنے کے لیے وہ بولی۔

''کھانا کھا لیں' پھر چلتے ہیں' یہ اماں کچن میں گھسی کیا بنا رہی ہیں......؟'' اس نے اس طرح موضوع بدلا کہ زینت آپا اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''میں جا کر دیکھتی ہوں۔''

''آپ نے صبح واک کی تھی۔'' اس نے ایک دم پوچھا تو وہ معصوم بچوں کی طرح نفی میں گردن ہلانے لگیں۔

''اب ہم روز واک کیا کریں گے آپ کی صحت کے لیے بے حد ضروری ہے۔''

''صحت کو کسی کی نظر لگ گئی' بوبی کے پاپا کے بعد بڑے طمطراق سے گھر اور کاروبار کی ذمہ داری سنبھالی ہے میں نے' مگر اب ایسا لگتا ہے میں ٹوٹ گئی ہوں' جسم میں طاقت نہیں رہی' ہمت جواب دے گئی ہے۔'' زینت آپا کا گلا رندھ گیا اور لہجہ تھکن سے بھر گیا۔ شرمین نے اٹھ کر انہیں بانہوں میں سمیٹ لیا۔

''آپ معمولی سی پریشانی سے گھبرا گئیں' سب ٹھیک ہوجائے گا۔ آپ ہی نے سب کام سنبھالنے ہیں۔'' اس نے حوصلہ تو دیا مگر دل میں لگی گرہ نہ کھول سکی۔

''بوبی کی پرورش کی خاطر میں نے جوانی کو بیوگی کی چادر میں چھپا کر رکھا' مگر......''

''مگر کچھ نہیں' بوبی نا سمجھ ہے آ جائے گا' آپ اس کے لیے فکر مند نہ ہوں' اسے آپ کے پاس آنا ہے۔'' وہ ان کا جملہ اچک کر اوپرے دل سے بولی۔ کیونکہ دل میں جو کسک تھی وہ ان کو بتا نہیں سکتی تھی۔

وہ چپ کر گئیں...... تو وہ پیروں میں سلیپر ڈال کے خوش گوار موڈ میں بولی۔

''چلیں آئیں' اماں نے کھانا تیار کر لیا ہوگا۔''

زینت آپا نم آلود پلکیں سفید ساڑی کے پلو سے صاف کر کے اس کی ہمراہی میں باہر نکل آئیں۔

❁......❁......❁

شام کو اچانک سیاہ بادلوں نے آسمان کو اپنے نرغے میں لے لیا' ہوا بند تھی' بے پناہ حبس تھا۔ ایسے میں گاڑی کا بیچ سڑک پر بند ہوجانا سخت پریشانی کا باعث تھا۔ اس نے غصے سے گاڑی کا بونٹ لاک کیا اور سوچنے لگا اب کیا' کیا جائے؟ ایک پھل فروش سے ورکشاپ کی بابت پوچھا۔ اس نے بتایا ذرا سا سامنے چل کر جائیں دائیں ہاتھ گلی میں پہلی ہی ورکشاپ ہے۔ مرتا کیا نہ کرتا...... اس طرف چل دیا۔ وہاں ورکشاپ کے مالک کو تفصیل سے آگاہ کر کے گاڑی کی چابی تھما دی اور خود باہر نکل آیا۔

صبح امی نے حکم دے دیا تھا کہ زیبا کو واپسی پر لے کر آنا ہے...... اس نے وعدہ بھی کر لیا تھا' مگر موسم کی خرابی' سواری کے بغیر دو قدم چلنا بھی محال تھا۔ مگر پھر ماں سے کیے ہوئے وعدے کو نبھانے کے لیے اس نے ہمت کی' رکشہ روکا اور پتہ بتا کر بیٹھ گیا۔ رکشہ فراٹے بھرنے لگا' اور وہ پینٹ کی جیب سے رومال نکال کر بار بار چہرے پر آیا پسینہ صاف کرتا رہا...... اندر غصہ تھا' بے زاری تھی' جانے کیا' کیا تھا...... زیبا اس کے لیے ایک ایسا سوال بن گئی تھی' جسے نہ وہ حل کرنا چاہتا تھا اور نہ بنا حل کے چھوڑنا چاہتا تھا...... وہ گھر میں اس کی ذہنی الجھن بنی رہتی' گھر سے بھیج کر اس سے غافل رہنے کی ناکام کوششیں کر چکا تھا' اس کو پوری طرح محسوس کرنے کے بعد ذہن سے جھٹکنے کا تصور بھی محال تھا مگر دوسری طرف مکمل اپنانے کا خیال بھی گناہ کے مترادف تھا۔

''کیا' کیا جائے؟'' زیر لب بڑبڑایا۔ ساتھ ہی جھٹکے سے رکشہ رکا تو وہ حقیقت کی دنیا میں آ گیا۔ حقیقت یہ تھی کہ وہ زیبا کے گھر کے دروازے پر تھا اور ٹپاٹپ بارش شروع ہوگئی تھی۔ جس وقت دروازہ کھلا آسمان پر گڑگڑاہٹ تھی' غصیلے بادل آپس میں ٹکریں مار رہے تھے۔ ایک دم ہی بارش کی شدت میں اضافہ ہوا اور وہ زیبا کے برابر تقریباً بھاگتا ہوا کمرے کی طرف بڑھا...... مگر بال بھیگ چکے تھے...... شرٹ تر ہوگئی تھی۔ زیبا کی لان کی قمیص بھی بارش کا مزہ لے رہی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر اپنے کمرے کا دروازہ کھولا تو پشت سے اس کے دل پر بجلیاں سی گر گئیں...... وہ رخ موڑ کر اندر آنے کو کہہ رہی تھی' مگر وہ وہیں جم گیا اور بھاری آواز میں بولا۔

"میں یہیں بیٹھوں گا' اندر گھٹن ہے۔" وہ دانستہ اس سے دور رہنے کو بولا تھا۔ یہ وہ بات تھی جو وہ نہیں جانتی تھی۔ وہ جب سے اس کے قرب سے ہمکنار ہوا تھا' تب سے جاننے لگا تھا کہ اس کے جسم میں ایسا طلسم ہے کہ دیکھنے اور چھونے کے بعد حواس بحال رکھنے ناممکن تھے۔

"شاید اسی طلسم میں کھو کر وہ عاشق اپنی منزل سے بھٹک گیا ہو۔" کرسی پر بیٹھتے ہوئے تلخی کے ساتھ اس نے سوچا۔

"میں اماں' ابا کو بتا کر آتی ہوں۔" زیبا نے کہا تو وہ کچھ سوچ کر بولا۔

"موسم کے تیور اچھے نہیں ہیں' گاڑی بھی نہیں ہے' جلدی نکلنا چاہیے۔"

"مگر گلی میں بہت پانی ہے' بارش بھی بہت تیز ہے' کیسے جائیں گے؟" اپنی دانست میں اس نے اسے معلومات فراہم کی۔

"تو پھر......" اس نے ابرو چڑھا کر دیکھا۔

"ارے بیٹا! گھر ہی جانا ہے' موسم بہتر ہونے کا انتظار کرلو آخر گھر میں بیٹھے ہو۔" حاجرہ کو چہیتے داماد کی بات اچھی نہ لگی تو دھیمے لہجے میں اس کا اظہار کردیا...... وہ ان کے احترام میں کھڑا ہوگیا اور خفت سے مسکرا دیا۔ زیبا کا سر چکرا رہا تھا وہ تو بڑی مشکل سے اس کے استقبال کے لیے کھڑی ہوئی تھی...... وہ دیوار تھام کے خود کو سہارا دینے لگی۔

"زیبا! میری بچی تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے جاؤ کمرے میں جا کر لیٹو' میں صفدر کے لیے کھانا گرم کرتی ہوں۔" حاجرہ نے اس کی لاتعلقی بھانپ کر بیٹی سے کہا۔ صفدر نے رخ موڑ کر یقین کرنے کی خاطر اس کی طرف دیکھا...... وہ واقعی پیلی پڑ گئی تھی...... آنکھوں کے گرد گہرے سیاہ حلقے بن گئے تھے۔ وہ مشکل سے اٹھی اور اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔ وہ پلٹ کر ساس کی طرف متوجہ ہوا۔

"کھانے کا تکلف نہ کریں' بس اجازت دیں زیبا کی طبیعت خراب ہے تو پھر آ کر لے جاؤں گا۔" حاجرہ کی پیشانی پر خفیف سی سلوٹیں ابھریں' مگر وہ ضبط سے مسکرا کر ٹال گئیں۔

"یہ تو غور کرو بیٹا کہ زیبا کو کیا بیماری ہے؟"

"جی' بہتر' بتائیے۔" وہ اکتا کر بولا۔

"پہلے چل کر اپنے ابا کے پاس بیٹھو میں کھانا لاتی ہوں' پھر بات کریں گے...... اتنی دیر میں شاید بارش تھم جائے......" حاجرہ نے اسے کچھ اور کہنے کا موقع نہ دیا۔ بارش سے بچتی بچاتی باورچی خانے کی طرف چلی گئیں...... اور وہ ابا کے کمرے کی طرف ہولیا۔ دل جب نہ چاہے تو طبیعت اچاٹ اور بے زاری سی ہوتی ہے' یہاں آنا اور آ کر بیٹھنا اسے اچھا نہیں لگتا تھا...... حالانکہ زیبا کے اماں' ابا بے ضرر سے سیدھے سادے انسان تھے۔ اسے دیکھ کر خوش ہوجاتے' بچھ بچھ جاتے مگر اسے کوئی بے چینی اندر ہی اندر چاٹنے لگتی' من کا چور اسے ستانے لگتا' نفرت زیبا کے لیے جاگتی اور قابل نفرت اس کے ماں باپ بھی لگتے۔

"آؤ بیٹا بیٹھو۔" پھولی ناہموار سانس کے ساتھ ابا نے کہا...... تو وہ سلام کر کے ان کی چارپائی کے قریب رکھی کرسی پر ٹک گیا۔

"آج تو بارش نے حد مکادی ہے' مسلسل برس رہی ہے۔" اس کی خاموشی کو انہوں نے توڑا...... وہ اپنے سامنے کھلی کھڑکی کی طرف دیکھنے لگا' جو صحن میں کھلتی تھی اور بارش کا برستا پانی اس سے نظر آ رہا تھا۔

"جی ہاں! باہر گلی میں دریا بہہ رہا ہے۔" مختصر سا جواب دیا۔

"یہی تو مشکل ہے بارش تو برس برسا کر تھم جائے گی' مگر گلیوں محلوں میں ہفتوں کیچڑ کھڑا رہے گا...... ایک' دو دن سے

پہلے تو پانی نہیں نکلتا۔'' وہ کھانسی سے جنگ کرتے ہوئے بولے تو صفدر نے جگ سے گلاس میں پانی ڈال کر انہیں دیا۔

''سیوریج کے نظام پر ہمارے ہاں تو جہ ہی کم دی جاتی ہے۔''

''ہم' ہما' ہمارے محلے میں ز' زیادہ ڈھلان ہے۔'' انہوں نے بڑی مشکل سے بتانا چاہا تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیا۔

''آپ نہ بولیں' بولنے سے کھانسی اٹھتی ہے' بارش رکے گی' پانی بھی نکل ہی جائے گا۔''

''پر لگتا ہے آسمان میں چھید ہو گئے ہیں۔'' اسی وقت حاجرہ ٹرے لیے آ گئیں۔

''مجھے بالکل بھوک نہیں ہے' ویسے بھی امی جان کے ساتھ کھانا کھاتا ہوں۔''

''میں بھی تمہاری ماں کی طرح ہوں' آج میرے کہنے پر کھالو۔'' حاجرہ نے اس اپنائیت سے کہا کہ اسے اٹھ کر ہاتھ دھونے پڑے۔

رات گیارہ بجے کے قریب موسلا دھار بارش ہلکی ہلکی پھوار میں بدلی تو وہ صحن میں نکل کر جائزہ لینے لگا...... زیبا اس کی پشت پر پہنچ کر بولی۔

''باہر گلی میں' بہت پانی کھڑا ہے۔''

وہ کچھ نہیں بولا' لمبی سانس بھر کے اس کی بات پر کمرے میں آ گیا۔ کمرے کا ماحول خاصا گھٹن زدہ تھا' پنکھے کی ہوا بھی بہت ٹھنڈی نہیں تھی اس لیے الٹے قدموں کمرے کے باہر برآمدے میں بچھے پلنگ پر بیٹھ گیا۔ جیب سے موبائل فون نکال کر گھر کا نمبر ملا کے ماں کو ساری صورت حال بتائی...... مگر دوسری طرف سے جواب ملا کہ سو جاؤ' صبح آرام سے زیبا کو لے کر آ جانا۔'' فون واپس جیب میں رکھا اور چارو نا چار پائنتی میں بیٹھی زیبا سے پوچھا۔

''مجھے کہاں سونا ہے؟''

''جہاں آپ چاہیں۔'' وہ خوشی سے بولی۔

''اب بہت زیادہ گنجائش تو یہاں ہے نہیں۔'' اس نے کچھ طنزیہ کہا۔ زیبا شرمندہ ہو گئی۔

''میرا مطلب تھا۔'' وہ ہکلائی۔

''میرا مطلب یہ نہیں تھا۔'' وہ سمجھ گیا کہ زیبا نے اس کا طنز محسوس کیا ہے۔

''آپ اس کمرے میں سو جائیں۔''

''ٹھیک ہے' صبح جلدی اٹھا دینا۔'' وہ جھٹکے سے اٹھا اور کمرے کے اندر چلا گیا۔ وہ باہر کھڑی رہ گئی مگر اس نے پلٹ کر بھی نہیں پوچھا۔ وہ الجھن کی زد میں تذبذب کا شکار رہی پھر جھجکتے ہوئے کمرے میں قدم رکھے...... وہ آنکھیں موندے جاگ رہا تھا' شاید سونے کی کوشش کر رہا تھا لیکن کوشش بے کار تھی کیونکہ جس طرح اپنے دونوں پیروں کی انگلیاں آپس میں پیوست کر کے جسمانی اضطراب سے گریزاں ہو رہا تھا وہ اسے صاف دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا دل چاہا کہ پیروں کو چھو کر اضطراب کم کر دے اور نفرت کی دیوار گرا دے...... بدن کی کشمکش کو نرمی سے نجات دلا دے' مگر چاہنے کے باوجود اس کے پیروں سے دو قدم کے فاصلے پر کھڑی سوچتی رہ گئی...... مگر نہ ہاتھوں میں جنبش ہوئی اور نہ ہمت نے ساتھ دیا...... وہ خود ہی بے خیالی میں کسمسایا اور گردن اٹھا کر نیم وا آنکھوں سے دیکھا تو جیسے کرنٹ لگ گیا...... ناگوار لہجے میں بولا۔

''کیا چاہتی ہو......؟''

''وہ میں......'' وہ کچھ لجاجت سے بولی۔

''سنو! تم کیا سمجھتی ہو کہ مجھے تمہاری نیت کا پتہ نہیں چلتا۔'' وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''آپ میرے وجود کو محسوس کرلیں تو کافی ہے۔''

''ہنہ' سمجھتی ہو کہ اپنے وجود کی کشش سے مجھے زیر کرلو گی' میں تمہارے حسین دام میں آجاؤں گا۔'' وہ ہونٹ چباتی رہی..... آنسو پیتی رہی..... کمرے میں ملگجا سا اجالا تھا لیکن پھر بھی وہ اس کے چہرے پر پھیلی ندامت اچھی طرح دیکھ سکا..... کچھ نرمی اور تھوڑی سی گرمی لہجے میں شامل کرکے بولا۔

''تمہیں اپنی قدر و قیمت کا اندازہ ہی نہیں تھا' ایک ایک آنکھ کے بدلے قارون کے خزانے لٹائے جاسکتے ہیں' لبوں کی نزاکت پر دل و جان فدا کیے جاسکتے ہیں اور تمہارے جسم کے طلسم میں کھو جانے والے کو تو عمر بھر راستہ نہ ملے..... مگر جانے والا کیسے تمہیں لوٹ کر چلا گیا' یہ میری سمجھ سے باہر ہے' میں چاہوں بھی تو یہ بات بھول نہیں سکتا..... میرے لیے کچھ بچایا ہی نہیں کاش! میں تمہارے جذبات کو تسکین پہنچا سکتا۔''

''یہ سب باتیں تو آپ بارہا کرچکے ہیں' پھر کیوں باربار کند چھری میری گردن پر چلاتے ہیں۔''

''اس لیے کہ تم وہ منظر بننے ہی نہ دیا کرو' جو مجھے تم سے ہمدردی پر تو اکسائے مگر نفرت میں اضافہ کرے..... مت پیدا کیا کرو تنہائی کے موقع.....'' وہ جھلا کر بولا اور اٹھ کر کھڑکی کے پاس چلا گیا ہلکی ہلکی رم جھم ابھی بھی جاری تھی۔

''خدا کے لیے آہستہ بولیں' یہاں تو میرا بھرم رہنے دیں۔'' وہ دھیرے سے بولی۔

''تمہارا بھرم رکھتے رکھتے میرا وجود خطرے میں پڑ گیا ہے' آخر میرا قصور کیا ہے؟'' وہ پلٹا اور اس کو کندھوں سے پکڑ کر آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے بولا..... وہ لرزنے لگی..... چکرآنے لگے' ایک دم دیوار سے لگ گئی۔

''میں ظالم اور سفاک نہیں' میرے اندر سے کوئی تمہیں معاف کرنے نہیں دیتا' مجھے مت آزمایا کرو۔'' زیبا نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھا اور کمرے سے باہر نکل گئی..... وہ بڑی دیر ٹہلتا رہا اور پھر بستر پر کروٹیں بدلتا رہا۔ وہ رات بھر کمرے میں نہیں آئی..... وہ مضطرب اور بے چین رہا' سو نہیں سکا۔ سمجھاتا بھی رہا..... اسی حالت میں فجر کی اذان ہوگئی اور وہ کمرے سے اٹھ کر باہر نکل آیا..... دیوار سے لگی زیبا نے سانس روک کے اسے دیکھا اور آہستگی سے دوسری طرف ہوگئی..... کیونکہ اسے احساس نہیں دلانا چاہتی تھی کہ وہ رات بھر اس کے لیے دیوار سے لگی نیند سے لڑتی رہی ہے۔ اس وقت جو اس کا حال تھا وہ اسے زیادہ دیر اور کھڑا نہ رکھ سکا..... چکرا کے گر گئی..... گرتے وقت منہ سے ماں کے لیے آواز نکلی۔

''ام..... اماں۔'' اور پھر کچھ ہوش نہ رہا۔

حاجرہ اس کی آواز سن کر جائے نماز سے اٹھ کر باہر بھاگی' اسے فرش پر گرا دیکھ کر بدحواس ہوگئی۔

''زیبا! زیبا! میری بچی ہوش میں آ' اٹھ ہمت کر۔'' وہ بوڑھے ہاتھوں سے اسے اٹھانے کی کوشش کرنے لگیں' مگر بہت مشکل پیش آرہی تھی۔ انہیں یاد آیا کہ صفدر کمرے میں ہوگا تو وہ اسے بلانے لگیں۔

''صفدر! صفدر بیٹا!'' مگر صفدر تو تھا ہی نہیں۔ وہ شاید مسجد گیا تھا یا کہیں اور حاجرہ تھک ہار کے گلاس میں پانی لائی اس کے منہ پر چھینٹے مارے' دو گھونٹ حلق میں ڈالے جو کہ اس نے الٹی کرکے باہر نکال دیئے..... وہ کچھ ہوش و حواس میں آچکی تھی..... حاجرہ نے اب کوشش کی تو اس نے خاصا تعاون کیا..... صحن میں بچھے تخت پر لیٹ گئی..... حاجرہ اس کے ہاتھ سہلانے لگی۔

''ماں صدقے' تیری طبیعت ٹھیک نہیں ہے' ابھی ڈاکٹر کو چیک کرا کے بھیجوں گی۔''

''نہ' نہیں اماں' صفدر خود چیک کرادیں گے' اب کچھ نہ کہنا' بس ہمیں جانا ہے۔'' وہ سانس بحال کرکے منت آمیز لہجے میں بولی۔

"اس حال میں کیسے بھیج دوں؟"
"اماں! میں ٹھیک ہوں صفدر کو دفتر سے دیر ہو جائے گی۔"
"وہ ہے کہاں؟" حاجرہ نے پوچھا۔
"پتہ نہیں۔"
"ہیں! رات تیرے پاس تھا تجھے پتہ کیوں نہیں؟"
"صبح کہیں گئے ہیں۔" اس نے کہا اسی اثناء میں وہ آ گیا۔ تو حاجرہ نے بتایا۔
"صفدر بیٹا! زیبا کی طبیعت بہت خراب ہے اسے آج ڈاکٹر کو ضرور دکھا دینا۔"
"جی اچھا۔" اس نے مختصراً کہا۔
"میں ناشتہ بناتی ہوں۔" حاجرہ نے کہا تو وہ صاف انکاری ہو گیا۔
"نہیں ناشتہ میں امی جان کے ساتھ کرتا ہوں زیبا چلنا ہے تو اٹھ جاؤ دیر ہو رہی ہے۔" اس نے اس طرح حاجرہ کی ناشتے کی بات رد کی کہ حاجرہ اور زیبا کسی کو بھی کچھ اور کہنے کی جرأت نہ ہوئی...... کچھ دیر بعد زیبا چادر لیے اس کے ساتھ ہو لی وہ حاجرہ اور ابا کو سلام کر کے آگے آگے چل دیا...... حاجرہ نے کچھ بھاری سی طبیعت کے ساتھ انہیں رخصت کیا۔

❁......❁......❁

وہ واش روم میں تھی۔
کمرے میں موبائل فون کا شور تھا۔ اماں اس کے لیے چائے کا کپ لے کر آئیں تو فون اٹھا کر الٹا سیدھا کرنے کی کوشش میں مصروف ہو گئیں...... فون بلاتعطل بج رہا تھا۔
"توبہ ہے بھئی کسی نے فون ملا کے ہاتھ اٹھانے کی زحمت ہی نہیں کی شرمین! شرمین!" وہ شرمین کو آوازیں دینے لگیں...... وہ فون سے زیادہ ان کی آواز سن کر گیلے بال تولیے سے خشک کرتی ہوئی باہر نکلی...... اور جلدی سے فون لے کر کال ریسیو کی...... دوسری طرف عارض تھا...... شرمین نے اماں کو جانے کا اشارہ کیا اور خود بالکنی میں کھڑی ہو کر باہر کے حسین موسم میں لطف لیتے ہوئے فون پر بات کرنے لگی۔
"کیا رات بھر نیند نہیں آئی تھی جو گھوڑے بیچ کر سوئی تھیں......" عارض کی پھڑکتی ہوئی آواز آئی۔
"جی نہیں جناب! ہمیں آپ کا عارضہ لاحق نہیں ہے ہم غسل فرما رہے تھے۔" وہ بھی حد درجہ شوخ ہو کر بولی۔
"اف! کیا کہہ دیا ظالم کس قدر خوب صورت منظر ہو گا پانی کی پھواریں سیاہ زلفوں کا ساون اف قیامت قیامت ہو گی کاش ہم وہاں ہوتے۔" وہ جذب و مستی کے عالم میں دیوانہ بن کے بولتا چلا گیا تو وہ ہاتھ جوڑنے لگی۔
"خدا کے لیے مجنوں صاحب واپس آ جایئے آپ تو شرم کو چھو کر بھی نہیں دیکھتے۔"
"یار کمال ہے ابھی ہم نے دیکھا ہی کیا ہے آپ ابھی سے شرم دلانے لگیں ہم کوسوں دور ہیں سمندروں پار ہیں منظر کشی تو کرنے دیا کرو۔"
"اچھا اچھا! یہ بتایئے کیا حال ہے؟" اس نے اسے پٹڑی پر ڈالا۔
"کس کا میرا یا کمر کا۔"
"دونوں کا۔"
"بس آپریشن کے بعد ہی کچھ پتہ چلے گا۔"
"کب ہو گا آپریشن؟" وہ اس کے لہجے کی اداسی محسوس کر کے خود بھی اداس ہو گئی۔

"دیکھو! جب ڈاکٹر صاحبان مناسب سمجھیں گے۔"

"کتنے دن ہوگئے ہیں کیسی اداسی ہے؟" وہ رو تو نہیں رہی تھی البتہ لہجہ بھیگا بھیگا سا تھا..... عارض کا دل جھوم اٹھا۔

"آپ کے بابا کیسے ہیں؟" وہ اس کا موڈ بحال کرنے کے لیے بولی۔

"ایک دم اچھے! خوب باپ ہونے کا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ان کی محبت بلیک میلر ہے تم نہیں سمجھوگی..... خیر اور سناؤ......" وہ پھر سے خوش گوار موڈ کی طرف لوٹ آیا۔

"سب اچھا ہے۔"

"اوکے! اپنا خیال رکھنا..... بائے۔"

"اللہ حافظ....." اس نے بھی جواباً کہا۔ فون بند ہوگیا تو وہ مسرور سی بالکنی سے کمرے میں آ گئی۔ چائے ٹھنڈی ہوچکی تھی..... اس نے چائے پینے کا ارادہ ترک کیا وال کلاک کی طرف نگاہ ڈالی تو بہت وقت ہوگیا تھا۔ وہ جلدی جلدی بالوں میں برش کرکے ہلکی سی لپ اسٹک لگا کے سینڈل پیروں میں ڈال کر باہر نکل آئی..... زینت آپا تیار ہوکر ناشتے کی میز پر بیٹھی تھیں وہ پوچھنا بھی تو انہوں نے خود بتایا۔

"مجھے ڈراپ کردو ایک دوروز میں واپس آجاؤں گی۔"

"مگر زینت آپا آپ کی طبیعت خراب ہے تنہا آپ اور بیمار ہوجائیں گی۔"

"شرمین! ہم غلط کہتے ہیں تنہائی بیماری نہیں ہوتی تنہائی تو رفیق ہوتی ہے کمزور لمحوں میں بیمار ساعتوں میں جب کوئی جائے پناہ سکون نہیں دیتی تو تنہائی اپنی بانہیں وا کردیتی ہے اگر یہ نہ ہو تو ہم بیمار ہوجائیں..... بوجھ سے دل پھٹ جائے..... اس کی بدولت دل ہلکا پھلکا ہوجاتا ہے۔" دلیے کے پیالے میں مسلسل چمچ ہلاتے ہوئے بولیں۔

"آپا! آپ کا فلسفہ اپنی جگہ درست سہی مگر حقیقت یہ ہے کہ ڈپریشن ٹینشن میں شوگر لیول بڑھے گا۔" وہ بھی جلدی جلدی سلائس پر مارجرین لگاتے ہوئے بولی۔

"اچھی بات ہے خلاصی ہوگی کیا پڑا ہے زندگی میں۔" وہ رنجیدہ ہوگئیں۔

"بہت کچھ ہے آپ حوصلے سے رہیں سب ٹھیک ہوجائے گا۔"

"زینت! بچے کا ہی معاملہ ہے نا وہ بھی ٹھیک ہوجائے گا تم سوچنا چھوڑ دو۔" اماں نے چائے کا کپ ان کے سامنے لاکر رکھتے ہوئے کہا تو زینت ہولے سے مسکرادی۔ وہ بھی ایسا ہی چاہتی تھی مگر زندگی کی کل پونجی غیروں میں چھوڑ کر آنے کے بعد کوئی ماں کیسے بےفکر رہ سکتی ہے۔

"چلیے اٹھیے میں لیٹ ہورہی ہوں آپ کو ڈراپ کرتی ہوں اس شرط پر کہ آپ شام کو میرے ساتھ واپس آئیں گی۔" شرمین نے ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کرکے اٹھتے ہوئے کہا۔ زینت نے اثبات میں گردن ہلادی۔

"میڈیسن کھالیں۔" اس نے پوچھا۔

"ناشتے سے پہلے لے لی تھیں۔" انہوں نے بتایا۔

"اوکے! اماں اللہ حافظ آپ بھی ٹھیک سے ناشتہ کریں اور دوائیں کھائیں پوری ایمان داری سے۔" اس نے اماں کے گال پر پیار کرتے ہوئے کہا اور باہر نکل گئی۔ زینت آپا نے بھی اپنا ہینڈ بیگ اٹھایا اور اس کے پیچھے چل دیں۔

❀......❀......❀

مرزا نوازش کا چپراسی دو مرتبہ اس کا پوچھ کر جاچکا تھا۔

وہ جب آفس پہنچی تو ساتھی ٹائپسٹ شہلا نے اسے بتایا اس کی چھٹی حس بیدار ہوگئی۔ گزشتہ واقعہ بھی یاد آ گیا۔ جانے

کون سی افتاد سامنے آنے والی ہے یہ سوچ کر اس نے اللہ سے اپنے بچاؤ کی دعا کی...... اسی وقت تیسری مرتبہ چپراسی پھر آ گیا۔ وہ اس کا اشارہ سمجھ گئی جن فائلوں پر دستخط کرانے تھے وہ اٹھائیں اور بڑے اعتماد کے ساتھ مرزا نوازش کے دفتر کے دروازے پر دستک دی۔

''یس کم ان۔'' بڑی گونج دار آواز میں کہا گیا۔

''گڈ مارننگ سر!'' ''آج آپ پینتالیس منٹ لیٹ آئی ہیں وجہ پوچھ سکتا ہوں۔'' انہوں نے بڑے افسرانہ انداز میں پوچھا۔

''سوری کسی وجہ سے لیٹ ہوگئی۔'' اس نے انتہائی متانت سے جواب دیا۔

''مس شرمین! ڈیوٹی کو ڈیوٹی سمجھ کر ادا کریں۔'' انہوں نے خاصے چبا چبا کر لفظ ادا کیے تو وہ چڑ گئی۔

''معاف کیجیے گا سر مجھے اپنی ڈیوٹی کا پتہ ہے۔''

''میں نے آئندہ سخت نوٹس لینا ہے۔ لہٰذا خیال رکھیے گا۔'' یہ کہہ کر وہ فائلوں پر جھک گئے وہ کھڑی پیچ و تاب کھاتی رہی۔ جب فائلیں سائن ہوگئیں تو انہوں نے مسکرا کر بیٹھنے کو کہا۔

''شکریہ! میں ٹھیک ہوں۔''

''کچھ دیر اگر آپ ہمارے سامنے بیٹھ جائیں گی تو کوئی حرج تو نہیں ہو جائے گا۔'' انہوں نے اپنی نظر کی عینک اتار کے رکھتے ہوئے کہا۔

''سر پلیز! کوئی کام ہے تو بتایئے۔''

''شرمین! میں چاہتا ہوں کہ تم میرے دل کی بات سمجھو میری محبت پر یقین کرو۔'' وہ ایک دم ہی آپ سے تم پر اتر آئے اور اٹھ کر اس کے مدمقابل آ گئے۔ وہ دو قدم پیچھے ہوگئی۔

''سر! یہ باتیں تو میں بہت عرصے سے سن رہی ہوں کوئی نئی بات کریں۔'' اس نے سخت بیزاری سے کہا۔

''تم یہ بات مان لو تو کوئی نئی بات ہو میری زندگی ویران کھنڈر ہے بیوی نے عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے محبت کے دو لفظوں کے لیے ترس گیا ہوں۔'' وہ دکھی مظلوم شوہر کی اداکاری کرنے میں کافی کامیاب ثابت ہوئے...... مگر اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

''محبت کوئی کاروبار ہے کیا؟ محبت کوئی لفظوں کا کھیل ہے...... کیا سمجھتے ہیں آپ بیوی کے عذاب کے باوجود اب تک تین عدد بچے ہیں آپ کے بنا محبت کے بچے پیدا ہو گئے کیا؟''

''دیکھو! ذاتیات پر حملہ مت کرو۔'' وہ کچھ ناگواری سے بولے۔

''تو مت کیجیے سطحی محبت کا اظہار اور کان کھول کر سن لیجیے مجھے لفظ محبت سے اب گھن آنے لگی ہے۔ یہ اتنی گھٹیا شے ہے کہ اس کا استعمال آپ جیسے لوگ کر رہے ہیں مجھے یہ سوچ کر بھی شرم آ رہی ہے۔'' وہ کراری آواز میں خوب کھری کھری سنا کر جانے لگی تو وہ نرم پڑ گئے۔

''شرمین! شرمین! خفا مت ہو میں کیا کروں تمہیں دیکھتا ہوں تو دل پر قابو نہیں رہتا مجھے تمہاری ضرورت ہے۔''

''پلیز! سر اب یہ ناٹک بند کر دیں۔ میں آپ کے کسی کام نہیں آ سکتی۔'' اس نے تلخی سے کہا اور گھورتی ہوئی بنا فائلیں اٹھائے باہر نکل آئی۔ غصے سے تمتماتا چہرہ دیکھ کر شہلا اس کے پاس آ گئی۔

''کیا ہوا؟''

''کچھ نہیں۔'' اس نے دھیرے سے کہا۔

''کچھ تو ہے' تمہارا چہرہ سرخ ہو رہا ہے۔''
''پرانا راگ سن کر طبیعت بیزار ہوگئی ہے۔'' وہ طنزیہ بولی۔
''کون سا راگ؟'' وہ نا سمجھی۔
''محبت کا راگ' جو ہمارے ہاں ہر آدمی کو رٹا ہوا ہے' جو ہر ایک کو کہیں بھی سنایا جاتا ہے۔'' وہ جل کر بولی تو شہلا نے مزید کچھ اور نہیں پوچھا...... خاموش ہوگئی...... لیکن کافی دیر تک وہ اس کو دیکھتی رہی' اس کا موڈ خراب تھا' پھر دن بھر وہ اسی کیفیت میں دیکھی گئی۔

❀......❀......❀

دو دن سے وہ خاموش تماشائی بن کر زیبا کی گری گری طبیعت کا جائزہ لیتی رہیں جب صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا تو سیدھی صفدر کے کمرے میں آگئیں۔ وہ کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا کام کر رہا تھا جبکہ زیبا بیڈ پر آڑی ترچھی لیٹی کمرے کی چھت گھور رہی تھی۔ انہیں دیکھ کر وہ ایک دم کام چھوڑ کے ان کی طرف متوجہ ہوگیا۔ زیبا بھی اٹھ بیٹھی۔
''لیٹی رہو۔'' انہوں نے اسے کہا۔
''خیریت ہے امی۔'' صفدر نے پوچھا۔ وہ صوفے پر بیٹھ کر بڑے اطمینان سے بولیں۔
''تم کیسے شوہر ہو' تمہیں اپنی بیوی کی بیماری نظر نہیں آتی۔''
''کیا مطلب......؟'' اس نے حیرت سے اچٹتی سی نظر زیبا پر ڈالی۔
''مطلب بھی میں بتاؤں' اس کی حالت دیکھو' زرد ہلدی جیسا رنگ' سوکھ کے کانٹا ہوگئی ہے' دن بھر بستر پر نڈھال پڑی رہتی ہے' نہ ہنستی ہے' نہ بولتی ہے' میرے تو کان ترس گئے ہیں گھر میں ہنسی کی آواز سننے کو۔'' وہ خاصی برہمی سے بولتی چلی گئیں۔ صفدر نظریں چرا گیا۔
''بولو' جواب دو' یہی ہے شوہر کی ذمہ داری' یہی پڑھا ہے' قرآن وسنت کی تعلیم نے یہی بتایا ہے کہ تم بیوی کو گھر میں بکری کی طرح باندھ کر بھول گئے۔'' انہوں نے اس کو خاموش پا کر ذرا اور زور سے لتاڑا...... زیبا سہم گئی...... جلدی سے خود بول پڑی۔
''امی! میں بالکل ٹھیک ہوں' بس ذرا طبیعت نڈھال سی رہتی ہے آپ فکر نہ کریں۔''
''بیٹا! تم چپ رہو' مجھے نظر آرہی ہے تمہاری حالت' اسے جانے کیوں نظر نہیں آتا حالانکہ ایک کمرے میں ایک چھت تلے رہتے ہو۔''
''ضروری نہیں ہے کہ ایک چھت تلے رہنے سے سب کچھ پتہ چل جائے' بہت سے بھید' بھید ہی رہتے ہیں۔'' اس نے بہت سنجیدگی سے کہا۔
''نہیں میاں بیوی کے بیچ کوئی بھید رہ ہی نہیں سکتا۔'' انہوں نے اس کی بات رد کردی۔
''میں بحث نہیں کرسکتا' اور آپ نہ ہی مجھے مجبور کریں تو بہتر ہے۔'' وہ چٹان جیسے لہجے میں بولا۔
''میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ تم دونوں کے درمیان کون سا مسئلہ ہے؟''
''کوئی مسئلہ نہیں ہے' سب کچھ نارمل ہے' زیبا سے پوچھ لیں آپ بلاوجہ فکرمند رہتی ہیں۔'' اس نے خاصی نرمی سے کہا۔ زیبا نے جلدی سے اس کی تائید کی۔
''امی! شاید موسمی اثرات ہیں' میں خود ہی ڈاکٹر کے پاس نہیں گئی۔''
''بچی! اپنی حالت دیکھو' میرا دل ہولتا ہے۔'' فطری ممتا کے ہاتھوں مجبور ہو کر انہوں نے کہا۔

''تیار ہو جاؤ' میں ڈاکٹر کے پاس لے جاتا ہوں۔'' ماں کو مطمئن کرنے کے لیے اس نے براہ راست زیبا کو مخاطب کیا۔

''شاباش! بیٹا بیوی کے حقوق کا خیال رکھو گے تو اللہ راضی ہوگا۔'' انہوں نے پیار سے صفدر کے بالوں میں انگلیاں پھیریں اور پیشانی چومتے ہوئے کہا۔

''اور امی! شوہر کے حقوق کے بارے میں کہیں کچھ نہیں لکھا گیا کیا؟'' اس نے بے ساختہ پوچھ لیا۔

''کیوں نہیں لکھا' زیبا کو تمہارے حقوق معلوم ہیں' بس تم ہی کوتاہی کررہے ہو۔'' انہوں نے پیار سے اس کے گال پر چپت لگائی۔ وہ طنزیہ نگاہوں سے زیبا کو گھورتے ہوئے بڑبڑایا۔

''جی ہاں! میری ہی کوتاہی ہے جو میں دھیمی دھیمی آگ میں جھلس رہا ہوں۔'' زیبا کے کانوں میں اس کی بڑبڑاہٹ اتر کر دل چیر گئی جبکہ جہاں آرا نے شاید کچھ نہیں سنا وہ کمرے سے باہر چلی گئیں تو وہ براہ راست اس سے مخاطب ہوا۔

''کتنی بھولی اور معصوم بن کر میری ماں کے جذبات سے کھیل رہی ہو' تمہاری اصلیت اگر بیان کردوں تو کیا حیثیت رہ جائے گی تمہاری۔ بتایا کیوں نہیں انہیں کہ تم نے شوہر کے حقوق پر کیسے نشتر لگائے ہیں۔'' وہ چپ چاپ صوفے کی سطح کو ناخن سے کھرچتی رہی۔

''مجھے اور کتنے دن جلنا ہے' پرائی آگ میں' کچھ تو بتاؤ' میں مرد ہوں' مجھ میں فرشتوں والا ظرف نہیں۔ کیوں نہیں بتاتیں کہ تمہارا گناہ گار کون ہے؟'' وہ ایک دم مشتعل ہوکر چلایا تو وہ ٹپاٹپ رونے لگی۔

''ہنہ! روایتی ہتھیار ایسے پردہ ڈال رکھا ہے جیسے میں حقیقت نہیں جان پاؤں گا۔''

''حقیقت تو میں نے پہلی رات ہی بتادی تھی۔'' وہ سسکی۔

''جی ہاں' نامکمل حقیقت' میرے مجرم کا نام تو نہیں بتایا تھا۔ اس کو معاف کرکے میری سزا تجویز کی تھی۔ میں نے کیا گناہ کیا تھا؟ بولو جواب دو۔'' وہ دیوانگی کی حدوں کو پہنچ گیا...... اسے کندھوں سے پکڑ کر اٹھایا اور جھنجوڑ کے رکھ دیا۔ آنچل کہیں گیا اور قمیص کے بٹن کہیں گئے...... نگاہوں کے شعلے سرد پڑ گئے...... ہاتھوں میں نرمی آ گئی...... دور تک نرم گرم اشاروں نے مضطرب کرکے الگ کردیا...... وہ ٹوٹے بٹن ٹٹول ٹٹول کر جمع کررہی تھی اور وہ بے قرار دل کو سنبھالنے کی کوشش کررہا تھا...... مگر کوشش ایک بار پھر ناکام ہوگئی' اندر سے غم و غصے کے لاوے نے اسے پھر اپنی گرفت میں لے لیا' اور اس نے اپنے جنون کو انتقام کا رنگ دینے کے لیے اسے ایسے زیر کیا کہ وہ اس کے سامنے چوں نہ کرسکی...... بس اس کی ہر حرکت میں جنون خیزی دیکھتی رہی...... انتقام محسوس کرتی رہی...... اف نہ کی' وہ باہمت مردوں کی طرح اسے کمزور ثابت کرتا رہا...... جب وہ نڈھال ہوکر الٹی کرنے لگی تو وہ پرے ہوکر اس پر ہمدردانہ نگاہ ڈالتا ہوا واش روم میں گھس گیا...... اس کی آنکھیں ٹوٹ کر برسیں' منہ سے نکلنے والا پانی چادر کے پلو سے صاف کرتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کے روئی......

''مرد کتنی عجیب فطرت کے مالک ہوتے ہیں' اپنا حق بھی ایسے وصول کرتے ہیں جیسے خراج وصول کررہے ہوں۔ خطا معاف کرنے کا حوصلہ نہیں ہوتا انتقام لینے کا یہ ہنر خوب آزماتے ہیں۔'' اس نے روتے روتے سوچا۔ وہ تو اپنا آپ اس پر سے وارنے کو خود تیار رہتی تھی' پر جانے کیوں وہ دوسری بار بھی دشمن جاں بن کر حملہ آور ہوا۔ شاید وہ اسے ذلیل کرنے پر تلا تھا۔

''صفدر! مان لو کہ تم اندر سے سفاک نہیں' محبت کی یہ تحریک ثبوت ہے اس بات کا۔'' اس نے آنکھیں صاف کرتے ہوئے مطمئن ہوکر سوچا۔ وہ واش روم سے نکل کر اسے دیکھے بنا کمرے سے باہر نکل گیا...... بار ندامت نے دیکھنے کا حوصلہ چھین لیا تھا شاید...... وہ بکھری بکھری سی اسے جاتا دیکھتی رہی' پھر جنونی انداز میں اسٹارٹ ہونے پر گاڑی کے حلق

سے جس طرح کی چیخیں بلند ہوئیں اس سے صاف پتہ چل رہا تھا کہ وہ شرمندگی کے باعث اندر کا غصہ گاڑی پر نکالتا ہوا گیا ہے۔

یا الٰہی! یہ زندگی کا کیسا روپ ہے' محبت اور نفرت کے درمیان روح کو اذیت ناک لمحوں سے گزرنا پڑ رہا ہے' صفدر کی شخصیت میں یہ کیسا تضاد ہے؟ وہ دکھ سے سوچنے لگی۔

❀......❀......❀

سرخ پتھر کے فرش پر ٹائر چرچرائے تو شیر دل بابا نے اندر کا بڑا داخلی دروازہ کھول کے پورچ کی طرف دیکھا...... شرمین گاڑی لاک کر کے ان کے پاس آئی تو انہوں نے بتایا کہ بیگم صاحبہ بابا کے کمرے میں ہیں...... وہ اس طرف آ گئی...... بوبی کے کمرے کا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔ اس نے جھری سے جھانک کر دیکھا...... زینت آپا بوبی کی بڑی سی دیوار گیر تصویر کے سامنے کھڑی تھیں...... دروازے کی طرف ان کی پشت تھی' اس نے ہولے سے دروازہ کھولا اور اندر آ گئی۔ مگر انہیں خبر نہ ہوئی' بوبی کی تصویر پر اس کی بھی نگاہیں ٹک سی گئیں۔ پہلی مرتبہ اسے اندازہ ہوا کہ بوبی حسین ترین نوجوان ہے۔ یہ بوبی کی میٹرک کے بعد کی تصویر تھی' وہ پہلے بھی کئی مرتبہ اس کے کمرے میں آئی تھی اور تصویر پر بھی نظر پڑی تھی مگر آج اس نے بطور خاص دیکھا تو سنہرے بالوں' سرمئی آنکھوں والے بوبی کی دلکشی نے اسے چونکایا...... زینت آپا تو اور جانے کتنی دیر کھڑی رہتیں' مگر اسے احساس ہو گیا کہ وہ رو رہی ہیں تو ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیئے...... انہوں نے دھیرے سے گردن گھمائی ان کے رخسار تر تھے...... دبی دبی سسکیاں تھیں' شرمین نے انہیں بیڈ پر لٹایا اور اپنے دوپٹے کے پلو سے ان کی آنکھیں صاف کیں...... اٹھ کر ٹیوب لائٹ آن کی...... وہ لیمپ کی روشنی سے ٹیوب لائٹ کی روشنی میں آئیں تو آنکھیں جھپکنے لگیں۔

''کمال ہے آپ کو اتنا بھی پتہ نہیں چلا کہ کمرے میں روشنی کم ہے۔'' وہ شوخی سے بولی۔

''بس یاد نہیں رہا' شیر دل بابا کمرے میں آئے نہیں۔''

''یہ بتائیں کہ آپ یہ کر کیا رہی تھیں؟'' اس نے پیار سے گھور کر پوچھا۔

''ک...... کچھ نہیں۔''

''اور جو زار و قطار رو رہی تھیں وہ۔'' اس نے مصنوعی خفگی کا سہارا لیا۔

''وہ' بس بوبی کی یاد آ گئی تھی۔'' انہوں نے رقت بھری آواز میں کہا۔

''بوبی کی یاد کیوں آتی ہے آپ کو' یاد تو اسے کرتے ہیں جنہیں بھول جائیں' کیا وہ آپ کے دل میں آپ کی دعاؤں میں نہیں؟''

''ہے' لیکن مجھ سے دور ہے' کوٹھی ویران ہے' ہر طرف اس کے قدموں کی آہٹ سنائی دے رہی ہے' اس کی آواز آ رہی ہے۔'' وہ پھر سے رونے لگیں۔

''زینت آپا! یہ تو وعدے کی خلاف ورزی ہے آپ کی شوگر اس طرح بڑھتی جائے گی۔ وہ آپ سے دور آپ کی بیماری سے لاعلم ہے' اور آپ اپنے آپ کو نقصان پہنچا رہی ہیں۔'' وہ افسردگی سے ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بولی تو انہوں نے ڈبڈبائی آنکھوں سے دیکھا۔

''شرمین! اولاد کے لیے اللہ نے پتھر میں بھی ممتا رکھ دی ہوتی تو پتھر بھی پھوٹ پھوٹ کے روتے میں تو ایک ماں ہوں' ایسی ماں جس نے عمر کی سنہری دھوپ بیٹے کی خاطر ڈھلتی شب میں بدل دی...... مجھے بوبی کی فکر ہے وہ وہاں تاریکی کے رستوں پر چل کر کہیں دور نہ نکل جائے۔'' وہ دھیرے دھیرے بوبی کی تصویر کو دیکھنے لگیں۔

ان کی باتیں سب سچ تھیں...... بوبی بہت سمجھدار نہیں ہوا تھا' نادان تھا' اسے تو اپنے وطن میں اپنے گھر میں ابھی سہاروں کی ضرورت تھی' جبکہ وہ دیار غیر میں اپنی ماں سے دور غیروں کے رحم وکرم پر تھا...... حسین وجیہہ باحیثیت بوبی وہاں بھٹک سکتا ہے' زینت آپا کی فکر بجا تھی...... شرمین لاجواب سی ہوگئی۔

''منیجر بہت سی فائلیں دیکھنے اور دستخط کرنے کو دے گیا تھا مگر میرا دل اچاٹ ہے' ایک پل کا سکون نہیں' دل چاہتا ہے بوبی کی آواز سنوں' بس وہ میرے سامنے آجائے۔'' وہ پھر سسکیاں لینے لگیں۔

''زینت آپا! آپ حوصلے سے کام لیں' بوبی سے آپ جب چاہیں بات کرلیں' میں کرادیتی ہوں اور ان شاء اللہ وہ ضرور آئے گا۔'' اس نے انہیں بازوؤں میں لیتے ہوئے کہا۔

''کیا وہ میری زندگی میں آجائے گا؟'' انہوں نے غیر یقینی کیفیت میں اس سے پوچھا۔

''ہاں! ان شاء اللہ آپ تو بچوں کی طرح سوچ رہی ہیں۔ بے شمار بیٹے ملازمت کے لیے تعلیم کے لیے گھر سے دور جاتے ہیں آپ کا بوبی کوئی انوکھا کینیڈا گیا ہے کیا؟'' اس نے ہنس کر کہا تو وہ روتے روتے مسکرادیں۔

''تم ٹھیک کہتی ہو' مگر......''

''اگر مگر کچھ نہیں...... آپ اٹھیں اور میرے ساتھ چلیں' دیر ہوگئی ہے' اماں فکر مند ہوں گی۔''

''شرمین! میں یہاں ٹھیک ہوں' یہ فائلیں بھی دیکھنی ہیں' ایک دو روز میں آفس بھی جاؤں گی۔''

''سب ہوجائے گا' فائلیں ساتھ لے چلتے ہیں' میں آپ کی مدد کروں گی' اور یہاں آپ کو فی الحال نہیں چھوڑا جاسکتا۔ آپ نے دن بھر کچھ کھایا نہ پیا ہوگا' بس بوبی کی یاد میں آنسو بہائے ہوں گے۔'' وہ ان کو بازو سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے بولی۔

''اچھا اچھا بابا چلتی ہوں۔'' انہوں نے ہتھیار پھینک دیئے۔ اس نے فائلیں اٹھائیں' انہوں نے پرس اٹھاتے ہوئے رک کر بوبی کی تصویر کو پھر دیکھا اور پھر کمرے کی لائٹس آف کرکے اس کے ساتھ باہر نکل آئیں۔ آج ہی آج میں وہ کافی کمزور دکھائی دے رہی تھیں۔ شرمین کو ایک دم ہی اپنے آپ سے شرمندگی ہونے لگی...... زینت آپا کی اس حالت کی کچھ کچھ ذمہ دار وہ بھی تھی...... بوبی نے جو طوفان اٹھا رکھا ہے وہ اس کی وجہ سے ہی تھا۔ اسے شرمندگی کے ساتھ افسوس بھی اندر ہی اندر ڈستا تھا۔ زینت آپا کی صحت' کاروبار سب تباہی کی طرف جارہا تھا اور اس سے بھی زیادہ پریشان کن بات بوبی کا پرائے لوگوں میں رہنا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے؟ اتنی دور سے بوبی کو کس طرح قائل کرے؟ وہ شاید قائل ہونا ہی نہیں چاہتا تھا۔ اس کے پاس ہر بات کے جواب میں ایک سو ایک بہانے موجود ہوتے تھے...... اک ذرا سی بات شروع ہونے کی دیر ہوتی تھی' وہ محبت' محبت کی گردان شروع کردیتا تھا' ایسے میں اسے کنٹرول کرنا مشکل ہوجاتا تھا۔ مگر اب مجبوری تھی اس سے کوئی یقینی فیصلہ کن بات کرنے کی ضرورت نہیں...... اس کی اپنی حساس فطرت اسے کچوکے لگارہی تھی کہ زینت آپا کے معاملات ٹھیک کرنے ہیں......!

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ)

راحت وفا
موم کی محبت

قسط نمبر 5

دل کو ہر وقت تسلی کا گماں ہوتا ہے
درد ہوتا ہے مگر جانے کہاں ہوتا ہے
آپ کیوں پوچھتے ہو دردِ جگر کی لذت
اک جگہ ہو تو بتاؤں کہ یہاں ہوتا ہے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

شرمین خوب صورت اور سلجھی ہوئی لڑکی ہے چار سال پہلے اس کی زندگی میں صبیح احمد آیا تھا اور اتنا ہی عرصہ ان دونوں کی محبت پروان چڑھی پھر صبیح احمد تعلیم مکمل کر کے واپس کراچی اپنے گھر چلا گیا اور شرمین سے وعدہ کر گیا کہ وہ جلد ہی رشتے کے لیے اپنی ماں کو بھیجے گا لیکن صبیح احمد کی ماں شرمین کے لیے راضی نہیں ہوتیں اور صبیح احمد کی شادی فریحہ سے کر دیتی ہیں۔ شرمین ایک فرم میں اچھی جاب کر رہی ہے شرمین کے آفس میں مرزا صاحب شرمین سے جھوٹی محبت کا دم بھرتے ہیں جس سے پریشان ہو کر شرمین صبیح احمد کو خط لکھ کر کراچی آنے کا بتاتی ہے۔ صبیح احمد پہلی فلائٹ سے شرمین سے ملنے چلا آتا ہے اور اسے اپنی شادی کا بتاتا ہے شرمین اس کی شادی کا سن کر ششدر رہ جاتی ہے۔ شرمین کی کزن زینت آپا کا بیٹا بوبی شرمین سے عمر میں چھوٹا ہونے کے باوجود اس سے محبت کرنے لگتا ہے جس کا اظہار وہ شرمین سے برملا کرتا ہے۔ جس پر شرمین اسے سمجھاتی ہے مگر بوبی باز نہیں آتا۔ عارض ایک بزنس مین ہے عارض کی شرمین سے پہلی ملاقات سڑک کنارے ہوتی ہے جس سے عارض شرمین کے حسن کا گرویدہ ہو جاتا ہے اور اظہار محبت کرنے شرمین کے گھر پہنچ جاتا ہے۔ شرمین کو لفظ محبت سے چڑ ہو جاتی ہے پہلے صبیح احمد نے اس سے محبت کی اور یوں چھوڑ کر چلا گیا جیسے کوئی تعلق ہی نہ رہا ہو اور اب بوبی کے ساتھ مرزا صاحب اور عارض بھی اس کے حسن کے پرستار ٹھہرے تھے۔ صفدر انتہائی شریف انسان ہے اس نے کبھی کسی لڑکی کی طرف میلی نظر سے نہیں دیکھا جبکہ وہ عارض کا بہترین دوست ہے اس کی ماں (جہاں آراء بیگم) صفدر کی شادی کرنا چاہتی ہیں۔ اس سلسلے میں لڑکیاں دیکھ رہی ہیں۔ عارض صفدر کو شرمین کے بارے میں بتا کر محبت کا اعتراف بھی کرتا ہے۔ جس پر صفدر کو حیرت ہوتی ہے کہ کہاں عارض لڑکیوں کو وقت گزاری کا سبب سمجھتا تھا اور اب عارض کو شرمین سے سچی محبت ہو گئی ہے۔ صفدر شرمین سے مل کر اسے عارض کی محبت کا یقین دلاتا ہے۔ شرمین صفدر کے کہنے پر عارض سے ملتی ہے اور اس سے منگنی کر لیتی ہے۔ شرمین کو لگتا ہے کہ عارض سے منگنی کے بعد سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا مگر ایسا نہیں ہوتا بوبی بھی انگوٹھی لے کر شرمین کے پاس منگنی کی غرض سے آتا ہے لیکن جب شرمین اسے اپنی اور عارض کی منگنی کا بتاتی ہے تو بوبی کو دکھ ہوتا ہے اور وہ خودکشی کی کوشش کرتا ہے لیکن بوبی کی ماں (زینت آپا) اسے بروقت ڈاکٹر کے پاس لے جا کر اس کی جان بچاتی ہیں اور پھر زینت آپا ملک چھوڑنے کا فیصلہ کرتی ہیں ان کی نظر میں شرمین سے دوری بوبی کے دل سے شرمین کا خیال نکال دے گی مگر ایسا ممکن نہیں ہوتا کینیڈا جا کر بوبی وہاں کی رنگینیوں میں کھو کر ماں کو ہی بھول جاتا ہے۔ صفدر کی شادی زیبا کے ساتھ بہت دھوم دھام سے ہوتی ہے۔ زیبا، جہاں آرا کی پسند ہے صفدر بھی اس شادی سے خوش ہے مگر شادی کی پہلی رات ہی صفدر کے تمام ارمانوں پر اوس پڑ جاتی ہے جب صفدر کو زیبا اپنی کہانی سناتی ہے صفدر کے ارمانوں کا محل ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ عارض شرمین سے محبت کے عہد و پیماں کر کے برعکس

کے سلسلے میں امریکہ جاتا ہے اور وہاں اس کا ایکسیڈنٹ ہوجاتا ہے۔ شرمین کی پریشانیوں میں اضافہ ہوتا جارہا ہے اس کی اماں کی طبیعت دن بدن خراب ہوتی جارہی ہے زینت آپا بھی بوبی کو کینیڈا چھوڑ کر شرمین کے پاس آگئی ہیں۔ صفدر کو زیبا کی کہانی سننے کے بعد زیبا سے نفرت ہوگئی ہے لیکن وہ اپنی ماں کی وجہ سے زیبا کو گھر سے نہیں نکال سکتا اور نا ہی اپنی ماں کو زیبا کی اصلیت بتا سکتا ہے اس کا سارا غصہ بھی زیبا کو باتیں سنا کر تو کبھی گھر سے باہر رہ کر سڑکوں کی خاک چھاننے پر نکل رہا ہے مگر وہ خود کو زیبا سے دور رکھنے کی کوشش میں ناکام ہوجاتا ہے۔ زیبا کی طبیعت بھی اب خراب رہنے لگی ہے اس کی سمجھ میں نہیں آرہا کہ وہ کس طرح اپنے گناہ کی تلافی کرے اور صفدر کی نظروں میں اپنا وہ مقام حاصل کرے جو اس کا حق ہے۔

(اب آپ آگے پڑھیے)

❀......❀❀......❀

رات کے دس بج رہے تھے۔ جب زیبا نے جہاں آرا بیگم کے سامنے کھانے کی ٹرے رکھی۔ انہوں نے وال کلاک کی طرف دیکھا صفدر کے متعلق کچھ کہنا چاہتی تھیں کہ دروازے پر بیل ہوئی۔ زیبا دروازے پر گئی۔ کچھ ہی دیر بعد زخمی حالت میں سر اور بازو پر پٹیوں میں جکڑا صفدر اندر آیا تو زیبا تو چیخ مار کے روتی ہوئی جہاں آرا کے پاس بھاگتی ہوئی آئی۔ اسے اس حالت میں دیکھ کر جہاں آرا اٹھنے والی تھیں کہ وہ ان کے پاس وہیں آ گیا۔ سفید شرٹ جا بجا خون آلود تھی' نچلا ہونٹ سوجا ہوا تھا' دایاں بازو گلے میں پٹی کے ساتھ سہارا لیے ہوئے تھا۔ پیشانی پر زخم کی وجہ سے پٹی بندھی ہوئی تھی' جہاں آرا کلیجہ تھام کے رہ گئیں۔

"ماں صدقے' یہ کیا ہوا؟" وہ رودیں...... صفدر درد سے مسکرایا اور ان کی گود میں سر رکھ کے لیٹ گیا۔

"کچھ نہیں غصے کی زکوٰۃ نکالی ہے۔"

"ارے کیسے ہوا...... لڑائی ہوئی ہے یا ایکسیڈنٹ؟" جہاں آرا فورِ جذبات سے اس کا چہرہ چومنے لگیں۔ زیبا نے اس کے جوتے اور جرابیں اتارنی چاہیں تو اس نے پاؤں اکٹھے کرلیے۔

"اتارنے دو جرابیں' پاؤں سیدھے کرو میرے بچے۔" جہاں آرا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے ممتا کے آنچل میں کسی طرح چھپالیں۔

"میں دودھ گرم کرکے لاتی ہوں۔" زیبا نے بمشکل جرأت کو آواز دی اور جرابیں بنا اتارے ہی چلی گئی۔

"امی! سونے دیں' بس کچھ نہ پوچھیں۔" ماں کی سوالیہ نگاہوں کا مطلب سمجھ کر وہ بولا۔

"کیوں' کیوں نہ پوچھوں' تم نے تو زیبا کو ڈاکٹر کے پاس لے کر جانا تھا اور خود......"

"خود ڈاکٹر کے پاس جانا پڑ گیا۔ گاڑی کھمبے سے ٹکرا گئی۔ لوگ جمع ہوگئے' مگر تمہارا بہادر بیٹا اپنے پیروں پر چل کر ہسپتال گیا' مرہم پٹی کرائی' بازو کا ایکسرے کرایا' کلائی کی ہڈی پر چوٹ ہے' دوائیں میری جیب میں ہیں اور میں خود درکشے میں بیٹھ کر گھر آ گیا ہوں۔ بس یا اور کچھ......" وہ شریر انداز میں ماں کی دلجمعی کی خاطر بتا گیا...... مگر وہ ماں تھیں کہاں آسانی سے اطمینان ملتا۔

"بازو اتر گیا ہے یا ہڈی......" وہ رک گئیں۔

"نہ اترا ہے نہ ہڈی ٹوٹی ہے' بس چوٹ ہے اسے آرام دینا ہے۔" وہ سیدھا ہو کر لیٹ گیا۔

"تم تو دھیان سے گاڑی چلاتے ہو پھر ایسا کیوں ہوا؟" انہوں نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیریں...... زیبا دودھ لے آئی تو وہ ناگواری سے بولا۔

"مجھے دودھ نہیں پینا۔"

"پینا ہے بلکہ اس میں ہلدی ڈال کر لاتی ہوں۔" جہاں آرا نے دودھ کا گلاس زیبا کے ہاتھ سے لیا اور اٹھ کر ہلدی ڈالنے چلی گئیں تو وہ اسے تیکھی نظروں سے گھور کر بولا۔

"تم نے صفدر کو غم و غصے سے بھر دیا' تمہارے آنے سے صفدر کو اتنا گھٹیا ہونا پڑا' پھر بھی تم معصوم ہو۔"

"میں معصوم نہیں ہوں' میرا قصور تو بہت بڑا ہے مگر......"

"بند کرو چونچ' میں تمہیں دیکھنا نہیں چاہتا' اور تم مجھے اتنا قریب آنے پر مجبور کر کے زیر کرتی ہو' آج مجھے خود سے گھن آ رہی ہے۔" وہ نفرت سے بولا۔

"یہ تو آپ کا ظرف ہے' ورنہ میرا وجود تو کوڑے کے ڈھیر کے بھی قابل نہیں آپ ایک بار اٹھا کر مجھے پھینک دیں۔" وہ سسکیاں لیتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ جہاں آرا بیگم آئیں تو زیبا کو وہاں نہ پا کر بولیں۔

"زیبا کی طبیعت خاصی خراب ہے' لڑکی نہ کچھ کھاتی ہے نہ پیتی ہے' چکرائی رہتی ہے' میرے دل میں خوشی کی امید ہے تو ایک بار ڈاکٹر سے چیک کرا دے۔" دودھ کا گلاس اس کے ہونٹوں تک جاتے جاتے رہ گیا۔ ان کی خوشی والی بات نے اس کے دل پر چٹکی کاٹی تو وہ کھٹکا۔

"کوئی خوشی وشی والی بات نہیں ہے' آپ میرا سر دبائیں مجھے نیند سی آ رہی ہے۔" دودھ کا گلاس خالی کر کے دیتے ہوئے وہ یکسر ان کی بات ٹال گیا اور آنکھیں موند کے سوتا بن گیا۔ جبکہ وہ سو نہیں رہا تھا۔ جہاں آرا بیگم کچھ دیر اس کا سر دبانے کے بعد جائے نماز بچھا کر شکرانے کے نفل پڑھنے لگیں تو اس نے آنکھیں کھول کے تاروں سے بھرے آسمان کو گھورنا شروع کر دیا۔ اس وقت برآمدے میں سے آدھا آسمان ضرور نظر آتا تھا...... مگر وہ آسمان کی بلندی پر تاروں کی جھلملاہٹ میں کیا دیکھ رہا تھا یہ جہاں آرا بیگم کو پتہ نہیں تھا۔ یہ تو کھڑکی سے جھانکتی زیبا جانتی تھی جو اس کی ایک ہاتھ کی بند مٹھی کا اضطراب دیکھ رہی تھی۔ جسے بار بار تخت پر مار کے وہ خود کو تسکین دے رہا تھا' مگر تسکین شاید اس سے کوسوں دور تھی' اس نے قریب آنے پر خود کو کس قدر سخت سزا دی تھی۔ خدانخواستہ...... اس سے آگے وہ کچھ نہ سوچ سکی منہ پر ہاتھ رکھ لیا...... اس کے اس اضطراب' غم و غصے' بے سکونی اور تنہائی کی میں ہی تو ذمہ دار ہوں' میں نے ایک معصوم انسان کو شادی کے نام پر رنج و ملال اور...... اذیت دی ہے...... ایک زندہ متحرک انسان کو بے موت مار دیا ہے' جب اس میں وہ انسان سانس لیتا ہے' تو میرے قرب سے خود کو دور نہیں رکھ سکتا' مگر وہ لمحوں کا طلسم ٹوٹتا ہے تو پھر بے جان ہو جاتا ہے' خود کو شرمسار کرتا ہے' صفدر کا قصور صرف اتنا ہے کہ اس نے مجھے اٹھا کر باہر نہیں پھینکا' مگر ایسا کب تک چلے گا؟ میرے اندر صفدر کا احساس سانس لے رہا ہے...... میں اسے کیسے بتاؤں؟ مجھے یقین ہے میری طبیعت کی خرابی کیا ہے؟ مگر میں کس کو بتاؤں؟ امی جان کو نہیں وہ تو خوشی سے پھولے نہیں سمائیں گی...... لیکن نہیں صفدر یہ کبھی برداشت نہیں کریں گے...... تو پھر میں کیا کروں میرے خدا؟ اس سے مجھے گزرنے کی راہ دکھا' میرے لمحوں کی غلطی کو تو معاف کر دے...... مجھ سے وہ بار ندامت دور کر دے...... بھلا دے وہ سب لرزشیں...... جو میرے وجود کو گھن کی طرح چاٹ رہی ہیں۔" اشکوں کی لڑیاں ٹوٹ ٹوٹ کر اس کا دامن بھگوتی رہیں چاند جب اپنا سفر طے کرتا ہوا صحن سے دور ہو گیا تو وہ کھڑکی سے ہٹ گئی...... باہر صفدر سو چکا تھا...... جہاں آرا اس کے سرہانے بیٹھیں تسبیح پڑھ رہی تھیں۔

❀ ...... ❀ ❀ ...... ❀

IiiIlovingui

IIlovingui

urBoby.

میسج پڑھ کر اس نے موبائل فون آف کردیا..... طبیعت پر عجیب سا بوجھ محسوس ہوا...... بوبی کو وہ خود بھی دو تین روز سے فون کرنے کا سوچ رہی تھی لیکن اس میسج کے بعد ہمت نہ ہوئی کہ کیا بات کرے اس کے ہاں تو ڈھاک کے وہی تین پات والی بات تھی بڑی دیر وہ کرسی کی پشت سے سر لگائے یہی سوچتی رہی کہ کیسے اس مسئلے کا حل کیا جائے؟ ابھی یہی سوچ رہی تھی کہ فون کی بیل بجنے لگی..... اس نے فون اٹھا کر دیکھا تو بوبی کا نمبر تھا..... وہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی فون اٹینڈ نہ کیا مگر فون مسلسل بجتا رہا بالآخر اس نے فون ریسیو کیا وہ براہ راست بڑی جرأت سے بولا۔

”شرمین! مجھے پتہ ہے تم دانستہ فون اٹینڈ نہیں کررہی تھیں۔“

”یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہو؟“ اس نے سنجیدگی سے کہا۔

”میں تمہیں دل کی گہرائیوں سے جانتا ہوں میرے میسج کے بعد تمہیں کوفت ہوئی ہوگی۔“ وہ سچ مچ دل کی گہرائیوں سے جانتا تھا ابھی تو ہو بہو اس کی کیفیت بیان کردی وہ لحہ بھر کو حیرت میں آئی مگر پھر سنبھل کر بولی۔

”کچھ پیغامات ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو پڑھ کر کوفت ہی ہوتی ہے۔“

”پھر تو کوفت کا سلسلہ تمہیں روکنا چاہیے۔ میری بات سمجھ میں آجانی چاہیے۔“ وہ بے باکی سے بولا۔

”کون سی بات؟“

”یہی کہ مجھے تمہارے سنگ تمہارے ساتھ جینا مرنا ہے۔“

”بوبی! کہتے ہیں کہ محبت سے پہلے پاس اخلاق کا ہونا ضروری ہے مگر تمہارے پاس یہ سرمایہ نہیں۔“ وہ سخت برا مان گئی تو وہ ہنسنے لگا۔

”ایمان سے شرمین! مجھے پکا یقین تھا کہ تم ایسا کچھ ہی کہو گی.....“ وہ ہنستے ہنستے بولا تو وہ جل گئی۔

”کتنے دکھ کی بات ہے کہ تمہیں ہنسی مذاق سوجھا ہے ماں کی ذرا سی بھی پروا نہیں تم نے ایک لفظ ان کے متعلق نہیں کہا۔“

”مجھے معلوم ہے ماما تمہارے پاس ہیں آرام سے ہیں تم مجھ سے زیادہ ان کا خیال رکھ رہی ہو۔“

”مگر میں ایک بیٹے کی جگہ نہیں لے سکتی میں بوبی نہیں ہوں جس کی تصویر کے سامنے وہ آنسو بہا رہی ہیں۔“ وہ چڑ کر چیخنے لگی۔ تو وہ کچھ سنجیدہ ہوگیا۔

”او کے مائی ڈیئر! ڈونٹ شاؤٹ مجھے بھی ماما کی پروا ہے وہ میری سویٹ ماما ہیں مگر تم بھول کیوں جاتی ہو کہ ان کے اور میرے درمیان جو معاملات خراب ہیں وہ تمہاری وجہ سے ہیں۔“

”جسٹ شٹ اپ۔“ وہ طیش میں آگئی تو وہ کھلکھلا کر ہنس دیا۔

”بند کرو یہ ہنسنا آپ نہایت بدتمیز ہو۔“ اس نے جل کر فون بند کردیا..... اور خود کو نارمل کرنے لگی..... ہزار کوشش کے بعد بھی اس کے جنون میں اضافہ حیرت ناک تھا..... وہ مضطرب سی ہوکر کمپیوٹر ٹیبل کی طرف بڑھی تو موبائل پر میسج ٹون بجی..... وہ رکی پھر کچھ سوچ کر فون اٹھایا کہ شاید بوبی نے سوری کے کلمات لکھے ہوں..... مگر سوری کے کلمات کی جگہ شاعری پڑھنے کو ملی۔

کہو اب کیا کہوں تم سے

بتاؤ کیا لکھوں تم کو
مجھے تمہید دو کوئی
مجھے امید دو کوئی
نیا اک لفظ ہو کوئی
جہاں سے بات چل نکلے
میری مشکل کا حل نکلے
مجھے اظہار کرنا ہے
تمہی سے پیار کرنا ہے
تمہارے سنگ جینا ہے
تمہارے سنگ مرنا ہے
کہو اب کیا ارادہ ہے؟
بتاؤ لہجہ کیسا ہو؟
کہ تم سے بات کرنی ہے
مجھے تھوڑا اجالا دو
بسر اک رات کرنی ہے
تم اپنی روشن آنکھوں کو
اگر کھولو تو میں لکھوں
کہو اب کیا ارادہ ہے؟

"ہنہ! بے وقوف!" اس نے فون بند کر کے سرسری انداز میں بیڈ پر اچھال دیا۔ فقط یہ تعجب ضرور تھا کہ اظہار عشق کے لیے اس نے کہاں سے شاعری کی کتابیں اکٹھی کر لی ہیں...... ورنہ یہاں رہتے ہوئے تو اردو شاعری پڑھتے اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا اس کی معصوم سی حرکت پر اسے ہنسی آ گئی۔

❁.....❁❁.....❁

خان صاحب نے پاکستان بات کرنے کے بعد فون جونہی بند کیا تو اسے منہ پھلائے بیٹھا دیکھ کر اس کے پاس آ گئے۔

"کیا بات ہے؟" انہوں نے اس کے بالکل سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا...... تو وہ منہ دوسری طرف موڑ کے بولا۔

"کچھ نہیں، پاکستان میں دفتری نظام خراب ہو رہا ہے' کاروبار میں خسارہ ہو رہا ہے' یہ سن کر اور کیا ہو سکتا ہے؟"

"ادھر دیکھو میری طرف، بابا کی جان دیکھو تو۔" انہوں نے مسکرا کر اس کا چہرہ اپنی طرف پھیرتے ہوئے کہا۔

"جی فرمایئے' یقیناً آپ کے پاس، بہت سے بہانے ہوں گے۔" اس نے کہا تو وہ ہنسنے لگے۔

"یار آپ بہت انٹیلی جنٹ ہو' ہر بات سمجھ لیتے ہو۔"

"خاک سمجھ لیتا ہوں' یہاں بیٹھ کر کیا سمجھ سکتا ہوں؟"

"یہاں رہنے سے آپ کی صحت پر کیا اثر پڑ رہا ہے؟"

"ہمارے کاروبار پر تو اثر پڑ رہا ہے ناں مگر آپ کو کیا......" وہ جھلایا۔

"یار عارض! سارے جہان پر اثر پڑ جائے پر بابا کی جان پر اثر نہ پڑے بس۔" وہ دلی محبت کا اظہار کرتے ہوئے اطمینان سے بولے۔

"بابا! ڈاکٹرز بلاوجہ تاخیر کر رہے ہیں، ہم پاکستان چلتے ہیں پھر آ جائیں گے۔"

"میرے پیارے بیٹے! آج وہ آپریشن کی ڈیٹ بتائیں گے اور ہم جلد پاکستان چلے جائیں گے۔"

"میں بور ہو گیا ہوں، صفدر کو مس کر رہا ہوں۔"

"جی، جی آپ صفدر کو مس کر رہے ہیں، ہمیں خوب اندازہ ہے۔" خان صاحب نے آنکھ دبا کر شوخی سے کہا تو وہ شرمندہ سا ہو گیا اور سمجھ گیا کہ بابا شرمین کے حوالے سے بات کر رہے ہیں۔

"کتنے میسجز کیے ہیں ایک کا بھی جواب نہیں دیا اور فون بھی اٹینڈ نہیں کرتا۔" وہ نظریں چرا کر بولا تو خان صاحب نے دانستہ اس کی تائید کی۔

"یہ لو ابھی ہم صفدر کے کان کھینچتے ہیں۔" انہوں نے جیب سے موبائل نکال کر صفدر کا نمبر ملایا، چند لمحوں میں نمبر مل گیا اور اتفاق سے فون صفدر نے اٹینڈ بھی کر لیا تو خان صاحب نے اس کو ڈانٹا۔

"کیا الکل اکل کر رہے ہو؟ کیسے دوست ہو ہمارے بیٹے کے میسجز کے جواب بھی نہیں دیتے، فون اٹینڈ نہیں کرتے...... پاس ہوتے تو کان اتار لیتے۔"

"جی، سوری۔" دوسری طرف صفدر حقیقت میں شرمندہ ہو کر بول رہا تھا۔

"بس بس، یہ لو ہمارے بیٹے سے بات کرو۔" خان صاحب عارض کو فون دے کر خود کمرے سے باہر چلے گئے...... عارض کھل اٹھا۔

"مجھے ایسے بے وفا دوست سے بات نہیں کرنی۔" اس نے فون کان سے لگاتے ہی مصنوعی خفگی کا اظہار کیا۔

"مجھے کہہ رہے ہو یا شرمین کو۔" دوسری طرف بھی صفدر تھا جس نے اس کی بات کا خوب جواب دیا۔

"میں تمہیں کہہ رہا ہوں، میرے میسجز کا کوئی جواب نہیں دیا...... ای میل کی توفیق نہیں ہوتی، چیٹنگ کرنے کو ترس جاتا ہوں۔"

"میں ابھی شرمین کی خبر لیتا ہوں وہ کیوں ایسا کر رہی ہے؟" صفدر نے پھر معصومیت سے کہا تو وہ زچ آ گیا۔

"گھامڑ! میں تمہیں کہہ رہا ہوں، تم میرے بے وفا دوست بن گئے ہو۔" وہ چلایا۔

"تمہیں کیا بتاؤں دوست زمانے نے ہماری وفا کو کیسے کیسے پامال کیا ہے؟" وہ دکھی ہو گیا۔

"یہ کون ہے زمانہ؟ مجھے بتاؤ گولی مار دوں گا۔" اس نے بھی شرارت کی۔

"چھوڑو کیا بتاؤں؟ بس صفدر ختم ہو گیا اسے دیمک کھا رہی ہے۔" وہ دوست کے سامنے پہلی مرتبہ اتنا سنجیدہ ہو گیا۔

"سچ بتاؤ کیا بات ہے؟" وہ بھی سنجیدگی سے بولا۔

"بتاؤں گا مگر ابھی نہیں، پہلے تم خیریت سے آ جاؤ پھر بس ابھی نہیں ابھی صفدر میں ہمت برقرار ہے۔" وہ کہیں دور سے بولا تو عارض اور زیادہ پریشان ہو گیا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو بتاؤ نا۔"

"کچھ نہیں، معمولی سا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے بالکل خیریت سے ہوں۔" صفدر نے جھوٹ بول کر اسے مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

"کیا...... ایکسیڈنٹ کیسے؟" وہ چلایا۔
"بس ہوگیا میری غلطی تھی لیکن میں بالکل ٹھیک ہوں تم اپنی سناؤ آپریشن کب ہوگا؟"
"یہ بتاؤ بھابی کیسی ہیں؟" اس نے ایک دم پوچھا تو وہ سمجھ گیا کہ عارض اس کی طرف سے مطمئن نہیں ہوا اس لیے وہ ہر انداز میں کچھ نہ کچھ تفتیش کرنا چاہ رہا ہے۔
"کیوں...... تمہیں کیا لگتا ہے؟"
"بس ایسا لگتا ہے جب سے شادی ہوئی ہے میرا یار بالکل بدل گیا ہے۔"
"شاید ایسا ہی ہوا ہے خیر تم نے بتایا نہیں کہ آپریشن کب ہونا ہے؟"
"آج پتہ چلے گا۔ شرمین کیسی ہے؟" اس نے کہا۔
"کافی دنوں سے رابطہ نہیں ہوا تم فون کرکے پوچھ لیا کرو۔"
"مشورے کا شکریہ ویسے تمہیں خود اپنے دوست کی امانت کا خیال رکھنا چاہیے۔"
"اوکے...... اوکے! میں ابھی جاتا ہوں جناب۔"
"اور کچھ۔"
"تم سناؤ۔"
"ٹھیک ہے پھر بات ہوگی اللہ حافظ۔"
"اللہ حافظ۔" صفدر نے بھی جواباً کہا۔
فون بند کرکے عارض نے شرمین کو ای میل کرنے کے لیے کمپیوٹر کا سہارا لیا۔

❁......❁❁❁......❁

زینت آپا اپنے بزنس منیجر کے ساتھ ڈرائنگ روم میں مصروف تھیں۔ ویسے تو آج اتوار تھا چھٹی تھی زینت کی طبیعت کچھ بہتر نہیں تھی اس لیے منیجر کو آج گھر بلایا تھا۔ تقریباً دو ڈھائی گھنٹے ہوچکے تھے اس دوران اماں نے چائے مع کچھ کھانے کی ہلکی پھلکی چیزوں کے اندر پہنچائی تھی۔ اس کے بعد وہ ٹی وی لاؤنج میں نڈھال سی بیٹھی تھیں شرمین اپنے کمرے سے باہر آئی تو چونکی۔
"اماں جی! کیا بات ہے؟"
"ہنہاں بس تھکن سی محسوس ہورہی ہے۔" وہ حوصلے سے بولیں۔
"تھکن تو ہوگی رات دن کام کام اور کام کے سوا آپ کو کوئی کام نہیں مجھے تو فکر ہے آپ وقت پر دوائیں بھی کھاتی ہیں کہ نہیں۔" وہ غصے میں آگئی ان کی پیشانی چھو کر دیکھی...... بخار تو نہیں تھا البتہ کمزوری سی محسوس ہورہی تھی۔
"بیٹا! کام سے کوئی نہیں مرتا بس موسم کی تبدیلی کا اثر ہے دوائیں بھی باقاعدگی سے کھاتی ہوں۔" انہوں نے ہشاش بشاش ہونے کی بھرپور وضاحت کی۔
"اماں جان! آپ کو دواؤں کے ساتھ آرام کی بھی ضرورت ہے بس آپ اٹھیں کمرے میں چل کر آرام کریں میں کل آپ کا چیک اپ کرائی ہوں۔" وہ انہیں اٹھاتے ہوئے بولی۔
"بیٹے! میں بالکل ٹھیک ہوں بڑھاپے کے بعد کوئی اور منزل نہیں ہوتی اب تو قبر سے صرف منہ باہر ہے اس عمر میں اگلے سفر کے لیے بیماری علاج سب حیلے بہانے ہیں۔" وہ دھیرے دھیرے چل کر اس کے ساتھ کمرے میں پہنچیں تو شرمین کی نم آلود آنکھیں دیکھ کر ہنس دیں۔

"پگلی! ان باتوں کے لیے تو جانے والا خود تیاری کرلیتا ہے تم کیوں رنجیدہ ہوگئیں۔"

"اماں! چپ ہوجائیں میرا دل پھٹ جائے گا' آپ کی محبت میں مجھے زندگی ملی ہے' میں کیسے برداشت کرسکتی ہوں؟" وہ پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

"ارے میری پاگل بیٹی! اتنا پڑھ لکھ کر تو حقیقت پسند ہونا چاہیے' بس مجھے تمہاری فکر ہے' بیٹا عارض کو بلا لو اب۔" وہ مضبوط لہجے میں بولیں تو اس نے بھی جھنجلا کر کہا۔

"کیوں کیا ہوا ہے آپ کو؟ کوئی تکلیف نہیں پھر کیوں ایسی مایوسی والی باتیں کررہی ہیں آپ نے رہنا ہے میرے ساتھ میرے لیے۔"

"اچھا اچھا' چلو اب آرام کرلو۔" وہ ہنستے ہوئے بولیں۔

"جی نہیں میں آپ کے پاس رہوں گی۔" وہ اچھل کر ان کے بستر پر بیٹھ گئی۔ تو انہوں نے اس کا سر چھوٹی سی بچی کی طرح اپنے سینے سے لگالیا۔

"چلو لیٹی رہو چپ چاپ' تم تو بہت کمزور دل لڑکی نکلیں' چھوٹی سی بات تسلیم کرنے کا حوصلہ نہیں۔ تمہیں اپنا خیال رکھنا ہے' ہمت سے کام لینا ہے۔" اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے وہ دھیرے دھیرے کہہ رہی تھیں اور اس کا دل جانے کیوں بیٹھا جارہا تھا' بس جی چاہتا تھا کہ وہ اماں کو کہیں چھپالے' کہیں کچھ ہو نہ جائے' مگر گردن اٹھا کر انہیں مسکراتا دیکھ کر وہ کچھ مطمئن سی ہوگئی۔ اور پھر ان کی انگلیوں سے طمانیت کا احساس اس کے سر سے ہوتا ہوا پورے وجود پر چھا گیا۔ وہ ان سے لپٹ کر گھنٹوں سوئی رہی۔ جاگی تو اس وقت جب زینت آپا نے جھنجوڑ کر اسے اماں کے سرد وجود سے الگ کیا۔

اس نے حیرت سے زینت آپا کو دیکھا...... ان کے برابر کھڑے منیجر صاحب کو دیکھا' زینت آپا زاروقطار رورہی تھیں...... اس نے بے چین ہوکر اماں کی طرف دیکھا تو حقیقت نے پتھرا کے رکھ دیا...... اماں پرسکون سوئی ہوئی تھیں۔ ان کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ وہ یقین اور بے یقینی کی کیفیت میں انہیں زور زور سے ہلانے لگی' پکارنے لگی۔

"اماں! اماں! اٹھو نا' آنکھیں کھولو نا' اماں! اٹھو' اٹھو' آنکھیں کھولو۔" وہ ایک دم ہی ہذیانی انداز میں رونے لگی۔ زینت آپا نے اسے بانہوں میں بھر کے سنبھالنے کی پوری کوشش کی مگر وہ بکھر بکھر گئی' زینت آپا کی اپنی سسکیاں بلند ہوتی گئیں۔ اس کا رونا انہیں بھی رلا رہا تھا۔

"شرمین! چندا حقیقت تسلیم کرو' اللہ کی مرضی یہی تھی۔"

"نہیں' نہیں اماں مجھے یوں چھوڑ کر نہیں جاسکتیں۔" وہ چلائی۔

"وہ جانا تو نہیں چاہتی ہوں گی پر مرضی بھی تو نہیں چل سکتی' صبر سے کام لو......" زینت آپا اسے بازوؤں میں سمیٹ کر وہیں قالین پر بیٹھ گئیں۔ مگر وہ ان کے بازوؤں سے نکل کر پھر اماں سے لپٹ گئی۔

"اماں...... اماں! آپ تو کہہ رہی تھیں کہ میں بالکل ٹھیک ہوں' صرف تھکن ہے' پھر آپ کیوں چلی گئیں' بولیں اماں' بولیں۔" اس کی دل خراش چیخوں سے در و دیوار کانپ اٹھے۔

زینت کی سسکیاں بلند ہوگئیں...... مگر اسے سنبھالنے کے لیے وہ پھر اسے اماں پر سے اٹھانے کے لیے اٹھیں...... مگر وہ تڑپ تڑپ کے رو رہی تھی۔ اماں کے پاس سے اٹھنے کو تیار نہیں تھی۔ زینت آپا اسے سنبھالتی سنبھالتی خود نڈھال ہوگئیں...... وہ روتے روتے ایک دم خاموش ہوگئی' ہاتھ پاؤں سرد پڑگئے...... ہونٹ آپس میں جڑ گئے آنکھیں ٹھہری گئیں۔ زینت کے جسم سے جیسے جان نکل گئی...... وہ غشی کے دورے میں تھی...... زینت کے لیے اسے اس حالت میں اٹھانا مشکل تھا...... مجبوری کی حالت میں منیجر سے مدد لی' اسے اس کے کمرے تک پہنچایا' اس کے بعد زینت کے لیے

بہت کٹھن کام شروع ہوگیا..... اسے آنسو صاف کرکے ہمت کا سہارا لینا پڑا تجہیز و تکفین سے لے کر آنے جانے والوں کو اٹینڈ کرنے کی ذمہ داری بھی ان پر آپڑی تھی..... شرمین کے کرنے والے کام بھی انہی کو دیکھنے تھے لیکن شرمین صدمے کی جس کیفیت میں تھی اس کا انہیں احساس تھا۔

اس لیے اس نے سب سے پہلے شرمین کے موبائل فون سے ضروری لوگوں کو فون کے ذریعے انتقال کی اطلاع دی..... منیجر صاحب کو تمام باہر کے معاملات دیکھنے کو کہا..... اپنی کوٹھی سے شیر دل بابا کو بھی بلالیا' دونوں ملازماؤں کو بلایا..... جنہوں نے جلدی جلدی ڈرائنگ روم' ٹی وی لاؤنج میں چاندنیاں بچھا کر آنے جانے والوں کے بیٹھنے کا انتظام کیا..... وہ خود مسلسل شرمین کے پاس تھیں' اس پر پانی کے چھینٹے مار کر ہوش میں لانے کی کوشش کررہی تھیں..... مگر بے سود مجبوراً اسے ڈاکٹر کو بلانا پڑا..... ڈاکٹر نے اسے مسلسل آرام کی غرض سے انجکشن لگایا' چند دوائیں دیں' اور مشورہ یہی دیا کہ مغرب کی نماز کے بعد یا عشاء کی نماز کے بعد جنازہ پڑھا جائے' کیونکہ سات آٹھ گھنٹے یہ نیند کی حالت میں رہیں گی..... بعد میں صدمے کی شدت میں کمی ہوجائے گی' فکر کی کوئی بات نہیں ہے' پھر بھی کچھ دوائیں دے دیجیے گا.....''

زینت نے کچھ بے فکر ہوکر اسے سوتا چھوڑ کر باہر کا رخ کیا..... اور منیجر صاحب کو جنازے کی تیاری سے متعلق تمام تر ہدایات دے دیں..... انہوں نے قریبی مسجد میں نماز جنازہ کا اعلان کرادیا..... اور یہی طے ہوا کہ بعد نماز مغرب نماز جنازہ ہوگی اور پھر تدفین۔

❋.....❋❋.....❋

ڈاکٹر شہریار احمد کی مسز ڈاکٹر نگار احمد کے کمرے سے نکل کر وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا باہر نکلا..... پیچھے وہ دھیرے دھیرے چل کر آئی۔ سڑک پر دور دور تک کوئی رکشہ نظر نہیں آرہا تھا۔ گاڑی ورکشاپ میں ہونے کی وجہ سے خاصی پریشانی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ ابھی تو وہ خود بھی مکمل طور پر ٹھیک نہیں ہوا تھا' پٹیاں کھلی تھیں' زخم برقرار تھے..... کلائی کی ہڈی بھی ابھی درد کررہی تھی..... مگر زیبا کو آج ہر صورت ڈاکٹر کو دکھانا تھا۔ یہ امی جان کا حکم تھا' ویسے بھی اس نے خود کہہ رکھا تھا.....

مگر ڈاکٹر شہریار نے ایک دو منٹ زیبا سے بات چیت کرنے کے بعد اسے اپنی مسز ڈاکٹر نگار احمد کو چیک کرانے کی ہدایت کی تو وہ ٹھٹکا..... زیبا نے اجازت طلب نظروں سے اس کی طرف دیکھا تو وہ ہلکی سی جنبش سے سر ہلا کر دور جا بیٹھا..... وہ اکیلی اندر گئی..... پھر کچھ دیر بعد باہر آئی تو وہ آگے آگے چل دیا..... نہ یہ پوچھا کہ کیا بیماری ہے؟ نہ یہ جانا کہ ڈاکٹر نے کیا کہا؟

مگر آٹو رکشہ میں اس کے برابر بیٹھ کر اچانک اس سے نظریں ملیں تو کافی حیرت ہوئی..... اس کی اداس آنکھوں میں قندیلیں روشن تھیں..... اس کے زرد رخساروں پر گلاب کھلے تھے..... اس کے نازک ہونٹوں پر تبسم مچل رہا تھا..... اس وقت وہ بالکل نئی زیبا لگ رہی تھی..... وہ نظریں چرا گیا..... مگر اس کی مسلسل تکی ہوئی نگاہوں کا اشارہ تھا کہ وہ اس سے کچھ پوچھے..... کچھ جانے..... اس کے چہرے پر پھوٹتے رنگوں کی زبان سمجھے..... اس کے وجود میں جس الوہی جذبے نے انگڑائی لی ہے اس کو محسوس کرے..... مگر اس نے تو گویا گردن میں سریا فٹ کرلیا تھا..... مستقل گردن موڑے سڑک پر دیکھتا رہا..... بالکل گھر کے قریب پہنچ کر ایک میڈیکل اسٹور کے پاس زیبا نے رکشے والے کو رکشہ روکنے کو کہا' تو ایک طرف جھٹکے سے رکشہ رکا دوسری طرف جھٹکے سے گردن موڑ کر اس نے حیرت سے اسے دیکھا' گھبرائی' سہمی زیبا کے حلق سے اس قدر کڑک اور بارعب آواز نکلنا اس کے لیے حیرت کی بات تھی..... اس نے مٹھی میں دبا نسخہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''یہ دوائیں لینی ہیں۔''

"کس لیے.....؟" اس نے دھیرے سے کہا تا کہ رکشے والا نہ سن لے۔
"میرے لیے۔" وہ شرمائی۔
"پہلے گھر چلو آ جائیں گی دوائیں۔"
"ڈاکٹر صاحبہ نے کہا ہے ابھی کھانی ہیں۔"
"کوئی قیامت نہیں آ جائے گی کچھ دیر بعد میں......" وہ دبے دبے غصے کے ساتھ بولا۔
"مجھے پتہ ہے آپ کو کوئی دلچسپی نہیں......" وہ رنجیدہ ہوگئی۔ تو مجبوراً اسے رکشے سے نکلنا پڑا نسخہ لے کر میڈیکل اسٹور کی طرف گیا...... کچھ دیر کھڑے رہنے کے بعد ایک دم بنا دوائیں لیے واپس آ کر رکشے میں بیٹھ گیا......وہ کچھ نا سمجھی......اس نے رکشے والے کو چلنے کو کہا اور خود چپ چاپ پھر باہر دیکھنے لگا۔
"اگر دوائیں نہیں لینی تھیں تو صاف انکار کر دیتے۔"
"تم عورتیں اتنی بے صبری اور جذباتی کیوں ہوتی ہو؟ تھوڑی دیر کا انتظار کر لینے سے زندگی مشکلات سے بچ جاتی ہے مگر تم تو ہو ہی بے صبری اور جلد باز۔" اس نے کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے طنزیہ کہا۔ وہ کچھ شرمسار سی ہوگئی تو وہ پھر بولا۔
"میرا بٹوہ اور موبائل گھر رہ گئے ہیں تھوڑے سے پیسے تھے تو ڈاکٹر کے پاس آنے اور ان کی فیس میں لگ گئے اور اب رکشے والے کو بھی گھر سے پیسے دوں گا' سمجھیں تم۔"
وہ کچھ نہ بولی' گھر آ گیا' وہ جلدی سے اتر کر گھر کے اندر گیا' پیچھے وہ بھی آ گئی' وہ پیسے لے کر واپس باہر گیا پھر کچھ دیر بعد اندر آیا......امی مغرب کی نماز پڑھنے کی تیاری کر رہی تھیں......انہیں دیکھ کر اطمینان سے جائے نماز بچھائی اور نماز پڑھنے لگیں......جبکہ وہ دونوں کمرے میں آ گئے......صفدر نے صوفے پر بیٹھ کر جوتے کے تسمے کھولے......تو وہ سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔
"آپ نے پوچھا نہیں کہ ڈاکٹر نے کیا بتایا ہے؟" وہ سادگی سے بولی۔
"مجھے کوئی سروکار نہیں ہے دوائیں لانی ہیں وہ میں کچھ دیر میں نماز پڑھ کر لا دوں گا۔"
"مگر آپ کو سروکار ہونا چاہیے اب۔" وہ رسان سے بولی۔
"ہنہ! میں نے پہلی رات ہی آپ پر آپ کی حیثیت واضح کر دی تھی' لہٰذا اس چھت کے نیچے کمرے کی چار دیواری میں اپنا بھرم میری خاموشی میں چھپا رہنے دو۔"
"پہلی رات تو آپ نے ہمدردی کی تھی' مگر اب آپ کو نفرت کے سوا کوئی کام نہیں۔"
"آج آپ بہکی بہکی باتیں کیوں کر رہی ہیں؟ یہ کون سا وقت ہے میری ہمدردیاں یاد کرانے کا۔" وہ طنزیہ شعلہ بار نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اٹھا۔
"آج یہ امید ہے کہ وہ ہمدردی شاید آپ کی الفت میں بدل جائے۔" وہ ڈرتے ڈرتے مگر پُرامید لہجے میں بولی تو اسے گویا بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ استہزائیہ انداز میں ہنسا اور بنا کچھ کہے باہر نکل گیا......شاید مغرب کی نماز کا وقت نکل رہا تھا اس لیے......مگر آن واحد میں وہ واپس پلٹا ان کے ساتھ جہاں آرا تھیں......اس نے موبائل سے نمبر دیکھ کر ملایا......چند ہدایات کیں......فون بند کر کے اس نے جہاں آرا کی طرف دیکھا۔
"امی جان! آپ کو مجھے آتے ہی بتانا چاہیے تھا' شرمین بہن پر قیامت گزر رہی ہوگی۔"
"بیٹا! بس بھول گئی' چلو اب جلدی کرو' شلوار سوٹ پہن لو' مجھے بھی ساتھ چلنا ہے۔" انہوں نے کہا......تو اس نے

کپڑوں کی الماری سے شلوار سوٹ نکال کے واش روم کا رخ کیا..... جہاں آرا اپنے کمرے سے اپنی چادر اٹھانے آ گئیں..... کچھ دیر بعد دونوں گھر سے نکلے..... رکشہ لیا..... اور شرمین کے گھر کا رستہ رکشے والے کو سمجھا دیا..... پھر رستے میں ہی اسے خیال آیا تو عارض کو میسج لکھ کر سینڈ کر دیا..... جب رکشہ شرمین کے گھر والی مین سڑک پر پہنچا تو ساٹھ ستر آدمیوں کا قافلہ اماں کا جنازہ اٹھائے آ رہا تھا اس نے رکشہ بالکل سائیڈ پر کھڑا کر کے اماں کے جنازے میں شریک ہونے کے لیے وہیں رکشے سے اترنا مناسب سمجھا..... امی جان نے اسے مطمئن کر دیا..... کہ وہ جنازے میں شرکت کرے وہ رکشے میں خود شرمین کے گھر تک چلی جائیں گی..... اس نے ایسا ہی کیا تیزی سے جنازے کے ساتھ چلنے والوں میں شامل ہو گیا۔

❁.....❁❁.....❁

گھٹنوں پر سر رکھے وہ غم کی تصویر بنی خاموش اشک بہا رہی تھی۔ زینت آپا' صفدر دونوں افسردہ سے اس کا غم ڈھلتا دیکھ رہے تھے..... اس کے آنسو بہنا بہتر تھا..... اس لیے ان دونوں میں سے کوئی منع نہیں کر رہا تھا..... بس زینت نے کچھ دیر بعد اس کا سر اپنے کندھے سے لگا لیا اور دھیرے سے کہا۔

''شرمین! اس طرح تو اماں کی روح کو بہت تکلیف پہنچ رہی ہوگی۔''

''وہ مجھے چھوڑ کر کیوں گئی؟ انہیں معلوم تھا کہ میرا ان کے سوا کوئی نہیں۔'' وہ یک دم پوری شدت سے روتے ہوئے چلائی۔ تب صفدر نے کہا۔

''وہ اپنی مرضی سے تو نہیں گئیں اور ہم سب آپ کے کچھ نہیں لگتے؟''

''شرمین اللہ کی رضا پر راضی رہتے ہیں' میں ہوں نا تمہاری آپا' ہم ساتھ رہیں گے۔'' زینت آپا نے بہت اپنائیت سے کہا تو وہ ان سے لپٹ گئی۔

''اب کچھ کھا لیتے ہیں' بہت بھوک لگی ہے۔'' صفدر نے دانستہ کہا۔

''ہاں میں کھانا لاتی ہوں۔'' زینت آپا نے جلدی سے کہا۔ کھانے کے تذکرے پر وہ پھر اماں کو یاد کر کے رو پڑی۔

''اماں کے بغیر۔''

''جی ہاں! یہ حقیقت ہے اسے آپ تسلیم کر لیں۔'' صفدر نے سنجیدگی سے کہا تو وہ خاموش ہو گئی' زینت آپا مطمئن ہو کر باہر چلی گئیں' تب صفدر نے کہا۔

''عارض ہے نا آپ کے ساتھ' وہ بہت دکھی ہے فون پر بات کرے گا۔''

''صفدر بھائی! میری ماں تھیں' دوست تھیں۔'' وہ مغموم سی بولی۔

''معلوم ہے ماں باپ بھی چلے جاتے ہیں' پھر نئے رشتوں ناطوں کے ساتھ ہم زندگی بسر کرتے ہیں۔'' صفدر نے نرمی سے سمجھایا۔

''نئے رشتے ابھی کس نے دیکھے ہیں؟''

''چلو بھئی اٹھو ہاتھ دھو لو اور جلدی سے آ جاؤ۔'' زینت آپا نے کھانے کی ٹرے میز پر رکھتے ہوئے کہا تو صفدر نے بھی تائیدی نظروں سے اٹھنے کو کہا۔ چاروناچار وہ اٹھی واش روم کی طرف چلی گئی۔

''آپا! شرمین کا بہت خیال رکھنا ہوگا' کچھ عرصے بالکل اس کے ساتھ رہیے گا۔'' صفدر بولا۔

''ہنہ میں بھی تنہا ہوں اسے اپنے ساتھ ہی رکھوں گی۔'' زینت آپا نے جواب دیا۔

''بس آپ کا ساتھ ہی اسے پھر سے ہمت دے سکتا ہے۔''

"میں سمجھا بجھا کر جلد ہی اسے آفس بھیجوں گی تاکہ مصروفیت میں بہل جائے۔" زینت آپا نے کہا اسی اثنا میں وہ آ گئی' تب زینت آپا نے خود اس کے لیے پلیٹ میں سالن ڈالا اور روٹی ہاٹ پاٹ سے نکال کر دی بہت مشکل سے اس نے نوالہ توڑا اور پھر روتے ہوئے اسے پلیٹ میں ہی چھوڑ دیا۔

"نہیں کھایا جائے گا مجھ سے اماں کے بغیر۔"

"شرمین! سمجھداری سے کام لو اماں اب جا چکی ہیں' زندہ لوگوں کو کھانا پڑتا ہے' چلو شاباش کھاؤ۔" صفدر نے بہت پیار سے سمجھایا تو اس نے پھر نوالہ منہ میں ڈالا..... اس کو تسلی دینے والے وہ دونوں بھی کھانے کا تکلف ہی کر رہے تھے تاکہ وہ کچھ کھا لے..... کھانے کے بعد اسے دوائیں دینی تھیں تاکہ وہ پرسکون نیند سو سکے۔

❁......❁❁......❁

کافی کا مگ بھاپ اڑاتے اڑاتے سرد پڑ گیا تھا۔

خان صاحب نے غور سے اس کو سوچ میں غلطاں دیکھا اور اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ نچایا۔ وہ ٹھٹکا۔

"جی بابا!"

"یہ چہرے کا فیوز کیوں اڑا ہوا ہے؟"

"بابا! شرمین کس قدر رنجیدہ ہوگی' تنہا ہوگی۔" وہ بولا۔

"ہنہ! نیچرل ہے' اپنوں کی جدائی کا غم بہت اذیت ناک ہوتا ہے۔" خان صاحب نے کافی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"بابا! پلیز چلیں شرمین کو میری ضرورت ہے۔"

"اوہ یار! کل صبح نو بجے آپ کا آپریشن ہے' میں یہ بتانے آیا تھا۔"

"بابا! شرمین بہت اپ سیٹ ہے۔"

"شرمین کے لیے آپ کے جذبات اتنے ہی پرجوش ہونے چاہئیں' کافی کی طرح سرد نہیں۔" بڑے پیارے انداز میں انہوں نے سرد کافی کی طرف اس کی توجہ مبذول کرائی..... وہ شرمندگی سے مسکرا دیا۔

"شرمین بہادر اور باہمت بچی ہے' وہ لڑ سکتی ہے مشکلات سے۔" خان صاحب نے اعتراف کیا تو اسے اچھا لگا۔

"ہنہ! لیکن اماں کے علاوہ اس کا کوئی نہیں ہے۔"

"اور تم بھی نہیں؟" بے ساختہ پوچھا۔

"میں تو اس کا سایہ ہوں' میں نے ٹوٹ کر اسے چاہا ہے۔" وہ بولا۔

"اللہ آپ دونوں کی محبت کو نظر بد سے محفوظ رکھے..... آمین"

"بابا! شرمین کی وجہ سے ہی مجھے محبت کے معنی سمجھ میں آئے ہیں۔"

"جی ہاں! ورنہ صبح عالیہ' شام ماریہ اور رات شبانہ وغیرہ وغیرہ......" خان صاحب نے چھیڑا تو وہ ندامت سے بولا۔

"بابا! سوری۔"

"چھوڑو یار! اب تو سب ٹھیک ہو گیا ہے۔"

"بابا! ہم پاکستان پہنچتے ہی شرمین کو اپنے پاس رکھیں گے۔"

"کیوں نہیں؟ بس چٹ پٹ بیاہ اور شرمین ہمارے گھر۔"

"آپ نے اس سے بات کی۔"

"نہیں ابھی وہ شدید کیفیت سے گزر رہی ہوگی ایک دو دن بعد ذرا نارمل ہو جائے پھر......" وہ بولے۔

"بابا! ہم کتنے دن بعد چلے جائیں گے؟"
"بس دعا کرو آپ کا آپریشن ٹھیک ہوجائے۔"
"بابا! پلیز کافی تو اور بنوا دیں۔"
"ابھی بناتے ہیں ہم خود بناتے ہیں۔" خان صاحب نے پیار سے اس کی پیشانی چومی اور اٹھ کر کچن کی طرف چلے گئے اور وہ اپنی چاہت شرمین کے خیالوں میں پھر سے کھو گیا۔
"بابا! سچ کہتے ہیں شرمین تم سے پہلے میں محبت کے معنی اور مفہوم سے بھی ناواقف تھا لڑکیوں کو چکر دینا انہیں محبت کے جھوٹے خواب دکھا کر انجوائے کرنا میرا مشغلہ تھا۔ پھر تم میں ایسا کیا تھا کہ میں تمہارا اسیر ہوگیا تم نے مجھ پر جادو کردیا عارض کو مزید بھٹکنے سے بچالیا شرمین تمہیں دیکھنے کو دل بے قرار ہے جی چاہتا ہے پر لگ جائیں اور میں اڑ کر تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔" وہ سوچتے سوچتے جانے اور کتنا بیتاب ہوتا کہ خان صاحب نے آکر چونکا دیا۔
"سر! گرما گرم کافی۔"

❁......❁❁......❁

دو دن کی مصروفیت کے بعد آفس گیا تھا۔
واپسی پر زیبا کی دوائیں لینے کے لیے میڈیکل اسٹور کے سامنے گاڑی روکی...... نسخہ کاؤنٹر پر رکھا تو سیلز مین نے مختلف دوائیں اس کے سامنے لاکر رکھ دیں اور بل بنانے لگا...... بے اختیار ہی اس نے سیلز مین سے پوچھ لیا۔
"اتنی ساری میڈیسن کس لیے لکھ دیں؟"
"پریگنینسی کی ہیں۔" سیلز مین نے سرسری سے انداز میں بتایا۔
"پریگ...... نینسی......" صفدر کے لبوں سے دبا دبا نکلا اور سرتاپا حیرت زدہ سا دواؤں کو گھورنے لگا...... سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے؟ سب دوائیں اٹھا کر فرش پر پٹخ دے سیلز مین کا سر پھاڑ دے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ یہ نہیں ہوسکتا۔" وہ غصے سے بڑبڑایا۔
"سر! پچیس سو ستر روپے......" سیلز مین نے بل تھماتے ہوئے بتایا اور تمام دوائیں لفافے میں ڈال کر آگے رکھ دیں۔ کچھ دیر وہ کھڑا سوچتا رہا پھر ناچاہتے ہوئے بٹوے سے پیسے نکال کر دیے اور میڈیسن اٹھا کر باہر آگیا۔
"تو یہ وجہ تھی زیبا کے چہرے پر پھیلی سرخی کی اس وجہ سے اس کی آنکھوں میں اتنا اعتماد آگیا تھا۔" گاڑی چلاتے ہوئے اس نے سوچا۔
"مگر نہیں ایسا ہو کر بھی نہیں ہوسکتا زیبا بیگم تمہارے وجود سے میرے احساس کا جنم ممکن ہی نہیں، میں تمہیں دیکھ کر سلگ اٹھتا ہوں یہ کیسے سوچ لیا کہ میرا بچہ تمہارے گناہ معاف کرادے گا۔ مجھے ایسا بچہ نہیں چاہیے تمہیں جانا ہوگا...... اب میں مزید تمہیں برداشت نہیں کرسکتا۔"
"صفدر صاحب! یہ کیا بات ہوئی؟ تم اپنے بچے کے ہونے کے ذمے دار ہو اگر زیبا سے اتنی نفرت تھی تو کیوں بچے کا احساس پیدا ہونے دیا اور کب زیبا تمہارے پاس خود آئی تم نے ہی اسے قریب کیا اب وہ کتنی بھی بری ہے تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہے۔"
"نہیں میں نہیں مانتا۔ مجھے نہ زیبا چاہیے اور نہ یہ بچہ...... میں زیبا کا مشن کبھی پورا نہیں ہونے دوں گا۔"
"اور اپنی امی کو کیا بتاؤ گے وہ جو کب سے بچے کی تمنا کیے بیٹھی ہیں انہیں بتا سکو گے کہ تمہیں یہ بچہ نہیں چاہیے اور کیوں نہیں چاہیے؟ مختلف سوال اور جواب اس کے چاروں طرف برس پڑے وہ پریشان ہوگیا۔

"میں امی کو زیبا کا اصل چہرہ دکھاؤں گا۔"

"تم اتنے ظالم کیسے ہوسکتے ہو؟"

"ہاں میں ظالم ہوں' میں خود پر بھی یہ ظلم نہیں کرسکتا۔"

"اور وہ وعدے' زیبا کا بھرم رکھنے کا عہد' وہ سب بھلادو گے؟"

"ہاں ہاں بھول جاؤں گا' سب کچھ' میں زیبا سے اپنا بچہ قبول نہیں کرسکتا۔" شدید طیش میں وہ چلایا اور پھر ہر آواز سے بچنے کے لیے ساری توجہ سڑک پر مرکوز کرلی۔

❁......❁❁......❁

طبیعت خراب تھی۔

تکیے میں منہ دیئے وہ خود کو سنبھال رہی تھی کہ جھٹکے سے دروازہ کھلا اور صفدر لال بھبوکا بنا کمرے میں داخل ہوا اور ہاتھ میں پکڑا شاپر اس کے منہ پردے مارا وہ جلدی سے اٹھی' مگر وہ پھر اس پر جھپٹا اور غرایا۔

"تو یہ تھا تمہارا ناٹک' اس گھر میں رہنے کا مستقل منصوبہ اچھا بنایا ہے تم نے' مگر یہ فلاپ ہوگیا' سمجھیں تم۔"

"یہ ناٹک نہیں ہے ڈاکٹر کی رپورٹ ہے' میں کیوں منصوبہ بناؤں گی؟" خاصے تحمل سے جواب آیا تو وہ مزید بھڑک اٹھا۔

"اور منصوبہ کیا ہوتا ہے؟ دانستہ یہ طریقہ اختیار کرکے سوچ لیا کہ میرے گھر میں تمہاری جگہ بن جائے گی تو کان کھول کر سن لو یہ کبھی نہیں ہوگا۔"

"عورت گھر میں جگہ چاہے تو منصوبہ اور مرد گھر کا مالک۔" پہلی بار وہ روبرو آ کر بولی۔ صفدر حیران رہ گیا۔

"ہاں مالک ہوں میں' تمہاری کوئی جگہ نہیں۔"

"اب میں آپ کے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔" اس نے کہا تو اس نے اسے شانوں سے پکڑ کر جھنجوڑ ڈالا۔

"یہ خواب مت دیکھو ویسے یہ تجربہ تم شاید پہلے بھی کرچکی ہو۔"

"پلیز صفدر! وہ جو بھی تھا میرے لیے تلخ ماضی ہے' یہ بچہ تو آپ کا ہے اس گھر کا جائز وارث۔"

"شٹ اپ' ایسا سوچنا بھی نہیں۔" وہ چلایا۔

"پلیز! ایسے نہ کہیں' یہ ہمارا بچہ ہے' مجھے بے موت نہ ماریں۔" وہ رودی۔

"اسے بھی بھول سمجھ لو خاموشی سے اس کا گلہ گھونٹ دو ورنہ سامان باندھ لو۔"

"نہیں..... نہیں..... ایسا مت کہیں۔"

"میں فرشتہ نہیں ہوں۔"

"تو پھر کیوں وجہ بنے اس معصوم کی' میں اس کے سہارے جینا چاہتی ہوں۔" وہ سسکی۔

"جیو یا مرو مگر میرے گھر سے دور۔"

"ارے کیا ہوگیا ہے زیبا کیوں رو رہی ہو؟" اسی وقت جہاں آرا کمرے میں آ گئیں۔ صفدر گڑبڑا گیا۔

"ک..... کچھ نہیں ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے' اپنے گھر جانا چاہ رہی ہیں۔" صفدر نے بڑی صفائی سے کچھ سے کچھ کہانی بنادی' زیبا خاموش تماشائی بن گئی۔

"زیبا! ابھی دو تین روز پہلے تو آئی ہو۔" جہاں آرا نے پیار سے کہا۔

"جی ابھی نہیں جارہی۔" اس نے انکار کردیا تو صفدر نے گھور کر دیکھا۔

''ہاں! آرام سے رہو اور تم نے بتایا ہی نہیں کہ ڈاکٹر صاحب نے کیا کہا؟''
''بس کچھ نہیں' کمزوری ہے۔'' صفدر نے جلدی سے ٹالا۔
''میں تو سوچ رہی تھی کہ شاید کوئی خوش خبری ہو۔'' جہاں آرا بیگم کا لہجہ افسردہ سا ہوگیا۔
''آپ کو بھی فضول باتوں سے فرصت نہیں۔'' صفدر تنک لہجے میں بولا۔
''یہ فضول بات ہے کب سے انتظار ہے تمہارے بچے کا۔'' جہاں آرا برہمی سے بولیں۔
''آپ کو فی الحال سمجھانا مشکل ہے۔'' وہ ٹال کر تولیہ اٹھا کے واش روم میں گھس گیا۔
''بیٹا! اس کی باتوں کا برا نہ مانا کرو۔'' جہاں آرا نے زیبا سے کہا تو اس کی آنکھیں بھرآئیں۔
''وہ چلی گئیں تو وہ بستر پر گر کر رونے لگی۔ وہ انہیں کیا بتاتی کہ اصل معاملہ کیا ہے؟ اس کے پاس ان کے لیے خوش خبری ہے لیکن وہ پوری ہوتی مشکل دکھائی دے رہی ہے۔
''خبردار جو امی کو کچھ بتایا' اور ہاں فیصلہ کرلو کہ تمہیں اس گھر میں رہنا ہے یا نہیں۔'' چند منٹ بعد صفدر نے واش روم سے باہر نکلتے ہی حکم صادر کردیا...... وہ جس انداز میں بستر پر پڑی تھی ویسے ہی پڑی رہی...... وہ کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

❁......❁❁......❁

دروازہ کھلا تو اندھیرے میں باہر سے آنے والی روشنی سے لکیر سی بن گئی۔ اس نے گردن گھما کر دیکھا' زینت آپا آئی تھیں۔ انہوں نے لائٹ آن کی تو وہ آنکھیں ملنے لگی۔
''شرمین! یہ لو تمہارا فون ہے۔'' زینت آپا نے سکوت توڑا۔
''کہہ دیں' مجھے بات نہیں کرنی۔''
''بری بات یہ لو بات کرو باہر سے کال ہے۔'' زینت آپا نے کہا اور موبائل فون اسے تھما کر باہر چلی گئیں۔
''ہیلو......'' اس کے حلق سے بمشکل آواز نکلی۔
''شرمین' میری جان! کیسی ہو؟'' عارض کے بیتاب لہجے پر اس کا گلا رندھ گیا۔
''بولو' میری جان! میں تمہارے لیے بہت پریشان ہوں۔'' عارض نے کہا تو وہ بولی۔
''عارض! اماں کے بغیر میں کیسے رہوں گی۔''
''مشکل تو بہت ہوگی' مگر میں ہوں نا' تم غم نہ کرو۔'' عارض نے بہت پیار سے کہا تو اسے اچھا لگا۔
''تم کیسے ہو؟''
''تم سے دور' بہت بے قرار۔''
''اور آپریشن۔''
''ہنہ کل صبح ہے' بس پھر میں فوراً آجاؤں گا۔''
''اور بابا کیسے ہیں؟''
''ٹھیک ہیں' انہوں نے ہی تو مجھے باندھ رکھا ہے' تمہارے لیے بہت افسردہ ہوتے ہیں۔'' عارض نے بتایا۔
''میرا سلام دینا۔''
''اور ہمارے لیے۔''
''کیا مطلب؟''

''ہمیں بھی......'' وہ شوخ ہوگیا۔ تو اسے ہنسی آ گئی۔
''جی نہیں' بس آپ کے لیے دعائیں ہیں۔''
''یار یہ ظلم ہے۔''
''اچھا اب فون بند کررہی ہوں۔''
''اکیلے نہ رہنا' چاہو تو صفدر کی طرف شفٹ ہوجاؤ' یا پھر ہماری طرف' میں منیجر کو کہہ دیتا ہوں۔''
''نہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں' زینت آپا ہیں میرے ساتھ۔''
''گڈ۔'' وہ مطمئن ہوگیا۔
''اچھا بائے۔''
''بائے۔'' اور فون بند کیا تو زینت آپا اس کے لیے گرم دودھ لے آئیں۔
''یہ لو دودھ پیو' اور اپنے کمرے میں چلو۔''
''شکریہ زینت آپا' آپ کو میری وجہ سے کتنی پریشانی ہورہی ہے؟''
''میری پریشانی کی فکر ہے۔'' انہوں نے پوچھا۔
''کیوں' نہیں ہونی چاہیے؟''
''تو پھر میری بات مان لو۔''
''بولیے۔''
''میرے ساتھ چل کر رہو' یہاں ہم نہیں رہیں گے۔''
''مگر......''
''غیر سمجھتی ہو۔''
''نہیں آپا' لیکن......''
''کچھ اور نہیں' بس ہم آج ہی یہاں سے جارہے ہیں اور کل سے آپ اپنے آفس جانا۔'' وہ ذرا تحکم سے بولیں تو وہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے چپ ہوگئی۔
''ہم ایک دوسرے کی تنہائی بانٹیں گے۔'' زینت آپا نے خوش ہوکر اس کے بال سنوارے۔

❀......❀❀......❀

کبھی پوچھ کر دیکھو
ہم سے اپنی یادوں کا عالم
ساری ساری رات
ستاروں سے تیرا ذکر کیا کرتے ہیں
تیری سوچوں میں شاید
ہمارا گمان تک نہ ہو
اور ہم ہیں کہ ہر سانس کی ابتدا
تیرے نام سے کیا کرتے ہیں
سویٹ ہارٹ! صرف تمہارا...... بوبی!

شرمین نے سرسری انداز میں میسج پڑھا اور اسی لمحے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے ڈیلیٹ کا بٹن دبا دیا..... بوبی کو اماں کی وفات کا پتہ نہیں تھا..... اس لیے اسے برا نہیں لگا..... تاہم اسے اچھا بھی نہیں لگا..... ذہن جھٹک کر بالوں میں برش پھیر کر پرس اٹھایا اور باہر آ گئی..... زینت آپا بھی بالکل تیار تھیں' مگر طبیعت ان کی کافی خراب سی لگ رہی تھی' وہ پریشان ہوگئی۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔"

"بس ذرا نقاہت سی ہے۔"

"تو آپ گھر میں آرام کریں۔"

"ارے نہیں' بس آفس جا کر ٹھیک ہو جاؤں گی۔"

"بات کچھ اور ہے۔" وہ ناشتہ کرنے کے لیے ان کے سامنے بیٹھ گئی۔

"دیکھو! بوبی کو میرا بھولے سے بھی خیال نہیں آتا۔" وہ رنجیدہ سی بولیں تو اسے افسوس ہوا کیونکہ اسے تو اس نے بڑا شاندار میسج کیا' تو کیا ماں کی یاد نہیں آتی؟

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے آپ بلاوجہ دکھی ہو رہی ہیں۔" اس نے بہلاوے کے لیے کہا' مگر وہ غیر یقینی انداز میں گردن ہلا کر ناشتہ کرنے لگیں۔

"بوبی! تم کیسی محبتوں کی باتیں کرتے ہو؟ ماں سے تمہارا بے حسی کا تعلق ہے۔" اس نے سوچا۔

"ویسے میں نے اس کی پرورش میں کوئی کمی اور کوتاہی نہیں کی۔" زینت آپا نے پرملال لہجے میں کہا۔

"آپ دل چھوٹا نہ کریں میں اسے سمجھاؤں گی۔" اس نے تسلی دی۔

"تم سے تو وہی ضد لگا کر بیٹھا ہے' کیا کہو گی اسے۔"

"تا سمجھ ہے' سب ٹھیک ہو جائے گا' اب چلیں دیر ہو رہی ہے۔" اس نے رسٹ واچ پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ وہ بے اختیار ہی پکار اٹھی۔

"اوکے اماں' اللہ حافظ۔" پھر جیسے خود پر سکتہ طاری ہو گیا' آبدیدہ سی آگے بڑھ گئی۔

"ہم کل ہی یہاں سے شفٹ ہو جائیں گے۔" زینت آپا نے اس کی کیفیت کے پیش نظر گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا وہ چپ ہی رہی۔

"وہاں ہم ایک دوسرے سے محبت کریں گی' تنہا نہیں پڑیں گے۔" زینت آپا ہی مزید بولیں۔ اس نے خاموشی سے نیم رضامندی ظاہر کی..... اسے بھی اماں کے بعد یہ خلا پر کرنا ہی تھا۔ پھر زینت آپا کی تنہائی' ذہنی دباؤ اور بیماری کا خیال کر کے اس نے بھی یہ ارادہ باندھ ہی لیا تھا۔ تاہم واشگاف الفاظ میں اظہار نہیں کیا تھا..... وہاں شفٹ ہونے میں سب سے بڑی قباحت بوبی کی تھی اس کے وہاں رہنے سے تو وہ با آسانی یہ اخذ کر لے گا کہ اب شرمین سے رابطہ آسان ہو گیا ہے وہ اس کی ہم خیال ہو جائے گی اور اسے سمجھانا بہت مشکل کام تھا..... یہ بھی ممکن تھا کہ وہ اس کے وہاں رہنے سے خوش ہو کر فوراً پاکستان آ جائے۔

"شرمین! اگر وہ آ جائے تو یہ اچھی بات ہے۔ زینت آپا کے لیے کس قدر خوش کن ہوگا؟" اس کے ذہن نے تاویل پیش کی تو وہ مضطرب سی ہو گئی۔

اپنے چیمبر میں داخل ہو کر وہ ٹھٹکی۔

اس کی سیٹ پر خوبصورت اسٹائلش سی لڑکی براجمان تھی..... جو اسے دیکھ کر چونکی۔

"جی فرمایئے۔" اس اجنبی لڑکی نے پوچھا۔
"کچھ نہیں۔" وہ کچھ سوچ کر الٹے قدموں باہر نکل آئی اور سیدھی نوازش صاحب کے آفس کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئی...... وہ فون پر کسی سے بات کر رہے تھے‘ کچھ دیر اسے نظر انداز کرنے کے بعد فون بند کیا اور بولے۔
"آیئے مس شرمین!"
"سر! میری سیٹ پر؟" وہ اٹکی۔
"وقت وقت کی بات ہے‘ سیٹ بدلتی رہتی ہے‘ ویسے آپ کے لیے سیٹ میں نے سوچی ہوئی ہے۔" وہ چبا چبا کر بولے۔
"یو مین‘ مجھے آپ نے ملازمت سے نکال دیا ہے۔" اس نے خاصی سنجیدگی سے پوچھا۔
"فی الحال تو نہیں ویسے بھی میں آپ کو کیسے نکال سکتا ہوں‘ میں تو آپ سے محبت کرتا ہوں۔" وہ بہت شائستگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولے۔
"سر! فضول بحث کی ضرورت نہیں‘ مجھے میری سیٹ چاہیے۔"
"کیوں خفا ہوتی ہو؟ یہاں میرے آفس میں بیٹھو میری پرسنل سیکرٹری بن کر۔" وہ بہت پیار سے بولے۔
"آئی انڈر اسٹینڈ۔" وہ کہہ کر پلٹنے لگی تو وہ بولے۔
"شرمین! میری آفر پر اگر غور کر لو تو کیا مضائقہ ہے......؟"
"آپ مجھے بلیک میل کر رہے ہیں۔"
"نہیں‘ پیشکش کر رہا ہوں۔"
"ٹھیک ہے آپ کی پیشکش اب ہادی صاحب کو بتاتی ہوں۔"
"شوق سے‘ کیونکہ انہیں بتانے کے لیے میرے پاس بھی بہت کچھ ہے۔"
"آپ مجھے کیا سمجھتے ہیں احمق یا پاگل۔" وہ میز پر جھک کر غصے سے بولی۔
"میں تو آپ کو اپنی جان کہتا ہوں اسی لیے تو کہہ رہا ہوں کہ میری محبت پر اعتبار کرو اور......؟"
"اور آپ کی گھٹیا محبت کے نمونے میں ملاحظہ کر چکی ہوں۔" وہ طنزیہ مسکرائی۔
"میں اچھی محبت کا عہد کرتا ہوں۔" وہ اٹھ کر برابر کھڑے ہوگئے۔
"اپنے پاس رکھیں‘ اور کسی ضرورت مند پر لٹا دیں۔" وہ کافی غم و غصے سے کہہ کر آنے لگی تو وہ پھر بولے۔
"سوچ لو تنہا کیسے رہوگی؟"
"یہ آپ کا مسئلہ نہیں مسٹر نوازش۔" وہ جھٹکے سے کہہ کر باہر نکلی اور سب کو نظر انداز کرتی ہوئی باہر نکل آئی۔ دل تو چاہ رہا تھا کہ نوازش صاحب کے سر پر کچھ دے مارتی لیکن بہت ضبط سے کام لے کر باہر آ گئی۔
سارے راستے اپنے آپ سے لڑتی رہی...... سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے؟ کہاں جائے؟ زینت آپا کے آفس کا خیال دل میں آیا مگر پھر ذہن جھٹک کے گھر کی طرف بڑھ گئی...... گھر کی تنہائی میں اماں کی کمی نے رلا دیا...... وہ اپنی بے بسی پر ایک بار پھر رو دی۔
"اماں! آپ مجھے تنہا چھوڑ گئیں‘ عارض پرائے دیس ہی بیٹھ گیا‘ میں کس کے کندھے پر سر رکھ کے رووں؟ میرا کوئی نہیں۔" روتے روتے نیند آ گئی...... مگر پھر جیسے کسی نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیریں‘ محبت سے پیشانی چومی تو اس کی آنکھیں کھل گئیں...... کوئی نہیں تھا وہ بیڈ پر اکیلی لیٹی تھی۔

"اماں! یہ تم ہی تھیں، میرے سامنے آ جاؤ، مجھے تمہاری ضرورت ہے۔" وہ پکار اٹھی مگر وہاں کوئی ہوتا تو جواب دیتا...... مایوس ہو کر آواز واپس آ گئی...... اور اس نے طویل صبر آزما سانس لے کر آنکھیں موند لیں۔

❁......❁❁......❁

صفدر کے آنے کی زینت آپا نے اسے اطلاع دی۔
وہ جلدی سے اٹھ کر ٹی وی لاؤنج میں آ گئی۔ اسے بے ترتیب بالوں اور سلوٹ زدہ لباس میں دیکھ کر صفدر نے پوچھا۔
"شرمین بہن! کیا حالت بنا رکھی ہے۔"
"بس ذرا طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔" وہ ٹال گئی۔
"اپنا خیال رکھا کریں۔"
"یہی بات میں آپ سے کہوں تو۔" شرمین نے صفدر کو سرتاپا دیکھا وہ حد درجہ کمزور بے ترتیب سا دکھائی دے رہا تھا۔
"میں تو وہاں ہوں ان دنوں جہاں آگ کے سوا کچھ نہیں۔" صفدر کے لہجے میں سارے جہاں کا درد کروٹیں لیتا اس نے محسوس کیا۔
"سب خیریت تو ہے نا؟"
"نہیں، سب غلط ہے سب خراب ہے۔" بڑی سنجیدگی سے وہ کہہ گیا۔
"کیا مطلب......؟"
"بس شادی مجھے راس نہیں آئی۔"
"ارے زیبا بھابی سے لڑائی ہو گئی کیا؟"
"زیبا سے مجھے محبت ہو نہیں سکی۔" وہ بجھا بجھا سا بولا۔
"یہ کیا بات ہوئی، ہو جائے گی محبت۔" وہ ہنسی۔
"خیر چھوڑیں، میں یہ بتانے آیا تھا کہ عارض کا آپریشن ہو گیا ہے، بہت اچھا ہوا ہے۔ بس اب اسے ریسٹ کرنا ہو گا۔" صفدر نے موضوع ہی بدل ڈالا۔ وہ خوش ہو گئی لیکن پھر کچھ اداس سی ہو کر بولی۔
"مزید ریسٹ، یعنی ابھی عارض نہیں آ سکتا۔"
"ہنہ! لیکن پریشانی کی کیا بات ہے؟"
"کچھ نہیں۔"
"کوئی مسئلہ ہے تو بتائیں۔"
"نہیں، کچھ نہیں آپ بتائیں کیا لیں گے؟" وہ کچھ نہ بتا سکی کہ نوکری سے ریزائن دینا ہے تنہا رہنا مسئلہ ہے۔
"کچھ نہیں، بس مجھے اجازت دیجیے دوست اور کولیگ کے والد صاحب کی نماز جنازہ میں جانا ہے۔" صفدر ایک دم ہی اٹھ کھڑا ہوا۔
"صفدر بھائی! زیبا بھابی سے محبت کر لیں۔" اس نے گیٹ پر پہنچ کر کہا تو وہ ایک لحہ دیکھنے کے بعد بولا۔
"محبت کی توہین نہیں کرنا چاہتا۔" اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی وہ گاڑی نکال لے گیا۔
"محبت کی گنجائش کیسے ختم ہو سکتی ہے؟" وہ سوچتی رہ گئی۔
یہی بات دل میں لیے وہ اپنے کمرے تک آ گئی...... صفدر کی باتیں بہت پراسرار لگ رہی تھیں۔ اس نے محبت کے بہت سے روپ دیکھے تھے مگر صفدر بھائی جیسے صاف گو، محبت پسند، محبت نما شخص کے منہ سے یہ سب سن کر وہ متحیر تھی۔

زینت آپا نے پوچھا تو اس نے صفدر بھائی کا تذکرہ چھوڑ کر نوازش صاحب کے رویے سے متعلق پوری بات بتادی۔
''بہت گھٹیا انسان ہے۔'' زینت آپا نے نوازش صاحب کی بابت کہا۔
''جبکہ وہ خود کو جہاں کا سب سے بڑا محبت کا علم بردار کہتا ہے۔'' شرمین نے حقارت سے کہا۔
''پھر کیا سوچا؟''
''کچھ نہیں ریزائن۔'' وہ دوٹوک لہجے میں بولی۔
''بالکل ٹھیک ہے کسی قسم کا پریشر قبول کرنے کی ضرورت نہیں۔''
''ہنھ!''
''کسی اور کی ملازمت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، میری طبیعت خراب رہتی ہے تم آفس سنبھالو۔'' زینت آپا نے کہا۔
''ارے نہیں، یہ سب بوبی کا ہے اس کے کاروبار سے میرا کیا تعلق؟'' وہ بے اختیار ہی کہہ گئی۔ زینت آپا نے محسوس کیا۔
''غیر سمجھتی ہو بوبی کا آنا خواب خیال ہے، میرا کہنا کیا کافی نہیں۔''
''میرا یہ مطلب نہیں ہے آپا۔''
''بس مجھے کچھ نہیں سننا اب میری جگہ آفس کی سب ذمہ داری تم اٹھاؤ گی۔'' زینت آپا نے تحکم سے کہا تو وہ تذبذب کا شکار ہوگئی۔

❖......❖❖......❖

برآمدے میں تخت پر آڑا ترچھا لیٹا دیکھ کر زیبا نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔
''یہاں کیوں لیٹ گئے ہیں؟''
''تاکہ سانس لے سکوں۔'' اس نے برجستہ تلخ جواب دیا۔
''آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں یہ معلوم ہے مجھے۔''
''تو پھر کیوں ضد پر اڑی ہو؟'' وہ گھورتے ہوئے بولا۔
''ضد تو آپ کررہے ہیں آپ کو تو اپنے بچے سے محبت ہونی چاہیے۔''
''ہونے کو تو بہت کچھ ہونا چاہیے، تم سے بھی تو محبت کرنی چاہیے بلکہ کسی نے کی بھی تھی اور اس محبت کا داغ جھومر کی طرح سجائے تم میرے گھر آگئیں۔'' اس نے بہت برے ہتک آمیز لہجے میں لفظ دانتوں سے کتر کتر کر ادا کیے۔ زیبا شرمسار ہوگئی...... مگر کہہ گئی۔
''تو پھر آپ کو میرے قریب آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔''
''بھٹک گیا تھا بھول ہوگئی تمہیں بھٹکانے کے طریقے جو آتے ہیں۔'' وہ مضحکہ خیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔
''اب میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں کیا کروں؟'' وہ رودی۔
''مجھے تمہارے وجود سے اپنا بچہ نہیں چاہیے۔'' وہ سختی سے کہہ کر چلا گیا۔
اور وہ روتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بھاگی...... جہاں آرا بیگم نہا کر واش روم سے باہر آچکی تھیں، وہ نہیں چاہتی تھی کہ انہیں کچھ بھی علم ہو...... مگر انہیں کچھ نہ کچھ اندازہ ہوگیا تھا...... وہ تولیے سے بال خشک کرکے اس کے پیچھے ہی کمرے میں آگئیں۔
''تم دونوں کے درمیان کیا چل رہا ہے؟''

"جی میں کچھ بھی نہیں۔" وہ ہکلائی۔
"مجھے کچھ بھی ٹھیک نہیں لگ رہا اب بھی وہ بہت سختی سے بول رہا تھا۔" انہوں نے کہا۔
"نہیں وہ میں گھر جانے کا پوچھ رہی تھی۔" وہ صاف جھوٹ بول گئی۔
"زیبا! کوئی مسئلہ ہے تو مجھے بتاؤ۔"
"امی! کچھ بھی نہیں۔"
"صفدر بالکل بدل گیا ہے ہر وقت اکھڑا اکھڑا۔" وہ بے اطمینانی سے بولیں۔
"شاید کوئی آفس کی الجھن ہو۔"
"لاکھ ہو اس کا مطلب یہ نہیں کہ گھر والوں سے اس طرح مخاطب ہوا جائے۔" جہاں آرا بیٹے کے لیے بہت سختی سے بولیں۔
"امی! دراصل میں ہی شاید کچھ گڑبڑ کرتی ہوں۔"
"ایک تو مجھے تمہاری بھی سمجھ میں نہیں آتی' پیلی پڑ گئی ہو' ہر وقت تکیے میں منہ دیئے پڑی رہتی ہو' حالت تو دیکھو اپنی' نہ بناؤ سنگھار' نہ کھانا پینا۔" جہاں آرا تو جیسے ادھار کھائے بیٹھی تھیں اس پر بھی برس پڑیں۔
"بس مجھے کچھ اچھا نہیں لگتا' اور کس کے لیے کروں' وہ جو مجھے پسند نہیں کرتے۔" وہ بھی پھٹ پڑی۔
"ہیں! اب خیال آ رہا ہے۔"
"بس جانے دیجیے امی' جو وقت گزر جائے وہ بہتر ہے۔"
"یہ معمہ میری سمجھ سے تو بالاتر ہے' پتہ نہیں کیا ہو رہا ہے؟" وہ سخت مضطرب سی ہو کر کمرے سے چلی گئیں..... تو اسے ان کی باتوں پر غور کرنے کا خیال آیا..... جلدی سے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی ہو کر اپنا جائزہ لیا تو سچ وہ بالکل بدل چکی تھی..... گلابی رخساروں پر پھیلی زردیاں' حسین آنکھوں کے گرد سیاہ سائے اتر چکے تھے۔ تمام تر دلکشی و رعنائی جیسے کہیں معدوم ہو گئی تھی۔
"امی! آپ نے ٹھیک کہا ہے میرا وجود تو ساتھ چھوڑ گیا ہے' میں آپ کو کیا بتاؤں اور کیا نہ بتاؤں؟" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑا کر رہ گئی۔
"میں تو آپ کو خوشی کی خبر بھی نہیں سنا سکتی کیونکہ آپ کے بیٹے نے سفا کی کی انتہا کر دی ہے' وہ مجھ سے آپ کی خوشی چھین لینا چاہتا ہے' میرے گناہ کی پاداش میں خود کو اور آپ کو سزا دینا چاہتا ہے۔"

❁.....❁❁.....❁

"میری جان!

[illegible]

[illegible]

[illegible]

frombigAccidents.

عارض نے اس کی تسلی کی خاطر بہت پیار اور محبت سے اسے سمجھانے کی کوشش کی..... اسے اچھا لگا۔
"تم ٹھیک کہتے ہو میں کم ہمت نہیں ہوں۔" وہ بولی۔
"ریزائن کر دیا تو سوچنے کی بھی ضرورت نہیں۔" عارض نے کہا۔

"ہنہ! اصغر بھائی کو بلایا ہے وہ ریکنیشن لے جا کر دے دیں گے۔" اس نے بتایا۔
"سوری جان! میں تم سے دور ہوں۔"
"کب تک ڈاکٹر اجازت دیں گے؟" اس نے پوچھا۔
"ڈاکٹرز نے تو میرا دماغ خراب کر دیا ہے' بابا ان کی ہدایت پر چلتے ہیں' خود وہ بزنس کا نقصان کر رہے ہیں مگر بس......"
"وہ اچھا کر رہے ہیں' تمہاری صحت سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں۔"
"بس' بس' میں بور ہو گیا ہوں۔" وہ چڑ کر بولا۔
"مجھے سمجھا رہے تھے اور خود تمہارا یہ حال ہے۔" اس نے چھیڑا۔
"شرمین! میں تمہارے لیے' بہت اداس ہوں۔"
"اوہ! اچھا وہاں جا کر لوگ' سب کچھ بھول جاتے ہیں اور تم......" وہ ہنسی۔
"پہلے میں بھی ایسا ہی سمجھتا تھا اور یہاں اسی لیے آتا تھا' مگر تم سے ملنے کے بعد محبت کے مفہوم جانے ہیں۔" اس نے کھلے دل سے اعتراف کیا۔
"بناؤ نہیں۔"
"آئینہ دیکھ لو۔"
"اچھا بس اب آرام کرو۔" وہ ٹال گئی۔
"پلیز! ابھی دل نہیں بھرا۔" وہ بولا۔
"زینت آپا آرہی ہیں۔" اس نے بہانہ بنایا۔
"ٹھیک ہے اللہ پوچھے گا۔" وہ منمنایا تو اس نے ہنس کر فون بند کر دیا...... چہرے پر خوشی بھری مسکان لیے وہ ٹی وی لاؤنج میں آئی تو زینت آپا نے غور سے دیکھا اور پوچھا۔
"ماشاء اللہ! کیا بات ہے؟ چہرہ گلاب بنا ہے۔"
"وہ بس کچھ خاص نہیں۔" وہ ٹالنے لگی۔
"کچھ تو ہے۔"
"آپ کو وہم ہوا ہے' یہ بتائیں کہ سامان پیک کر لیں۔"
"ہنہ' لیکن بس ضروری' منیجر صاحب پک اپ بھیج رہے ہیں۔" زینت آپا نے بتایا۔
"اور باقی سامان۔"
"فی الحال لاک کر دیتے ہیں۔" وہ بولیں۔
"ویسے آپ بلاوجہ اصرار کر رہی ہیں' ورنہ میں یہاں ٹھیک ہوں' اماں کی یادیں ہیں۔ میرا دل یہی اٹکا رہے گا۔" وہ افسردگی سے بولی۔
"کیا میرے لیے دل میں جگہ نہیں؟" زینت آپا نے سنجیدگی سے پوچھا تو وہ شرمندہ ہو گئی۔
"میں سامان پیک کر لوں۔" اس نے گویا ان کے سوال کا جواب دے دیا۔
"سنو! اماں کا سارا سامان لے جانا چاہو تو بے شک لے چلو۔"
"شکریہ! جانے والے چلے گئے' سامان کا کیا ہے؟" وہ دکھی ہو گئی۔

"میری صلاح ہے کہ اماں کی سب چیزیں کسی غریب کو دے دیتے ہیں ثواب اماں کو پہنچے گا۔"
"اچھی بات ہے۔" کمرے میں سامان پھیلا تھا۔
وہ بری طرح تھک گئی تھی۔ زینت آپا کو بھی آرام کرنے کے لیے زبردستی اس نے کمرے میں بھیج دیا۔ خود چائے کا کپ بنا کر کچن سے باہر نکلی تو ڈور بیل سن کر گیٹ کی طرف آ گئی۔ گیٹ کھولا تو نوازش صاحب کو عین وسط میں کھڑا پایا...... نا چاہتے ہوئے بھی اسے اندر آنے کو کہنا پڑا۔
"کیا میرا ریزیگنیشن نہیں ملا؟" اس نے کافی سنجیدگی سے پوچھا اور ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولا۔
"وہی تو واپس کرنے آیا ہوں چندا۔" نوازش صاحب صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولے۔
"وہ کس لیے؟" اور بھی زیادہ سنجیدہ ہو کر پوچھا۔
"بلاوجہ بگڑتی ہو مجھے خوشی ہوا گر کوئی فرمائش کرو مجھ سے میرا سب کچھ لکھوا لو۔" وہ بڑی ہوس زدہ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے چاپلوسی پر اتر آئے۔
"اچھا ایک کم عمر لڑکی کے باوجود میرے لیے سب کچھ لکھنے کو تیار ہیں۔" اس نے طنزیہ کہا۔
"ہاں! قسم لے لو شرمین! جو خوبصورتی تم میں ہے وہ کسی میں بھی نہیں۔"
"تم نہیں سر آپ! میں آپ کی یہ بے تکلفی پسند نہیں کرتی۔"
"دیکھو! میری بات پر غور کرو میں اپنا سب کچھ آپ کے حوالے کرنا چاہتا ہوں۔" وہ بہت بے قرار ہو کر کہہ گئے تو شرمین کو غصہ آ گیا۔
"آپ مہربانی کر کے کچھ بھی اپنا ضائع نہ کریں، میرا استعفیٰ بس قبول کر لیں۔"
"یہ تو ممکن نہیں۔"
"آپ کی مرضی ہے۔"
"تنہا ہو گئی ہو محلے والے جینا حرام کر دیں گے۔"
"میری سمجھ میں یہ نہیں آرہا کہ آپ کو مسئلہ کیا ہے؟ کبھی محبت کا دعویٰ، کبھی ہمدردی کا دورہ، کبھی احسان مندی کا جذبہ...... آپ کسی ایک نتیجے پر بھی نہیں پہنچ سکتے؟"
"شرمین! میں محبت میں ہی تو آپ کی فکر کر رہا ہوں۔"
"آپ سے یہ کس نے کہہ دیا کہ آپ میری فکر کریں! اپنی بیوی اور بچوں کی فکر کریں۔" وہ تڑخ کر بولی۔
"مجھے بیوی سے محبت نہیں ہے۔" انہوں نے بے ساختہ کہہ دیا۔
"پلیز...... پلیز! میں مزید یہ فضول بحث نہیں کر سکتی۔" وہ شدت سے چلائی۔
"فی الحال! میں چاہتا ہوں کہ آپ آفس آئیں۔"
"نہیں! میں نے ہوش و حواس کے ساتھ استعفیٰ لکھ کر بھیجا ہے۔"
"میں آگے کیا جواب دوں گا؟"
"یہی کہ میں آپ کی محبت قبول نہیں کر سکتی، آپ کو فی میل اسٹاف سے محبت کا کھیل، کھیلنے کی عادت ہے۔" وہ طنزیہ مسکرا کر بولی۔
"آپ اچھا نہیں کر رہیں۔"
"پلیز آپ تشریف لے جائیں۔"

"آپ کوفل منتھ نوٹس دینا چاہیے تھا۔"

"اسی لیے آپ نے جلدی سے میری سیٹ پر نئی لڑکی بٹھادی' بہرکیف' مجھے مزید آپ کے ساتھ کام نہیں کرنا۔" وہ اٹھ کر ڈرائنگ روم کے دروازے کی طرف کھڑی ہوئی' جس کا مطلب نوازش سمجھ گئے...... کہ انہیں جانے کو کہا جارہا ہے۔

"بدنامی برداشت نہیں کرسکوگی۔" قریب آکر گھورتے ہوئے کہا گیا تو وہ تلملا اٹھی۔

"محبت اتنی جلدی بدنامی میں بدل گئی' مسٹر نوازش؟"

"محبت قبول کرلو مزے سے میرے ساتھ رہو' کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" انہوں نے آخری کوشش کی۔

"آخ تھو' پلیز گیٹ آؤٹ۔" اس نے بہت شدید اشتعال انگیز لہجے میں کہا تو وہ کچھ غصے سے پھنکار بھر کے باہر نکل گئے۔

اس کا موڈ سخت آف ہوگیا...... دل چاہا کہ نوازش صاحب کو گولی مار دے۔

"ہنہ' بدکار' بے غیرت انسان۔" غصے میں بڑبڑائی اور گیٹ لاک کرکے اپنے کمرے میں آگئی...... ذہنی انتشار کے باعث بستر پر گرگئی...... کسی کام کو دل نہ چاہا۔

❁......❁❁❁......❁

رات کے آٹھ بج رہے تھے' جب گاڑی کا ہارن سن کر زینت آپا کے چوکیدار نے بڑا سا آہنی گیٹ کھولا' گاڑی اندر داخل ہوئی تو زینت آپا نے طمانیت بھری مسکراہٹ کے ساتھ شرمین کو دیکھا' شرمین نے بھی جواباً مسکراہٹ لبوں پر سجائی۔

"شرمین! دیکھو وفادار ملازمین نے کس قدر اچھے انداز میں بنگلے کا خیال رکھا ہے۔" گاڑی سے اترتے ہوئے زینت آپا نے چاروں طرف ستائشی نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔ شرمین نے ان کی تائید کی۔

اندرونی وی لاؤنج میں داخل ہوکر زینت آپا نے شیر دل بابا کو گاڑی سے سامان نکلوانے کو کہا اور خود صوفے پر بیٹھ کر بولیں۔

"شرمین! اپنے کمرے میں جاؤ اور فریش ہوکر آؤ' پھر اکٹھے کھانا کھاتے ہیں۔"

"پہلے آپ کھانے سے پہلے والی میڈیسن کھائیں۔" شرمین نے توجہ دلائی تو انہیں اچھا لگا۔

"شکریہ' ورنہ میں تو بھول گئی تھی۔"

"اب ایسا نہیں ہوگا۔" شرمین جھٹ سے پانی کا گلاس بھر لائی اور ان کی طرف بڑھایا۔

"آج یہ گھر بھی آباد آباد سا لگ رہا ہے۔" زینت آپا کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

"ان شاء اللہ آباد ہی رہے گا۔" وہ بڑے رسان سے یہ کہہ کر اندر چلی گئی جبکہ زینت آپا نے صدق دل سے دعا کی...... اور شرمین کے لیے اپنے جذبات میں خود بھی تبدیلی محسوس کی۔

"کاش! کاش شرمین تمہارے ہی دل میں اس گھر کو آباد رکھنے کا جذبہ پیدا ہوجائے۔ میرا ابوبی لوٹ آئے۔"

"آمین......" ان کے جملے کا شاید آخری حصہ شرمین نے سنا تھا' جس کی وجہ سے کہا اور مسکرائی۔

"چلیں کھانا کھاتے ہیں۔" زینت آپا نے اٹھتے ہوئے کہا تو وہ اثبات میں گردن ہلا کر ہمراہ چل دی۔

خانساماں نے بہت پرتکلف کھانا بنایا تھا' کافی دنوں بعد اچھے ماحول میں کھانا کھایا...... کھانے کے بعد زینت آپا تو اپنے کمرے میں چلی گئیں اور وہ باہر لان میں آگئی...... مدھم روشنی میں نرم گھاس پر دھیرے دھیرے ٹہلتے ہوئے وہ اپنے بارے میں غور کرنے لگی۔

"زندگی نے کتنے روپ بدلے کہاں سے چلی اور کہاں لے آئی؟ ابھی نجانے کتنے امتحان باقی ہیں۔ کہاں منزلیں رہ گئیں اور کب رستے بدل گئے...... میرا کل کیا ہے؟ خوشی کوسوں میل دور ہو جاتی ہے...... لیکن کوئی بات نہیں...... منزل انہی کو ملتی ہے جن کے ارادوں میں جان ہوتی ہے۔ خالی پروں سے کچھ نہیں ہوتا حوصلوں سے اڑان ہوتی ہے' بس خدا کرے کہ حوصلہ پست نہ ہو' اللہ میرا مددگار رہے' زینت آپا کا وجود کتنی بڑی نعمت ہے' جنہوں نے اپنے دامن میں اس طرح سمیٹ لیا جیسے ان سے کوئی خونی رشتہ ہو' اگر وہ نہ ہوتیں تو کتنی مشکل ہوتی دنیا کے ظالمانہ رویوں سے کیسے پناہ ملتی؟ شاید نوازش صاحب جیسے ہوس پرست کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑ جاتے۔

"نہیں' نہیں ایسا تو ہرگز نہ کرتی۔" اسے سوچ کر ہی جھرجھری سی آ گئی۔

"شرمین بیٹا! چھوٹے بابا کا فون ہے آپ کے لیے۔" شیر دل بابا نے اسی لمحے وائرلیس سیٹ لا کر اسے تھما دیا اور چلے گئے۔

"ہیلو!"

"ویلکم ٹو مائی ہوم' سویٹ ہارٹ۔" دوسری طرف سے بوبی کی شوخ آواز آئی۔

"افسوس کہ تم جسے اپنا گھر کہتے ہو' اس میں رہتے نہیں۔"

"کون کہتا ہے؟" بے ساختہ پوچھا۔

"اپنے آپ سے پوچھو۔"

"شرمین! میں تم میں رہتا ہوں اور تم یہاں موجود ہو۔" وہ صاف گوئی سے بولا تو شرمین کو ہمیشہ کی طرح ناگوار لگا

"بوبی! وقت کے ساتھ ساتھ انسانی رویوں میں' اور انسانی سوچ میں تبدیلی آتی رہتی ہے۔"

"تبدیلی انسانی رویوں میں آتی ہوگی' روحانی وابستگی میں نہیں' یہ سچ ہے شرمین کہ میں تمہارے لیے آج بھی اسی طرح بے قرار ہوں۔"

"بوبی! ماں کو فون کرلو' ان سے بھی تمہارا روحانی تعلق ہے' ان کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے۔"

"میں ان سے بات کر کے بتا چکا ہوں کہ میں اب پاکستان آ سکتا ہوں۔"

"اچھی بات ہے' تمہیں ان کے پاس رہنا چاہیے۔" اس نے سرسری انداز اختیار کیا۔

"اپنے آنے سے متعلق شرط میں بتا چکا ہوں۔"

"افسوس' ماں سے بھی شرط۔"

"تمہیں جو مجھ پر رحم نہیں آتا۔" وہ ایک دم مشتعل ہو گیا۔

"تم قابل رحم ہو کیا؟"

"میں قابل محبت ہوں ڈیئر۔"

"اچھا میرے سر میں درد ہے پلیز فون بند کردو۔"

"شرمین! میں نے تم سے جھوٹ نہیں بولا' میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔"

"میں نے بھی ہزار مرتبہ یہ کہا ہے کہ محبت اپنے ساتھ کے لوگوں سے کی جاتی ہے' میرے لیے تم بوبی ہو' بہت نادان اور بچے۔"

"میں بالغ ہوں۔"

"اللہ حافظ۔" اس نے چڑ کر فون بند کر دیا۔

"کیا مصیبت ہے؟ میں نے یہاں آ کر شاید غلطی کی ہے۔" وہ ناگواری سے بڑبڑائی۔ سارا چہل قدمی کا مزہ کرکرا ہوگیا۔ بوبی اب تک پرانی ڈگر پر چل رہا تھا اس میں رتی برابر فرق نہیں آیا تھا وہ آج بھی اس سے بے باکی کے ساتھ محبت کا اظہار کررہا تھا...... کچھ بھی تھا اسے بوبی کی ان باتوں سے سخت کوفت پہنچتی تھی۔

کمرے میں رات بھر وہ جاگتی رہی اپنے فیصلے پر غور کرتی رہی۔

❁......❁❁......❁

زینت آپا کے خیال سے وہ فریش ہوکر کچن میں چلی آئی۔ مگر ناشتے کی ٹرے لے کر جب ان کے کمرے میں آئی تو انہوں نے جانچ لیا...... سرخ متورم آنکھیں شب بیداری کی غماز تھیں۔

"شرمین! نیند نہیں آئی۔"

"وہ بس نئی جگہ تھی اس لیے ڈسٹرب ہوگئی تھی۔" اس نے ٹالا اور ان کی میڈیسن نکالنے لگی۔

"شرمین! بات کچھ اور ہے۔"

"آپ وہم کررہی ہیں۔"

"پہلے اصل بات بتاؤ۔"

"کچھ نہیں آپا بس ویسے ہی۔"

"بوبی نے کچھ کہا......؟" وہ ان کی بات سن کر چونکی۔

"نہیں اس نے کیا کہنا تھا۔" وہ انہیں ٹینشن دینا نہیں چاہتی تھی۔

"وہی پرانی بات' وہی ضد' جو مجھ سے کی گئی۔" وہ بولیں' کیونکہ شرمین سے پہلے رات کو بوبی نے ماں سے بات کی تھی۔

"مجھ سے تو ایسا کچھ نہیں کہا۔"

"مت ٹالو وہ آج بھی ضد پر قائم ہے۔" وہ بہت افسردگی سے بولیں۔

"زینت آپا آپ ٹینشن نہ لیں' شوگر بڑھ جائے گی۔ میں اسے سنبھال لوں گی۔" ان کی طبیعت کے پیش نظر وہ بولی۔

"بوبی کو مجھے مار کے سکھ ملے گا۔"

"اللہ نہ کرے آپ اس کی فکر نہ کریں۔"

"ایک ہی بیٹا ہے وہ بھی مجھ سے دور۔" وہ رودیں' شرمین مجرم سی بنی انہیں دیکھتی رہی۔

"آپا! میں نے یہاں آ کر غلطی کی ہے بوبی آپ کو اذیت دے رہا ہے۔"

"ارے نہیں' تم میرے لیے بوبی سے بڑھ کر ہو منیجر صاحب آتے ہوں گے انہیں میں نے کہہ دیا ہے کہ میرا آفس اب شرمین بی بی سنبھالیں گی انہیں کسی قسم کا مسئلہ نہ ہو۔"

"میں اتنی بڑی ذمہ داری کیسے نبھا سکوں گی۔"

"سارا اسٹاف کوآپریٹو ہے اور پھر میں جو ہوں' طبیعت ٹھیک رہے گی تو میں بھی آجایا کروں گی۔"

"نہیں ابھی آپ ہر فکر سے آزاد ہیں آرام کریں میں سب سنبھال لوں گی۔" اس نے وثوق سے کہا تو وہ مطمئن انداز میں ہولے سے مسکرادیں۔

"اپنے لیے اچھی سی شاپنگ کرلو ڈرائیور کو ساتھ لے جاؤ۔"

"ابھی اس کی ضرورت نہیں۔"

"ضرورت ہے' چھوٹی چھوٹی بہت سی چیزیں خریدنے والی ہوتی ہیں۔"

ان کی بات سن کر اسے اماں یاد آ گئیں..... وہ بھی یہی کہتی تھیں۔

"کیا ہوا.....؟" زینت آپا نے کہا تو وہ چونکی۔

"بس اماں یاد آ گئی تھیں۔" اس کی آنکھیں نمکین ہو گئی تھیں۔

"ہمنیا دیں وہ بھی اپنے پیاروں کی..... چین نہیں لینے دیتیں۔"

"ہر وقت انہیں میری فکر لاحق رہتی تھی۔"

"بیٹی کی طرح جو سینے سے لگا کر رکھا۔"

"میں ذرا چینج کر کے آتی ہوں۔" شرمین نے آنسو ضبط کرنے کے لیے بہانہ بنایا اور اپنے کمرے کی طرف چلی گئی..... جبکہ زینت آپا جانتی تھیں کہ وہ کمرے میں آنسو بہائے گی اماں سے شکوے کرے گی' گلے کرے گی لیکن پھر اس کے بعد پرسکون ہو جائے گی۔

❁.....❁❁.....❁

پوری تسلی سے کھانا ختم کرنے کے بعد اس نے ماں کی طرف دیکھا۔

ان کے چہرے پر بہت سے سوالات رقم تھے۔ وہ نظریں چرانا ہی چاہتا تھا کہ وہ بولیں۔

"نظریں چرانے سے تو کوئی کسی کو مطمئن نہیں کر سکتا۔"

"کیا مطلب.....؟"

"صفدر' تم کون سا کھیل' کھیل رہے ہو۔ اگر کوئی اور لڑکی تمہاری پسند تھی تو مجھے بتایا ہوتا' اب اس معصوم پر بے اعتنائی کے تیر چلانے سے کیا حاصل؟"

"آپ کی بہو بیگم نے کہا ہے؟"

"ارے وہ کیا کہے گی؟ وہ تو غریب آنسو بہاتی چلی گئی۔"

"چلی گئی' کہاں؟"

"تم نے اتنی دیر اس کی موجودگی یا عدم موجودگی کو محسوس تک نہیں کیا۔"

"اس نے اچھا کیا' ورنہ مجھے کہنا پڑتا۔"

"مجھے اندازہ ہے کہ تم اس میں ذرا سی بھی دلچسپی نہیں رکھتے' لیکن یہ بہت بری حرکت ہے۔" انہوں نے سختی سے کہا۔

"بری حرکت آپ نے بری حرکت دیکھی ہے نہ سنی ہے۔" وہ طنزیہ ہنسا۔

"میں نے اس سے بھی ہزار مرتبہ پوچھا مگر آنسو دکھا کر وہ چلی گئی۔"

نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے پوچھ لیا۔

"کس کے ساتھ گئی ہے؟"

"اکیلی' میں آوازیں دیتی رہ گئی لیکن ایک نہ سنی۔"

"ٹھیک ہے' اپنی مرضی سے گئی ہے اب آپ نے محترمہ کو گھر میں آنے کی اجازت نہیں دینی۔" وہ بڑے اطمینان سے کہہ کر تخت پر دراز ہو گیا۔

"دماغ چل گیا ہے۔" جہاں آرا کو تعجب سا ہوا۔

"امی! میں ہوش و حواس میں کہہ رہا ہوں۔"

"صفدر! میں نے یہ تربیت کی تھی تمہاری؟"

"اس میں تربیت کہاں سے آ گئی وہ بنا میری مرضی کے گئی ہے تو مجھ سے معاملات طے کرنے کے بعد ہی آئے گی۔"
"اچھا فون کر کے پتا کرو اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔"
"کرلوں گا فی الحال آپ اس کا کلمہ پڑھنا بند کردیں۔" وہ چڑ کر بولا۔
"سچ کہتی ہے زیبا تم بے حس ہو۔"
"ہنہ! کاش اس کو بے حس بن کر دکھاتا۔" وہ طنزیہ بولا۔
"بیٹا! زیبا ہاتھ لگائے سے میلی ہوتی ہے اسے جو دیکھتا ہے تعریف کرتا ہے۔" جہاں آرا نے زیبا کی تعریف کی تو وہ اچھل پڑا۔
"ہر چمکتی شے سونا نہیں ہوتی' اور پھر میں نے کون سا اسے سولی پر چڑھا رکھا ہے۔"
"اچھا ہی کیا وہ چلی گئی' تمہیں سلیقہ شعار وفادار بیوی ملنی ہی نہیں چاہیے تھی۔" جہاں آرا برا بھلا کہہ کر اٹھیں اور اپنے کمرے میں چلی گئیں' اور وہ اس خیال سے کہ زیبا کمرے میں نہیں ہے پُرسکون ہو کر کمرے کی طرف آ گیا...... کمرے کی ہر چیز ترتیب اور سلیقے سے رکھی تھی...... صاف ستھرے بیڈ پر ایک شکن تک نہیں تھی...... ہر شے سے اس کا سلیقہ جھانک رہا تھا...... بیڈ کی طرف آیا تو سائیڈ ٹیبل پر انہی دواؤں کا شاپر رکھا تھا اور اس کے نیچے ایک صفحہ رکھا ہوا تھا۔ وہ اس کے لیے لکھا گیا تھا۔

صفدر!
میں آپ کی خواہش کے مطابق جا رہی ہوں' کیوں کہ میں ہمارا بچہ کسی صورت کھونا نہیں چاہتی' لہٰذا آپ نے شرط عائد کی تھی کہ یا بچہ یا یہ گھر...... سو میں نے اپنے جگر گوشے کا انتخاب کیا ہے' آپ کی لائی ہوئی دوائیں اصل حالت میں موجود ہیں' کیونکہ جب آپ کو بچے سے کوئی لگاؤ نہیں تو میں یہ دوائیں کیوں استعمال کرتی' اب میں خود سب انتظام کرلوں گی...... آپ کی بیوی بن کر نہیں' ایک ماں کی حیثیت سے گھر چھوڑ رہی ہوں۔"

فقط زیبا

کاغذ اس کی مٹھی میں سسکنے لگا...... غم و غصے سے پھنکار کر دوائیں دور پھینکیں اور بڑبڑایا۔
"ہنہ جہنم میں جاؤ' پارسا کہیں کی۔"

❁......❁❁......❁

"انسان کو اپنی غلطی کی کتنی بڑی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے' اگر یہ پہلے سوچ لیا جائے تو ایسے حالات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔" منھی نے اس کی پلیٹ میں سالن ڈالتے ہوئے کہا۔
"ایسے حالات میں تمہارا مل جانا کسی انعام سے کم نہیں۔" زیبا نے منھی کا ہاتھ تھام کر روتے ہوئے کہا۔
"کسی کو تو ملنا ہی تھا' پھر دو مصیبت زدہ کا مل جانا کوئی اچھنبے والی بات نہیں۔" منھی نے روٹی کا نوالہ توڑ کر سالن والی پلیٹ میں چھوڑتے ہوئے افسردگی سے کہا۔
"تم تنہا رہو گی کیسے؟" زیبا نے خالی فلیٹ میں نظریں گھمائیں۔
"رہنا پڑے گا۔"
"بظاہر تو انور بھائی اچھے انسان تھے۔"
"جی ہاں سعودی عرب میں رہنے والوں کو ہم حاجی سمجھ لیتے ہیں۔" وہ درد سے مسکرائی۔
"پھر بھی طلاق کی نوبت نہ آتی تو بہتر تھا۔" زیبا نے کہا۔

"اب تو جو ہونا تھا ہوگیا' میں مطمئن ہوں' حق مہر کی رقم سے یہ چھوٹا سا فلیٹ خرید لیا ہے' باقی ملازمت کے لیے ایک دو جگہ سی وی دی ہے۔"

"امجد بھائی اور راشدہ بھابی۔"

"ہنہ! وہ تو مجھ سے کتراتے ہیں' راشدہ بھابی نے مجھے دیکھتے ہی غربت اور مہنگائی کا رونا' رونا شروع کردیا تھا۔" دکھ سے منھی کی آنکھیں بھرآئیں۔

"افسوس کی بات ہے تم دونوں' بہن بھائیوں کا اور کون ہے۔"

"چھوڑو' تمہیں اسی لیے تو جلد ملنے کی کوشش کی۔"

"میں بھی شاید تمہاری منتظر تھی۔"

"صفدر بھائی پریشان ہورہے ہوں گے' فون کرلو۔" منھی نے کھانا ختم کرکے پانی کا گلاس اٹھایا۔

"نہیں وہ خوش ہوں گے' بس اماں' ابا کی فکر ہے اگر وہاں کسی نے رابطہ کیا تو وہ پریشان ہوجائیں گے۔"

"اب رات میں تو رابطہ شاید ہی کریں۔"

"صبح ہوتے ہی میں گھر چلی جاؤں گی۔"

"کون سے گھر؟"

"اپنے گھر' اماں' ابا کے پاس۔"

"تم نے انہیں ضرور پریشان کرنا ہے' میرے پاس رہو اور اس کنڈیشن میں تمہیں بھی سکون اور آرام کی ضرورت ہے۔"

"لیکن میں یہاں کیسے رہ سکتی ہوں؟"

"تو پھر کیا بتاؤ گی انہیں۔" منھی نے پوچھا۔

"یہی کہ میرا صفدر سے جھگڑا ہوگیا ہے' وہ کسی اور میں دلچسپی رکھتا ہے۔" اس نے گہری سنجیدگی کے ساتھ کہا۔

"اس الزام پر تو صفدر بھائی مشتعل ہوجائیں گے۔" منھی نے خدشہ ظاہر کیا۔

"نہیں اسے میری ذات سے کوئی سروکار نہیں اپنے بچے سے کوئی مطلب نہیں۔"

"سوچ لو ویسے کہو تو میں بات کروں' تمہاری ماضی کی بھول کو معافی میں بدل دیں۔"

"نہیں' مرد کی جیب بڑی ہوتی ہے ظرف نہیں۔" اس نے رد کردیا۔

"اچھا فی الحال ٹینشن سے باہر نکلو آؤ کمرے میں چل کر آرام کرتے ہیں۔"

"ہاں چلو۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی' مگر کچھ مشکل سے۔

"تم ٹھیک تو ہونا؟" منھی نے فکرمندی سے پوچھا۔

"ہنہ' بس کچھ دوائیں لینی ہیں۔"

"ابھی فوراً چلتے ہیں نیچے مین روڈ پر ہی میڈیکل اسٹور ہے۔" منھی نے کہا۔

"نہیں صبح گھر جاتے ہوئے لے لیں گے۔" وہ بولی۔

"تھوڑی دیر بعد گرم دودھ ضرور پینا ہے۔" منھی نے پیار سے کہا۔

وہ پیاری سہیلی کے خلوص پر سرشار ہوگئی۔

❀......❀❀......❀

عشق ومحبت

عشق جب پتلا ہوتا ہے تو خامیاں گاڑھی ہوجاتی ہیں۔
عشق کاہل آدمی کے دل کا بہلاوا ہے۔
محبت کبھی مطالبہ نہیں کرتی' وہ تو ہمیشہ دیتی ہے نہ کبھی جھنجلاتی ہے نہ انتقام لیتی ہے۔
سزا دینے کا حق صرف اسے ہے جو سزا دینے والے سے محبت کرتا ہے۔
نفرت شیطان کا حصہ ہے' معافی انسان کا وصف ہے اور محبت فرشتوں کا۔
محبت میٹھا زہر ہے۔
محبت نہ ملے تو انسان جی لیتا ہے لیکن جسے وہ محبت سمجھتا ہے اگر وہی شخص آپ کا مان نہ رکھے تو انسان ایسے بکھرتا ہے کہ پھر ریزے بھی نہیں ملتے۔
محبت انسانیت کا دوسرا نام ہے۔
محبت کبھی بے سبب نہیں ہوتی' کبھی اس کا سبب انسان کی کوئی خواہش ہوتی ہے' کبھی کسی پر ترس کھا کر محبت کی جاتی ہے اور کبھی انسان محبت کی طلب میں محبت کرتا ہے۔
محبت دل اور جسم چاہتی ہے جبکہ عشق بس روح۔

سائرہ وینشا...... بورے والا

اتوار کے دن وہ دیر تک سوتا تھا...... مگر کچھ عرصے سے کیا ہفتہ اور کیا اتوار صبح سویرے گھر سے بھاگنے کی کرتا تھا...... مگر آج اس کو دیر تک پرسکون سوتا دیکھ کر جہاں آرا کچھ متفکر سی ہو کر بولیں۔

"صفدر! صفدر! کیا بیوی کو نکال کر بہت سکون مل رہا ہے۔"

"کیا؟ امی میں نے نکالا ہے۔" وہ کسمسا کر بولا۔

"تمہارے نیند کے مزے سے تو مجھے یہی لگ رہا ہے۔" وہ بولیں۔

"آج اتوار ہے۔"

"معلوم ہے مجھے' زیبا نے فون بھی نہیں کیا' اس کی خیریت پوچھو۔"

"کیوں؟ کیا ہوگیا ہے اسے؟" وہ بے زاری سے بولا۔

"مجھے تمہارے رویے کی وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی' بیوی کی ذرا سی بھی پروا نہیں کرتے۔" انہوں نے غصے سے کہا۔

"آپ جو اتنی پروا کرتی ہیں۔"

"کیوں نہ کروں؟ میرے آنگن کی رونق ہے وہ ننھے منے پھول اس نے ہی کھلانے ہیں۔" ان کے منہ سے یہ بات سن کر وہ چونکا۔ اور حقیقت سے نظریں چرا گیا۔

"آپ اپنے اس پھول کی پروا کریں' ناشتہ بنائیں بہت بھوک لگی ہے۔" انہیں کھوجتی نگاہوں سے دیکھتا پا کر وہ شوخی سے بولا۔

"اٹھو نہا دھو کر بیٹھو' میں ناشتہ لے آتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔"

"اور ناشتے کے بعد میری زیبا سے بات کرانی ہے' مجھے بڑی الجھن ہے' وہ تنہا کیوں چلی گئی؟"

"آپ کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی ہے؟" وہ کہہ کر واش روم میں گھس گیا اور جہاں آرا باہر چلی گئیں اس کے لیے ناشتہ بنانے..... مگر چند منٹ بھی نہ گزرے تھے کہ ان کی دل خراش آواز نے صفدر کو بوکھلا دیا' وہ ٹراؤزر اور بنیان کے ساتھ واش روم سے بھاگتا ہوا باہر نکلا...... باورچی خانے میں جہاں آرا کی بوڑھی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ گرم تیل ان کے پیروں پر گر گیا تھا...... فرائی پین الٹا پڑا تھا...... جلن سے برا حال تھا۔ اس نے انہیں گود میں اٹھایا اور ان کے کمرے میں لے آیا' وہ شدید جلن کے باعث کراہ رہی تھیں۔ کہہ رہی تھیں۔

"آہ! ٹھنڈا پانی ڈال دو۔"

"پانی نہیں آبلے پڑ جائیں گے' میں جلن والی کریم لگاتا ہوں۔" وہ یہ کہہ کر فریج سے کریم نکال لایا اور جلدی جلدی لگانے لگا...... مگر فوری طور پر تو افاقہ نہیں ہوتا اس لیے وہ مسلسل تکلیف سے سی سی کر رہی تھیں۔ صفدر کے دل کو کچھ ہو رہا تھا۔

"آپ سے کس نے کہا تھا کہ کچن میں جا گھسیں۔"

"زیبا کو تو بھیج دیا' اب میں ہی کچن میں کھپوں گی' میری بوڑھی ہڈیوں میں سکت رہی نہیں۔" وہ غصے سے تلملا کر بولیں' صفدر کو اس تکلیف کا ذمہ دار ٹھہرا کر اپنے پاؤں سمیٹ لیے۔

"یہ کیا کر رہی ہیں؟ میڈیسن تو لگانے دیں۔" وہ بولا۔

"نہیں لگوانی' جاؤ جا کر چین کی بانسری بجاؤ' میری تکلیف سے تمہیں کیا مطلب؟" وہ اور زیادہ اشتعال میں آ گئیں' صفدر نے اس سے پہلے انہیں کبھی اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا۔

"امی! کیا ہو گیا ہے آپ کو۔"

"مجھے نہیں' تمہیں کچھ ہو گیا ہے؟ کس کے چکر میں ہو؟ کس کی وجہ سے زیبا خفا خفا سی گئی ہے؟" وہ چلا کر بولتی چلی گئیں۔

"کوئی نہیں ہے؟"

"تو پھر جاؤ ابھی زیبا کو لے کر آؤ۔" انہوں نے سختی سے حکمیہ انداز اختیار کیا۔

"اچھا! اچھا فی الحال پاؤں تو سیدھے کریں۔" اس نے نرمی سے ان کے پیر سیدھے کرنے چاہے مگر انہوں نے اسے کامیاب نہیں ہونے دیا۔

"جو ہوتا ہے ہونے دو' ابھی جاؤ زیبا کے پاس۔"

"چلا جاؤں گا' آپ تو ضد کرنے لگی ہیں۔" وہ بے زاری سے بولا۔

"تو اٹھ جاؤ' میری نظر سے دور ہو جاؤ۔" وہ خفا ہو گئیں۔

"پلیز امی! میں چلا جاؤں گا' ابھی آپ کے پاس ہونا ضروری ہے۔" اس نے نرمی سے سمجھایا تو وہ نیم رضامندی کے اظہار میں خاموش ہو گئیں اور اپنے پیر سیدھے کر دیئے۔ سرخ جلنے کے نشانات ابھر چکے تھے۔ وہ کرب سے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر جلن والی کریم لگانے لگا۔

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ)

مومی کی محبت

راحت وفا

قسط نمبر 6

میں خیال ہوں کسی اور کا، مجھے سوچتا کوئی اور ہے
سرِ آئینہ میرا عکس ہے پسِ آئینہ کوئی اور ہے
میں کسی کے دستِ طلب میں ہوں تو کسی کے حرفِ دعا میں ہوں
میں نصیب ہوں کسی اور کا مجھے مانگتا کوئی اور ہے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

شرمین خوب صورت اور سلجھی ہوئی لڑکی ہے۔ چار سال پہلے اس کی زندگی میں صبیح احمد آیا تھا اور اتنا ہی عرصہ ان دونوں کی محبت پروان چڑھی پھر صبیح تعلیم مکمل کر کے واپس کراچی اپنے گھر چلا گیا اور شرمین سے وعدہ کر گیا کہ وہ جلد ہی رشتے کے لیے اپنی ماں کو بھیجے گا لیکن صبیح احمد کی ماں شرمین راضی نہیں ہوتیں اور صبیح کی شادی فریحہ سے کر دیتی ہے۔

شرمین ایک فرم میں جاب کر رہی ہے شرمین کے آفس میں مرزا صاحب شرمین سے جھوٹی محبت کا دم بھرتے ہیں جس سے پریشان ہو کر شرمین صبیح احمد کو خط لکھ کر کراچی آنے کا بتاتی ہے۔

صبیح احمد پہلی فلائٹ سے شرمین سے ملنے چلا آتا ہے اور اسے اپنی شادی کا بتاتا ہے شرمین اس کی شادی کا سن کر ششدر رہ جاتی ہے۔ شرمین کی کزن زینت آپا کا بیٹا بوبی شرمین سے عمر میں چھوٹا ہونے کے باوجود اس سے محبت کرنے لگا ہے جس کا اظہار وہ شرمین سے برملا کرتا ہے شرمین اسے سمجھاتی ہے مگر بوبی باز نہیں آتا۔

عارض ایک بزنس مین ہے عارض کی شرمین سے پہلی ملاقات سڑک کنارے ہوتی ہے جس سے عارض اس کے حسن کا گرویدہ ہو جاتا ہے اور اظہار محبت کرنے گھر پہنچ جاتا ہے۔

شرمین کو لفظ محبت سے چڑ ہو جاتی ہے اور اب بوبی کے ساتھ مرزا صاحب اور عارض بھی اس کے حسن کے پرستار ٹھہرے تھے۔

عارض صفدر کو شرمین کے بارے میں بتا کر محبت کا اعتراف بھی کرتا ہے جس پر صفدر کو حیرت ہوتی ہے کہ کہاں عارض لڑکیوں کو وقت گزاری کا سبب سمجھتا تھا اور اب اسے شرمین سے محبت ہو گئی ہے۔

صفدر شرمین سے مل کر اسے عارض کی محبت کا یقین دلاتا ہے۔ شرمین صفدر کے کہنے پر عارض سے ملتی ہے اور اس سے منگنی کر لیتی ہے شرمین کو لگتا ہے کہ اس منگنی کے بعد سب معاملات ٹھیک ہو جائیں گے مگر ایسا نہیں ہوتا۔

بوبی بھی انگوٹھی لے کر شرمین کے پاس منگنی کی غرض سے آتا ہے۔ لیکن جب شرمین اسے اپنی اور عارض کی منگنی کا بتاتی ہے تو بوبی کو دکھ پہنچتا ہے اور وہ خودکشی کی کوشش کرتا ہے لیکن بروقت زینت آپا اسے ڈاکٹر کے پاس لے جا کر اس کی جان بچاتی ہیں اور پھر زینت آپا ملک چھوڑنے کا فیصلہ کرتی ہیں ان کی نظر میں شرمین سے دوری بوبی کے دل سے شرمین کا خیال نکال دے گی مگر ایسا ممکن نہیں ہوتا۔ کینیڈا جا کر بوبی وہاں کی رنگینیوں میں کھو کر ماں کو بھول جاتا ہے۔

صفدر کی شادی زیبا کے ساتھ بہت دھوم دھام سے ہوتی ہے زیبا جہاں آرا بیگم کی پسند ہے۔ صفدر بھی اس شادی سے خوش ہے مگر شادی کی اولین رات اس کے تمام ارمانوں پر اوس پڑ جاتی ہے جب صفدر کو زیبا اپنی کہانی سناتی ہے صفدر کا

ارمانوں کا محل ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔

عارض شرمین سے محبت کے عہد و پیماں کر کے بزنس کے سلسلے میں امریکہ آتا ہے اور وہاں اس کا ایکسیڈنٹ ہو جاتا ہے۔ شرمین کی پریشانیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اس کی اماں کی طبیعت دن بدن خراب ہوتی جا رہی ہے۔ زینت آپا بھی بوبی کو کینیڈا چھوڑ کر شرمین کے پاس آ گئی ہیں۔ مرزا صاحب نے بھی جھوٹی محبت کے اظہار سے شرمین کو عاجز کر رکھا ہے۔

صفدر کو زیبا سے نفرت ہو گئی لیکن وہ اپنی ماں کی وجہ سے زیبا کو گھر سے نہیں نکال سکتا اور نا ہی اپنی ماں کو زیبا کی حقیقت بتا سکتا ہے۔

زیبا کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ وہ کس طرح اپنے گناہ کی تلافی کرے اور صفدر کی نظروں میں اپنا مقام حاصل کرے۔

جہاں آراء کو زیبا کی خراب طبیعت کسی خوشی کا باعث لگتی ہے۔ وہ صفدر سے زیبا کو ڈاکٹر کے پاس لے جانے کو کہتی ہیں مگر وہ ٹال جاتا ہے اور خود ایک ایکسیڈنٹ کا شکار ہو کر ڈاکٹر کے پاس جا پہنچتا ہے۔ جہاں آراء اس کے بازو اور سر پر پٹی بندھی دیکھ کر گھبرا جاتی ہیں۔

شرمین سے بے لوث محبت کرنے والی اس کی اماں خالق حقیقی سے جا ملی ہیں۔ وہ خود کو تنہا محسوس کرتے ہوئے غم کی تصویر بن کر رہ گئی ہے صفدر اور زینت آپا اس کی دلجوئی کر رہے ہیں امریکہ سے عارض بھی فون کر کے اسے صبر کرنے کو کہتا ہے۔

دو دن کی چھٹی کے بعد جب شرمین واپس آفس آتی ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے اس کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کی سیٹ کسی اور کو دے دی ہے۔ شرمین ان سے پوچھتی ہے تو مرزا صاحب اس کی غیر حاضری اور کام کی زیادتی بتا کر شرمین کو اپنی پرسنل سیکرٹری کی نوکری کی پیش کش کرتے ہیں۔ جس پر شرمین اپنا استعفیٰ دے دیتی ہے۔

زیبا کو اپنے اندر ہونے والی تبدیلی خوش آئند لگ رہی ہے۔ وہ سوچ رہی ہے کہ اب سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا لیکن جب دوسرے دن وہ آفس سے واپسی پر میڈیکل اسٹور سے زیبا کی دوا لیتا ہے تب اسے زیبا کی مسکراہٹ سمجھ آتی ہے اور وہ گھر آ کر زیبا کو اپنے گھر میں رہنے کے لیے اس کے سامنے شرط رکھ دیتا ہے۔

زینت آپا شرمین کو لے کر اپنے گھر آ جاتی ہیں اور اب وہ چاہتی ہیں کہ شرمین ہمیشہ وہیں رہے جبکہ زینت آپا بوبی کو بھی سمجھا کر دیکھ چکی ہیں اس کی ابھی بھی وہی ضد ہے کہ اگر شرمین اس کی محبت کو قبول کر لے تو وہ واپس آ جائے گا اب زینت آپا ممتا کے ہاتھوں مجبور ہو کر شرمین کو بوبی کا ساتھ قبول کرنے کے لیے دل میں دعا کر رہی ہیں۔

بوبی بھی شرمین کے اپنے گھر آنے پر خوش ہے اور اس سے جلدی واپس آنے کا وعدہ کرتا ہے۔ شرمین بوبی کے گھر آ کر پریشان ہو گئی ہے جبکہ زینت آپا نے اپنا بزنس بھی شرمین کے حوالے کر دیا ہے۔ مرزا صاحب بھی شرمین کو منانے گھر پہنچ گئے ہیں۔ عارض کا آپریشن بھی کامیاب ہو گیا ہے اور وہ پاکستان آنا چاہتا ہے لیکن جب وہ شرمین سے اپنی بے انتہا محبت کا جواب مانگتا ہے تو وہ ذہنی الجھن کی وجہ سے عارض کو ٹھیک جواب نہیں دے پاتی جس سے وہ مایوس ہو جاتا ہے اور واپس پاکستان آنے کا ارادہ چھوڑ کر وہیں مصروف ہو جاتا ہے۔ زیبا صفدر کی شرط مانتے ہوئے گھر سے نکل جاتی ہے اور اتفاق سے اس کی ملاقات اپنی سہیلی منھی سے ہوتی ہے جو ایک عرصے سے سعودی عرب رہنے کے بعد اب طلاق لے کر واپس آ گئی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁......❁......❁

"یار تمہارا مسئلہ کیا ہے؟" عارض نے جھنجلا کر پوچھا۔

"زیبا..... زیبا میری زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔" صفدر نے پہلی مرتبہ بڑے برے انداز میں اظہار کیا۔

"کیسا مسئلہ؟" عارض نے دہرایا۔

"یار تم چھوڑو پہلے ہی امی نے میرا ناطقہ بند کر رکھا ہے' کہ ابھی جاؤ۔"

"فی الحال تم امی کا کہنا مان لو آپس کا جھگڑا بیٹھ کر حل کرو۔"

"تمہیں اندازہ ہی نہیں ہوسکتا کہ جھگڑا کیا ہے؟" اس نے لمبی سانس بھری۔

"دیکھو! بہت سی خامیوں کو نظر انداز کرنا پڑتا ہے۔ تم جاؤ جا کر بھابی کو لے آؤ۔" عارض نے سمجھایا۔

"نہیں' ویسے بھی وہ اپنی مرضی سے گئی ہے۔"

"میں شرمین سے کہتا ہوں کہ وہ بھابی سے مل کر انہیں سمجھائے۔" عارض نے کہا۔

"نہیں' اس کی ضرورت نہیں۔"

"یار! تم چاہتے کیا ہو؟" عارض کو غصہ آ گیا۔

"زیبا کا جرم سنو گے تو نفرت سے تھوکو گے۔" صفدر کو بھی غصہ آ گیا۔

"کہیں کسی اور میں تو......" عارض نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"صرف انوالو ہی نہیں......" وہ بولا۔

"اوہ ویری سوری۔" عارض کے دل کو دھچکا لگا۔

"میرا ضبط ہے کہ میں نے اسے برداشت کیا۔"

"تو پھر اپنے بچے کا سوچو۔"

"اس سے مجھے بچہ نہیں چاہیے' بچے کے لیے اس کی کوکھ پسند نہیں کرتا۔"

"مگر یار! بچہ تو تمہارا ہے۔"

"ہنہ' لیکن محض جذباتی اتفاق۔"

"تو اس میں بچے کا کیا قصور؟"

"میرا بچہ ایسی عورت کے وجود سے پیدا نہیں ہوگا' تم بتاؤ کیا تم اپنی بیوی کے کالے کرتوت برداشت کر لو گے؟" صفدر نے سوال کیا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"تو میں بھی یہ سب برداشت نہیں کر سکتا۔"

"یعنی تمہیں بچہ نہیں چاہیے' یہ تو زیادتی ہوگی۔"

"کہہ سکتے ہو' ابھی امی کو کچھ پتا نہیں' وہ بچہ کی ضد چھوڑ دے تو میرے گھر میں پڑی رہے۔" صفدر نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"یہ تو بہت عجیب فیصلہ ہے۔"

"شاید۔"

"تو پھر علیحدگی بہتر ہے۔"

"بچہ تو پھر بھی میرا وہ نہیں رکھ سکتی۔"

"اچھا' فی الحال تم غور کرو اور ابھی بھابی سے ملنے جاؤ' امی کو صدمہ نہ پہنچاؤ۔" عارض نے سمجھایا۔

"امی کی وجہ سے ہی تو اب تک قبول کیا ہوا ہے۔"

"اور باقی سب تو خیریت ہے نا' میرا مطلب ہے شرمین۔"

"ٹھیک ہیں' بس اپنی ٹینشن سے نجات نہیں ملتی...... تم نے فون نہیں کیا۔"

"کیا تھا' بس اب تو ڈاکٹر سے چلنے پھرنے کی یا سفر کرنے کی اجازت کا انتظار ہے۔"

"بابا ٹھیک ہیں۔"

"ہنہ' اے ون' ابھی مارکیٹ گئے ہیں۔"

"چلو میرا سلام کہنا۔"

"اوکے' لیکن تم سمجھداری سے کام لینا' امی کی خاطر ہی سہی۔"

"اوکے' اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ۔"

فون بند کر کے وہ بیڈ پر گر گیا۔ عارض کے فون سے کافی دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا تھا۔ ورنہ وہ کافی ڈپریشن میں تھا...... اب کافی سوچ بچار کے بعد اس نے یہ فیصلہ ضرور کیا تھا کہ ایک بار وہ زیبا کے گھر چلا جائے' ماں کے حکم کی تعمیل کرے اور پھر زیبا سے دو ٹوک بات کرے...... مگر اس وقت جانا مناسب نہیں تھا' لہٰذا صبح کا ارادہ کر کے سو گیا۔

❁......❁......❁

دروازے پر لگاتار دستک ہو رہی تھی۔

کوئی آٹھویں' دسویں دستک پر حاجرہ نے دروازہ کھولا تو صفدر کو تنہا دیکھ کر وہ کچھ تذبذب کا شکار ہوئیں' مگر اس نے سلام کیا تو مسکرا دیں۔

"آؤ' خیریت صبح صبح......" انہوں نے اندر آنے کی دعوت میں اپنی فکر کو اجاگر کیا۔

"وہ بس......" وہ یکسر ٹالتے ہوئے اندر آ گیا۔

"زیبا تو ٹھیک ہے نا۔" حاجرہ نے فکرمندی سے پوچھا۔

"جی...... وہ......" وہ ٹھیک سے ان کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔

"کیسے آنا ہوا؟ زیبا کو بھی لے آتے اس کے ابا کی طبیعت بہت خراب ہے۔" حاجرہ نے گویا یہ سب کہہ کر اس کی مشکل حل کر دی۔

"جی ضرور...... میں یہاں سے گزر رہا تھا۔" وہ ہکلایا۔

"چائے' ناشتہ۔"

"نہیں' بس میں چلتا ہوں۔"

"اپنے انکل سے نہیں ملو گے؟" اسے ایک دم کھڑا دیکھ کر حاجرہ نے کہا۔

"جی زیبا کے ساتھ آؤں گا۔" وہ سخت ذہنی الجھن کا شکار ہونے کے باعث ایک پل بھی یہاں رکنا نہیں چاہتا تھا۔ حاجرہ نے خاموشی اختیار کی وہ سلام کر کے تیزی سے باہر نکل آیا۔ دماغ ماؤف ہو رہا تھا کہ زیبا پھر کہاں گئی...... رات بھر وہ کہاں رہی......؟ اس سوال نے اسے اپنے حصار میں لے لیا...... جوں جوں سوچ رہا تھا' زیبا سے بدظن اور بدگمان ہوتا

جارہا تھا۔ غم وغصہ اور نفرت سے اس کا انگ انگ سلگ رہا تھا۔

"میری طرف سے بھاڑ میں جائے۔" گاڑی کی اسپیڈ بڑھاتے ہوئے اس نے سوچا مگر اگلے ہی لمحے امی جان کا سوچ کر خود بخود گاڑی کی اسپیڈ کم ہوتی چلی گئی۔

"اب امی جان کو کیا بتاؤں کہ ان کی لاڈلی بہو گھر نہیں گئیں...... رات بھر جانے کہاں رنگ رلیاں مناتی رہیں؟ لیکن جانتا ہوں امی نے ہزار باتیں مجھے ہی سنانی ہیں' انہوں نے میری کسی بات پر یقین نہیں کرنا...... اور میں زیبا کو کہاں سے لا کر ان کے سامنے پیش کروں۔"

"یا خدا!" اس نے بے بسی سے کہا...... آفس کے لیے دیر ہو رہی تھی' گھر میں جہاں آراء کو سوتا چھوڑ کر نکلا تھا۔ ان کے پیروں پر آبلے پڑ گئے تھے وہ ناشتہ نہیں بنا سکتی تھیں...... ان کا خیال آتے ہی اس نے گاڑی گھر کی طرف دوڑائی' ماں کے خیال سے ہر الجھن اس کے ذہن سے نکل گئی۔ اس نے سوچ لیا کہ زیبا سے متعلق کچھ بھی کہہ دے گا...... فی الحال امی کو ہر دکھ اور صدمے سے دور رکھنا ہے' باقی بعد کی بعد میں دیکھیں گے...... کچھ نہ کچھ تو اس کہانی کا انجام ہوگا...... کچھ بھی تھا' وہ زیبا کے لیے پہلے کیا کم متنفر تھا جو اس نے یوں گھر چھوڑ کر مزید اسے اشتعال دلایا...... اب اسے ڈھونڈنا کس قدر دشوار تھا...... من چاہی چیز تلاش کرنے کے لیے انسان جنون کی حدوں سے گزر جاتا ہے' مگر جسے دل نہ چاہے اس کے لیے جنون تو دور کی بات کوئی ہلکی سی تحریک بھی نہیں ہوتی...... یہی حال اس کے دل کا تھا' زیبا کا جانا سکون کا باعث تھا' اسے تلاش کرنے کی آرزو بھی نہیں تھی' صرف مجبوری تھی' زمانے کی نظروں میں قانوناً شرعاً وہ اس کی بیوی تھی...... بلکہ اب تو اس کی کوکھ میں اس کے وجود کا احساس بھی پیدا ہو گیا تھا۔

❀......❀......❀

اس کے گھر میں داخل ہوتے ہی جہاں آرا نے پہلا سوال یہی کیا۔

"کیا لے آئے ہو زیبا کو؟"

"وہ...... وہ آ رہی ہے آ جائے گی۔" وہ ہکلایا۔

"ہیں...... ارے وہ کیسے آ جائے گی؟" وہ تقریباً غصے سے بولیں۔

"جیسے گئی تھیں......" اس نے بھی غصہ ضبط کرتے ہوئے جواب دیا۔

"وہ تو مجبوری تھی' مگر اب تو تم گئے تھے۔"

"کوئی مجبوری نہیں تھی آپ پریشان نہ ہوں' میں ناشتہ بناتا ہوں۔"

"صفدر! صاف صاف بتاؤ اس نے کیا کہا؟" انہوں نے براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"امی! آپ لعنت بھیجیں آنا ہوگا آ جائے گی۔" وہ جھنجلا گیا۔

"یہ کیا بات ہوئی؟ شرم نہیں آتی بیوی پر لعنت بھیجتے ہوئے۔"

"آپ جو ایک ہی بات کے پیچھے پڑ جاتی ہیں......" وہ شرمندہ سا ہو گیا۔

"لڑائی کس بات کی ہے؟"

"اس نے سرے سے اس گھر کو قبول ہی نہیں کیا......؟" مجبوراً اسے جھوٹ کا سہارا لینا پڑا۔

"کیا مطلب؟ ایسا کب کہا اس نے؟" وہ متعجب ہو کر بولیں۔

"سب کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

"وہ تو بہت اچھی ہے۔"

"میں نے کب برا کہا' نصیب تو میرا برا ہے۔" وہ دھیرے سے بڑبڑایا۔

"صفدر! ضرور کوئی بات ہے۔"

"کوئی بات نہیں ہے' وہ آ جائے گی۔"

"کب......؟"

"اس کے والد صاحب کی طبیعت خراب ہے آ جائے گی۔" اسے مزید جھوٹ بولنا پڑا۔

"کیا ہوا؟"

"وہ طویل عرصے سے بیمار ہیں' بڑھاپا ہے۔" وہ ان پر بیزاری ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا اس لیے نرمی سے بولا۔ وہ چپ ہو گئیں۔ تو وہ پھر بولا۔

"اب میں ناشتہ بنانے جاؤں' مجھے آفس بھی جانا ہے۔"

"ہنہ' بس مجھے ایک ٹوسٹ اور دودھ کا کپ دے دو۔" امی نے کہا تو وہ اثبات میں گردن ہلا کر کچن کی طرف آ گیا' لیکن ایک دم ہی ایسا لگنے لگا کہ اس کا دھیان' صرف اور صرف اس جھوٹ کی طرف ہے جو کچھ دیر پہلے ماں سے بولا ہے۔ انڈے' بریڈ' دودھ سب نظروں کے سامنے تھا' مگر وہ بے جا ہاتھ مار رہا تھا' سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ کچن میں کس مقصد سے کس کام کے لیے آیا تھا؟

"صفدر! یہ تمہاری زندگی کی خوشیوں کو کس کی نظر لگ گئی...... کیا ہونے والا ہے؟ کب تک ماں سے جھوٹ بولو گے' اگر زیبا گھر نہ گئی تو اس کے ماں باپ کو کیا جواب دو گے؟ ذہن میں سوال کلبلائے تو وہ اور زیادہ مضطرب ہو گیا...... جیب میں موبائل فون بجا تو وہ چونکا' جلدی سے فون نمبر دیکھا' مگر نامعلوم نمبر بند ہو چکا تھا' اسے ناشتہ بنانے کا خیال آیا' جلدی جلدی امی کے لیے اور اپنے لیے انڈے فرائی کیے' سلائس سینکے' دودھ گرم کر کے گلاسوں میں ڈالا اور کچن سے باہر نکل آیا۔

❀......❀......❀

وہ گہری سوچ میں غلطاں تھی۔ ننھی نے ناشتہ میز پر لگایا اور بولی۔

"اوہ! بھئی تم کس سوچ میں پڑ گئیں؟"

"کتنا بے حس ہے وہ شخص' فون نہیں سنا۔" زیبا بہت افسردہ تھی۔

"یار! کوئی وجہ بھی ہو سکتی ہے' تمہارے آنے سے جانے وہ کتنے پریشان ہوں......" ننھی نے اس کے لیے سلائس پر مارجرین لگاتے ہوئے کہا۔

"میرا دل گھبرا رہا ہے' جانے کیا ہونے والا ہے؟"

"دیکھو! دو ہی باتیں ہیں' ایک یہ کہ تم گھر چلی جاؤ' یا پھر دل مضبوط رکھو۔"

"اور اماں' ابا وہ تو صدمے سے مر جائیں گے۔ صفدر ان کو بتائے گا۔"

"خود ہی تو کہہ رہی ہو کہ صفدر کو تمہاری پروا نہیں ہے۔"

"تو پھر' فکر چھوڑو آرام سے ناشتہ کرو۔" ننھی نے کہا۔

"سوچتی ہوں کہ اماں ابا نے اگر مجھے گھر میں رہنے کی اجازت نہیں دی' تو کیا ہوگا؟"

"یہ گھر ہے نا' کیوں فکر مند ہوتی ہو' ابھی گردچھٹے گی' صفدر بھائی تمہارا خیال کریں گے' وہ بھلا کب تک اپنی امی سے جھوٹ بولیں گے۔" ننھی نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"مگر صفدر مجھے وہاں دیکھنا ہی نہیں چاہتے' اب وہ بچے کے در پے تھے تو میں نے گھر چھوڑا۔"

’’حیرت ہے کوئی اپنے بچے کے بھی درپے ہوسکتا ہے۔‘‘

’’انہیں مجھ سے اپنا بچہ نہیں چاہیے۔‘‘ وہ افسردہ سی بولی تو ننھی کو اشتعال آ گیا۔

’’ہنہ! انہیں یہ سب پہلے سوچنا تھا۔‘‘

’’میرے ساتھ یہی ہونا تھا‘ میں نے محبت میں دھوکا کھایا‘ اگر کوئی مجھ سے سبق لے تو میں محبت سے دور رہنے کو کہوں۔‘‘

’’اب کف افسوس ملنے سے کیا حاصل؟ تم اپنے بچے کے ساتھ آرام سے زندگی گزارو۔‘‘

’’ہاں! مجھے کسی صورت اپنے بچے سے الگ نہیں ہونا‘ یہ بچہ تو میری آبرو ہے‘ مجھے صفدر سے اس کے لیے نہیں ڈرنا...... صفدر کو میرا بچہ چھین لینے کا کوئی حق نہیں۔‘‘ وہ کافی مضبوط ارادے کے ساتھ بولی۔

’’چلیں۔‘‘ ننھی نے پوچھا۔

’’ہاں! میں ذرا چادر لے آؤں۔‘‘ وہ کہہ کر کمرے کی طرف جانے ہی والی تھی کہ ننھی کا موبائل بج اٹھا۔ ننھی نے بغور نمبر دیکھتے ہوئے فون اٹینڈ کیا۔

’’ہیلو! جی کون؟‘‘ ننھی نے کہا۔

’’آپ نے میرا نمبر ملایا تھا جی۔‘‘ دوسری طرف سے کچھ سنجیدہ اور جھجکتی آواز آئی۔

’’آپ صفدر بھائی بول رہے ہیں۔‘‘ ننھی نے پوچھا‘ زیبا لپک کر اس کے قریب آ گئی۔

’’ج...... جی...... آپ کون......؟‘‘

’’میں زیبا کی سہیلی ہوں ننھی‘ میں نے ہی آپ کا نمبر ملایا تھا۔‘‘

’’کون؟ میرا مطلب ہے میرا نمبر آپ کے پاس......‘‘

’’زیبا نے دیا‘ یقیناً کبھی میرے بارے میں اس نے بتایا ہی نہیں ہوگا۔‘‘

’’ہمارے اتنے بے تکلفانہ مراسم نہیں تھے۔ خیر کہیے۔‘‘

’’آپ بیوی کے لیے نہیں جاننا چاہیں گے۔‘‘ ننھی نے کچھ سنجیدگی سے پوچھا۔

’’بیویاں گھر سے نہیں بھاگتیں۔‘‘ زہر میں بجھا لہجہ تھا۔

’’وہ میرے پاس ہے‘ بھاگی تو نہیں۔‘‘

’’آپ کوئی بھی معنی پہنائیں‘ حقیقت یہ ہے کہ وہ گھر سے بنا بتائے گئی۔‘‘

’’حقیقت یہ بھی نہیں ہے‘ فون پر یہ بات نہیں ہوسکتی‘ اگر آپ مل بیٹھ کر بات کرلیں تو بہتر ہوگا۔‘‘

’’اسے کہیے کہ خاموشی سے گھر آ جائے‘ مگر میری شرط پر۔‘‘

’’مطلب......؟‘‘

’’مطلب اسے معلوم ہے۔‘‘ فون دوسری طرف سے بند ہوگیا۔ ننھی زیبا کو دیکھنے لگی‘ وہ غمزدہ سی صوفے پر گری گئی تھی۔ ننھی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو اس کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

’’اللہ بہتر کرے گا‘ پریشان نہ ہو۔‘‘ ننھی نے سمجھایا تو وہ طویل سانس بھر کر رہ گئی۔

❁......❁......❁

’’سترہ سو پچاس روپے دے دیجیے۔‘‘ میڈیکل اسٹور کے سیلز مین نے میڈیسن کا بل بناتے ہوئے کہا۔ زیبا ایک دم پریشان سی ہوگئی‘ اس کی پریشانی بھانپتے ہوئے ننھی نے اپنے بیگ سے پیسے نکال کر دے دیئے۔

’’میں شرمندہ ہوں‘ کچھ پیسے ہیں میرے پاس۔‘‘ زیبا نے میڈیکل اسٹور سے باہر نکلتے ہوئے کہا تو ننھی نے ہلکی سی خفگی بھری نظروں سے دیکھا اور کہا۔

’’ایسے کیوں کہا؟‘‘

’’زندگی کس موڑ پر لے آئی ہے؟‘‘ اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

’’اچھا اب شکل ٹھیک کرو‘ تمہارے اماں ابا کیا سوچیں گے؟‘‘ ننھی نے کہا اور ہاتھ کے اشارے سے ایک رکشہ رکوایا اور پتہ سمجھا کر دونوں بیٹھ گئیں۔ سارے راستے ننھی اسے تسلیاں دیتی رہی...... اپنے گھر پہنچنے تک بچے کی خاطر وہ کافی مطمئن اور مضبوط سا خود کو محسوس کررہی تھی۔

اماں اسے اچانک دیکھ کر نہال ہوگئیں۔ ننھی کو بھی انہوں نے خوب پیار کیا۔

’’صفدر آیا تو......‘‘

’’وہ میں اپنا گھر سیٹ کررہی ہوں اس لیے زیبا کو لے آئی تھی۔‘‘ ننھی نے اماں کے بولتے ہی جلدی سے بات سنبھالی۔

’’اچھا‘ تم پاکستان آ گئی ہو۔‘‘

’’جی خالہ‘ بس اپنا ملک ہی اصل گھر ہوتا ہے۔‘‘

’’اور بچے وغیرہ۔‘‘

’’کوئی نہیں ہے‘ میں اکیلی ہی آئی ہوں۔‘‘

’’اور میاں......؟‘‘

’’اماں‘ مجھے کچھ گھبراہٹ ہورہی ہے‘ ابا سے ملتے ہیں‘ تم کچھ ٹھنڈا بنادو۔‘‘ زیبا نے اب کی بار اماں کو اس کی طرف سے ہٹایا۔

’’خالہ! آپ نانی بننے والی ہیں‘ کچھ بھی اسے جلدی سے دے دیں۔‘‘ ننھی نے شرارت سے کہا تو حاجرہ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔

’’سچ ارے اتنی بڑی خوشی کی خبر صفدر کیوں نہیں بتا کر گیا؟‘‘ حاجرہ نے زیبا کو گلے لگایا‘ پیشانی چومی اور کہا۔

’’وہ پہلے اور کیا بتاتے ہیں......؟‘‘ زیبا بڑبڑائی۔

’’تم دونوں اندر چلو‘ میں کچھ لاتی ہوں۔‘‘ حاجرہ نے کہا اور کچن کی طرف بڑھ گئیں۔ اور وہ دونوں وہیں ایک دوسرے کو کچھ دیر دیکھتی رہیں۔

’’کتنا دکھ ہوگا اماں کو اگر صفدر کا فیصلہ سن لیں تو۔‘‘

’’کچھ بتانے کی فی الحال ضرورت نہیں ہے‘ میں صفدر بھائی سے مل لوں پھر......‘‘ ننھی نے دھیرے سے کہا تو وہ خاموش ہوگئی۔

مگر ابا کے سینے پر سر رکھتے ہی سسکیوں سے رونے لگی۔ کتنے دنوں کا دکھ آنسوؤں کی صورت بہہ نکلا...... ان کی بوڑھی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہوگئے۔

’’اچھا کیا‘ تم آ گئیں‘ میرے پاس اب زیادہ وقت نہیں ہے زیبا......‘‘ وہ اکھڑی سانس کے ساتھ مشکل سے بولے۔ تو وہ شدت سے رو دی۔

’’ابا ایسے نہ کہیں‘ میرا اور اماں کا کون ہے؟‘‘

"زیبا! انکل کی طبیعت خراب ہے تم اور خراب کررہی ہو۔" نمنی نے اسے سیدھا کرکے کرسی پر بٹھایا۔

"انکل! آپ ٹھیک ہوجائیں گے۔" نمنی کے دلاسے پر ابا کو یقین نہیں آیا' کرب سے مسکرادیے۔

زیبا کا دل اس کرب سے گھائل ہونے لگا۔ وہ بظاہر ابا کے کندھے دباتی رہی لیکن اندر بیکل کردینے والا دکھ طغیانی پر تھا...... ہر طرف سے مصائب اور مشکلات نے گھیرا ہوا تھا' شوہر سے لڑی جانے والی خفیہ جنگ میں دور دور تک اس کے لیے بے آب وگیاں میدان تھا' جانے جیت کس کی تھی اور مات کس کو ہونی ہے...... وہ یہ سوچ سوچ کر پریشان تھی۔

نمنی کچھ دیر بیٹھ کر چلی گئی' تو وہ اپنے کمرے میں آ گئی...... اماں نے اسے روک لیا...... وہ انکار نہ کرسکی' طبیعت بھی خراب تھی...... اپنے پلنگ پر دراز ہوئی تو ہوش نہ رہا۔

❁......❁......❁

اس نے ضروری فائلوں کو دیکھنے کے بعد دستخط کیے اور چند لمحے کے لیے سر کرسی کی پشت سے ٹکا کر آنکھیں موند لیں...... مگر اگلے ہی لمحے فون بجنے لگا۔

"جی......"

"میم آپ کی کال ہے۔" سکریٹری نے کہہ کر لائن تھرو کردی۔

"ہیلو۔"

"ویلڈن سوئٹ ہارٹ۔" بوبی کی آواز آئی تو وہ سنبھلی۔

"کیسے ہو......؟"

"فائن۔"

"کیسے یاد کیا؟"

"یاد اسے کرتے ہیں جسے بھولتے ہوں۔" وہ شوخ ہوا۔

"بوبی! باہر رہ کر بہت شارپ ہوگئے ہو۔"

"تمہارے لیے تو میں ویسا ہی ہوں۔"

"مجھے ضروری کام کرنے ہیں' باقی پھر سہی۔" اس نے ٹالا۔

"میں تمہیں دیکھ رہا ہوں' بہت خوشی ہورہی ہے آج اس آفس میں مس شرمین ہیں' کل مسز بابر ہوں گی...... جب میں آجاؤں گا......" بہت خمار آلود لہجہ اور جملہ تھا۔ وہ عجیب سی کیفیت کا شکار ہوگئی۔

"بوبی! پلیز۔"

"ماما کی ضد ہے میں آجاؤں' تم چاہتی ہو نا آؤں۔"

"نہیں' میں نے کب منع کیا؟" وہ ہکلائی۔

"آؤں گا تو ایک ہی شرط ہے۔"

"پلیز' بیکار باتیں سننے کا وقت نہیں ہے میرے پاس۔" اس نے جھنجلا کر فون بند کردیا۔

"یا اللہ! میں کیا کروں؟" وہ بڑبڑائی...... ذہن عارض کی طرف گیا تو مزید پریشانی میں اضافہ ہوگیا۔ عارض تو وہیں کا ہو کے رہ گیا تھا۔

"اگر آجائے تو کچھ مسئلہ حل ہوجائے۔" اس نے سوچا۔

"لیکن کیسے؟ بوبی کا آنا ضروری ہے' اس کی ضد برقرار ہے' زینت آپا کی بیماری ہے...... کچھ بھی تو اپنی جگہ پر نہیں'

زینت آپا کے احسانات کا بدلہ یہ تو نہیں کہ انہیں چھوڑ چھاڑ کر عارض سے شادی کر لی جائے......اس صورت میں بوبی پاکستان نہیں آئے گا اور یوں زینت آپا کے کاروبار کا کیا ہوگا......؟" یہ باتیں اس کے دماغ میں فلم کی طرح چل رہی تھیں......ایسی فلم کی طرح جس کا انجام اسے قطعی معلوم نہیں تھا۔ زندگی گرداب میں پھنس چکی تھی۔ کاش! صبیح احمد تم نے مجھے وقت اور حالات کے سامنے بے بس نہ کیا ہوتا؟ میری منزل پر کھڑے ہو کر تم نے کس بے رحمی سے مجھے واپس لوٹنے کا حکم سنایا' میری محبت' میرے خلوص کو دھتکارا تھا کہ میں اب تک منزل پر نہیں پہنچی؟ عارض کی صورت جو زندگی میں نے منتخب کی ہے اس کے بارے میں سوچ کر دل مضطرب سا ہو جاتا ہے' جانے سکون اور اطمینان کیوں نہیں حاصل' محبت کی شکلیں کیوں بدلتی رہتی ہیں......؟" وہ آنکھیں موندے سوچ رہی تھی کہ موبائل فون کی گھنٹی نے چونکا دیا۔ عارض کا فون تھا۔

"ہیلو بڑی عمر ہے آپ کی......" وہ کچھ خوش ہو کر بولی۔

"جتنی بھی ہے' بس تمہارے ساتھ ہو۔" عارض کی شوخ آواز نے اسے گدگدایا۔

"اچھا......اچھا کیسے ہو......کب آؤ گے؟"

"بہت بہتر' ڈاکٹرز نے مجھے اجازت دے دی ہے' میں چل سکتا ہوں' بس ذرا گھوم پھر کے جلد واپسی ہے......پھر دو ماہ بعد چیک اپ کے لیے آنا ہوگا۔" اس نے تفصیل سے بتایا۔

"شکر ہے اللہ کا۔"

"میں نے بابا سے کہہ دیا ہے کہ چیک اپ کے لیے آؤں گا تو شرمین کو ساتھ لاؤں گا۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟ میں نے زینت آپا کا آفس ٹیک اوور کیا ہے' وہ بیمار بھی زیادہ ہیں۔"

"اچھا......اچھا' میں نے اپنے لیے تم سے منگنی کی ہے۔" وہ صاف لہجے میں بولا۔

"میں نے کب انکار کیا ہے......؟"

"تو بس اگلی بار میرے ساتھ آنا ہے۔"

"اچھا' ہنوز دلی دور است۔" وہ بولی تو وہ چلایا۔

"آسان سا جواب پلیز۔" اسے ہنسی آ گئی۔

"اچھا' دیکھیں گے۔" مگر عارض کے اطمینان کے لیے یہ نامکمل سا جواب تھا۔

"میں کچھ نہیں سنوں گا۔"

"اب کوئی اور بات بھی کر لو۔"

"صفدر کا فون آف جا رہا ہے' کئی روز سے بات ہی نہیں ہوئی۔"

"اچھا......مجھے بھی کافی دن ہو گئے' آج چکر لگاتی ہوں۔"

"گڈ!"

"بس یہاں آفس کا نظام کافی ڈسٹرب ہے' اسے ٹھیک کرنے میں بہت وقت لگے گا۔" اس نے اپنی دانست میں ویسے ہی بتایا' مگر وہ چڑ گیا' کہ شاید اسے سنایا جا رہا ہے۔

"ٹھیک ہے اس آفس سے ہی شادی کر لو۔" فون کھٹ سے بند ہو گیا' شرمین کی آنکھیں کھلی رہ گئیں' فون دیکھتے ہوئے صدمے سے دل بھر آیا......کچھ دیر نارمل ہونے میں لگے......پھر یہ سوچ کر تسکین و تسلی خود کو دی کہ عارض کو اس سے شدید محبت تو ہے......یہ احساس بھی بہت خوش آئند تھا۔ روتے روتے مسکراہٹ لبوں پر مچل گئی۔

❁......❁......❁

تیری یادیں کانچ کے ٹکڑے
اور میرا دل
ننگے پاؤں!!

بیڈ کی پشت گاہ سے ٹیک لگائے وہ کافی دیر سے اپنے اور زیبا کے تعلق پر غور کر رہا تھا۔ کمرے میں اس کی مہک قائم تھی' صوفے پر اس کا سبز دوپٹہ پڑا تھا' بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر بال باندھنے والا ریشمی رومال پڑا تھا۔ ڈریسنگ ٹیبل پر کانوں کی بالیاں موجود تھیں۔ واش روم کے باہر سیاہ سلیپر رکھے تھے۔ وہ سب سے نظریں چرانے کی ناکام کوشش میں صرف اپنے اعصاب کو تھکا رہا تھا۔ اسے نہ یہ یقین تھا کہ زیبا لوٹ کر آئے گی یا ہمیشہ کے لیے چلی گئی......اسے زچ کر دے گی یا خاموشی سے بات مان لے گی......مگر ہر صورت میں گھر تو بکھر جائے گا......اور ایسے میں وہ ماں کو اور باہر جان پہچان والوں کو کیا بتائے گا؟ وہ جانے کہاں رہ کر کس کس کو کیا کچھ بتا رہی ہوگی' میرے بچے کے حوالے سے الزامات کی بارش مجھ پر برسا رہی ہوگی' سب مجھے سفاک اور ہرجائی سمجھیں گے' کوئی یہ نہیں یقین کرے گا کہ مجھے وہ بچہ کیوں نہیں چاہیے؟ اس سے میرا خونی تعلق ہے مگر روحانی نہیں......میرا دماغ' میرا دل اس کو تسلیم نہیں کر رہے......" اتنا کچھ سوچنے کے بعد اسی طرح کچھ تکیے پر جھکا ہی تھا کہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور شرمین کا مسکراتا چہرہ دیکھ کر فوراً سیدھا ہو گیا۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام آپ اس وقت خیریت۔" صفدر نے کہا۔

"آپ جو اتنے دنوں سے آئے نہیں' کوئی خیر خبر نہیں تھی' اس لیے خود آ گئی۔" شرمین نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بس شرمین بہن آفس کی مصروفیت بہت ہے آج کل۔" وہ بمشکل ٹال سکا۔

"بھابی نظر نہیں آ رہی۔"

"ہاں' وہ چلی گئی ہیں۔" وہ ایکدم کہہ گیا۔

"کہاں؟"

"وہ اپنے گھر گئی ہیں۔" وہ ہکلایا۔

"اسی لیے آپ اداس بیٹھے ہیں۔" شرمین نے مسکرا کر کہا۔

"آپ سناؤ' عارض کی سناؤ۔" وہ بے ربط سی باتیں کر رہا تھا۔ شرمین کو صاف محسوس ہو رہا تھا۔

"صفدر بھائی آپ ٹھیک نہیں لگ رہے۔"

"ارے نہیں' ایسی کوئی بات نہیں' بس تھکا ہوا ہوں۔" وہ کمال ہوشیاری سے ٹال گیا۔

"اچھا' عارض نے کہا کہ آپ سے کئی روز سے بات نہیں ہوئی۔"

"ٹھیک ہے کر لوں گا' ذرا مصروفیت کم ہو جائے۔"

"اچھا ہوا بیٹی تم آ گئیں' اب تم ہی صفدر کو سمجھاؤ۔" اسی اثنا میں جہاں آرا چائے لے آئیں اور براہ راست شرمین سے مخاطب ہوئیں۔

"جی بتائیے۔" شرمین نے پوری توجہ سے پوچھا۔

"بیٹا اسے سمجھاؤ میری بہو کو لے آئے۔" انہوں نے برملا کہا۔

"امی وہ اپنے گھر گئی ہے' خود آ جائے گی۔" صفدر جھنجلا کر بولا۔

”کیوں خود آ جائے گی؟ تم جا کر لے آؤ۔“ انہوں نے بختی سے کہا۔

”اچھا‘ اچھا لے آئیں گے آپ پریشان نہ ہوں۔“ شرمین نے جلدی سے کہا۔

صفدر اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا تو شرمین نے اندازہ لگایا کہ کوئی مسئلہ ہے؟

”یہ صفدر جانے کیوں زیبا کو لانا نہیں چاہتا‘ وہ اس کی وجہ سے گئی ہے۔“

”کیا وجہ ہوگی؟ سب ٹھیک ہوجائے گا‘ میں پوچھوں گی۔“ شرمین ان کی نم آلود آنکھیں صاف کرتے ہوئے بولی۔

”مجھے لگتا ہے صفدر کو کوئی لڑکی پسند آ گئی ہے۔“ وہ رقت آمیز لہجے میں بولیں۔

”ارے نہیں...... نہیں‘ صفدر بھائی ایسے نہیں ہیں۔“ اسے ہنسی آ گئی۔

”یہ موئی محبت بری بلا ہے۔“

”ہا...... ہا......“ انہوں نے اس طرح کہا کہ اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔

”میرا آنگن تو سونا ہی رہ گیا نا۔“

اللہ نہ کرے سب ٹھیک ہوجائے گا۔“ اس نے تسلی دی اور انہیں بازوؤں میں بھر کے پیار کیا۔

❁......❁......❁

وہ ٹی وی لاؤنج میں زینت آپا کی عدم موجودگی کے باعث سمجھ گئی کہ وہ شاید سوگئی ہیں۔ ان کی طبیعت ٹھیک ہو...... یہ سوچ کر پہلے اپنے کمرے میں آ گئی‘ فوراً ہی عادل بابا آ گئے۔

”کھانا لگاؤں چھوٹی بی بی۔“

”ہنہ...... لیکن زینت آپا......“ اس نے پوچھا۔

”وہ بوبی بابا سے فون پر بات کررہی ہیں‘ کھانا آپ کے ساتھ کھائیں گی۔“

”اچھا‘ طبیعت کیسی ہے ان کی۔“

”بس ویسی ہی ہے‘ اب کچھ خوش تھیں۔“ بابا نے بتایا۔

”آپ کھانا ان کے کمرے میں لے آئیں‘ ہم وہیں کھائیں گے۔“ وہ کہہ کر واش روم میں گھس گئی اور فریش ہو کر زینت آپا کے کمرے میں پہنچی تو وہ واقعی خوش نظر آئیں۔

”شرمین! میری بیٹی آؤ میرے قریب۔“ زینت آپا نے محبت سے بانہیں پھیلائیں تو وہ ان میں سما گئی۔

”کیا بات ہے‘ بہت خوش ہیں؟“

”بات ہی ایسی ہے‘ شرمین۔“

”تو جلدی سے بتائیں۔“

”بوبی آ رہا ہے۔“

”اچھا‘ یہ تو واقعی خوشی کی بات ہے۔“

”شرمین! وہ ضد پر تو قائم ہے لیکن سمجھ جائے گا۔“ انہوں نے دل بہلانے کی خاطر بڑی نرمی سے کہا تو وہ خاموش ہوگئی۔

”آپا! مجھے پھر یہاں سے جانا ہوگا۔“ وہ سنجیدگی سے بولی۔

”نہیں‘ کیوں؟ ایسا نہیں ہوگا۔ مجھ پر بھروسہ نہیں؟“ انہوں نے اسے سینے سے لگایا۔

”آپا! بات بھروسے کی نہیں ہے‘ اصول کی ہے‘ بوبی کو اپنا بزنس سنبھالنا ہے‘ وہ اسی کی جگہ ہے۔“ اس نے ان کا ہاتھ

اپنے ہاتھ میں لے کر سہلاتے ہوئے کہا تو وہ اس کے ہاتھ کو دباتے ہوئے بولیں۔

”تمہارا اپنا مقام ہے اور بوبی کا اپنا۔ وہ تو ابھی نادانی کے سفر میں ہے۔“

”اس کی نادانی ہی تو خوفزدہ کرتی ہے۔“ وہ ہولے سے بولی۔

”امید ہے کہ وہ اب سمجھ سکے گا۔“ زینت آپا کے لہجے میں خوف کی سی بے یقینی موجود تھی۔ شرمین نے ان کی تسلی کے لیے کہا۔

”آپ مجھے جانے دیں‘ پھر یہ خوف آپ کو بھی پریشان نہیں کرے گا۔“

”ہرگز نہیں‘ پرسکون ہوجاؤ‘ اللہ بہتر کرے گا‘ میری طبیعت مستقل خراب رہتی ہے۔“ زینت آپا نے نمناک آنکھوں سے دیکھا۔

”اچھا آپ پریشان نہ ہوں‘ فی الحال تو اٹھیں اور میرے ساتھ کھانا کھائیں۔“ ان کی دلجوئی کی خاطر وہ مسکرا کر بولی تو وہ بھی مسکرا دیں۔ مگر دونوں اپنی اپنی جگہ شاید متفکر سی تھیں۔ ایک دوسرے سے چھپانے کے لیے پرسکون نظر آنے کی اداکاری کررہی تھیں۔ زینت آپا کی فکر اور پریشانی شرمین سے مختلف اور جدا نہیں تھی‘ فرق اتنا تھا کہ شرمین بوبی کی ضدی فطرت اور اڑیل طبیعت سے واقف تھی اسے سمجھانا بہت دشوار تھا‘ وہ گہری سوچ میں ڈوب گئی تو زینت آپا نے ہولے سے پکارا۔

”شرمین! وہم نہ کرو۔“

”آپا! بوبی کی سوچ بالکل بھی نہیں بدلی۔“

”اسے بدلنا پڑے گی بس تم فکر نہ کرو۔“ انہوں نے بہت یقین سے کہا تو اسے ان کی خاطر یقین سے بھرپور مسکراہٹ لبوں پر سجانی پڑی‘ مگر دل وسوسوں سے بھرا رہا‘ ایسے میں عارض کا خیال آیا...... وہی منزل تھی اب تو...... مگر حالات کا اونٹ جانے کس کروٹ بیٹھے‘ یہ بھی تو ایک مشکل سوال تھا...... کیونکہ انسان چاہتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے۔

کمرے میں ہلکی سی زرد روشنی پھیلی تھی...... مگر وہ بالکنی میں کھڑی چاند تاروں کی سفید روشنی میں دور تک اپنی منزل کا نشان ڈھونڈ رہی تھی جو کہ اب تک اس کی نظروں کے سامنے آ کر ہمیشہ اوجھل ہوتا رہا۔ پہلی پسند‘ پہلا جنون‘ منزل کی شکل دھارنے کے بعد ختم ہوگیا۔ دوسری محبت ملی بھی تو جانے کیوں بے یقینی کی سی کیفیت نے دل کو مٹھی میں لے رکھا تھا‘ قسمت نے ہمیشہ اس کے ساتھ انوکھا کھیل ہی کھیلا‘ محبت کے معنی اور مفہوم ہی بدل کے رکھ دیئے...... فکر اب یہ تھی کہ کیا ہونے والا ہے‘ بوبی کی آمد سے دل و دماغ مضطرب ہوگئے تھے۔

”شرمین! تمہارا یہاں رہنا مناسب نہیں ہوگا‘ تمہیں یہاں سے جانا ہوگا‘ بوبی زینت آپا کی اکلوتی اولاد ہے‘ اس نے تو یہاں رہنا ہے‘ زینت آپا کی بیماری بیٹے کی موجودگی میں کم ہوجائے گی‘ ایسے میں تمہارے رہنے سے ماحول خراب ہوگا۔“ دماغ میں سوالات اٹھے تو وہ بیکل سی ہوگئی۔

”ہاں! مجھے جانا ہی ہوگا‘ مگر کہاں کس کے پاس؟ عارض تو پردیس میں ہی جیسے آباد ہوگیا ہے اور زینت آپا کو کیسے راضی کروں‘ وہ تو قطعاً نہیں جانے دیں گی۔“ خود کلامی کرتے ہوئے کمرے میں آ کر ٹہلنے لگی۔ تو فون کی گونج نے چونکا دیا۔ اسکرین پر بوبی کا نام دیکھتے ہی جھٹکا لگا‘ مگر پھر کچھ سوچ کر ہمیشہ کی طرح اس نے بردباری کا مظاہرہ کیا۔

”ہائے بوبی۔“

”ہائے ڈارلنگ!“ حسب معمول اس کی شوخ آواز آئی۔ شرمین کے ماتھے پر سلوٹیں بنیں‘ مگر وہ ضبط کرگئی۔

”ہاں بولو۔“

"ہر پل، ہر گھڑی یاد کرتا ہوں، اس وقت بہت یاد آئی تو فون کرلیا۔"

"او! شکریہ، کیسے ہو؟" وہ یکسر ٹال گئی۔

"شرمین!" اس نے مخمور لہجے میں پکارا۔

"جی بولو۔" وہ بڑی سنجیدگی سے بولی۔

"مجھے محسوس کرو۔"

"مطلب؟" سمجھنے کے باوجود انجان بن کر پوچھا۔

اپنے سے بہت قریب، بہت اپنا جان کر وہ بہکتے ہوئے اور سفر طے کرتا اگر وہ سیخ پا ہو کر چلا نہ اٹھتی۔

"بوبی! حد میں رہو۔"

"شرمین! تم ہی تو میری محبت کی حد ہو، سرتا پا میری محبت کی جائز حد۔"

"اوہ...... افسوس تم بڑے نہ ہوسکے۔" اس نے کہہ کر غصے سے فون بند کر کے بیڈ پر اچھال دیا اور خود لمبے لمبے سانس بھر کے نارمل ہونے کی کوشش کرنے لگی لیکن فون کی آواز نے پھر سے مشتعل کردیا، غصے میں فون اٹھایا اور چلائی۔

"بوبی مجھے تمہاری وجہ سے یہ گھر چھوڑنا پڑے گا۔"

"ارے ارے کیا کردیا بوبی نے؟" دوسری طرف سے عارض کی آواز ابھری تو وہ چونکی۔

"عا...... عارض۔"

"بوبی پر اتنا غصہ سرکار۔"

"عارض! تم نے کب آنا ہے۔ میں بوبی کے آنے سے پہلے یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔" وہ بولتی چلی گئی تو عارض کو کسی حد تک اندازہ ہوا۔

"یو مین، بوبی پرابلم ہے۔"

"ہنہ، میں اس کی بچکانہ فرمائش افورڈ نہیں کرسکتی۔"

"میں اس ماہ میں آجاؤں گا، لیکن یار میں بوبی سے جیلس ہو رہا ہوں۔"

"عارض! پلیز، مجھے صرف زینت آپا کا خیال ہے، ورنہ میں یہ گھر کب کا چھوڑ دوں۔"

"تو چھوڑ دو۔ صفدر کی طرف شفٹ ہوجاؤ۔"

"نہیں، صفدر بھائی کے اپنے فیملی ایشوز ہیں اور پھر زینت آپا کی شوگر شوٹ کر جاتی ہے، بلڈ پریشر کا پتا نہیں چلتا۔" وہ بولی۔

"تو پھر صبر کرو، میں آجاؤں گا سب مسائل حل ہوجائیں گے۔"

"مگر میں سخت الجھن کا شکار ہوگئی ہوں۔"

"ویسے وہ ہے بہت مستقل مزاج۔" عارض نے ذرا شرارت سے کہا۔

"ہنہ...... ابھی تک تو یہی لگتا ہے۔"

"بیوقوف ہے۔" عارض نے کہا۔

"شاید اس کی نظر میں محبت ایک لطیفہ ہے۔" شرمین نے کہا۔

"تو پھر انجوائے کرو، ہنسو کیا ضرورت ہے پریشان ہونے کی۔"

"بس کبھی کبھی خوف آنے لگتا ہے۔"

"اچھا اب کوئی اور بات کرو۔"

"بس جلدی آجاؤ۔"

"شرمین! تم مجھ سے کتنی محبت کرتی ہو۔"

"بس اتنی جو حقیقت میں ہونی چاہیے۔"

"مطلب۔" وہ چونکا۔

"مجھے محبت کا ڈرامہ پسند نہیں، جتنا تم چاہتے ہو شاید اس سے کم۔" اس نے سادگی سے کہہ دیا اور اگلے ہی لمحے فون بند ہوگیا، وہ کچھ غیر یقینی سی کیفیت کے ساتھ فون کو گھورتی رہی اور یہ سوچتی رہی کہ عارض نے فون خود بند کیا ہے یا لائن کٹ گئی......؟ پھر خود فون ملایا مگر دوسری طرف سے فون آف تھا۔

❊......❊......❊

بڑے عرصے بعد ہلکی پھلکی دھوپ پھیلی تھی تو وہ پردہ سرکا کے بند کھڑکی سے تھوڑا سا شیشہ بھی ہٹا کے باہر کا نظارہ کرنے لگا...... باہر چہل پہل تھی، لوگ بھاری گرم کپڑوں کا وزن کم کر کے باہر نکلے تھے...... اس نے بھی ارادہ بنایا اور کھڑکی سے پلٹ کر اپنے جوتے کسے اور کمرے سے باہر نکل آیا...... آغا جی کافی کے مگ لیے آرہے تھے اسے دیکھ کر بولے۔

"ینگ مین کدھر؟"

"بس ذرا بور ہوگیا ہوں باہر جارہا ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تو وہ ٹھٹکے۔

"ہے...... ہے، یہ موڈ کو کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں، بس رات نیند ٹھیک سے نہیں آئی۔"

"بیٹھو کافی پیو۔" انہوں نے میز پر مگ رکھتے ہوئے کہا اور خود بھی سامنے بیٹھ گئے۔

"بابا دل نہیں چاہ رہا۔"

"یار! رات...... رات میں کیا ہوگیا؟"

"بابا!" وہ ٹھٹکا۔

"مائی ڈیئر بتاؤ شاباش۔" انہوں نے کافی کی چسکی لی۔

"بس مجھے خود بھی اندازہ نہیں، بٹ کوئی ڈسٹربنس ہے میرے اندر۔"

"تو اسے باہر نکالو، شیئر کرو، مجھ سے نہ سہی، صفدر سے یا پھر شرمین سے۔" انہوں نے کہا تو شرمین کے نام پر اس کے چہرے پر پھیکا سا تاثر ابھرا مگر کمال اداکاری سے وہ چھپا گیا۔

"کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں، صفدر خود بہت ڈسٹرب ہے۔"

"خیریت؟"

"اس کی مسز کا ایشو ہے۔"

"تو یار! حل کراؤ، گھر کا سکون مفاہمت میں ہوتا ہے۔"

"اور دل کا سکون؟" وہ بے دھیانی میں پوچھ بیٹھا۔

"محبت میں، اعتبار میں۔" وہ یہ کہہ کر رکے اور بغور اس کا جائزہ لیتے ہوئے دوبارہ بولے۔

"خیر تو ہے، یہ سوال کیوں پوچھا؟"

”ویسے ہی بابا۔“ بناوٹی ہنسی کے ساتھ جواب دیا۔
”خیر‘ ہم کب کی سیٹیں کرائیں۔“ انہوں نے کچھ سوچ کر اصرار نہیں کیا۔
”کرالیں گے جلدی کیا ہے؟“
”ہیں......؟“ آغا جی کو حیرت ہوئی۔
”میں باہر سے ہو کر آتا ہوں۔“ اس نے ٹالا۔
”مجھے بھی ساتھ لے چلو۔“
”شیور آیئے۔“
”اچھا آپ اکیلے جاؤ‘ مگر تیز قدم نہیں اٹھانے۔“
”آپ چلیں۔“
”نہیں‘ میں نے منیجر کو بلایا ہے‘ کچھ کام نپٹانے ہیں۔“
”او کے! اللہ حافظ۔“ وہ کہہ کر باہر نکل آ گیا...... مگر باہر نکلتے ہی اس پر وہی کیفیت طاری ہو گئی‘ جس نے رات بھر اسے سونے نہیں دیا...... بلکہ جب سے فون پر بات کی تب سے یہی حال تھا کہ کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا‘ پاکستان جانے کی خوشی بھی جیسے کرکری ہو گئی تھی۔ بابا کے الفاظ اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔
”محبت میں‘ اعتبار میں......“ وہ دھیرے دھیرے چلتا ہوا مین مارکیٹ کی طرف نکل آیا‘ دائیں بائیں خوبصورت اسٹورز‘ دکانیں‘ اشیاء سے بھری اور سجی دعوت خرید دے رہی تھیں‘ مگر وہ بیزار سا سب پر نظریں ڈالتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا‘ اسے کچھ نہیں خریدنا تھا‘ کسی چیز میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔
”عارض! کیا ہو گیا ہے تمہیں......؟ کس بات نے یوں ہر شے سے بیگانہ کر دیا ہے؟“ ذہن میں یہ دو سوال ابھرے تو وہ بڑبڑایا۔
”شرمین! تم نے مجھے مٹا دیا۔“ پھر اپنے ہی جملے کے زیر اثر وہ گھنٹوں سڑکیں ناپتا رہا۔

❁......❁......❁

تڑپتی رہی ہے آس کی کرنوں پہ زندگی
لمحے جدائیوں کے ماہ و سال ہو گئے

مسلسل دس پندرہ منٹ سے سلائس کا ٹکڑا انگلیوں میں دبائے وہ کسی سوچ میں غلطاں تھی۔ زینت آپا نے چائے کا کپ بھی خالی کر کے رکھ دیا مگر وہ کھوئی رہی‘ تو انہیں بولنا پڑا۔
”شرمین!“
”ہنہ‘ ہنہ‘ جی۔“ وہ چونکی۔
”پریشان ہو۔“ انہوں نے پوچھا۔
”نہیں‘ بالکل نہیں۔“
”بالکل ہو‘ آنکھیں دیکھو‘ چہرہ دیکھو اور ہاتھ میں پکڑا سلائس کا ٹکڑا ہی دیکھ لو۔“
”آپا کچھ خاص نہیں‘ وہ آج ایک ٹینڈر بھرنا ہے‘ اس کے بارے میں سوچ رہی تھی۔“ وہ ٹال کر جلدی سے پلیٹ پر جھک گئی۔
”مجھے پریشانی کی وجہ معلوم ہے۔“

”بھلا کیا؟“ اس نے ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے پوچھا۔
”بوبی......اس کی وجہ سے۔“
”ارے نہیں‘ نہیں آپا‘ آپ میرا اتنا خیال رکھتی ہیں‘ کیا میں آپ کی خاطر بوبی کی باتیں نظر انداز نہیں کر سکتی۔“ اس نے محبت پاش نگاہوں سے انہیں دیکھا۔ وہ کھل اٹھیں‘ مگر پھر بھی اندر سے متفکر ضرور تھیں۔
”اس کی ضد انوکھی ہے‘ اس ناسمجھ بچے کی سی ہے جو آگ سے کھیلنا چاہے۔“
”چلیں چھوڑیں۔“
”شرمین! پلیز مجھے چھوڑ کر نہ جانا۔“ ان کا لہجہ گلوگیر ہو گیا۔
”ارے آپا آپ کیوں ہلکان ہو رہی ہیں‘ میرا کون ہے آپ کے سوا۔“ وہ تیزی سے اٹھ کر ان سے لپٹ گئی۔
”پھر پریشانی کیسی؟“
”پریشانی کی اور بھی وجوہات ہو سکتی ہیں۔“ اس نے کافی سنجیدگی سے کہا۔
”پھر بھی بتاؤ تو سہی۔“
”فی الحال دیر ہو رہی ہے‘ پھر بات کریں گے؟“
”شرمین! شام کو وقت نکال کر کچھ بیڈ شیٹس اور ٹاولز خرید لانا۔“
”جی بہتر‘ یقیناً بوبی کی وجہ سے۔“ اس نے مسکرا کر کہا تو وہ اثبات میں گردن ہلا کر مسکرا دیں۔
”اور آپ کے لیے کچھ لانا ہے کیا؟“
”نہیں‘ باقی فروٹس‘ سبزیاں وغیرہ تو شیر دل بابا لے آئیں گے۔“
”رات مجھے واپسی میں شاید دیر ہو جائے آپ کھانا کھا کر میڈیسن کھا لیجیے گا۔“
”خیریت۔“
”وہ ذرا صفدر بھائی کی طرف جاؤں گی۔“
”اچھا......اچھا۔“
”او کے اللہ حافظ۔“ وہ کہہ کر باہر نکل گئی...... مگر زینت دیر تک اس کے متعلق سوچتی رہی...... کتنا غنیمت تھا اس کا وجود‘ اس کی موجودگی...... اگر وہ نہ ہوتی تو کتنی تنہائی اور کتنی پھیکی سی زندگی ہوتی‘ اتنے بڑے گھر میں رہنا مشکل ہو جاتا۔
”کچھ بھی ہو مجھے شرمین کی خوشی عزیز ہے۔“ انہوں نے سوچا اور مطمئن ہو گئیں۔
”بیگم صاحبہ! میں مارکیٹ جا رہا ہوں۔“
”ٹھیک ہے آٹو ضرور لایئے گا۔“
”جی شرمین بی بی نے لسٹ بنا دی ہے۔“
”اچھی بات ہے‘ نصیبن سے کہو میرا کمرہ صاف کر کے باقی صفائی کرے۔“
”جی بہتر۔“ شیر دل بابا یہ کہہ کر اندر کی طرف چلے گئے۔

❁......❁......❁

خالی ذہن اور خالی آنکھوں کے ساتھ وہ کمرے کی چھت گھور رہی تھی کہ جھٹکے سے دروازہ کھلا اور صفدر اندر آ گیا۔ وہ جلدی سے اٹھ بیٹھی۔
”میری زندگی کو جہنم بنا کر خود کتنے سکون سے آرام کر رہی ہو۔“ اس نے آتے ہی براہ راست حملہ کیا...... وہ زیبا کے

لیے خلاف توقع تھا...... وہ کچھ بول نہ سکی تو وہ خود ہی بولا۔

”بولو...... میں نے تم سے کچھ کہا ہے۔“

”کیا بولوں؟ بچا ہی کیا ہے۔“

”کچھ نہیں بچانا مجھے...... جو کہا ہے اس کا جواب دو۔“ وہ شعلہ بار نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

”کون سا جواب؟“

”مجھے تم سے اپنا بچہ نہیں چاہیے۔“ وہ دوٹوک لہجے میں بولا۔

”اور مجھے اپنا بچہ چاہیے۔“ وہ برابر کھڑے ہو کر بولی۔

”تو پھر میرے گھر میں تمہاری جگہ نہیں۔“

”ٹھیک ہے مجھے آزاد کردو۔“ بہت بڑی بات بڑے اطمینان سے وہ کہہ گئی۔ صفدر بھونچکا رہ گیا۔

”بنا باپ کے نام کا بچہ......؟“ وہ بولا۔

”اللہ میرے بچے کے باپ کو سلامت رکھے۔“ وہ مضبوط اور توانا لہجے میں بولی۔

”میری بھول کو کچھ اور نہ سمجھو تمہارے وجود سے مجھے گھن آتی ہے۔“

”تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا' اب مجھے آپ سے نہیں اپنے بچے سے دلچسپی ہے۔“ وہ سینہ تان کر نظریں ملا[ئے] ہوئے بولی تو وہ سیخ پا ہو گیا۔

”مگر میں اپنا احساس تم سے نہیں چاہتا...... اور تمہیں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔“

”آپ کے چاہنے نہ چاہنے کی مجھے طلب نہیں' آپ کا ظرف تنگ ہو گیا ہے اب' میری ممتا کا احساس نہیں۔“ [...] نے تیزی سے جواب دیا۔

”ہنہ...... آلودہ کوکھ سے ممتا کا احساس۔“ وہ طنزیہ غرایا۔

”وہ گناہ ہو سکتا ہے' مگر یہ نہیں۔“

”یہ ضد ہے۔“

”نہیں میرا فیصلہ۔“

”میرے گھر کے دروازے بند ہو جائیں گے۔“

”کر لیجیے' سفاک باپ بن جایئے' مگر میں اپنا فیصلہ نہیں بدلوں گی۔“ وہ ڈٹ گئی۔

”سوچ لو۔“

”سوچ لیا۔“

”میں اپنا نام نہیں دینے دوں گا۔“

”حقیقت کو کون بدل سکتا ہے آپ لاکھ نہ دیں وہ ہے تو آپ کا......“ وہ طنزیہ ہنسی۔

”میری بھول کو اپنی فتح سمجھ رہی ہو۔“

”افسوس! آپ اپنے حق کو بھول کہہ رہے ہیں۔“

”ٹھیک ہے' میں اس بھول سے بھی منکر ہو جاؤں گا۔ پھر یہ بچہ لے کر ثابت کرتی رہنا کہ کس کا ہے......؟“ وہ تر[...] بولا۔ زیبا کی آنکھیں کھلی رہ گئیں۔ نفرت میں وہ اس حد تک جا سکتا ہے یہ اسے اندازہ ہی نہیں تھا۔

”صفدر! آپ ایسا بھی کہہ سکتے ہیں۔“

"ہنہ! اب ٹھنڈے دماغ سے سوچو میں آسانی سے اپنی ماں کو یہ بتا سکتا ہوں کہ اصلیت کیا ہے؟ اور یوں تم سے اور تمہاری ضد سے مستقل نجات مل جائے گی۔" وہ یہ کہہ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا چلا گیا اور وہ چکرا کر بیٹھ گئی۔ حاجرہ چائے لے کر آئیں تو صفدر کی عدم موجودگی کے باعث بولیں۔

"صفدر کہاں گیا؟"

"اماں وہ چلے گئے۔"

"خیر ہے اتنی عجلت کیا تھی؟"

"ضروری کام یاد آ گیا تھا۔" وہ کھوئی کھوئی سی بولی۔

"ساتھ لے جانے آیا تھا کیا؟"

"نہیں۔"

"ہوا کیا ہے؟"

"کچھ نہیں، بس ویسے ہی۔" وہ جھنجلا گئی۔

"چلو میں تمہیں چھوڑ آؤں۔" اماں نے ایک دم سنجیدگی سے کہا تو وہ بھڑک اٹھی۔

"بوجھ بن گئی ہوں، داماد لے جانا نہیں چاہتا اور آپ لے جانا چاہتی ہیں۔"

"کیوں نہیں لے جانا چاہتا یہی تو پوچھ رہی ہوں بتاؤ۔"

"بس چھوڑ دیں اس بات کو۔" وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر چلی گئی تو فکرمندی کے بہت سے در حاجرہ بیگم کے لیے کھل گئے۔ انہیں سب کچھ غلط سا لگنے لگا۔ صفدر کا آندھی طوفان کی طرح آنا اور جانا ہی کسی بڑی پریشانی سے کم نہیں تھا...... وہ بے دم سی ہو کر کچھ دیر وہیں بیٹھی رہیں، ڈھیر سارے وسوسوں نے گھیر لیا۔

❁......❁......❁

وہ کمپیوٹر پر آفس ورک کر رہا تھا۔

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی تو وہ چونکا، جہاں آرا تو دستک دیتی نہیں تھیں ان کے سوا اور گھر میں کوئی تھا نہیں پھر کون ہو سکتا ہے؟

"کون......؟"

"صفدر بھائی! میں اندر آ جاؤں۔" شرمین نے پوچھا تو وہ تیزی سے کرسی سے اٹھا اور دروازہ کھول دیا۔

"شرمین بہن! خیریت اس طرح اچانک۔"

"کیوں میں نہیں آ سکتی کیا؟" وہ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولی۔

"آپ کا اپنا گھر ہے۔"

"آپ کی گھر والی کہاں ہیں؟" چاروں طرف نظر دوڑا کر زیبا کی عدم موجودگی کے متعلق پوچھا۔

"اپنے گھر۔"

"اچھا! اسی لیے کمپیوٹر میں مصروف تھے۔"

"آپ سناؤ کیسی ہیں؟" وہ یکسر ٹال گیا۔

"صفدر بھائی! عارض کی سنائیں۔" دل کی شدید تکلیف کا اس نے برملا اظہار کر دیا۔

"کیوں؟ کیا آپ سے رابطے میں نہیں ہے؟"

"اس کا فون مسلسل آف جا رہا ہے، بات ہوتے ہوتے بند ہوا اور اب تک بند ہے۔" وہ بتاتے ہوئے خاصی مضطرب ہو گئی تو صفدر نے بغور اس کے چہرے کو دیکھا وہ بہت متفکر سی تھی۔

"تو پریشانی کی کیا بات ہے؟"

"ہاں لیکن عارض نے پہلے کبھی ایسا نہیں کیا؟"

"اس کا فون واقعی آف ہے، مگر اس کی چھتیس ہزار وجوہات ہو سکتی ہیں، فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں، صفدر نے اسے کافی تسلی بخش لہجے میں سمجھانے کی کوشش کی مگر اسے نہ یقین آیا اور نہ وہ مطمئن ہوئی۔

"وہ امریکہ میں ہے، صفدر بھائی، وہاں سے رابطہ کرنا کوئی مشکل نہیں۔"

"خیر ہے آپ کچھ مضمحل سی ہیں۔"

"نہیں، بس زندگی میں ایسے حالات کو رخ بدلتے دیکھا ہے کہ طبیعت غیر مطمئن سی رہتی ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

صفدر نے چند لمحے توقف کیا اور پھر بولا۔

"بدلتے حالات ہی کا نام زندگی ہے۔"

"مگر میں نے زندگی کو ہی ناقابل یقین پایا ہے، لمحوں میں صدیوں کی تبدیلیاں آ جاتی ہیں۔" وہ دھیرے دھیرے بولی۔

"عارض کے لیے اتنی فکرمندی تشویشناک ہے۔" صفدر نے ہلکی سی شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"تشویش کی بات تو نہیں ہے لیکن عارض کی خاموشی بس عجیب سی ہے۔"

"نہ فکر کریں، کوئی وجہ ہو گی۔" صفدر نے کہا۔

"لو بیٹا! کھانا کھاؤ۔" جہاں آرا بیگم ٹرے اٹھائے آئیں تو گفتگو کا رخ بدل گیا۔

"آپ نے یہ زحمت کیوں کی؟" شرمین نے اٹھ کر جلدی سے ٹرے پکڑی۔

"امی! میں خود لے آتا آپ کو کیا ضرورت تھی؟"

"ضرورت تھی اور کیا خود لے آتے، بیوی کو میکے سے تو لا نہیں سکے۔" جہاں آرا بیگم یہ کہتی ہوئی واپس چلی گئیں تو صفدر نے کچھ شرمساری سے شرمین کی طرف دیکھا۔ شرمین کے ذہن میں بھی تشویش سی بیدار ہوئی۔

"ویسے صفدر بھائی!" شرمین کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"زیبا اور میرے بیچ اختلاف چل رہا ہے، امی کو اس کا علم نہیں، ممکن ہے زیبا واپس نہ آ سکے۔" صفدر نے خود ہی اس کی زبان پر آئے سوال کا جواب دیا۔

"اللہ خیر! ایسا کیا مسئلہ ہو گیا؟" شرمین نے تاسف سے بے ساختہ کہا۔

"چھوڑیں پھر کبھی، کھانا کھائیں۔" صفدر نے ٹال کر ٹرے میں سے پلیٹ اٹھا کر اس کے سامنے رکھ دی۔

"آپ مجھے بہن کہتے ہیں تو اعتبار بھی کر سکتے ہیں۔"

"بالکل! لیکن ابھی معاملہ کلیئر نہیں ہوا، بتا دوں گا۔" اس نے اپنی پلیٹ میں سالن ڈالتے ہوئے کہا تو اس نے مزید نہیں کریدا۔ چپ چاپ کھانا شروع کر دیا۔

❁......❁......❁

یادِ ماضی میں جو آنکھوں کو سزا دی جائے
اس سے بہتر ہے کہ ہر بات بھلا دی جائے

جس سے تھوڑی سی بھی امید زیادہ ہو کبھی
ایسی ہر شمع سرِ شام جلادی جائے
میں نے اپنوں کے رویوں سے یہ محسوس کیا
دل کے آنگن میں بھی دیوار اٹھادی جائے

الماری سے دراز کی ایک ایک چیز نکال کر کوڑے کی ٹوکری میں ڈال کے کچھ ذہنی سکون ملا مگر ننھی نے آ کر پھر سے ارتعاش پیدا کردیا۔

"یہ سبز باغ نہ دیکھے ہوتے تو یوں ان کی قبر پر سوگوار نہ بیٹھنا پڑتا۔"

"یہ قبر تو نہیں کوڑے کا ڈھیر ہے۔"

"پھر اٹھو اس کوڑے کے ڈھیر سے اپنا حلیہ دیکھو تمہارا بچنا محال ہے بچہ کیا خاک بچے گا۔" ننھی نے پھلوں کا شاپر اور جوس بسکٹ کا شاپر میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں میں رہوں نہ رہوں میرا بچہ سلامت رہے گا صفدر کے ضمیر کو جھنجوڑنے کے لیے۔"

"اسے سلامت پیدا کرنے کے لیے تمہارا سلامت رہنا ضروری ہے اٹھو جلدی سے تیاری پکڑو ڈاکٹر سے ٹائم طے ہے۔" ننھی نے یاد دلایا تو اسے یاد آیا۔

"اوہ! میں بھول گئی دراصل ابا کی طبیعت بہت خراب ہے ان کے پاس ہم دونوں میں سے کسی کا رہنا بہت ضروری ہے۔" وہ پوری ہمت کے ساتھ اٹھتے ہوئے بولی۔

"ہسپتال داخل نہ کرادیں۔" ننھی نے کہا۔

"کوئی فائدہ نہیں ہوگا آخری اسٹیج ہے ہم ذہنی طور پر تیار ہیں۔"

"اوہ! میرے خدا۔" دکھ سے ننھی نے کہا۔

"کوئی ایک دکھ نہیں ہے۔"

"صفدر بھائی پھر نہیں آئے۔"

"نہیں۔"

"فون کیا؟"

"نہیں۔"

"میرا دل چاہتا ہے میں جا کر خوب کھری کھری سناؤں۔" ننھی ایک دم اشتعال میں آ گئی۔

"ضرورت نہیں۔ وہ سخت گیر مرد ہے۔"

"حد ہے بھئی اپنی اولاد کے لیے بھی۔"

"ہاں میری وجہ سے۔"

"چلو تمہیں نہ سہی اپنی اولاد کو تو قبول کریں۔"

"چھوڑو اس قصے کو۔ فیصلہ میں نے کیا ہے میں نہ اپنا بچہ کھونا چاہتی ہوں اور نہ صفدر کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔"

"اور وہ کیا چاہتے ہیں؟"

"جو تمہیں بتایا تھا۔"

"یعنی......" ننھی کی زبان پر اور کچھ نہ آیا۔

"ہاں! وقت فیصلہ کرے گا۔"

"اچھا جلدی تیار ہو جاؤ۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے الماری سے اپنا استری شدہ سوٹ نکالا اور باہر چلی گئی۔

"یہ بڑی قامت والے کس قدر چھوٹے ظرف کے مالک ہوتے ہیں بڑے بڑے دعوے کر کے چھوٹے کھوکھلے لفظوں سے مات کھا جاتے ہیں۔ کوئی ان کو یہ یاد نہیں دلاتا کہ مرد کی تنگ دلی اور چھوٹا ظرف اسے زیب نہیں دیتے۔ ایک لرزش کی اور کتنی بڑی سزا دینی ہے۔ یا خدا! میری سہیلی کو اس کرب ناک آزمائش سے نکال دے رحم ڈال دے صفدر بھائی کے دل میں۔" ننھی نے خلوص نیت کے ساتھ دعا کی اس کے اپنے مسائل کیا کم تھے جو سہیلی کا دکھ بھی دیکھنا پڑ رہا تھا۔ محبت کا کھیل کھیلنے والا تو جانے کس ڈگر کو گیا...... ان جھوٹے لفظوں پر اعتبار کر کے کتنا کٹھن سفر طے کرنا پڑ رہا ہے۔ ننھی کو خیالوں میں کھویا دیکھ کر زیبا نے کہا۔

"خیریت! کس بات پر سوچ رہی ہو؟"

"آں کچھ نہیں تیار ہو چلیں۔"

"ہاں چلو۔" زیبا نے اپنا ہینڈ بیگ اٹھایا اور دونوں باہر آ گئیں۔

❁......❁......❁

عائشہ میٹرنٹی ہسپتال کے ساتھ ہی میڈیکل اسٹور سے اس نے زینت آپا کی میڈیسن خریدیں اور گاڑی میں بیٹھنے ہی والی تھی کہ مرزا نوازش نے تیزی سے پاس پہنچ کر کہا۔

"ہم پر بھی نظر کرم ڈال لیا کرو۔" شرمین کی پیشانی پر سلوٹیں ابھریں مگر کچھ فاصلے پر کھڑے چند افراد کی وجہ سے نرمی اختیار کی۔

"خیریت آپ یہاں؟"

"ہم تو تمہارے راستے میں پڑے ہیں۔"

"نوازش صاحب آپ کس مٹی سے بنے ہیں۔" وہ دانت کچکچا کے بولی۔

"شرمین تمہارے ٹھاٹھ دیکھ کر رشک آتا ہے لیکن تنہا کب تک جوانی کا بوجھ اٹھاؤ گی۔" انہوں نے سیاہ چمکیلی گاڑی کی چھت پر اپنی ایک انگلی پھیرتے ہوئے کہا۔

"آپ اپنی حد میں رہیں۔" وہ چلا ہی پڑی۔

"شرمین مجھے تم سے محبت ہے جو مجھے ہر پل ہر لمحہ بیکل رکھتی ہے۔"

"پوچھ سکتی ہوں آپ میٹرنٹی ہسپتال میں کیا کرنے آئے تھے؟" اس نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"وہ...... وہ کم بخت داخل ہے۔" وہ کڑوا منہ بناتے ہوئے بولے۔

"کون ہے......؟"

"میری منحوس بیوی۔"

"اچھا منحوس بیوی یقیناً میٹرنٹی ہاسپٹل میں بلاوجہ داخل نہیں ہوئی ہوں گی۔" وہ بھی بڑی تسلی سے کریدنے لگی تو وہ خاصے جزبز ہوئے۔

"بیٹی پیدا ہوئی ہے۔" وہ نظریں چراتے ہوئے بولے۔

"واہ! غالباً آپ کی چوتھی اولاد ہے۔ کیا نام رکھا ہے؟" شرمین نے دانستہ جلتی پر تیل چھڑکا۔

"ابھی نہیں رکھا۔"
"تو اس کا نام شرمین رکھ لیجیے۔" اس نے مسکرا کر کہا تو انہیں پتنگے لگ گئے۔
"شٹ اپ وہ میری بیٹی ہے۔"
"تو......"
"میں تم سے محبت کرتا ہوں۔"
"تو بیٹی سے بھی محبت کریں اور اس کا پیدا ہونا ہی آپ کی محبت کی علامت ہے۔"
"نہیں۔"
"اپنی بکواس بند کریں بیوی سے بچے پیدا کرکے جھوٹی محبت کی کہانیاں باہر سنانے والے مرد آپ جیسے ہوتے ہیں۔"
"یہ سچ ہے کہ......"
"ہٹیں میرے راستے سے مجھے کچھ نہیں سننا۔" وہ غصے سے کہہ کر جھٹکے سے آگے بڑھی اور ڈرائیور کے دروازہ کھولنے سے پہلے ہی خود گاڑی میں بیٹھ گئی۔ نوازش علی اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ شرمین نے کھڑکی کا شیشہ کھول کے مزید کہا۔
"اور ہاں ہاسپٹل میں جائیں جا کر بیٹی کو پیار کریں۔"
"شرمین! یہ نشہ جلد اتر جائے گا۔" وہ جل کر بولے لیکن اس نے شیشہ اوپر کرکے ڈرائیور کو چلنے کو کہا۔ غصے سے نجات کے لیے سیٹ کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔ کئی روز کے بعد کچھ ذہن ہلکا سا ہوا تھا وہ بھی نوازش صاحب کی خرافات کی نذر ہو گیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ زینت آپا کو لے کر کہیں باہر جائے گی کچھ ان کا دل بہلے گا اسی لیے آفس سے کام نپٹا کر جلدی نکلی تھی...... مگر سارے موڈ کا ستیاناس ہو گیا تھا۔ سارے راستے وہ نوازش صاحب کو کوستی رہی کافی غم و غصہ گھر تک پہنچتے پہنچتے کم ہو گیا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ زینت آپا کو اس کی کوئی فکر اور پریشانی نظر آئے وہ خوش رہیں ان کی صحت بحال رہے وہ اس کی محسن ہیں ان کی محبت اور احسان مندی کا تقاضا یہی ہے کہ وہ انہیں خوش رکھے۔ ان کی صحت سب سے مقدم تھی اس کے نزدیک۔

❀......❀......❀

شاور لے کر واش روم سے باہر آئی تو زینت آپا کو کمرے میں دیکھ کر مسکرا دی وہ اس کے بیڈ پر بیٹھی تھیں۔
"آج سیدھی کمرے میں آ گئیں۔" زینت آپا نے پوچھا۔
"بس فریش ہو کر آپ کے پاس آنا چاہتی تھی۔" وہ تولیے سے بال خشک کرتے ہوئے بولی۔
"سب ذمہ داریوں سے لڑتے ہوئے تھک جاتی ہو گی مجھے بہت دکھ ہوتا ہے۔" وہ افسردہ ہوئیں تو وہ لپک کر ان سے لپٹ گئی اور پھر وہ نوازش صاحب کی ملاقات والا سارا قصہ سنا دیا۔
"اب بتایئے کوفت اور بیزاری ہو گی کہ نہیں؟" اس نے آخر میں سوال کیا۔
"ہونی بھی چاہیے لیکن نوازش صاحب کی بھی مجبوری ہے۔"
"کیسی مجبوری؟"
"محبت کرنا اور کروانا ہر آدمی چاہتا ہے۔"
"ہنہ محبت کو کھیل سمجھ رکھا ہے۔"
"اس کھیل میں بھی محبت شامل ہے فرق اتنا ہے کہ سب کی محبت ہمیں قبول نہیں ہوتی مختلف شکلوں میں نظر آتی ہے ہم جسے دیکھنا چاہتے ہیں وہی ہم دیکھتے ہیں۔" وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے بولیں۔

"مجھے تو اتنا ہی پتا ہے کہ یہ سب لفظوں کا گورکھ دھندہ ہے اس کی اہمیت صرف جھوٹ پر ہے۔" اس نے اپنے تجربے کے حوالے سے کہا۔
"نہیں جھوٹ نہیں ہے انسان کا ظرف جس قدر اعلیٰ ہوتا ہے یہ اسی قدر اس میں حلول کرتی ہے۔ میں ایک بات بتاؤں محبت بوبی کی بھی پوری طرح سچ ہے مگر ہمارے پیمانے خود ساختہ ہیں کہیں عمروں کا فرق کہیں شادی شدہ ہونے کی وجہ کہیں اسٹیٹس اور کہیں کوئی اور وجہ ہم پرکھتے ہیں اسی لیے اعتبار نہیں کرتے۔"
"ایک شادی شدہ مرد کو اپنی بیوی سے محبت کرنی چاہیے نوازش صاحب کے ہاں چوتھے بچے کی ولادت ہوئی ہے یہ کون سی نفرت ہے؟" اس نے تلخی سے کہا۔
"یہ سمجھوتہ ہے ایک چھت تلے رہنے والوں کو مرتے دم تک ایک دوسرے سے محبت نہیں ہوتی وہ سمجھوتے کے تحت زندگی گزارتے ہیں۔"
"بہرکیف! نوازش صاحب کی فطرت گندی ہے ان کی آنکھوں میں جو حیوانیت ہے اسے محبت نہیں کہتے۔"
"آپ نہیں کہتی ہو مگر وہ تو یہی سمجھتے ہیں فطرت کو الگ رکھو محبت اپنا تعلق احساس سے جوڑتی ہے فطرت انسان کی اچھی اور بری ہو سکتی ہے۔"
"آپا! مجھے بہت بھوک لگی ہے۔" اس نے موضوع بدلا۔
"اور مجھے بھی چلو کھانا لگ چکا ہو گا۔" زینت آپا نے بھی اس کی کیفیت کے مطابق گفتگو کا موضوع فوراً بدل دیا۔
"آپ نے میڈیسن وقت پر لی تھیں اور فروٹ کھایا۔"
"ہنہ پھر خود اپنی وارڈ روب سیٹ کی بوبی کی وارڈ روب سیٹ کی۔" وہ ساتھ چلتے ہوئے بولیں۔
"اچھا یعنی آرام نہیں کیا۔" اس نے رک کر کہا۔
"آرام ہی تو کرتی رہتی ہوں آج ذرا طبیعت بہتر تھی اس لیے۔" ڈائننگ ٹیبل تک پہنچ کر وہ بولیں۔
"بوبی نے آنے کا پروگرام بتا دیا ہے کیا؟"
"نہیں بس یقین سا ہے کہ آنے کا کہا ہے تو ضرور آئے گا۔"
"ہاں ان شاء اللہ۔" وہ خوش ہو کر بولیں۔
"اس کا آفس بھی ٹھیک کرا دوں۔"
"آنے تو دو عزائم سن کر فیصلہ ہو گا بہت فرمانبردار اولاد نہیں ہے میری۔" زینت آپا کا لہجہ ایک دم گلوگیر سا ہو گیا۔
"ایسا بھی نہیں ہے اولاد تو ہے۔"
"شرمین وہ بہت ضدی اور بے پروا ہے مجھے خوف میں مبتلا کرتا ہے پھر بھی اس کے بنا قرار نہیں۔" ان کی آنکھیں بیٹے کی یاد سے بھر آئیں۔
"یہی اولاد کی محبت ہے آپ کیوں دکھی ہو رہی ہیں بوبی سمجھدار ہو کر آئے گا۔" اس نے اٹھ کر ان کی پلیٹ میں خود سالن ڈالا اور محبت سے کہا۔
"ایسی ہوتی ہے محبت۔"
"ہنہ آپ کی محبت پر تو مجھے شک نہیں۔"
"بوبی کی محبت پر مجھے بھی شک نہیں۔" وہ بہت دھیرے سے انتہائی سنجیدگی سے بڑبڑائیں۔ شرمین نے سنا مگر خاموش رہی۔

”شرمین! بڑے دن سے اس لڑکے کا ذکر نہیں کیا۔“
”عارض کا۔“ اس نے دھیمے سے پوچھا۔
”ہنہ۔“
”اس کا فون آف ہے آج کل۔“ وہ گہری سنجیدگی سے بولی۔
”خیریت۔“
”چھوڑیں اسے ضرورت ہوگی تو فون کرلے گا۔“ بڑا کھرا اور کڑوا جواب تھا۔
”مگر میرا خیال تھا کہ......“
”آپا! میں اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتی۔“
”بونی کے آنے سے پہلے۔“
”بونی کو میں خود سمجھا دوں گی مگر عارض کی منت کیوں کروں؟“ وہ یہ کہہ کر ٹیبل سے اٹھ گئی۔

......☆☆☆......

پاکستان نہ جانے کا فیصلہ سن کر آغا جی متحیر ہو کر بولے۔
”یار! حد ہے بھئی میں نے سیٹیں بھی کنفرم کرالیں اور......“
”بابا! آپ مجھ سے پوچھ کر کراتے۔“
”عارض! پہلے تمہیں جانے کی جلدی تھی۔“
”ہاں مگر اب نہیں رہی۔“ وہ رسان سے بولا۔
”لیکن کیوں۔“
”فی الحال نہیں جانا چاہتا۔“
”یار عارض! کچھ تو ہے۔“ آغا جی نے قریب بیٹھتے ہوئے نرمی سے کہا۔
”ہوسکتا ہے۔“
”ہوسکتا ہے نہیں ایسا ہے۔“ وہ پر یقین انداز میں بولے۔
”تو پھر۔“
”تو پھر اپنے بابا کو نہیں بتاؤ گے۔“
”آپ پاکستان جائیں بزنس دیکھیں میں آجاؤں گا۔“ اس نے کہا۔
”شرمین سے لڑائی ہوئی ہے کیا؟“
”شرمین کہاں سے آ گئی؟“
”شرمین گئی کہاں تھی؟“ وہ مسکرائے۔
”بابا! پلیز آپ اپنی تیاری کیجیے۔“
”تو تم نہیں جاؤ گے۔“
”فی الحال نہیں۔“
”یار! میں تمہارے بغیر۔“
”بابا! بس مجھے کچھ وقت چاہیے پلیز۔“

”کس لیے؟“
”یہی تو فیصلہ کرنا ہے۔“
”کیسا فیصلہ؟“
”بتادوں گا مگر ابھی نہیں۔“ وہ جھٹکے سے اٹھا اور باہر نکلنے لگا تو آغا جی بولے۔
”اب کہاں چل دیئے؟“
”ہوا خوری کے لیے......“
”میرے جگر گوشے ڈاکٹرز نے اتنی بھی کھلی چھٹی نہیں دی۔“
”بابا! میں بچہ تو نہیں۔“
”مگر ضدیں بچوں جیسی ہیں شرمین کے لیے کتنی ضد کی تھی یاد ہے۔“ انہوں نے اس کے مضطرب دل کے تار چھیڑ دیئے۔ پتا نہیں کیوں آغا جی کو لگا کہ وہ بجھ سا گیا شرمین کا نام سن کر کھلا نہیں۔
”میں شرمسار ہوں۔“ بڑا سنجیدہ جواب آیا تو وہ ٹھٹک کے اس کے برابر کھڑے ہوگئے۔
”ایسی کیا بات ہے میرے لعل، کیسی شرمساری مجھے تمہاری ضد بھی پیاری ہے۔“ وہ نہیں سمجھ پائے کہ اس نے ایسا کیوں کہا؟ اور شاید وہ سمجھا بھی نہیں سکا۔ باہر نکل گیا، کتنے ہی بے دم سے لمحے ان کی مٹھی میں قید ہو کر سسکنے لگے۔ انہیں سو فیصد یقین آگیا کہ کوئی وجہ ضرور ہے مگر کیا......؟ یہ وہ بڑی دیر خود سے پوچھتے رہے پھر ایک ہی فیصلہ کیا کہ اس کا جواب شرمین سے لیا جائے وہی شاید بتاسکے وگرنہ صفدر تو ہے ہی تاہم یہ تو لازم ہے کہ عارض کسی مسئلے میں الجھا ہوا ضرور ہے۔ اس سے پہلے انہوں نے اس کو اتنا ڈسٹرب نہیں دیکھا تھا۔ اب ٹھیک دو دن بعد فلائٹ تھی نہ رہ سکتے تھے اور نہ پاکستان جانے کو جی چاہ رہا تھا۔ یہ سوچتے سوچتے وہ کمرے کی کھڑکی سے باہر دیکھنے لگے تو سڑک پر دھیرے دھیرے نپے تلے قدم اٹھاتے عارض کو دیکھ کر مزید پریشان ہوگئے۔

❁......❁......❁

رات کے ایک بجے فون کی گھنٹی بجتے ہی وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ غیر متوقع کال آغا جی کا فون نمبر دیکھ کر دل گویا بیٹھنے لگا۔ الٰہی خیر! دھیرے سے دعا کی اور فون کان سے لگایا۔ مگر وہ خود ان کا سوال سن کر فکر مند ہوگئی۔
”بابا! میں کیا کہہ سکتی ہوں اس نے کئی روز سے مجھے بھی فون نہیں کیا۔“ اس نے بتایا۔
”مطلب! وجہ کوئی نہیں کی ہے۔“
”جی آپ پوچھیے۔“
”ارے بیٹا! پوچھا ہے مگر وہ کچھ بتائے تو......“ وہ بولے۔
”آپ اسے بس واپس لے آئیں۔“ اس نے جلدی سے مشورہ دیا۔
”جی سیٹیں لے کر بات کی مگر وہ فی الحال پاکستان آنے کو تیار نہیں۔“
”کیا......؟“ رات کے اس پہر حیرت سے اس کی چیخ نکل گئی...... باہر تک آواز گئی۔
”جی بیٹا جی مجھے تنہا ہی آنا پڑے گا۔“
”عارض ایسا کیسے کرسکتا ہے وہ تو آنے کو بے قرار تھا۔ پھر پھر......“ اس کے گلے میں گولہ سا پھنس گیا۔
”لگتا ہے کسی گوری کے دام الفت میں پھنس گیا ہے۔“ آغا جی نے شرارت سے کہا، مگر اس کے دل پر سچ مچ گھونسا لگا۔

”تو رہنے دیں اسے وہاں۔“

”ہا...... ہا ارے یہ تو میرا مذاق ہے دل پر نہ لو۔“ وہ ہنستے ہنستے بولے۔

”دل کی بات دل پر ہی لگتی ہے۔“

”بھئی خدا لگتی تو یہ ہے کہ عارض میاں دل پھینک تو رہے ہیں فلرٹ میں ماہر۔“ انہوں نے مزید اسے تنگ کیا۔

”پھر تو یہی بات ہوگی۔“ اس نے ہمت کرکے کہا۔

”ارے نہیں تم پر تو وہ جان دیتا ہے میں مذاق کر رہا تھا۔“

”ٹھیک ہے بابا میں کیا کہہ سکتی ہوں؟“

”کچھ کہنا بھی نہیں۔“

”اس کا تو فون ہی آف ہے۔“

”اچھا کب سے......؟“ آغا جی کو خاصی حیرت ہوئی۔

”آپ کو نہیں معلوم؟“ اب کے حیرت زدہ ہونے کی باری شرمین کی تھی۔

”نہیں یہاں کا نمبر تو آن ہے اور ہم اسی نمبر پر بات کرتے ہیں۔“

”شاید اسی لیے آپ کو نہیں معلوم۔“

”میں پوچھتا ہوں اس سے اب تو میں بھی فکر مند ہوں فون آف ہے تو؟ صفدر کا بھی رابطہ نہیں ہوگا۔“

”بابا مجھے بھی بتایئے گا پلیز۔“

”اگر اس نے کچھ بتایا تو۔“

”اور......“

”سوری بیٹا آپ کو بے آرام کیا۔“

”ارے نہیں۔“

”پریشان نہیں ہونا۔“

”جی شکریہ۔“

فون بند ہوگیا تو اس کی نیند اڑ گئی تھی۔ تشویش ہو رہی تھی۔ تجسس تھا مگر نہ مایوسی تھی اور نہ ناامیدی...... عارض کو کوئی مسئلہ درپیش ضرور ہے وہ کیا ہے؟ یقیناً کوئی بڑی بات ہوگی۔ وہ دیر تک یہی سوچتی رہی لیکن کوئی سرا ہاتھ نہیں آیا...... پھر کچھ دیر بعد تھکن کے باعث اسے نیند آ گئی۔

❀......❀......❀

ڈور بیل تیسری بار بجی تو ننھی نیپکن سے ہاتھ صاف کرتی ہوئی کچن سے نکلی۔

”کون......؟“ دروازے کے قریب جا کر اس نے پوچھا۔

”صفدر۔“ بڑا سنجیدہ اور مختصر جواب آیا۔

”اوہ آیئے۔“ اس نے خوش دلی سے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

”شکریہ۔“ صفدر نے اندر آتے ہوئے کہا۔

”پلیز بیٹھیے۔“ ننھی نے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

”شکریہ۔“ صفدر فلیٹ کے چاروں طرف نگاہ دوڑاتے ہوئے صوفے پر ٹک گیا۔

”آپ کو ایڈریس تلاش کرنے میں مشکل تو نہیں ہوئی۔“

”نہیں بس مجھے ذرا جلدی ہے۔“

”جی صفدر بھائی زیبا کا قصور معاف نہیں ہوسکتا کیا......؟“

”نہیں۔“

”کیوں؟ اگر کوئی اپنی غلطی کی معافی مانگ لے تو اللہ بھی معاف کر دیتا ہے۔“

”مگر میں انسان ہوں عام سا انسان۔“

”اپنے لیے نہ سہی بچے کے لیے اپنی والدہ کے لیے۔“

”اوہ...... خوب یہ ایموشنل طریقہ اختیار کریں گی آپ۔“

”صفدر بھائی یہ بات نہیں ہے بچہ آپ کا ہے اور آپ کا ہی رہے گا۔“

”مگر مجھے زیبا سے اپنی اولاد نہیں چاہیے مجھے زیبا سے محبت ہی نہیں۔“

”اچھا آپ کو کسی اور سے......“ وہ رکی۔

”فی الحال تو نہیں۔ بہرکیف وقت تیزی سے گزر رہا ہے اسے کہیے کہ میرے فیصلے میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی...... واپسی ممکن ہے مگر بچے کے بغیر اور کچھ نہیں۔“

”بہت سفاک ہیں آپ۔“ ننھی نے طنزیہ کہا۔

”تھینکس فار کمپلیمنٹ۔“ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”زیبا کسی صورت اپنا بچہ نہیں کھونا چاہتی۔“

”ٹھیک ہے تو پھر اپنی مرضی کرے۔“

”فار گاڈ سیک صفدر بھائی ذرا سوچیں ایک ماں کیسے اپنی اولاد کو اور پہلی اولاد کو کھودے محض شوہر کے کہنے پر۔“

”وہ محض بھول تھی زیبا کو میں نے دل سے معاف کیا ہے نہ قبول کیا ہے۔“

”واہ! جس مرد نے زیبا کی زندگی برباد کی اس نے بھی اسے قبول نہیں کیا اور آپ......؟“

”نام نہ لو اس شخص کا وہ مجھے نظر آ جائے تو جان لے لوں اس کی۔“ وہ شدید اشتعال میں آ گیا۔ اس کی آنکھوں سے چنگاریاں اڑیں اور جبڑوں کے سختی سے بھینچ جانے کے باعث خاص آواز پیدا ہوئی۔

”اس کا مطلب آپ کو زیبا کی مظلومیت پر یقین ہے۔“

”اس شخص سے شدید نفرت کی وجہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے میری زندگی مسائل سے دوچار ہے۔“ اس نے واضح کیا۔

”لڑکی کا قصور ہو یا نہ ہو سزا اسی کو بھگتنی پڑتی ہے۔“ ننھی نے رنجیدہ خاطر ہو کر کہا۔

”ایسا ہی سمجھ لیجیے۔“

”اللہ اس کو برباد کردے جس نے میری پیاری سہیلی کو محبت کے فریب سے دوچار کیا۔“ ننھی نے اسی کے انداز میں چبا چبا کر الفاظ ادا کیے۔

”مجھے اجازت دیجیے اور اپنی سہیلی کو سمجھایئے۔“ وہ سپاٹ سے لہجے میں کہہ کر دروازے کی طرف بڑھا۔ ننھی نے لمبے چوڑے صفدر کے انداز سے بخوبی جان لیا کہ وہ اپنی ضد سے پیچھے نہیں ہٹے گا...... زیبا کو ہی فیصلے پر نظر ثانی کرنی ہوگی...... مگر کیا؟ ایک ماں کے لیے اولاد سب سے قیمتی ہوتی ہے۔

❀......❀......❀

تبدیلی موسم کے باعث اسے فلو ہوگیا تھا۔
سر میں، جسم میں درد اور بخار کی ہلکی سی حرارت محسوس ہورہی تھی۔ دو روز وہ چاہ کر بھی زینت آپا کے حکم پر آفس نہ جاسکی...... درمیانے موسم کے کپڑوں پر ہلکی سی نرم شال ڈال کر اسے ڈرائنگ روم تک آنا پڑا...... بابا نے خاص طور پر ان کی آمد کی اطلاع دی تھی مگر دروازے پر ہی اس کے قدم جم سے گئے...... ناگواری اور بیزاری کے باعث سلوٹیں چہرے پر ظاہر ہوئیں...... مگر پھر کچھ سوچ کر ضبط کیا۔
"نوازش صاحب! آپ کو یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔"
"میں بہت مشکل میں یہاں آیا ہوں۔" وہ بڑی سادگی سے کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔
"ایسی کوئی نئی مشکل آ گئی تھی تو میرے آفس آ جاتے، مگر یہاں نہیں۔" وہ بڑے کرخت لہجے میں بولی۔
"شرمین!"
"مس شرمین......" اس نے جتایا۔
"مس شرمین! میری بیوی مرگئی ہے۔"
"اوہ! اناللہ...... افسوس ہوا......" اس نے کچھ نرمی سے کہا۔
"بچی کی ولادت کے وقت انفیکشن ہوگیا تھا سو وہ مجھے تنہا چھوڑ گئی۔" انہوں نے بہت افسردگی طاری کی۔
"اللہ کی مرضی، مگر ہمیشہ کی طرح اس معاملے میں بھی میں تو آپ کے کسی کام نہیں آ سکتی۔" اس نے لاتعلقی ظاہر کی۔
"آ سکتی ہو، میری ہفتے بھر کی معصوم بچی کو اپنی گود میں چھپا سکتی ہو۔" وہ فوراً بولے۔
"واہ! بہت خوب مطلب نیا ہتھیار ہاتھ آ گیا...... کیسے انسان ہیں آپ؟ بیوی کا کفن بھی میلا نہیں ہوا اور آپ بچی کی آڑ میں شکار کھیلنے آ گئے۔"
"میری مجبوری ہے شرمین، بچوں کے لیے ایسا کرنا ہے مجھے، مگر میں تم سے محبت کرتا ہوں۔"
"پلیز! فضول باتوں سے گریز کیجیے، مردوں کی آپ جیسی قسم سے مجھے نفرت ہے جائیے، بچوں کو ماں اور باپ دونوں کا پیار دیں۔"
"یہ سب آسائشیں اب میرے پاس بھی ہیں۔" انہوں نے ڈرائنگ روم میں چاروں طرف نظریں گھماتے ہوئے کہا۔
"مجھے آسائشوں کی طلب نہیں۔"
"محبت کی ضرورت تو ہے۔"
"مرزا صاحب! پلیز جائیے، بلکہ فوراً جائیے۔" اس نے خاصی برہمی سے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔
"شرمین! وقت گزر رہا ہے، یہ میری مجبوری کا وقت ہے کل کوئی تمہاری زندگی میں شاید نہ آئے۔"
"تو بھی آپ کو نہیں آواز دوں گی۔ جائیے یہاں سے۔" وہ پھٹ ہی پڑی، بابا اس کی آواز سن کر جلدی سے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے۔ انہیں دیکھ کر مرزا نوازش کچھ جزبز سے ہوئے۔
"بابا! آئندہ یہ گیٹ سے اندر داخل نہ ہوں۔" اس نے بابا کو مخاطب کیا۔
"مس شرمین! میں جارہا ہوں۔" وہ دروازے کی طرف بڑھے۔
"اور پھر کبھی اپنی محبت کا سرمایہ لے کر میرے سامنے نہ آیئے گا۔"
"ٹھیک ہے، جب یہاں سے نکلو تو آواز دے لینا۔" وہ پلٹ کر بولے تو وہ غم و غصے سے چلا اٹھی۔

فرحانہ ناز کے خاندان کے لیے دعائے شفا و جزا

دانیال کا گھر ٹوٹ گیا
مولا دور جلد ملال کر
حفصہ عبداللہ کی زندگی
رحمت سے اپنی بحال کر
از شفائے کریم و صبر عظیم
فرحانہ ناز کو ملے دوام
جگر گوشے اس کے مثال کر
ہو قبول دعا یہی خواہوں کی
عطا سایہ ذوالجلال کر
ہر حال ہو مولا تیری حمد
کچھ ایسے دل میں اجال کر
کوثر تو بھی ہاتھ اٹھائے
دعائے مقبول و کمال کر

کوثر خالد...... جڑانوالہ

"فارگاڈ سیک! اپنے بچوں کو سنبھالیے۔"
"بچوں کے لیے شادی تو مجھے کرنی ہے۔"
"ہزار شادیاں کریں، مگر مجھے دوبارہ اگر نظر آئے تو میں بھول جاؤں گی کہ آپ میرے افسر رہے ہیں۔" وہ یہ کہہ کر پہلے خود باہر نکل گئی۔ بعد میں مرزا نوازش خفت بھری مسکراہٹ کے ساتھ بابا کے ہمراہ باہر نکل گئے۔

❀......❀......❀

جن راہوں پہ اک عمر تیرے ساتھ رہا ہوں
کچھ روز سے وہ راستے سنسان بہت ہیں
کمزور ہوں میں راہ میں طوفان بہت ہیں
اک ترک وفا پہ میں اسے کیسے بھلا دوں
مجھ پر ابھی اس شخص کے احسان بہت ہیں

شدت غم سے اس نے آنکھیں موندی ہی تھیں کہ زینت آپا نے اس کے سر پر محبت بھرا ہاتھ رکھ دیا، وہ اٹھ بیٹھی اور ہولے سے مسکرادی...... آنکھوں میں چار سو پھیلا کرب اور پریشانی ان سے چھپ نہیں سکتی تھی۔
"بہتر تو یہی تھا کہ صبیح احمد کو معاف کردیا جاتا۔"
"آپا! صبیح احمد کہاں سے آ گئے؟" وہ حیرت زدہ رہ گئی، اتنے عرصے بعد زینت آپا کے اچانک کہنے پر اسے ایسا لگا کہ دل کے تہہ خانے سے تمام مقفل آہنی دروازے کھول کر صبیح احمد اس کے سامنے آ کھڑے ہوئے ہیں۔
"شرمین! تم بتاؤ کہ صبیح احمد کہاں ہیں؟"
"مطلب؟" وہ بولی۔

''شرمین! میں نے آج کے اس واقعے سے نہیں گزشتہ ہفتہ دس دن سے تمہیں خالی خالی اور مضطرب پایا ہے۔''
''دراصل آپا میں عارض کی طرف سے ڈسٹرب ہوں۔'' اس نے بتایا۔
''شرمین سچ یہ نہیں ہے۔''
''تو پھر۔''
''عارض تو ویسے ہی درمیان میں آ گیا' تم صبیح احمد کے بنا ڈسٹرب ہو۔'' زینت آپا نے کب اور کیسے یہ اندازہ لگایا' وہ حیران نظروں سے دیکھ رہی تھی...... لیکن پھر اس نے سنجیدگی سے ان کے خیال کو مسترد کر دیا۔
''آپا! اب عارض میرا حوالہ ہے' صبیح احمد جا چکے ہیں' اپنی دنیا میں مگن ہیں۔''
''تو پھر بے رنگ اور پھیکی پھیکی سی زندگی کیوں ہے؟''
''بتایا نا کہ عارض کی وجہ سے' اس کا فون آف ہے' سو میں فکر مند ہوں۔'' اس نے وضاحت کی۔
''تو پھر عارض سے رابطہ کرو اور خوشیاں واپس لاؤ۔''
''ہنہ۔''
''بوبی کے آنے سے پہلے ہوتا تو بہتر تھا' مجھے اس کی طرف سے بھی الجھن ہے۔''
''آپ نہ ٹینشن لیں' میں اسے خود دیکھ لوں گی آپ کی طبیعت ویسے بھی ٹھیک نہیں ہے' چلیں آپ کے کمرے میں چلتے ہیں۔''
''نہیں' کمرے میں بستر پر لیٹے لیٹے بھی اکتا گئی ہوں۔'' وہ بولیں۔
''اوکے! پھر باہر چلتے ہیں' کچھ سیر' کچھ شاپنگ اور پھر ڈنر۔''
''اور ڈنر میں پرہیز ہی پرہیز۔'' وہ ہنس کر بولیں۔
''ہنہ پرہیز تو علاج سے بہتر ہوتا ہے۔''
''لیکن میرا علاج بوبی ہے' میں حد درجہ دلگرفتہ ہوں' جانے اب تک کیوں نہیں آیا؟'' ان کی پلکیں بھیگ گئیں۔
''ارے! آ جائے گا آپ ہمت سے کام لیں۔'' اس نے تسلی دی۔
''ہمت کہاں سے لاؤں؟ شوگر اندر ہی اندر چاٹ رہی ہے۔''
''پھر وہی بات آپ تو بہت بہادر ہیں۔''
''نہیں میں تمہاری طرح نہیں ہوں' جانے والے کو رخصت کر کے آنے والے کا صبر سے انتظار کر رہی ہو۔''
''اور کوئی علاج بھی تو نہیں۔''
''کسی بھی طرح اس سے دو ٹوک بات کرو۔''
''ہنہ آپ فکر نہ کریں۔''
''فکر تو ہے مگر اللہ سے اچھی امید ہے۔''
''جو اللہ کو منظور ہے۔''
''بیشک......'' زینت آپا نے کہا اور اس کا ماتھا چوم لیا۔

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ)

www.Paksociety.com
مرو کی محبت
راحت وفا
READING
Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

دل بہت اداس ہے محبتوں کے موسم میں
یہ کیسی پیاس ہے محبتوں کے موسم میں
آنکھیں خواب، خواب ہیں ہر طرف گلاب ہیں
معاملہ حساس ہے محبتوں کے موسم میں

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

شرمین بے انتہا حسن کی مالک ہے ہر شخص اس کے حسن کے قصیدے پڑھتا ہے۔ وہ ایک فرم میں جاب کرتی ہے اور وہاں مرزا صاحب نے جھوٹی محبت کا راگ آلاپ کر اس کی ناک میں دم کر رکھا ہے۔ چار سال پہلے شرمین کی زندگی میں صبیح احمد آیا اور اتنا ہی عرصہ ان کی محبت پروان چڑھی۔ پھر صبیح احمد تعلیم مکمل کر کے کراچی واپس چلا گیا اور وعدہ کر گیا کہ وہ جلد ہی رشتے کے لیے اپنی ماں کو بھیجے گا لیکن صبیح احمد کی ماں شرمین کے لیے راضی نہیں ہوتیں اور صبیح کی شادی فریحہ سے کر دیتی ہیں۔ زینت آپا شرمین کی کزن ہیں ان کا بیٹا بوبی بھی شرمین کے عشق میں گرفتار ہے اور آئے دن شرمین سے اظہار محبت کرتا رہتا ہے جبکہ شرمین عمر کے فرق کے حساب سے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کرتی ہے۔ شرمین پریشان ہو کر صبیح احمد کو خط لکھتی ہے اور اسے کراچی آنے کا بتاتی ہے۔ لیکن صبیح احمد خود پہلی فلائٹ سے شرمین کے پاس پہنچ جاتے ہیں شرمین سمجھتی ہے کہ شاید اب وہ اس سے شادی کر کے اسے یہاں سے لے جائیں گے لیکن جب صبیح احمد شرمین کو اپنی شادی کا بتاتے ہیں تو وہ ششدر رہ جاتی ہے۔ شرمین کا محبت پر سے اعتبار اٹھ جاتا ہے اسے محبت نام سے نفرت ہو جاتی ہے۔ مرزا صاحب پہلے سے شادی شدہ ہونے کے ساتھ بچوں کے باپ بھی ہیں۔ ان کے گھر میں ساس بہو کا روایتی جھگڑا ہر وقت رہتا ہے، جس سے وہ کافی پریشان رہتے ہیں لیکن بیوی کو سمجھانے کے بجائے اس کے آگے بچھے جاتے ہیں اور آفس میں شرمین سے محبت کا دم بھرتے ہیں۔ عارض ایک بزنس مین ہے اس کی نظر میں لڑکیاں صرف وقت گزاری کے لیے بنائی گئی ہیں۔ اس لیے عارض نے ابھی تک شادی نہیں کی لیکن بہت سی لڑکیوں کے ساتھ وقت گزارا ہے۔ عارض کا بہترین دوست صفدر ہے جو ایک فرم میں جاب کر رہا ہے۔ عارض کی پہلی ملاقات شرمین سے سڑک کنارے ہوتی ہے اور وہ اس کے حسن کا گرویدہ ہو جاتا ہے لیکن جب وہ شرمین سے اظہار محبت کرتا ہے تو وہ نخوت سے انکار کر دیتی ہے۔ بوبی نے اپنی فضول حرکتوں سے شرمین کو پریشان کر رکھا ہے۔ بالآخر شرمین کی برداشت سے باہر ہو جاتا ہے اور وہ بوبی کے منہ پر تھپڑ مار دیتی ہے۔ عارض اپنی سچی محبت کا یقین دلا کر شرمین کو قائل کرنے کو کہتا ہے اور صفدر دوستی کا بھرم رکھتے ہوئے ہامی بھر لیتا ہے۔ صفدر انتہائی شریف انسان ہے صفدر کی ماں (جہاں آرا بیگم) صفدر کی شادی کرنا چاہتی ہیں اور اس سلسلے میں لڑکیاں دیکھ رہی ہیں۔ ایک لڑکی انہیں پسند آتی ہے اور وہ چاہتی ہیں کہ صفدر بھی اس لڑکی کی تصویر دیکھ لے مگر وہ ماں کی خوشی میں خوش ہے۔ شرمین صفدر کے کہنے پر عارض سے ملتی ہے اور اس سے منگنی کر لیتی ہے شرمین کو لگتا ہے کہ اس منگنی کے بعد سب معاملات ٹھیک ہو جائیں گے مگر ایسا نہیں ہوتا۔ بوبی بھی انگوٹھی لے کر شرمین کے پاس منگنی کی غرض سے آتا ہے لیکن جب شرمین اسے اپنی اور عارض کی منگنی کا بتاتی ہے تو بوبی کو دکھ ہوتا ہے اور وہ خودکشی کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن بوبی کی ماں (زینت) اسے بروقت ڈاکٹر کے پاس لے جا کر اس کی جان بچاتی ہے اور پھر اپنے اکلوتے بیٹے

کی محبت میں مجبور ہو کر زینت آپا ملک چھوڑنے کا فیصلہ کرتی ہیں ان کی نظر میں شرمین سے دوری بوبی کے دل سے شرمین کا خیال نکال دے گی مگر ایسا ممکن نہیں ہوتا کینیڈا جا کر بوبی وہاں کی رنگینیوں میں کھو کر ماں کو ہی بھول جاتا ہے۔ صفدر کی شادی بہت دھوم دھام سے ہوتی ہے زیبا جہاں آرا کی پسند ہے صفدر بھی اس شادی سے خوش ہے مگر شادی کی اولین رات اس کے ارمانوں پر اوس پڑ جاتی ہے جب زیبا اسے اپنی ناکام محبت کی کہانی سناتی ہے صفدر صرف اپنی ماں (جہاں آرا بیگم) کی طبیعت کی وجہ سے زیبا کو اپنے گھر رکھنے پر تیار ہو جاتا ہے وہ دونوں ایک چھت کے نیچے رہتے ہوئے بھی ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں۔ عارض شرمین سے محبت کے عہد و پیماں کر کے بزنس کے سلسلے میں امریکا آتا ہے اور یہاں اس کا ایکسیڈنٹ ہو جاتا ہے۔ شرمین کی پریشانیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اس کی امی کی طبیعت دن بدن خراب رہنے لگی ہے زینت آپا بھی بوبی کو کینیڈا چھوڑ کر واپس آ گئی ہیں مرزا صاحب نے بھی جھوٹی محبت کے اظہار سے شرمین کو عاجز کر رکھا ہے۔ صفدر کو زیبا سے شدید نفرت ہو گئی ہے لیکن وہ اپنی ماں کی وجہ سے زیبا کو گھر سے نہیں نکال سکتا اور نہ ہی اپنی ماں کو زیبا کی حقیقت بتا سکتا ہے۔ جہاں آرا کو زیبا کی خراب طبیعت کسی خوشی کا باعث معلوم ہو رہی ہے وہ صفدر کو زیبا کو ڈاکٹر کے پاس لے جانے کو کہتی ہیں مگر وہ ٹال جاتا ہے اور خود ایک روڈ ایکسیڈنٹ کا شکار ہو کر ڈاکٹر کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ جہاں آرا بیگم اس کے ہاتھ اور سر پر بندھی پٹی دیکھ کر گھبرا جاتی ہیں۔ شرمین سے بے لوث محبت کرنے والی اس کی ماں خالق حقیقی سے جا ملتی ہیں وہ غم کی تصویر بن کر رہ جاتی ہے۔ صفدر اور زینت آپا اس کی دلجوئی کر رہے ہیں۔ کینیڈا سے عارض بھی فون کر کے اسے صبر کرنے کو کہتا ہے۔ عارض کا آپریشن بھی کامیاب ہو گیا ہے اور وہ پاکستان آنا چاہتا ہے لیکن جب شرمین سے اپنی بے انتہا محبت کا جواب مانگتا ہے تو وہ ذہنی الجھن کی وجہ سے ٹھیک جواب نہیں دے پاتی جس سے عارض کو کافی مایوسی ہوتی ہے اور وہ واپس پاکستان آنے کا ارادہ چھوڑ کر وہیں کینیڈا میں مصروف ہو جاتا ہے۔ دو دن کی چھٹی کے بعد جب شرمین واپس آفس آتی ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے اس کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کی سیٹ کسی اور کو دے دی ہے۔ شرمین اس حرکت کی بابت ان سے پوچھتی ہے تو مرزا صاحب اس کی غیر حاضری کی وجہ بتا کر اسے اپنی پرسنل سکریٹری کی نوکری کی پیش کش کرتے ہیں جس پر شرمین غصے سے انہیں سناتی ہوئی وہاں سے چلی جاتی ہے۔ زیبا کو اپنے اندر ہونے والی تبدیلی خوش آئند لگ رہی ہے۔ وہ سوچ رہی ہے کہ اب سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ صفدر زیبا کو اپنے گھر میں رہنے کے لیے اس کے سامنے شرط رکھ دیتا ہے۔ زینت آپا شرمین کو لے کر اپنے گھر آ جاتی ہیں اور اب وہ چاہتی ہیں کہ شرمین ہمیشہ وہیں رہے جبکہ وہ بوبی کو بھی سمجھا کر دیکھ چکی ہیں لیکن اب زینت آپا ممتا کے ہاتھ مجبور ہو کر شرمین کو بوبی کا ساتھ قبول کرنے کے لیے دل میں دعا کر رہی ہیں۔ بوبی بھی شرمین کے اپنے گھر آنے پر خوش ہے اور اس سے جلد واپس آنے کا وعدہ کرتا ہے وہ اب تک شرمین کو نہیں بھولا تھا شرمین بوبی کے گھر آ کر پریشان ہے جبکہ زینت آپا نے اپنا بزنس بھی شرمین کے حوالے کر دیا ہے۔ زیبا صفدر کی شرط مانتے ہوئے گھر چھوڑ دیتی ہے اور اتفاق سے اس کی ملاقات اپنی سہیلی نمی سے ہوتی ہے جو ایک عرصہ سعودی عرب رہنے کے بعد اب طلاق لے کر واپس آ گئی ہے۔ صفدر عارض کو کچھ حد تک زیبا کی بے وفائی کا پتہ تا ہے تو وہ بھی ششدر رہ جاتا ہے اور صفدر کو مشورہ دیتا ہے کہ وہ زیبا کو طلاق دے دے لیکن وہ اپنی ماں کی خراب طبیعت کا بتا کر اپنی معذوری ظاہر کرتا ہے۔ نمی صفدر سے فون پر رابطہ کے بعد اس سے ملتی ہے اور اپنی طرف سے اسے سمجھانے کی کوشش کرتی ہے کہ وہ زیبا کو معاف کر کے اسے اپنا لے مگر صفدر اپنی ضد پر اڑا رہتا ہے۔ جس پر نمی کو مایوسی ہوتی ہے۔ شرمین زینت آپا کی میڈیسن لے کر واپس گاڑی کی طرف بڑھ رہی ہوتی ہے جب اس کا سامنا ایک بار پھر مرزا صاحب سے ہوتا ہے۔ شرمین انہیں دیکھ کر ناگواری کا اظہار کرتی ہے۔ جس پر مرزا صاحب اپنی بیوی کی موت اور ایک بچی کی پیدائش کا بتا کر اسے پرپوز کرتے ہیں شرمین غصے سے انہیں مزید سناتی ہوئی گاڑی میں بیٹھ جاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

✤✽✤......✽......✤✽✤

"عورت اپنی محبت کا حق بزدلی ندامت اور مجبوری کے باعث مرد کو بخشتی ہے مگر اپنی اولاد کی محبت کی خاطر ایک انچ کی بھی پسپائی برداشت نہیں کرتی۔" زیبا کے نازک کپکپاتے جسم میں ایک ساتھ کئی بارودی سرنگیں پھٹ گئیں۔ صفدر نے انتہائی حیرت سے اسے گھور کر دیکھا اور جبڑے بھینچ کر ضبط کے باوجود چلایا۔

"کون سی اولاد؟ کس بے شرمی اور ڈھٹائی سے یہ بات کررہی ہو؟ کس اولاد کی بات کرتی ہو وہ جو تمہاری بھول ہے یا یہ جو میری بھول ہے۔"

"تو آپ بھی میری طرح بھول کے قصور وار ہیں۔" اس نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

"ہاں! تم نے وہ طریقہ اختیار کیا ورنہ میں نے تمہیں قبول ہی نہیں کیا۔" وہ بڑی سنجیدگی سے بولا۔

"تو پھر یہاں کیا کرنے آئے ہیں؟"

"یہ کہنے کہ ابھی تک میں نے امی کے سامنے تمہارا بھرم بچا کر رکھا ہے۔"

"تو کھول دو بھرم کی قلعی میں نے تو اپنا فیصلہ سنا دیا ہے۔" وہ رخ موڑ کر کھڑی ہوگئی۔

"یہ ثابت کرنا مشکل ہوجائے گا؟"

"ثابت کرنے کی ضرورت کیا ہے؟" وہ طنزیہ بولی۔

"مطلب......؟"

"بچہ صرف ماں کا ہی ہوتا ہے مجھے آپ سے کچھ نہیں چاہیے۔" وہ فیصلہ کن انداز میں کہہ کر اسے مزید چونکا گئی۔

"ارے صفدر بیٹا! کھڑے کیوں ہو؟" اسی وقت حاجرہ بیگم کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولیں۔

"جی! بس میں جارہا ہوں۔"

"ہمیشہ کھڑے کھڑے آتے ہو اور کیا مسئلہ ہے تم دونوں کے بیچ۔" حاجرہ بیگم نے دلی وسوسہ ظاہر کیا۔

"یہ تو آپ کو اپنی بیٹی سے پوچھنا چاہیے بلکہ بہت پہلے پوچھنا چاہیے تھا تاکہ آج مسئلہ ہی نہ ہوتا۔" وہ اکھڑے اکھڑے لہجے میں کہہ کر چلا گیا۔ حاجرہ بیگم کو خاصا صدمہ ہوا زیبا نے کمرے سے نکلنا چاہا تو حاجرہ بیگم نے روک لیا۔

"صفدر کا اکھڑا اکھڑا سا انداز شادی کے بعد سے اب تک برقرار ہے وہ جو کچھ کہہ کر گیا ہے اس میں کچھ تو حقیقت ہے۔"

"ہم دونوں ساتھ نہیں رہ سکتے۔" سپاٹ لہجے میں کہا۔

"کیوں......؟"

"ہمارے مزاج نہیں ملتے۔"

"وہی تو پوچھ رہی ہوں کیوں؟"

"وہ مجھ سے محبت نہیں کرتے بس۔"

"تو کس سے کرتا ہے؟" حاجرہ بیگم کو زیبا پر کچھ شک سا ہوا۔

"نہیں معلوم۔" وہ ٹال گئی۔

"محبت کے معنی ایک عورت کی زندگی میں اولاد کا نام لے لیتے ہیں؟"

"اور اگر مرد اولاد کو اپنی محبت تسلیم ہی ناں کرے تو۔" زیبا نے ان کا جملہ اچک کر تیزی سے کہا۔

"زیبا! صفدر اپنے بچے سے محبت کیوں نہیں کرے گا؟"

"آپ نہیں سمجھیں گی' بس مجھے صفدر سے خلع لینا ہے۔"

"توبہ' تمہارے منہ میں خاک' کیسی بات کردی؟" حاجرہ بیگم نے اتنے غصے سے کہا کہ وہ کچھ بتاتے بتاتے چپ ہو کر کمرے سے باہر نکل گئی اور حاجرہ بیگم کے قدموں تلے سے جیسے زمین نکل گئی۔ انہیں جو خوف تھا وہ اپنی اصل حالت میں لب سامنے آ گیا تھا۔

حاجرہ بیگم پر سکتے کی سی کیفیت طاری تھی۔

اس نے ان کو چور نظروں سے دیکھا تو دل پر ندامت کا گھونسا لگا۔ وہ سمجھ سکتی تھی کہ اس کی ماں کے دل پر اس وقت کیا گزر رہی ہوگی۔ کوئی ماں بیٹی کے منہ سے خلع کا لفظ سن کر کیوں اور کیسے حوصلے سے کام لے سکتی ہے...... کاش! میرے جیسی بیٹیاں والدین کو ان کے اعتبار کو بدنامی کے صدمات نہ دیا کریں۔ کس بے رحمی سے میں نے ماں باپ کی اعلیٰ تربیت کی دھجیاں اڑائی ہیں...... کہ خود کا سامنا کرتے ہوئے بھی ہزار بار شرمندگی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ صفدر بھی کیا کرے؟ کوئی بھی مرد عورت کے میلے دامن کو اپنے تن سے نہیں لپٹا سکتا۔ صفدر نے تو اتنے عرصے گزارہ کرلیا...... میں نے اسے دیا ہی کیا' صرف بدنامی' گناہ کا اعتراف' کاش میں گناہ گار اس کے حوالے کر کے اسے مار ڈالنے کی دعوت دیتی' مگر کچھ بھی تو ایسا نہ کرسکی کہ وہ مجھ پر رحم کھائے......!

"ثریا! کہاں کھوئی ہو' سارا دودھ ابل گیا۔" حاجرہ نے باورچی خانے میں گھستے ہی ہانک لگائی تو وہ چونک کر جلدی سے چولہے کی طرف لپکی۔

"کس جہنم کی آگ میں جل رہی ہو؟"

"ایسا جہنم جس کی آگ میں نے خود بھڑکائی ہے۔" اس نے بہت دھیمے سے ماں کی طنزیہ بات کا جواب دیا۔

"ماں سے کیا پردہ؟ بتاؤ میں صفدر کو سمجھاؤں گی۔"

"مجھے صفدر کے ساتھ رہنا ہی نہیں۔"

"میں تمہارا گلا دبا دوں گی' باپ بستر سے لگا ہے' گھر میں غربت ہے اور تمہیں بدنامی کا یہ طوق ہمارے گلے میں ڈالنے کا شوق چڑھا ہے۔" اماں نے اسے سخت ہاتھوں سے جھنجھوڑ کے رکھ دیا۔

"اماں! میں اور میرا بچہ آپ پر بوجھ نہیں بنیں گے......" وہ بھی چلا اٹھی۔

"اور ہماری بدنامی؟"

"بدنامی تو میری ہوگی' میں ذمہ دار ہوں۔" وہ بولی۔

"سچ کہتے ہیں کہ عورت کی نظریں چار ہوجائیں تو وہ کچھ نہیں دیکھتی' کون ہے وہ؟" انہوں نے اس کی گردن پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے پوچھا۔ وہ گڑبڑا گئی۔

"کون؟"

"وہی جس کی خاطر خلع تک کا سوچ لیا۔"

"اماں! اپنے بچے کے لیے۔"

"کیا......؟ صفدر سے الگ ہو کر وہ بچہ تمہارا رہ جائے گا۔" انہیں حیرت سی ہوئی۔

"آپ ابا کے پاس جاؤ' میں روٹی بنا کر لاتی ہوں۔"

"تم رہنے دو' میں۔" حاجرہ بیگم رو دیں۔

"اماں......! اماں۔ صفدر بھی چاہتا ہے۔" اس نے نرمی سے کہا۔

"میں صفدر سے پوچھ سکتی ہوں اس کی ماں سے بھی پوچھتی ہوں۔" وہ زور سے بولیں۔
"ضرورت نہیں' یہ میری زندگی ہے اس کا فیصلہ میں کروں گی۔" وہ یہ کہہ کر باورچی خانے سے سیدھی اپنے کمرے کی طرف آ گئی...... کمرے میں گھس کر خود پر ضبط نہ کر سکی اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔
"اماں! میں آپ کی' ابا' صفدر اور اپنے بچے کی بھی مجرم ہوں زندگی کو ایسے انجام سے میں نے خود آشنا کیا ہے' میں سزاوار ہوں۔ مجھے یہاں سے چلے جانا چاہیے' تاکہ آپ کی بدنامی نہ ہو۔ آپ کی عزت پر آنچ نہ آئے' یہ میری جنگ ہے مجھ ہی کو لڑنی ہے۔ مجھے سزا بھگتنی ہے۔"
"زیبا! میری بچی میں تیری ماں ہوں' غلط نہیں ہوں۔" حاجرہ بے کل ہو کر اس کے کمرے میں آ گئی تھیں۔ اس کی بڑبڑاہٹ سن کر رو دی ہو گئیں۔
"اماں! مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"
"صفدر ایسے کیسے تمہارے ساتھ سلوک کر سکتا ہے۔"
"یہ میرا اور صفدر کا معاملہ ہے' مجھے اس کے ساتھ نہیں رہنا' یہ میرا فیصلہ ہے۔"
"لیکن کیوں......؟"
"کیونکہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ رہنا نہیں چاہتے۔" وہ چلا اٹھی۔ حاجرہ ایک دم چپ ہو گئیں۔ مزید کچھ بولنے کی گنجائش باقی نہ رہی۔

+✱+......✱......+✱+

چوبیس گھنٹے سے مسلسل بارش ہو رہی تھی۔ سردی کی شدت میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا تھا۔ بند کمرے کی کھڑکی سے لگا وہ جو نے شیشے سے اس پار کیا دیکھ رہا تھا' آغا جی نے کافی کا مگ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔
"رات شرمین سے میری بات ہوئی تھی۔"
"اچھا! پھر..." وہ بے دھیانی میں خوشی سے کہہ گیا' پھر ایک دم ہی اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔
"کیا ہوا......؟" آغا جی نے کریدا۔
"آپ کی کل صبح کی فلائٹ ہے۔" وہ ٹال گیا۔
"ہنہ! کل صبح کی نہیں آج رات کی۔" آغا جی نے مذاق اڑانے کے انداز میں یاد دلایا تو وہ نادم ہو گیا۔
"ہنہ......ہاں یاد آیا۔"
"عارض بابا کی جان' جھوٹ کب سے بولنا شروع کیا۔"
"بابا! میں جھوٹ نہیں بولتا۔"
"فون کیوں آف ہے؟"
"کس نے کہا؟"
"شرمین نے۔"
"بس ویسے ہی۔"
"عارض! وہ بہت فکر مند ہے' اس سے بات کرو' جو کہنا ہے کہو' مگر فرار نہیں۔"
"ابھی کچھ فیصلہ نہیں کیا۔"
"مطلب؟"

"بابا! بتاؤں گا بس ایک پھانس سی دل میں چبھی ہے۔" وہ خاصا مضطرب سا لگا۔

"وجہ؟"

"وجہ ابھی واضح نہیں یا واضح ہوگئی ہے میں الجھا ہوا ہوں۔"

"میرے بچے! کیوں الجھے ہوئے ہو؟ دل پر بوجھ نہ رکھو مجھے بتاؤ صفدر کو بتاؤ شرمین سے شیئر کرو۔"

"صفدر تو خود پریشان ہے تم آپ کیوں فکرمند ہیں۔" وہ کافی کی چسکی لیتے ہوئے بولا۔

"میرے ساتھ نہیں جارہے یہ فکر کم ہے کیا؟"

"میں آجاؤں گا۔"

"کب؟"

"پتا نہیں لیکن آنا تو ہے۔"

"کچے پیاروں کا آزماتے نہیں ہیں۔"

"اگر پتا چلے پیارے اجنبی ہیں تو......؟" اس نے ان کی آنکھوں میں دیکھا وہ کچھ سمجھ نہ سکے اسے دیکھتے رہے۔

"بابا! آپ شرمین کا خیال رکھیے گا۔" اس نے کچھ توقف کے بعد کہا۔

"بس اتنی سی بات تھی میں بھی تو یہی کہہ رہا تھا کہ شرمین کا خیال کرو۔" آغا جی ایک دم ہی مطمئن ہوگئے۔

"میں تو دور ہوں۔"

"ہمیشہ کی دوری تو نہیں ہے۔"

"آنے والے حالات کی کس کو خبر۔"

"چھوڑو یہ بے کار فلسفہ اپنا کل چیک اپ کرالینا اور مجھے بتانا بھی ہے۔"

"جی بہتر آپ اب آرام کرلیں مجھے بھی باہر جانا ہے۔"

"تو ساتھ چلتے ہیں۔" وہ بولے۔

"نہیں آپ آرام کریں پھر فلائٹ لمبی ہے۔"

"مگر جلدی آنا رات ڈنر ساتھ کریں گے۔" انہوں نے تاکید کی۔

"بالکل بلکہ میں خود بناؤں گا۔" وہ مسکرایا۔ ٹیبل کی دراز سے گلوز نکالے اور باہر نکل گیا۔

منہ سے گرم لمبی سانس نکلی اور اس کے اندر کا بوجھل پن کچھ کم ہوگیا۔ باہر موسم کی شدت تھی اور اندر اس جان تمنا کی خمار آگیں یادوں کا طوفان...... ہزاروں میل دور بہت ہی دور وہ انجان سا محبوب جسے اپنے سے دور کرتے ہوئے سخت مشقت کرنی پڑ رہی تھی...... جس کے لیے دل مچل رہا تھا جذبات لودے رہے تھے اسے یک طرفہ یکبارگی کے فیصلے نے اتنا دور کردیا تھا۔

"خالی خالی سے دن اداس شام اور یادوں بھری تنہارات آخر عارش کہاں جاؤ گے دل کو لے کر تم نے اپنے سامنے ضد وانا کی خودسر دیوار کھڑی کرلی ہے اتنی بڑی بات نہیں جتنی تم نے بنالی ہے اس کا یہ کہہ دینا کہ اس نے محبت نہیں کی سرسری سی بات ہوسکتی ہے مذاق ہوسکتا ہے لاابالی انداز ہوسکتا ہے اس کی وضاحت لے لو اس سے بات کرلو اس سے پوچھ لو مگر یک طرفہ اتنا بڑا فیصلہ نہ کرو جب کہ یہ طے ہے کہ تم اس سے بہت محبت کرتے ہو اس کو بھلا نہیں سکتے اس کو اپنے نام سے منسوب کرچکے ہو پھر کیوں کیوں اپنی محبت مٹانے پر تلے ہو اسے بتایا تک نہیں کہ اس کا جرم کیا ہے قطع تعلق کرلی یہ انصاف نہیں۔" ذہن میں ہلچل مچی اور یہ سب وہ سوچنے پر مجبور ہوگیا۔

"نہیں عارض! یہ کیسے کر سکتے ہو تم نے تو وفا کی شمع کو راہوں میں جلایا ہے دل میں دھڑکن کی طرح اس کو بسایا بھی ہے تمہاری محبت صرف لفظوں تک محدود نہیں' تم نے اسے چاہا ہے تو نبھاؤ بھی' کیا یہ سچ نہیں کہ محبت میں خطائیں بھی ہوجاتی ہیں' اسے منا بھی سکتے ہو' بات تو کرو وہ کس طرح سوچ رہی ہے اس سے جاننے کی کوشش کرو۔"

شرمین سے بات کرنے کے فیصلے نے اتنا بے چین و بے قرار کیا کہ اپارٹمنٹ تک پہنچنے کا انتظار بھی نہیں کیا' جیب سے چرمی بٹوہ نکالا اس اں چھوٹی سی جیب سے وہ سم نکالی' فون کا بیک کور کھولا اور بہت تیزی سے سم اس میں ڈالی اور چند لمحوں کی سیٹنگ کے بعد اپنے محبوب کا نمبر اور نام جگمگاتا دیکھ کر دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ بیل جارہی تھی مگر دوسری طرف سے کوئی رسپانس نہیں آرہا تھا۔

"او گاڈ! کیا مسئلہ ہے شرمین فون کیوں نہیں اٹھارہی؟" وہ بڑبڑایا اور پھر تیسری کوشش میں کال ریسیو کرلی گی۔

"جی......" اس کی سنجیدہ سپاٹ سی آواز آئی۔

"میرے فون کا یقین نہیں تھا کیا؟"

"ہنہ......میرا یقین ہمیشہ بہت پامال ہوا ہے۔"

"اس کا مطلب' مجھے بھلادیا تھا' کیونکہ محبت تو تمہیں ہے نہیں۔" اس نے کہا۔

"اچھا ہی ہے او آزار کم ہیں جو جھوٹ بھی بولنے لگوں۔"

"مطلب......" وہ کچھ چونکا۔

"کچھ نہیں آپ کیسے ہو؟"

"میں ٹھیک ہوں' پوچھو گی نہیں کہ فون اتنے دنوں بعد کیوں کیا؟"

"نہیں' جب فون بند کرنے کا آپ نے بتایا نہیں تو فون کرنے کا میں کیوں پوچھوں؟"

"شرمین! مجھے دکھ اور غصہ دونوں ساتھ مل کر یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کر گئے تھے کہ یک طرفہ محبت بے موسمی پھل کی طرح ہوتی ہے مجھے کچھ اچھا نہیں لگا میں پرسکون نہیں تھا۔" وہ رکا۔

"پھر......اب۔"

"مجھے کچھ پوچھنا ہے۔"

"پوچھو......" لہجہ سپاٹ تھا۔

"تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟"

"اب شاید یہ بتانے میں کچھ وقت لگے۔"

"مطلب......"

"ہر بات کا مطلب نہیں ہوتا' مجھے آپ کے سوال پر سوچنا ہوگا۔"

"میں کیا سمجھوں؟"

"جو آپ کا دل چاہے۔"

"ناراض ہو۔"

"نہیں۔"

"پھر اتنا سرد رویہ۔"

"میں اور میرا رویہ ایسے ہی ہیں۔"

"یعنی تمہیں مجھ سے ابھی تک محبت نہیں ہوئی۔"

"میرا خیال ہے۔"

"شرمین! ایم بہت پوزیسو ہوں تمہارے لیے۔"

"ٹھیک ہے۔" بڑا سیدھا سا جواب تھا۔

"یار! تم ٹھیک سے جواب کیوں نہیں دے رہی ہیں؟" وہ چلا اٹھا۔

"کون سا جواب؟"

"ایک بار ذرا دھیرے سے تمہیں میری قسم کہہ دو تمہیں مجھ سے محبت ہے۔" وہ شوخ ہوا۔

"عارض! مجھے زینت آپا کو میڈیسن دینی ہیں پھر بات ہوگی۔" وہ بولی۔

"او کے! تم بہت ضدی اور خود پسند ہو۔" وہ جل بھن گیا۔

"اللہ حافظ۔" اس نے نارمل سے انداز میں کہا اور فون بند کردیا۔

+✽+......✽......+✽+

ہم سے جو گزرو گے تو بدنام ہو جاؤ گے
سوداگروں کی بستی میں نیلام ہو جاؤ گے
یہ اور بات کہ ہم بے حال سے رہتے ہیں
ہمیں چھوڑ دو گے تو ویران سے ہو جاؤ گے
یہ تیرے نام میں جتنی بھی شہرت ہے
ہم کو بھولو گے تو گمنام سے ہو جاؤ گے

رات کے ساڑھے تین کا وقت تھا اور وہ گہری سوچ میں غلطاں بالکنی میں کھڑی تھی۔ نہ کچھ واضح نظر آ رہا تھا اور نہ وہ کچھ واضح دیکھنا چاہتی تھی' عارض کی سوچ اس کے اندازِ فکر پر تشویش ہو رہی تھی محبت کا دعویٰ کیا تو ایک دم یلغار کردی' جیتا دو بھر کردیا' سب راہیں مسدود کردیں' اپنے محور اور مرکز میں قید کردیا اب سوچا تو بات کچھ بھی نہیں' یہ موسموں سے بھی زیادہ جلد تغیر و تبدل کے زیر اثر آنے والی محبت کیا رنگ دکھائے گی؟ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ عارض نے فون اس لیے بند کیا تھا اور آج اس لیے آن کیا' نا آف کرنے کی وجہ کوئی قیامت خیز تھی نا آن کرنے پر پوچھنے والا سوال کوئی بڑا اہم تھا۔ لیکن کچھ بھی تھا یا نہیں وہ الجھن کا شکار بالکل نہیں ہوئی' اس کے مضبوط اعصاب ایسے محبتوں کے رنگ برداشت کرنے کے لیے قدرت نے بنائے تھے وہ بس یہ ضرور سوچ رہی تھی کہ یہ محبت کی تھی عارض نے' اس کے سہارے میں نے صبیح احمد کی بے وفائی کا صدمہ عارض کی صورت میں ایک خوبصورت خوشی میں ڈھل کر سامنے آ گیا' ورنہ شاید بہت عرصے صبیح احمد کی بے وفائی بے حال نہیں تو کم از کم اندر ہی اندر چاٹتی ضرور رہتی...... لیکن تم نے عارض کیا کیا...... معمولی سی میری بات پر اس طرح کا ردعمل میں......"

"شرمین احمد! تم کیوں سوچو...... کیوں غور کرو؟ چھوڑ دو اس قصے کو خود بخود عارضی دھند کی مانند چھٹ جائے گا۔"

"عارض! اب تم رابطہ بحال کرو گے تو بحال ہوگا' میں کمزور نہیں' مجھے اپنے اندر مضبوط قلعہ تعمیر کرتے دیر نہیں لگتی۔"

ذہن سے ہر خیال جھٹک کر وال کلاک کی طرف نگاہ ڈالی تو فجر کی اذان پہلے دور سے اور پھر قریب کی مسجدوں سے بھی سنائی دینے لگی۔

تب اس نے وضو کی نیت سے واش روم کا رخ کیا...... پانی کے چھینٹوں سے آنکھوں میں ڈھیر سارا سکون اتر گیا...... وضو بذاتِ خود ایک لطیف طمانیت سے بھرپور احساسات پیدا کرتا ہے' اور پھر اپنے رب سے حالِ دل گوش

گزارکرنا‘ کبھی رونا‘ کبھی یقین سے دل بھرنا کبھی التجا کرنا اور کبھی اس کی رحمتوں کے خزانے سے کچھ مانگنا‘ یہ بہت بڑا اور اہم کام ہی تو ہے...... وہ بھی اللہ کے حضور جھکی آب دیدہ ہوئی‘ تھرتھراتے لبوں سے التجائیں کیں‘ سکون قلب اور آسودگی کے لیے دامن پھیلایا‘ پھر اسے ایسا لگنے لگا کہ اس کے اندر سکون واطمینان کی دولت اتر گئی ہے‘ بڑی یکسوئی کے ساتھ نماز پڑھ کر اس نے جائے نماز تہہ کی ہی تھی کہ باہر کچھ آوازیں پیدا ہوئیں‘ جن میں عادل بابا‘ ملازمہ حمیدہ اور ایک آواز اور بھی تھی جسے وہ پہچان نہ سکی‘ اس وقت باہر کیا ہو رہا ہے؟ ابھی غور ہی کر رہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی...... اس نے جلدی سے بنا پوچھے ہی کھٹ سے دروازہ کھول دیا اور ہکا بکا رہ گئی...... سنہری مونچھوں اور سنہری بالوں والے خوبرو وجیہہ بوبی نے دائیں آنکھ دبائی تو وہ چونکی اور زور سے اس کے سر پر چپت لگائی۔

”بوبی یوں اچانک اطلاع بھی نہیں دی۔“

”ہاہاہا سرپرائز مائی ڈیئر‘ اچھا لگا ناں۔“ اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے ہنس کر کہا۔

”ائیرپورٹ سے ہی فون کر دیتے۔“

”بس آپ لوگوں کو حیران کرنا تھا‘ ٹیکسی پکڑی اور آ گیا۔“

”اچھا کیا‘ زینت آپا بہت یاد کر رہی تھیں۔“

”اور تم......“ اس نے آنکھوں میں جھانکا تو وہ بالکل سپاٹ لہجے میں بولی۔

”میرے پاس فرصت نہیں ہوتی۔“

”اور میرے پاس اسی کام کی فرصت تھی۔“ وہ بے باکی سے کہہ گیا تو شرمین نے اس بھرپور نوجوان کو دیکھا‘ وہ تو تقریباً بدل چکا تھا‘ باہر کی آزاد فضاؤں‘ وہاں کے ماحول نے اس کی شخصیت کو خوب نکھار دیا تھا۔ وہ کھلنڈرا سا لڑکا ایک دم تبدیل ہو کر لوٹا تھا۔

”کیا سوچنے لگیں......؟“ اس نے پوچھا۔

”زینت آپا سے مل لیے۔“

”ہنہ پہلے ہی...... اب وہ شکرانے کے نفل پڑھ رہی ہیں۔“

”واہ! چلو میں ناشتہ بنواتی ہوں۔“

”نہیں ابھی کچھ نہیں‘ ناشتے کے ٹائم پر سب کے ساتھ۔“

”چائے‘ کافی۔“

”اوں ہنہ‘ بس ذرا سا آرام کر لوں پھر ناشتے کی میز پر ملاقات ہوگی۔“ اس نے کہا۔

”او کے۔“

”ویسے تم اور حسین ہو گئی ہو۔“

”تھینکس فار نفارمیشن۔“ وہ بولی۔

”بائے......“ وہ کمرے سے نکل گیا۔ اور وہ کچھ دیر کے لیے لائٹ آف کر کے بستر پر دراز ہو گئی۔ اچھا ہوا تھا‘ مگر بوبی کا انداز وہی پرانا تھا‘ وہ کچھ فکر مند سی ہو گئی...... پھر نیند آ گیا۔

+✽+......✽......+✽+

زینت آپا کی خوشی دیدنی تھی۔

ناشتے کی میز بوبی کی پسندیدہ چیزوں سے بھری ہوئی تھی‘ حالانکہ ان کی طبیعت بہت اچھی نہیں تھی‘ اس کے باوجود بڑی

ہمت سے انہوں نے اپنی نگرانی میں بنوایا تھا۔ شرمین نے خاصی کڑی تنقید کرڈالی۔

"آپا! آپ کی طبیعت خراب ہے اور آپ نے اتنا کام کیا' بوبی نے کون سا سب کچھ کھا لینا ہے اور اس نے کہیں جانا تو نہیں ہے اب یہیں رہنا ہے۔"

"ان شاء اللہ اب کہیں نہیں جائے۔" زینت آپا کے دل سے دعا نکلی۔

"میں کہیں نہیں جاؤں گا اگر شرمین چاہے تو۔" پشت پر سے بوبی کی آواز آئی شرمین نے پلٹ کر دیکھا وہ ناشتے کے لیے آچکا تھا۔ بڑی دلکش سی مسکراہٹ کے ساتھ کھڑا تھا۔ شرمین نے کچھ نہ کہا' خاموشی سے کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ زینت آپا نے بھی نظریں چرالیں۔

"شرمین! تم نے جواب نہیں دیا۔" وہ بالکل سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"زینت آپا! کتنی عجیب بات ہے بوبی جسمانی طور پر تو کتنا تبدیل ہوا ہے مگر ذہن ابھی تک بچوں جیسا ہے۔"

"غلط ذہن ثابت قدم ہے مستقل مزاج ہے۔" بوبی نے آلو کی پوری اپنی پلیٹ میں رکھتے ہوئے کہا۔

"آپا! آملیٹ تو بہت مزے کا بنا ہے۔" شرمین اس کی بات سمجھ کر بھی انجان بن کے آملیٹ کی طرف متوجہ ہوگئی۔

"اچھا! لیکن تمہاری پلیٹ میں کچھ بھی نہیں۔ سب کچھ کھاؤ بیٹا۔" زینت آپا نے کہا۔

"شکریہ آپا' بس میں صرف چائے پیئوں گی۔" شرمین نے کہا۔

"جی نہیں' جب تک میں ناشتہ کروں گا تم بھی کھاؤ گی۔" بوبی نے حکم دیا۔

"آپ کھائیں مجھے معاف رکھو۔"

"عادل بابا چائے تو لائیں۔" زینت آپا نے آواز لگائی۔

"میں لاتی ہوں۔" وہ اٹھنے لگی تو بوبی نے کہا۔

"تم بیٹھو' کہیں نہیں جانا' مجھے معلوم ہے تم مجھے ایوائڈ کررہی ہو۔"

"بوبی! ایسا کچھ نہیں ہے۔ میں جیسی تھی ویسی ہی ہوں۔"

"یہی تو میں چاہتا ہوں کہ میری شرمین ویسی ہی رہے۔" وہ بے باکی سے بولا' شرمین کو شرمندگی بھی ہوئی اور غصہ بھی آیا' فوراً میز سے اٹھ کر چلی گئی زینت نے خشمگیں نگاہوں سے بوبی کو دیکھا اور کہا۔

"بوبی! جو بات شرمین کو پسند نہیں وہ مت کرنا دوبارہ۔"

"ماما! میں شرمین کے لیے آیا ہوں' یہ آپ کو اور خود شرمین کو پتا ہے۔" وہ ڈھٹائی سے بولا۔

"وہ آپ کے لیے اس طرح نہیں سوچتی' ویسے بھی اپنی پسند اور اپنی مرضی کے حوالے سے وہ خود مختار ہے۔"

"اس کا مطلب شرمین نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا۔"

"کیسا جھوٹ؟"

"میرے بلانے کے لیے ہر بات مانی تھی۔"

"مجھے نہیں معلوم' مگر وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے اس کی نسبت طے ہے۔"

"مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا' وہ رنہ ہی ارادہ بدلے گا۔" وہ یہ کہہ کر جھٹکے سے اٹھا اور چلا گیا۔ زینت سخت متفکر سی بیٹھی رہ گئیں۔ شرمین نے آکر مسکراتے ہوئے ان کے سامنے پانی کا گلاس رکھا اور ناشتے کے بعد کی گولیاں تھمائیں تو وہ بھی مسکرادیں۔

"آپ کی خوشی کے لیے سب ٹھیک ہوگا فکر نہ کریں۔" اس نے ان کو تسلی دی۔

"بوبی کی ضد......"

"چھوڑ دیں، یہ اس کا اور میرا معاملہ ہے، بس بوبی آپ کے پاس رہے گا۔" وہ دھیرے سے کہہ کر اندر بڑھ گئی۔ بہت بڑی تسلی تھی اور بہت بڑی بات۔

تیار ہونے کے بعد اس نے اپنا جائزہ لیا اور جلدی جلدی آفس فائلیں اٹھائیں، ہینڈ بیگ اٹھایا کہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور بوبی اندر آ گیا، اس کے ہاتھ میں دو تین پیکٹ تھے۔

"کہاں کی تیاری ہے؟" اس نے پیکٹ میز پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

"آفس۔"

"جی نہیں آج آفس نہیں، میں آیا ہوں اور تم......"

"بوبی! پلیز سمجھا کرو۔" وہ کچھ بیزار سی ہوئی مگر لہجہ نرم ہی رکھا۔

"ہرگز نہیں شرمین میرا واپسی کا پہلا دن ہے تم نہیں جا سکتیں۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟ ضروری کام ہے، دوپہر کھانے پر گپ شپ لگائیں گے۔"

"کہا ناں کہ نہیں جانا۔"

"بوبی! آپ غلط مجھ سے کام لیا کرو۔" وہ زچ ہوگئی۔

"یار! تم کب میری فیلنگ سمجھو گی؟"

"پلیز بوبی!" اسے یار کہہ کر مخاطب کرنا اچھا نہیں لگا۔

"بس کہیں نہیں جانا، یہ سب نہیں دیکھنا کیا؟" بوبی نے سب پیکٹوں کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بے بسی سے کچھ دیر کھڑی رہی پھر ہتھیار ڈال دیئے۔

"Thats, good .girl" وہ خوش ہوگیا۔

"یہ بچوں والی ضد ہے۔" وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"ہنہ! خیر یہ دیکھیں میکسی کس قدر خوبصورت فٹنگ ہے اس کی؟ اور بہت جچے گی تم پر کہ بس۔"

"یہ تحفے ظاہر کرتے ہیں کہ تمہیں اخلاقیات چھو کر بھی نہیں گزریں، یہ میرے لیے لائے ہو۔"

"ہنہ! جی بالکل تمہارے لیے لایا ہوں۔ بلکہ تمہیں سوچ کر خریدے تھے۔" وہ ڈھٹائی سے بولا تو وہ ضبط سے کڑوا گھونٹ بھر گئی۔

"شرمین! پلیز آنکھیں بند کرو۔"

"اب اور کوئی خرافات رہ گئی ہے کیا؟"

"پلیز آنکھیں بند کرو، ہری اپ کلوز یور آئیز۔" اس نے ایک نہ سنی مجبوراً اسے آنکھیں بند کرنی پڑیں۔

"گڈ۔" سرگوشی کے انداز میں اس کی گردن پر بالوں کے نیچے انگلیوں کی مدد سے نیکلس پہنانے کی کوشش کی تو وہ اچھل کر کھڑی ہوگئی۔

"کیا ہوا؟" وہ معصومیت سے بولا۔

"یہ سب مجھے پسند نہیں۔" وہ بولی۔

"کتنا خوبصورت ہے دیکھو تو۔"

"ٹھیک ہے رکھ دو مگر میں یہ چیزیں استعمال نہیں کرتی۔" اس نے ٹالا۔

"مگر یہ چیزیں استعمال کرتی ہیں میرے لیے۔" وہ بڑے دسان سے بہت قریب آ کر بولا اس کی گرم سانس کی حرارت اس نے اپنے چہرے پر محسوس کی تو گڑبڑا کر پیچھے ہوگئی۔

"قد سے اونچی خواہش نہ رکھو۔"

"میں نے کوئی غلط خواہش نہیں کی میری محبت کا قد بہت اونچا ہے۔"

"میں ذرا زینت آپا کے پاس سے ہو کر آتی ہوں۔" وہ ٹال کر جانا چاہتی تھی کہ وہ پھر سامنے آ گیا۔

"شرمین میں تمہاری خاطر آیا ہوں صرف تمہاری خاطر۔"

"اور ماں۔ کے لیے۔" اس نے طنزیہ پوچھا۔

"بیان کا اور میرا معاملہ تھا تم نے یقین دلایا تھا۔"

"کس بات کا......؟" وہ چونکی۔

"کہ میں آ جاؤں پھر میری مرضی مان لوگی۔"

"پلیز ابوبی۔"

"نو پلیز نو ایکسکیوز۔" وہ مضبوط لہجے میں کہہ کر چلا گیا اور وہ دھم سے پھر صوفے پر گر گئی۔

بوبی کے آنے کی خوشی میں زینت آپا نے ہمت سے بڑھ کر کام بڑھا لیا صدقے کا بکرا ذبح کرا کے مدرسے بھجوا دو تیار دیگیں تقسیم کروائیں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شام کو طبیعت خراب ہوگئی شرمین پریشان ہوگئی بوبی بھی ماں پر کچھ خفا ہوا۔

"کیا ضرورت تھی خود کو تھکانے کی؟"

"اپنے بیٹے کے آنے کی خوشی بھی تو منانی تھی اللہ کا شکر بھی ادا کرنا تھا۔" زینت نے مدھم آواز میں جواب دیا۔

"شادی پر یہ ارمان پورا کر لیتیں۔" بوبی نے ذومعنی نظروں سے شرمین کو دیکھا تو وہ زینت کا سر دبانے میں مگن تھی۔

"تم جلدی راضی ہو جاؤ تو یہ ارمان بھی پورا کر کے جاؤں۔"

"میں تو راضی ہوں کل ہی کر دیں۔" بوبی نے مسکرا کر شریر نظروں سے اشارہ کیا تو وہ ٹھٹکی۔

"ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے زینت آپا کو تو ایسی باتیں کرنے کا شوق ہے۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"ماما کی خواہش ہے۔"

"ہاں ناں شرمین میں بوبی کی خوشی کا ارمان لے کر جانا نہیں چاہتی۔" زینت نے ایسی نظروں سے التجا آمیز خواہش ظاہر کی کہ وہ جزبز سی ہوگئی۔

"آپ وہم نہ کریں سب دیکھیں گی۔"

"ان شاء اللہ۔" بوبی نے کہا۔

"بوبی تم یہیں رہنا میں ذرا کھانے کا جائزہ لے آؤں۔" وہ بہانہ بنا کر باہر نکل آئی اور باورچی خانے میں پڑی کرسی پر ٹک کے سوچنے لگی۔ نسا ماں اپنے کاموں میں مصروف تھا اس نے کوئی بات نہیں کی اپنی الجھن میں گرفتار اپنے آپ میں مصروف زندگی نے ایک نیا امتحان لینے کا عندیہ دیا تھا بوبی کی خواہش کے ساتھ جنگ کرنا مشکل تھا ناممکن نہیں تھا بس زینت آپا کی زندگی بہت قیمتی تھی اس کا ان کے سوا تھا ہی کون؟ کرسی کی پشت سے سر ٹکائے وہ عارض کے لیے سوچ رہی تھی۔

"عارض! تم نے مجھے زمانے کی خاطر اپنی چاہت پس پشت ڈال دی میں نے تو پہلے بھی کبھی اظہار الفت میں کچھ بھی نہیں کہا تھا اتنے دنوں کے بعد تمہارا لایعنی سوال اور تقاضا مجھے دکھی کر گیا کیا یہ ضرورت باقی تھی تم نے کیسی محبت کی کہ رابطے تک نہیں رہے ایک بوبی ہے جو ایک پل بھی مجھے نہیں خود کو محبت اور جنون کی کسوٹی پر پرکھ رہا ہے میں نے کبھی اس کی حوصلہ

افزائی نہیں کی ایسا سوچا بھی نہیں پھر بھی وہ میرے لیے میری خاطر مجھ ہی سے نظر انداز ہوتا ہے بے عزت ہوتا ہے محبت کے لو دیتے جذبوں کے مقابل بے زاری کوفت اور سرد مہری کا سامنا کرتا ہے تم نے زندگی امتحان بنادی ہے بوبی امتحان گاہ سے نکل کر میرے سامنے آ گیا ہے میں کیسے اس سے نبرد آزما ہوں زینت آپا کی بے بسی اور حسن سلوک کو دیکھتے ہوئے بوبی کو دھتکارتے ہوئے بھی سوچنا پڑتا ہے خدارا میری خودداری اور انا کا امتحان نہ لو عارض نہ لو...... میں نے بڑے دنوں سے خود کو تمہاری خاطر سنبھال کر رکھا ہے بوبی پیار سے دیکھتا ہے تو دل دکھتا ہے...... وہ آتے ہی ایک تقاضا کررہا ہے...... یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں نے اپنے اور اس کے درمیان کبھی ایسا تعلق نہیں سوچا......" وہ ہولے سے بڑبڑائی تھی۔

"تو کیا ہوا...... میں نے تو ہمیشہ تمہیں ہی سوچا ہے دیکھا ہے محسوس کیا ہے۔" وہ اچھل کر کھڑی ہوگئی۔

"بوبی! یہ سب کیا ہے؟" اس نے کچھ ناگوار سے لہجے میں کہا تو وہ مسکرایا۔

"پیار ہے میرا جنون ہے۔"

"پلیز! خیال سے بات کرو۔" وہ جھلائی۔

"کیوں...... میں نے کیا کیا ہے؟"

"بوبی! میں پہلے ہی بہت الجھن کا شکار ہوں مزید مسائل پیدا نہ کرو۔"

"مجھے ایک دن نہیں ہوا آئے اور تم نے نگاہیں پھیر لیں۔" اس نے بڑی بے باکی سے کہا۔

"دیکھو! میں نے تم سے نگاہیں کبھی ملائیں بھی نہیں۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔" وہ کچھ صلح پسندانہ انداز میں بولی تو وہ قریب آ کر بولا۔

"شرمین! مجھ سے یوں سلوک نہ کرنا قسم کھاتا ہوں زہر کھالوں گا۔"

"او گاڈ! میں ہی باہر جاتی ہوں۔" وہ کچھ کہتا کہ کچن سے باہر بھاگی۔

"مجھے کچھ ہوا تو میری ماما کو دکھ تمہاری وجہ سے پہنچے گا۔" وہ پیچھے سے چلایا جو کہ اس نے صاف سنا مگر جواب نہیں دیا۔

+✽+......✽......+✽+

میجر معید الرحمان نے دروازے پر دستک دی تو وہ بیدار ہوا آنکھ کھلی تو لیپ ٹاپ کھلا تھا اور وہ شاید دیر تک اپنے ای میل اکاؤنٹ میں پاکستان سے آنے والے شرمین اور صفدر کے میسجز تلاش کرتا رہا لیکن کوئی نیا میسج نہیں آیا تھا۔ حالانکہ اسے یقین تھا کہ شرمین اسے محبت بھرا میسج ضرور کرے گی...... اسے پیار سے پکارے گی اور یقین دلائے گی کہ وہ اس سے سچی محبت کرتی ہے...... لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا تھا تھکن سے بوجھل آنکھیں ذرا دیر کو موندی تھیں کہ آنکھ لگ گئی...... اس نے بابا کی کمی بری طرح محسوس کی...... خالی خالی نظروں سے چاروں طرف دیکھا دروازے پر دوبارہ دستک ہوئی تو اسے خیال آیا۔

"یس کم اِن۔"

"گڈ ایوننگ سر۔" معید الرحمان نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔

"گڈ ایوننگ، بابا نے رابطہ کیا......؟" اس نے پوچھا۔

"جی نہیں ان کا سیل آف جارہا ہے۔"

"ہنہ! شاید چارجنگ ختم ہوگئی ہو موسم کی وجہ سے پانچ گھنٹے فلائٹ لیٹ بھی تو رہی۔"

"[illegible] اپنی گاڑی میں سے ملا ہے شایان صاحب کا رہ گیا ہے۔"

"شایان صاحب کا؟"

"وہی جنہیں ہم نے لفٹ دی تھی۔" معید الرحمان نے ڈارک براؤن لیدر والٹ اس کی طرف بڑھایا۔

"کیا؟ تو آپ کو انہیں اتارتے ہوئے دیکھنا تھا؟" اس نے ہلکی سی خفگی سے کہا۔

"وہ تیزی سے ہوٹل کے باہر اترے اور میں نے آ کر گاڑی لاک کرتے ہوئے دیکھا۔"

"اچھی بات نہیں ہوئی وہ پریشان ہو رہے ہوں گے کاش مجھے پہلے ہی ڈراپ کرتے۔"

"آپ دیکھیں شاید کوئی اتہ پتہ مل جائے۔"

"لاؤ پکڑاؤ۔" عارض نے بٹوہ ہاتھ میں پکڑا مگر اسی وقت اس کا موبائل فون بجنے لگا۔ بابا کا نمبر دیکھ کر وہ خوش ہو گیا۔

"بابا! تھینک گاڈ آپ کا فون آیا۔"

"یار! چند لمحے پہلے اسلام آباد پہنچا ہوں۔"

"مجھے آپ کی فکر ہو رہی تھی۔"

"اور مجھے بیٹا جی آپ کی...... چیک اپ ہو گیا۔"

"جی بابا سب او کے ہے۔"

"تو جلدی سے آ جاؤ میری جان۔" انہوں نے بڑی محبت سے کہا۔

"بابا! جاؤں گا مگر ابھی نہیں۔"

"شرمین بہت اداس ہو گی۔"

"کوئی اداس نہیں ہوتا۔" اس نے دھیرے سے کہا جو دوسری طرف سنائی نہیں دیا۔

"کیا کہہ رہے ہو؟"

"کچھ نہیں اب آپ آرام کریں گا اور کب جائیں گے؟"

"ایک دو روز بعد...... اپنا خیال رکھنا اور بہت احتیاط کرنا۔" انہوں نے کہا تو ان کی جدائی کے سبب دکھی ہو کر بولا۔

"اور آپ بھی، آئی مس یو۔"

"مس یو ٹو ڈیئر۔ اللہ حافظ۔" فون آف ہو گیا۔ وہ ایک بار پھر آنکھیں موند کر سر میز پر رکھ کے سوچ میں پڑ گیا۔ منیجر معید الرحمان نے اجازت طلب کی تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے جانے کی اجازت دی۔

"او مائی ڈیئر بابا سوری، رئیلی آئی مس یو میں کب یہاں رہنا چاہتا تھا شرمین کی سرد مہری نے مجھے الجھا کر رکھ دیا ہے میں نے ٹوٹ کر اسے چاہا لیکن آپ کو نہیں معلوم اس نے کیا کہا؟ وہ تو مجھ سے محبت کا سوچ کر بتائے گی میں اس کا جواب لیے بغیر نہیں آؤں گا...... بابا مجھے معاف کر دینا میں آپ کو دکھ نہیں دینا چاہتا تھا میں خود غرض بن گیا۔"

او میرے اللہ! میں ٹھیک کر رہا ہوں یا غلط مجھے تو ہی بتا۔" اس نے ایک لمبی سانس لے کر میز پر نگاہ ڈالی تو بٹوہ دیکھ کر اسے ایک دم یاد آیا کہ یہ اس اجنبی شخص کا ہے وہ کتنا پریشان ہو رہا ہو گا؟ اس نے بٹوہ کھولا اس میں چار خانے تھے کریڈٹ کارڈز کرنسی کچھ چھوٹی چھوٹی مختلف پرچیاں آئی ڈی کارڈ چند وزیٹنگ کارڈ ان خانوں میں تھے اس نے چوتھے خانے سے پرچیاں وغیرہ نکالیں تو ایک پاسپورٹ سائز تصویر اس کی دو انگلیوں کے درمیان پھنسی رہ گئی اور اس کی آنکھیں جیسے پتھرا گئیں۔ ہاتھ لرز سے گئے آنکھیں مل مل کے دیکھا کبھی الٹ کر اور کبھی پلٹ کر پھر جیسے کمرے کی چھت گھومنے لگی جس کرسی پر بیٹھا تھا وہ گول گول گھوم رہی تھی۔ پیشانی پر پسینے کی بوندیں اس بات کی عکاس تھیں کہ اس کے دماغ میں کوئی طوفان برپا ہو۔ کوئی بھٹی جل اٹھی ہے...... پوری ہمت کر کے اس نے پانی کا گلاس بھرا اور ایک سانس میں غٹا غٹ پی گیا۔ کچھ سکون ملا تو تصویر سامنے میز پر رکھ کے آنکھیں بند کر لیں...... مگر جیسے کسی بھونچال کی زد میں تھا کسی خوفناک زلزلے کی کیفیت سے دوچار تھا۔

یوں نہ حالات کے نیزے پہ میرا سر ہوتا
تجھ سے ہوتی نہ ملاقات تو بہتر ہوتا
بات تو عجب تھی کہ انجام محبت اپنا
عام فرسودہ روایت سے ہٹ کر ہوتا
اس کا آنچل تو کوئی دور نہیں تھا محسن
تیرے ہاتھوں میں اگر تیرا مقدر ہوتا

کتنے ہی گھنٹے خود کو سمیٹتے ترتیب دینے میں لگ گئے' کسی مزدور کی طرح اینٹوں کی مانند اٹھایا خود کو سیمنٹ کی ٹکڑیوں کی طرح اکٹھا کیا خود کو پھر کسی مستری کی طرح ترتیب دیا خود کو مگر پھر بھی احساس یہی باقی تھا کہ نہ ترتیب ٹھیک ہے نہ تو ازن متناسب ہے..... صرف ایک ہی موہوم سی امید تھی کہ یہ تصویر نظر کا دھوکہ ہو اور وہم ہو' کوئی اور ہو..... لیکن دل مضطرب کو قرار نہیں آ رہا تھا..... ڈور بیل کی آواز کانوں میں پڑی تو کچھ ہوش آیا..... معید الرحمان کا ہونا غنیمت تھا انہوں نے پہلے دروازہ کھولا' پھر چند لمحوں بعد اس کے کمرے پہ دستک دی۔

"لیس....."

"سر! وہی والٹ والے صاحب آئے ہیں۔" معید الرحمان صاحب نے اطلاع دی تو اس میں کرنٹ دوڑ گیا۔ سر وہ اٹھایا اور کمرے سے باہر نکل آیا..... گرے کوٹ میں بلیک اسکارف گلے میں لپیٹے' سلیقے سے بال سنوارے وہ شخص اضطرابی کیفیت میں راہداری میں ٹہل رہا تھا اور پینٹنگ کا جائزہ لے رہا تھا اسے دیکھ کر وہ مصافحہ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔

"ہائے۔"

"صبیح احمد!" اس نے آئی ڈی کارڈ کی تصویر اور نام سے پکارا۔

"جی! میں صبیح احمد۔" وہ متانت سے مسکرائے۔

"آئیں بیٹھیں۔"

"نہیں میں جلدی میں ہوں۔"

"ایسی بھی کیا جلدی کافی کا کپ ہو جائے' یہ آپ کی امانت میں فوری طور پر آپ کو رابطہ نہ کر سکا صبح کوشش کرتا۔"

"شکریہ! لیکن صبح تک میرے لیے مسئلہ ہو جاتا' شکر ہے مجھے یاد رہا آپ کو پہلے ڈراپ کرنا سود مند رہا۔" وہ خاصے خوب صورت لب و لہجے میں بولے۔

"پلیز بیٹھیے تو۔" اس نے دانستہ اصرار کیا۔

"معذرت باہر ٹیکسی کھڑی ہے ویسے بھی مجھے میڈیسن لینی ہیں۔"

"تو آپ اطمینان سے بیٹھیں میں آپ کو ڈراپ کرا دوں گا۔"

"تھینکس! مجھے اچھا لگا پھر کبھی میں یہاں معائنے کے لیے آیا ہوں۔"

"خیریت۔"

"دل کا مریض ہوں' میں نے سال پہلے یہیں سے بائی پاس کرایا تھا۔" وہ بولے۔

"اللہ آپ کو صحت دے۔"

"شکریہ! میں کوشش کروں گا کہ آپ سے مل کر جاؤں۔"

"جی مجھے بھی آپ سے ملنا تھا۔"

"جی۔"

"مطلب آپ کا بٹوہ پہنچانا تھا' کوئی کانٹیکٹ نمبر اس میں نہیں تھا سو اس لیے تاخیر ہوئی' صبح یہاں کے قانون کے مطابق رابطہ کرتا۔"

"چلیں شکر ہے اس تردد سے بچت ہوگئی۔"

"آپ اپنا والٹ چیک کرلیجیے۔"

"ارے کیا بات کرتے ہیں' سب ٹھیک ہوگا ویسے آپ نے اپنا تعارف نہیں کرایا۔"

"مجھے عارض کہتے ہیں۔"

"اوکے نائس ٹو میٹ یو۔"

"کل کچھ وقت لگالیے گا۔"

"کوشش' مگر وعدہ نہیں۔"

"وہ اس میں آپ کی......" وہ پوچھتے پوچھتے رک گیا۔

"اوکے بائی پلیز رو۔"

"آپ کا منتظر رہوں گا۔" وہ چاہتے ہوئے بھی تصویر کے متعلق نہ پوچھ سکا۔ وہ چلے گئے تو وہ پژمردگی کے ساتھ کمرے میں واپس آ گیا۔

+✖+......✖......+✖+

جونہی تیار ہو کر وہ باہر نکلا تو جہاں آرا کو بھی تیار کھڑا پایا۔

"خیریت کہیں جارہی ہیں۔" صفدر نے پوچھا۔

"ہاں! تمہارے ساتھ جارہی ہوں۔" انہوں نے بڑی سادگی سے کہا تو وہ سمجھ گیا کہ وہ کہاں جانا چاہتی ہیں۔

"میرے ساتھ' کہاں؟" وہ بھولپن سے بولا۔

"میری بہو کے پاس۔"

"اس وقت میں آفس کے لیے لیٹ ہورہا ہوں۔" اس نے معقول بہانہ گھڑا' مگر وہ بگڑ گئیں۔

"کہیں نہیں جارہے میرے ساتھ زیبا کو لینے جارہے ہو بس۔" اس کے بہانے پر انہوں نے تحکم سے کہا۔

"مگر وہ نہیں آنا چاہتی۔"

"کیوں؟ والدین سے ملنے گئی تھی' گھر چھوڑ کر تو نہیں گئی۔"

"وہ گھر ہی چھوڑ کر گئی تھی۔"

"تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو؟" وہ چلا اٹھیں۔

"اس لیے کہ اس نے نہ آنے کا کہا ہے۔"

"اچھا! مجھے لے چلو میں خود اس سے پوچھوں گی کہ وہ ایسا کیوں کررہی ہے؟"

"اس کی ضرورت نہیں کیونکہ مجھے اس کے نہ آنے کی وجہ معلوم ہے۔"

"کیا وجہ ہے؟"

"چھوڑیں لعنت بھیجیں۔"

"کیسے؟ ہمارے گھر کی عزت ہم چھوڑ دیں۔"

"جی امّاں تو بھی یہی ہے۔"

"تم نے تو اس کے والد کی بیماری کا کہا تھا۔"

"وہ بھی وجہ ہے۔"

"دیکھو صفدر! مجھے تالو نہ مجھے سچ بتاؤ میں نے تمہاری شادی اس لیے نہیں کی تھی میرا گھر ویران اور اداس رہے۔" وہ بے بسی سے امت الرحمٰن کے تخت پر بیٹھ گئیں۔ صفدر کو ان پر پیار بھی آیا اور دکھ بھی بہت ہوا وہ کب چاہتا تھا کہ اس کی پیاری ماں کو یہ صدمہ پہنچے مگر حالات اس ڈگر پر لے آئے تھے وہ اپنے اندر کے مرد کو شکست نہیں دے سکتا تھا۔ اس حقیقت کے باوجود کہ وہ اس کی موہنی صورت اپنے دماغ سے نہیں نکال سکا تھا' یہ احساس بھی من میں گدگدیاں کرتا تھا کہ زیبا کی کوکھ میں اس کا احساس پروان چڑھ رہا ہے' وہ اس کا اپنا بچہ ہے' لیکن یہ سوچ اس وقت سفاکی سے خودکشی کر لیتی جب وہ زیبا کی بھول پر نگاہ ڈالتا تو دماغ کی رگیں چٹخنے لگتیں' مٹھیاں بھینچ جاتیں' خون شریانوں میں تپتے ہوئے لاوے کی صورت اختیار کر لیتا اور اس کی روح تک جھلس جاتی۔

"صفدر! کیا سوچنے لگے؟" امی نے مخاطب کیا تو وہ چونکا۔

"کچھ نہیں امی! مجھے دیر ہو رہی ہے' واپسی پر بات کریں گے۔"

"نہیں' مجھے ابھی بتاؤ۔"

"امی! پلیز زیبا علیحدگی چاہتی ہے۔"

"اور تم' تم نے اسے کیا کہا ہے؟" انہوں نے الٹا سوال کیا۔

"آپ مجھ پر شک کر رہی ہیں' میں نے اسے گھر آنے کا کہا ہے۔" وہ ہکلایا۔

مجھے اس کی والدہ سے بات کرنی چاہیے۔"

"چھوڑیں' وہ چاہے گی تو آ جائے گی ورنہ رہے ماں کے پاس۔" وہ یہ کہہ کر جانے کے لیے آگے بڑھا۔

"مجھے ایسا لگتا ہے کہ تم خود نہیں چاہتے کہ وہ آئے۔"

"آپ حقیقت جان لیں گی تو خود بھی ایسا ہی چاہیں گی۔" اس نے تلخی سے مدھم لہجے میں کہا۔

"ناشتہ تو کر لو۔"

"بس اب آفس میں کروں گا۔" وہ عجلت میں کہتا ہوا نکل گیا۔

دفتر کے ضروری کام نمٹا کے وہ سیدھا زیبا کے پاس پہنچ گیا۔ اس کی طبیعت کچھ خراب تھی...... کمرے میں لیٹی چھت کو گھور رہی تھی...... وہ حاجرہ بیگم کو سلام کر کے سیدھا اس کے کمرے میں آ گیا' وہ اچانک اس غیر متوقع آمد پر حیران پریشان سی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم کتنے مزے میں ہو' میری زندگی اجیرن بنا کے۔" اس کی نگاہوں سے چنگاریاں نکلیں۔

"جس کا ماضی جہنم ہو' حال جہنم کا عذاب اور مستقبل کا نشان نہ ہو وہ بھلا کیا مزے کرے گا؟" وہ بولی۔

"یہ سب تمہارا اپنا کیا دھرا ہے؟" اس نے دانت کچکچائے۔

"اسی لیے' مزے بھی تو میں ہی کر رہی ہوں۔" اس نے اس طرح جواب دیا کہ صفدر کے دل پر چرکہ لگا وہ بھوکے شیر کی طرح جھپٹا اور رجا...... اس کے نازک کندھوں پر پورا غصہ نکالتے ہوئے حد کر دی...... وہ تھر تھر کانپنے لگی۔

"صفدر...... صفدر' چھوڑیں مجھے......" بمشکل کہہ سکی۔

"جی تو چاہتا ہے کہ تمہاری جان لے لوں۔" اس نے انتہائی غصے کے عالم میں زور سے جھٹکا دے کر چھوڑا۔

"یہی بہتر ہے آپ کے لیے۔" اس نے کندھے سہلاتے ہوئے کہا۔

"میں تمہارا جینا حرام کردوں گا' میری امی نے میرے لیے سوالات کھڑے کر رکھے ہیں' کہہ دیا ہے میں نے انہیں کہ تم خلع چاہتی ہو' اور اب تم بھی یہی کہو گی۔"

"کیوں...... میں کیوں کہوں؟ آپ مجھے میرے بچے کو بلکہ اپنے بچے کو قبول نہیں کر رہے' آپ انہیں بتائیں۔" وہ تڑ کی بہ تڑ کی بولی۔

"یعنی تم مجھے بتاؤ گی۔" وہ حیران ہو کر طنزیہ مسکرایا۔

"آپ کیوں بھول جاتے ہیں' میں اپنے بچے کی زبان بولتی ہوں' میں چاہتی ہوں کہ یا آپ ہم دونوں کو قبول کریں ورنہ ہماری آزادی کا اعلان کردیں' بتادیں اپنی امی کو کہ سچ کیا ہے؟" وہ ہر لفظ چبا چبا کر بولی تو وہ سنانے میں آگیا۔

"مطلب؟"

"مطلب یہی کہ میں نے اپنی امی کو سب بتادیا ہے۔"

"تو...... تم مجھے بلیک میل کررہی ہو۔"

"میری کیا مجال' میں تو گناہ گار اور آپ کی مجرم تھی۔"

"تھی...... مطلب۔"

"اگر آپ میرے قریب نہ آتے تو میں مجرم' گناہ گار اور خطا کار تھی مگر آپ نے مجھے بیوی کا مقام دیا تو میں اب آپ کی بیوی ہوں۔"

"شٹ اپ تم اور میری بیوی۔"

"تو ٹھیک ہے مجھے آزاد کردیں۔"

"کاش! میں تمہیں اس حالت میں اٹھا کر باہر پھینک سکتا۔" وہ تلملا کر بولا۔

"میں انتظار کروں گی۔"

"میں تمہیں ہرگز معاف نہیں کروں گا۔" وہ بے بسی کے عالم میں جھلا کر واپس لوٹ گیا اور اس کے مقابل سیسہ پلائی دیوار بن کر جنگ کرنے والی اس کے جاتے ہی بستر پر گر کے ہچکیوں سے رونے لگی' کتنا مشکل تھا اس قدر تذلیل برداشت کرنا۔

+✖+......✖......+✖+

شام کے ملگجے سائے چار سو آگئے تھے۔

وہ شہر سے دور خاموش کم آمد و رفت والی سڑک پر ایک طرف گاڑی کھڑی کر کے باہر نکلا' لمبے لمبے سانس لیے' چند لمحے آسمان کی وسعتوں پر نگاہ ڈالی پھر جیب سے سیل فون نکال کر صفدر کو فون کیا۔

"کیسے ہو......؟" مردہ سی آواز میں پوچھا۔

"زندہ ہوں' پر زیادہ دن زندہ رہوں گا نہیں۔" صفدر نے بے بسی سے کہا۔

"کیا بات ہے......؟" عارض نے فکرمندی سے پوچھا۔

"عارض! یار میں مر جاؤں گا' میرا دل پھٹ جائے گا' کوئی نہیں جس کے سامنے دل کا بوجھ اتاروں...... میں مزید کیسے اپنے اندر کی آگ برداشت کروں' آج میں بہت بے بس اور بے چارگی محسوس کررہا ہوں......" صفدر عارض کے پوچھتے ہی ایک سانس میں بولتا چلا گیا۔

"اگر میں یہ کہوں کہ میرا بھی تم جیسا ہی حال ہے' میں بھی یہاں تنہا اپنے اندر ہی اندر سلگ رہا ہوں' تم کیا جانو مجھ پر ان دو دنوں میں کیا قیامت گزری ہے۔" عارض تو حقیقتاً اپنی الجھنوں کا شکار تھا۔

"تو آ جاؤ کیوں دور بیٹھے ہو؟" صفدر بے قرار ہوگیا۔

"ہاں! آنا تو ہے لیکن کچھ وقت چاہیے۔"

"کیا مسئلہ ہے؟"

"میں نے سراب کی تمنا کی تھی کاش جان سکتا۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"چھوڑو جلد سمجھاؤں گا تم اپنی سناؤ مسئلے کا حل کیا نکلا؟"

"اگر مسئلے کا حل ہوتا تو میری یہ حالت ہوتی مجھے نجات کا رستہ نہیں مل رہا میں نے امی کا آج کس طرح سامنا کیا ہے یہ مجھے پتا ہے۔ ہنزیلہ اپنے فیصلے پر اڑی ہوئی ہے۔"

"ایک بات کہوں ٹھنڈے دل سے سوچو تمہارا بچہ ہے زمانہ اس کا کیا حال کرے گا۔" عارض نے اپنے تئیں سمجھانے کی بھرپور کوشش کی۔

"مجھے زمانے سے مطلب نہیں۔"

"اب ہو بھی کیا سکتا ہے؟"

"اگر وہ بچے سے نجات حاصل کر لے تو میرے گھر میں پڑی رہے۔"

"درگزر سے کام لو امی کا سوچو نہیں بچے کی آرزو ہے معاف کردو بھابی کو۔" عارض نے ایک کوشش اور کی۔

"اوکے پھر بات ہوگی اس وقت میں بہت ڈسٹرب ہوں۔" صفدر کو اس کی نصیحت نہیں بھا رہی تھی اس لیے فون بند کر دیا۔ وہ کسی کی کوئی بات سننے کو تیار نہیں تھا۔

+✲+......✲......+✲+

جب وہ گھر پہنچا تو ٹی وی لاؤنج میں مکمل خاموشی تھی۔

شیر دل بابا نے زرمینہ آپا کے سو جانے کی خبر دی تو وہ اپنے کمرے کی طرف آ گیا۔ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو بوبی کو کمرے میں دیکھ کر ٹھٹکا۔

"خیریت میرے کمرے میں کیوں ڈیرے لگا رکھے ہیں؟"

"خالی کمرے میں سرگرداں تھا۔"

"کیوں بھئی؟ ایسا کیا ہوگیا۔" وہ اطمینان سے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"تو اور کیا کرتا مصروف شرمین بی بی کے پاس تو میرے لیے وقت ہی نہیں ہے کیا فرق پڑ جاتا جو شاپنگ کے لیے میرے ساتھ چلی جاتیں۔" وہ بھنا کر بولا۔

"ہیں! کیوں مجھے اکیلے کیا خطرہ تھا؟"

"گم ہو جاتی مجھے اکیلے سڑنے کے لیے بلایا ہے۔"

"اکیلے کہاں تھے؟ بابا کے پاس بیٹھتے میرے کمرے میں بیٹھنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"یہاں تمہاری خوشبو تھی میں نے تمہارا اسکارف اپنے چہرے پر ڈالا تو تمہارے حصار میں قید ہوگیا۔"

"بوبی! آپ کی یہ باتیں ایک دم گھٹیا مقام پر لے آئی ہیں۔" وہ کچھ کھردرے سے لہجے میں بولی۔

"تم اتنی بور کیوں ہو؟" وہ اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے بولا۔

"بوبی! میں چاہتی ہوں کہ جتنی جلد اس حقیقت کو تسلیم کر لو گے اتنا بہتر ہوگا۔ میرے اور تمہارے درمیان ایک ہی رشتہ ہے

وہ بے احترام اور عزت کا..... کوئی اور بھی ہے جس سے برابری کا رشتہ ہے۔"
"میرے اور تمہارے درمیان صرف اور صرف محبت' عشق کا تعلق ہے۔" وہ ڈھٹائی سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے بولا۔
"پلیز! اپنے کمرے میں جاؤ۔" وہ اکتا سی گئی۔
"میں نے ہار نہیں مانی۔"
"عقل سے کام لو ورنہ پچھتاؤ گے۔"
"شرمین! میں سچ سچ تمہارے کہنے پر آیا ہوں اگر تم نے بے وفائی کی تو میں اپنا خاتمہ کرلوں گا۔" وہ یہ کہہ کر باہر چلا گیا' وہ بوجھل آنکھیں موند کر خود کو سکون دینا چاہتی تھی کہ حمیدہ نے آ کر کہا۔
"بی بی جی! کھانا لگا دوں۔"
"نہیں ابھی نہیں۔"
"کھالیں' بو بی صاحب نے دوپہر سے کچھ نہیں کھایا۔"
"کیوں......؟" وہ حیرانی سے بولی۔
"بس ایک ہی جواب دیتے رہے کہ شرمین کے ساتھ کھاؤں گا۔"
"میں تم لوگوں کو بتا کر گئی تھی کہ آفس سے واپسی پر مارکیٹ جانا ہے پھر کھانا کیوں نہیں لگایا۔"
"لگاتے تو تب جب وہ کھانا چاہتے بڑی بیگم صاحبہ کو کھانا کھلا دیا تھا مگر انہوں نے آپ کے بغیر کھانے سے انکار کردیا تھا۔"
"تو رہنے دو میں فی الحال آرام کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے قطعی بے زاری ظاہر کی اور بیڈ پر دراز ہوگئی۔ حمیدہ چپ چاپ کمرے سے باہر چلی گئی۔

+✖+......✖......+✖+

ہوٹل کی لابی میں عارض کو دیکھ کر صبیح احمر مسکرا کر آگے بڑھے۔
"او مسٹر عارض امیر نے آج خود بھی آپ سے ملنے آنا تھا۔"
"ابھی میں یہاں سے گزر رہا تھا سوچا مینجر نے آپ کا تذکرہ کیا تو میں آ گیا۔"
"بہت اچھا کیا..... کیا منگواؤں چائے' کافی' سافٹ ڈرنک۔" انہوں نے پوچھا۔
"کسی تکلف کی ضرورت نہیں۔"
"تکلف کیسا؟"
"مجھے آپ سے پوچھنا تھا کہ آپ کی مسز......؟" عارض کے دل میں جو طوفان تھا وہ زبان پر آتے آتے رک گیا۔
"وہ اب میری زندگی میں نہیں۔" وہ کرب سے مسکرائے۔
"مطلب.....وہ وہ اصل آپ کے والٹ میں تصویر تھی......" وہ پھر جھجک کر رک گیا۔ دل میں خوف تھا' پریشانی تھی' اضطراب تھا۔
"تصویر......؟ وہ میری سرمایہ ہے' بائی لو۔" انہوں نے فخر و محبت سے چور چور لہجے میں جھوم کر اس کے وجود پر بڑا سا پہاڑ گرا دیا' ایک لمحے کو وہ نہ کچھ سن سکا اور نہ دیکھ سکا' پتھرا سا گیا۔
"کافی منگواتا ہوں۔" انہوں نے اسے خاموش دیکھ کر کہا تو وہ ہوش کی دنیا میں آ گیا۔
"تھینکس میں ذرا جلدی میں ہوں۔" وہ بے جان سے قدموں پر اٹھ کھڑا ہوا۔

"او کے! آپ سے ملاقات یادر ہے گی شاید دوبارہ ملاقات بھی ہو۔" وہ بولے۔

"شاید......" وہ بڑبڑا کر تیز قدموں سے باہر نکل آیا‘ جسم سے جیسے جان نکل کر صبیح احمد کے والٹ میں رہ گئی۔ یہ سننے کا تو حوصلہ ہی نہیں تھا۔ وہ پیچھے سے کچھ کہتے رہے مگر وہ رکا نہیں اپنے آپ کو گھسیٹتے ہوئے ہوٹل سے باہر نکلا‘ معید الرحمان نے اس کے چہرے کا رنگ متغیر دیکھ کر پوچھا۔

"سر! آپ ٹھیک تو ہیں۔"

"ہمم ہاں چلو۔" وہ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بولا۔

"واہ عارض صاحب! یہ بھی ہونا تھا‘ فراق یار کی بارش ملال کا موسم ہمارے شہر میں اترا کمال کا موسم‘ وہ اک دعا میری جو نامراد لوٹ آئی‘ زبان سے روٹھ گیا پھر سوال کا موسم‘ جو بے یقین ہوں بہاریں اجڑ بھی سکتی ہیں‘ وہ آ کے دیکھ لیں مرے زوال کا موسم‘ عارض صاحب کی تباہ حالی کا‘ دل کی بربادی اور ہستی کی مسماری کا موسم دیکھو‘ ہلکی ہلکی بارش میں کمرے کی کھڑکی سے باہر سڑک پر نظریں مرکوز تھیں‘ خنک ہوا کے جھونکے چہرے سے ٹکرا رہے تھے‘ ایک دم زوردار چھینک آنے سے اسے احساس ہوا کہ سردی ہے‘ کھڑکی بند کردی جائے...... مگر اندر جو سردی اتر چکی تھی اس سے کیسے محفوظ رہا جاتا...... دل نے تمام تر حدتوں اور شدتوں سمیت شرمین کو نکال باہر کیا‘ وہ تو پہلے ہی الجھن میں گرفتار تھا‘ اپنی محبت کا جواب اب تک شرمین نے نہیں دیا تھا اور اب یہ انکشاف کہ صبیح احمد کے بٹوے میں اس کی تصویر اور ان کے دل و دماغ میں اس کی محبت رچی بسی ہے‘ وہ ان کی محبت ہے‘ یقیناً وہ بھی صبیح احمد سے اتنی ہی محبت کرتی ہوگی‘ یہ بات اس نے چھپا کر رکھی بتائی تک نہیں‘ یہ سوچ کر غم و غصے سے مضطرب ہوگیا‘ حل کوئی نہیں تھا جواب کوئی نہیں تھا‘ سوائے ادھیڑ بن کے‘ بے چینی اور بے بسی کے‘ اس نے دل کی گہرائیوں سے اسے چاہا لیکن وہ کسی اور کی چاہت ہے‘ کسی اور کی محبت ہے‘ پھر بھلا میں اسے کیسے دل میں رکھوں؟ وہ میرے دل میں بھی رہے اور صبیح احمد کے بھی یہ تو ناممکن ہے اور مجھے قبول نہیں۔ "نہیں شرمین میں یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ کسی کی محبت پر ڈاکہ ڈالوں‘ میں تمہیں مجرم نہیں کہتا اور ظالم میں بھی نہیں بننا چاہتا‘ تم صبیح احمد کی محبتوں میں تابندہ رہو‘ میں تمہیں بھلانے کی کوشش کروں گا۔ مجھے معلوم ہے یہ مشکل کام ہے لیکن آخر یہ کرنا ہی ہے...... تم نے ٹھیک کیا محبت کے اعتراف اور اظہار سے انحراف کیا‘ کیونکہ یقیناً تم اپنی پہلی محبت کیسے فراموش کرسکتی تھیں‘ میں ہی نادان تھا کہ تمہاری محبت میں گرفتار ہو کر سب کچھ بھول گیا‘ لیکن تم نے اچھا کیا جو سرد مہری سے اپنا ردعمل ظاہر کیا‘ اب تم سے کچھ پوچھنے اور جاننے کی ضرورت نہیں رہی‘ تم اپنی آزاد خود مختار زندگی جیسے چاہو جس کے ساتھ چاہو بسر کرو‘ مجھے کوئی حق نہیں‘ میں نہ تمہیں شرمندہ کروں گا اور نہ جتلاؤں گا۔"

+✱+......✱......+✱+

اکاؤنٹس کمیٹی ممبران کے ساتھ تقریباً دو گھنٹے میٹنگ جاری رہی۔ میٹنگ ختم ہونے پر اس نے تھکن سی محسوس کی...... کچھ بھوک بھی لگی ہوئی تھی‘ صبح کچھ جلدی تھی یا پھر بھول چوک ہوئی کہ وہ کسی سے بھی ملے بغیر آ گئی تھی اپنے لیے چائے اور سینڈوچ منگوا کر ایک لقمہ ہی لیا تھا کہ آغا جی آ گئے وہ انہیں اچانک دیکھ کر متحیر ہوگئی۔ ان کی محبت اور گرم جوشی پہلے سے بڑھ کر تھی۔

"بابا آپ عارض کو ساتھ کیوں نہیں لائے؟" اس نے سنجیدگی سے گلہ کیا تو وہ سمجھ گئے کہ وہ عارض کو مس کررہی ہے۔

"آجائے گا جلد‘ بس من موجی ہے۔" انہوں نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔

"وہاں رہنے کا جواز کیا ہے؟" اس نے دل میں چھپا شک ظاہر کیا۔

"یہ اس سے فون پر پوچھنا آخر منگیتر ہے آپ کا۔"

"مجھ سے تو اب بات ہی نہیں ہوتی۔"

"مطلب......"

"بس کچھ میں معروف ہوتی ہوں اور وہ بھی شاید مصروف ہوتے ہیں۔"
"اوں ہنہ۔" بس اب سیر سپاٹے کرتا ہے منیجر بتا رہا تھا کہ اب تک آفس جا کر اسٹاف سے میٹنگ تک نہیں کی۔"
"پھر لکی کیا بات ہے؟"
"یہ تو میری سمجھ میں بھی نہیں آتا کچھا بجھا بجھا باتیں کرتا ہے۔"
"خیر آپ کب آئے ہیں صفدر بھائی سے ملاقات ہوئی۔" اس نے بڑے حوصلے سے موضوع بدلا۔
"کل شام ہی آیا ہوں صفدر کو فون کروں گا۔"
"اور صفدر بھائی۔ کے ذمے لگائیے کہ وہ عارض سے پوچھیں۔"
"عارض کا کچھ مسئلہ ہے ضرور کیونکہ وہ صفدر سے بھی زیادہ رابطہ نہیں کرتا۔" انہوں نے سنجیدگی سے کہا تو وہ کچھ فکرمند ہوئی..... مگر ظاہر نہ ہونے دیا۔
"چلیں کوئی وجہ ہوگی میں خود عارض سے پوچھ لوں گی۔"
"ہنہ بھی تو میں چاہتا ہوں کہ تم اس سے رابطہ رکھا کرو۔" وہ خوش ہو گئے۔
کچھ دیر بیٹھنے کے بعد وہ چلے گئے۔ اس وعدے کے ساتھ کہ وہ ان کے پاس چکر لگایا کرے گی ان کے جانے کے بعد اس نے انا کو بالائے طاق رکھ کے عارض کا نمبر ملایا..... مگر فون آف تھا.... دو تین بار کوشش کرنے کے بعد اس نے سیل فون رکھ دیا..... اور سوچنے لگی کہ عارض کو کیا مسئلہ درپیش ہے جس کا نہ بابا کو بتا رہا ہے اور نہ وہ اس سے شیئر کر رہا ہے۔ پھر غیر ضروری وہاں اس کا قیام کتنی تشویش کی بات تھی۔
"یا خدا میں کیسے عارض کے دل کی بات جان پاؤں چھوٹی سی بات کہہ کر رابطہ منقطع کر لیا میری زندگی بیچ منجدھار میں پھنسی ہے کاش امی کسی حتمی فیصلے تک جلد پہنچ سکتی بوبی کے آنے سے پہلے عارض کا ساتھ حاصل ہو جاتا تو بوبی کی آمد سے کچھ خاص فرق نہ پڑتا مگر اب اب تو وہ ہر وقت کا ایک مسئلہ بن گیا تھا۔ کاش! دنیا میں لڑکیاں تنہا نہ ہوا کریں۔" اس کی دکھ سے بھری حسرت بلند ہوئی پھر اسے اماں جان کی بات یاد آ گئی کہ تم کیسے اللہ کی حکمت پر کچھ کہہ سکتی ہو بیٹا! اللہ بہتر جانتا ہے کہ بیٹیوں کی تنہائی کیسے دور کرنی ہے۔" یہ یاد آتے ہی اس کی پلکیں بھیگ گئیں۔ بڑی دیر وہ انہیں یاد کرتی رہی۔

+✖+ ..... ✖ ..... +✖+

ننھی کپڑے استری کرنے کے بعد زیبا کے لیے سیب کاٹ کر لائی تو زیبا کو بہت متفکر دیکھ کر بولی۔
"اب آ ہی گئی ہو تو اطمینان سے رہو لو یہ سیب کھاؤ۔"
"ننھی! اماں بہت رو رہی تھیں میرا دل ان کے لیے تڑپ رہا ہے۔" وہ اماں کا تذکرہ کرتے ہوئے رو دی۔ ننھی بھی افسردہ ہو گئی۔ اسے گلے سے لگا کر تسلی دینے کی کوشش کی۔
"ایسے حالات میں ان کا رونا یقینی بات ہے اور تمہارا انہیں یاد کر کے آنسو بہانا بھی سچا ہے مگر یہ جبر تو کرنا ہی ہوگا مشکل سے نکلنے کے لیے حوصلے سے کام لینا پڑتا ہے۔"
"مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ امتحان ختم نہیں ہوگا میری زندگی ختم ہو جائے گی۔ ایک میری وجہ سے کتنے لوگ پریشان ہو گئے ہیں۔"
"اللہ غرق کرے اس بدبخت کو جہاں ہو ذلیل و خوار ہو ساری مشکلات اس کی وجہ سے شروع ہوئیں نہ وہ محبت کا کھیل کھیلتا اور نہ تمہیں برباد کرتا۔" ننھی نے نفرت اور حقارت سے کہا تو اسے جیسے خود سے گھن آنے لگی۔
"مت لو اس کا نام۔"
"مجھے صفدر بھائی پر حیرت ہے ذرا سا بھی بڑا پن نہیں دکھایا انہوں نے تم بیوقوف ہو گھر جا کر ان کی امی کو حقیقت بتا دو انہیں

تو اپنے پوتے پوتی سے محبت ہوگی۔"

"نہیں جب صفدر کے دل میں میری عزت نہیں وہ مجھے قبول نہیں کررہے تو میرے بچے کو کیسے قبول کریں گے؟ اور مجھے اپنے بچے کی یہ توہین قبول نہیں۔ میں اب ممتا کے احساس سے فیصلہ کرچکی ہوں۔" زیبا نے صاف مسترد کردیا نغمی کی بات کو۔

"سوچ لو کبھی نہ کبھی تو صفدر بھائی کو اپنے بچے کا احساس ہوگا۔"

"اس وقت تک بہت دیر ہوچکی ہوگی۔"

"خیر تم ٹینشن نہ لو میں نے تو صبح آفس جانا ہے تمہارے لیے کھانا پکا کر فریج میں رکھ دیا ہے۔ وقت پر کھالینا اور ہاں دودھ جوس اور پھل بھی رکھے ہیں ضرور لے لینا۔ میں شام چار بجے تک آتی ہوں۔" نغمی نے اسے اپنی عدم موجودگی میں تنہا ہونے کے باعث ضروری ہدایت کی۔

"شاید اماں آئیں۔" اس نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔

"اچھی بات ہے تم ان سے بحث نہیں کرنا۔"

"بحث نہ کرنے کے لیے ہی تو یہاں آگئی ہوں۔"

"یہ سوچ لو کہ صفدر بھائی بھی وہاں آسکتے ہیں۔" نغمی نے خدشہ ظاہر کیا۔

"تو اماں بتادیں گی ویسے بھی میں اب صفدر کی زندگی سے آگے نکل آئی ہوں وہ بہت کٹھور ہے اب شاید ہی آئے۔"

نغمی نے اثبات میں گردن ہلائی' کچھ دیر سوچا اور پھر بولی۔

"میرا دل چاہتا ہے کہ میں صفدر بھائی کے گھر جاؤں ان کی امی کو سب کچھ بتاؤں۔"

"پلیز! امی فضول باتیں نہ سوچو۔"

"چلو ٹھیک ہے تم آرام کرو جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں ذرا کچن کی صفائی کرلوں۔" نغمی اٹھ کر چلی گئی تو وہ کروٹ لے کر اشک بہانے لگی۔ نغمی کو کیا بتائے کہ بظاہر صفدر سے جنگ لڑنے والی اندر سے کس قدر شکستہ ہے۔ "میرے اندر کیسے طوفان ہیں؟ کتنے عذاب ہیں؟ میری آنکھیں اشک بہاتے بہاتے مٹی ہوجائیں گی...... سب خواب بکھر جائیں گے ایسا لگتا ہے دریا کی دہلیز پر آنکھیں ٹھہری ہیں' جانے کتنا وقت لگے گا سارے خواب بہانے میں...... ؟ صفدر تو ایک فرض سا شخص تھا میری بدقسمتی سے وہ بھی مجھ سے قضا ہوگیا...... اب زندگی کی آرزو کہاں رہی؟ بس اپنی اولاد کے لیے زندگی کے بہانے ڈھونڈ رہی ہوں۔" وہ سوچتے سوچتے سوگئی۔

+✿+......✿......+✿+

اسے گمان تک نہیں تھا کہ بوبی چار وقت سے بھوک ہڑتال پر ہے محض اس کی وجہ سے...... اب اس کی طبیعت خراب ہوگئی اور ڈاکٹر کو بلانا پڑا...... ڈاکٹر صاحب کو گیٹ سے نکلتا دیکھ کر اس نے چوکیدار سے پوچھا تو اس نے لاعلمی ظاہر کی ٹی وی لاؤنج میں شیر دل بابا کو دیکھا تو ان سے دریافت کیا' انہوں نے ساری بات بتائی تو وہ سخت حیران پریشان سی بوبی کے کمرے میں آگئی۔ زینت بیٹے کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھیں' بوبی کئی مہینوں کا بیمار دکھائی دے رہا تھا' خشک پپڑی زدہ ہونٹ اور پیلی رنگت' وہ شرمندہ سی آگے بڑھی۔

"اسے کیا ہوا؟" اس نے زینت آپا سے پوچھا۔

"پاگل پن اور کچھ نہیں۔" زینت آپا نے خشک سا جواب دیا۔

"وہ ڈاکٹر صاحب ابھی گئے ہیں مجھے فون کردیا ہوتا۔" وہ پریشان سی ہوکر بولی۔

"حمیدہ نے تمہیں بتایا تو تھا کہ یہ گدھا تمہارے بغیر کھانا نہیں کھارہا۔" انہوں نے طنز کیا تو نہیں البتہ بہت سنجیدہ لہجہ

اختیار کیا۔ وہ بہت نادم سی ہوگئی۔

"تو مجھے کال کرلی ہوتی۔"

"سیدھی سی بات ہے ایسی باتیں سوچتی ہی نہیں چاہئیں۔"

"اچھا اب ڈاکٹر نے کیا کہا؟"

"کچھ نہیں ویک نیس ہے یخنی جوس اور فروٹ وغیرہ دیں۔"

"میں بنا کر لاتی ہوں۔" وہ بولی تو انہوں نے روک دیا۔

"نہیں وہ خانساماں بنارہا ہے بس تم اسے پلا دینا۔ میں وضو کرکے شکرانے کے نفل پڑھ لوں۔"

"جی ٹھیک ہے۔" اس نے کہا تو وہ چلی گئیں۔

"بوبی..... بوبی۔" ان کے جانے کے بعد اس نے دھیرے سے پکارا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ خوش ہوگئی۔

"یہ کیا بچپنا ہے؟"

"کیا.....؟" بڑی معصومیت سے پوچھا گیا۔

"کھانا نہ کھانا اور طبیعت خراب کرنا۔" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"تمہارے بغیر کبھی نہیں کھاؤں گا کیا تم پوچھ نہیں سکتی تھیں۔"

"بوبی! مجھے تو خیال تک نہیں آیا کہ اب بچوں کی طرح تمہیں کھانا بھی کھلانا ہے۔"

"کیا مطلب.....؟"

"یہی کہ بیار ہو جانے کی ضرورت تھی کیا؟"

"میں بہت ضدی ہوں اگر تم نے آزمانا ہے تو آزمالو۔" اس نے جواب دیا وہ اس کی معصومیت پر مسکرائی جواب اس لیے نہیں دیا کہ حمیدہ یخنی لے آئی تھی۔

"چلو اب یخنی پیو۔"

"تم زہر پلاؤ گی تو وہ بھی پی لوں گا۔" اسے نقاہت سی ہورہی تھی بمشکل تمام ذرا سیدھا ہوکر بیٹھا..... شرمین اس کے قریب کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"تم نے میرے بغیر کیسے کھایا؟"

"جیسے سب کھاتے ہیں۔"

"میں پھر کچھ نہیں کھاؤں گا یاد رکھنا۔"

"بوبی! ایسے کیسے کام چلے گا؟"

"مجھے نہیں پتا۔" اس نے یخنی کا سپ لیا اور جواب دیا۔

"یخنی ختم کرو میں کھانا لاتی ہوں جب تک کچھ کھاؤ گے نہیں طاقت نہیں آئے گی۔" وہ ٹال کر اٹھنے لگی۔

"پلیز! شرمین کہیں نہ جاؤ۔"

"ابھی آجاؤں گی۔"

"نہیں بس میرے پاس رہو میری نظروں کے سامنے۔" اس نے بڑھ کر اس کا دایاں ہاتھ جکڑ لیا۔

"اچھا! اچھا ٹھیک ہے ہاتھ تو چھوڑو۔"

"میں نے ہمیشہ کے لیے تھاما ہے۔"

"کیسا عہد؟"

"یہی کہ تمہارا ہاتھ کبھی نہیں چھوڑوں گا۔"

"مجنوں کے چچا اب بچنی ختم کرو۔" اسے ہنسی آ گئی۔

وہ شرمندہ سی ٹی وی لاؤنج سے گزر کر اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی کہ زینت آپا نے آواز دی۔.....وہ پلٹی اور ان کے پاس چلی آئی۔

"شرمین! میں نادم ہوں یوبی کی بے جا ضد کے باعث۔"

"کیوں؟"

"وہ بلاوجہ بچوں جیسی ضد کرنے لگتا ہے۔"

"ابھی اسے آئے کتنے دن ہوئے ہیں آفس جانے لگے گا تو مصروف ہو جائے گا۔" اس نے بڑے قرینے سے سمجھایا۔

"پھر اسے صبح ضرور لے کر جانا۔"

"جی! میں کچھ دیر بعد اس کے پاس آتی ہوں پھر سمجھا دوں گی۔ میں شرمندہ ہوں آپ کو تکلیف پہنچی۔" اسے احساس تھا کہ زینت آپا کو کتنی روحانی تکلیف ہوئی ہوگی۔ میں نے ان دونوں کو ہی نظر انداز کیا۔ وہ سوچ میں پڑ گئی۔

"ارے نہیں یوبی تو میرا جھلا ہے بے جا ضد کی۔"

"تاہم میں آئندہ خیال رکھوں گی۔" وہ بولی۔ زینت آپا نے مسکرا کر اثبات میں گردن ہلا دی۔ وہ گہری سوچ میں غلطاں اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

+✻+......✻......+✻+

کمرے میں ٹی وی چل رہا تھا۔ لیکن وہ تکیے میں منہ دیے لیٹا تھا۔ جہاں آرا کو حیرانی ہوئی۔ ٹی وی کا سوئچ مین بورڈ سے بند کر کے وہ اس کے قریب سرہانے بیٹھ گئیں۔

"کب تک اپنی آگ میں تنہا جلو گے میرے بچے۔" اس کے بالوں میں محبت سے انگلیاں پھیرتے ہوئے بولیں۔ اس نے تکیے سے منہ باہر نکالا۔

"امی خیریت۔" وہ ان کی بات کو یکسر نظر انداز کر گیا۔

"سب خیریت ہی تو ہے مجھے کیا معلوم تم دونوں کیا چاہتے ہو؟" وہ بہت افسردہ ہو کر بولیں تو اس نے بے قرار ہو کر ان کے ہاتھ چوم لیے۔

"امی! میں آپ کو پریشانی سے دور رکھنا چاہتا ہوں۔"

"تمہاری شادی کتنے ارمانوں سے میں نے کی تھی اور نتیجہ کیا نکلا؟ گھر کی ویرانی' گھر کی اداسی' تنہائی۔"

"سب مقدر کی بات ہے۔"

"تم زیبا کے پاس گئے تھے۔"

"ہوں!"

"تو پھر۔"

"پھر کیا وہ اپنی ضد پر قائم ہے۔"

"خلع چاہتی ہے۔"

"تو آپ فکر نہ کریں۔"

"کیا فکر نہ کروں؟" ان کا گلا رندھ گیا۔

"میں نے اسے بہت سمجھایا لیکن اس کی ایک ہی رٹ ہے۔" وہ نظریں چراتے ہوئے بولا۔

"میں کیسے یقین کروں اتنی بھولی اور معصوم ہے وہ۔" وہ بولیں۔

"معصوم معصوم تو آپ ہیں جنہیں کچھ نظر نہیں آیا۔"

"وہ کیسے ایسا کر سکتی ہے؟"

"چھوڑیں چلیں میں آپ کو باہر لے چلتا ہوں۔"

"رہنے دو میرا کسی کام میں جی نہیں لگ رہا۔"

"چلیں کھانا بھی باہر کھائیں گے۔"

"نہیں میں سالن گرم کرتی ہوں باورچی خانے میں ہی آجاؤ گرم روٹی پکاتی ہوں۔"

"اچھا! آپ چلیں میں آتا ہوں۔"

"میرے بچے! اللہ تمہاری آزمائش ختم کرے میرا کلیجہ پھٹا جاتا ہے کیا ہوگا اب تو محلے والے بھی پوچھنے لگے ہیں کہ بہو کہاں ہے "کب پوتے پوتی کی مٹھائی کھلا رہی ہو؟ کیا بتاؤں کسی کو۔"

"دفع کریں لوگوں کو ہم نے کسی کو کیا بتانا ہے بچہ اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے۔" وہ بولا۔

"ہاں بے شک اللہ ہی عظمت والا ہے۔" وہ اٹھتے ہوئے چپ کر گئیں..... تو وہ شرمندگی سے خود کو ملامت کرنے لگا۔

"ڈوب مرو سفیر! تمہاری ماں نے اس دن کے لیے پال پوس کر بڑا کیا شادی کی کہ تم جھوٹ بولو انہیں اپنی ضد کی بھینٹ چڑھاؤ اللہ نے تو اپنی رحمت سے زیبا کی کوکھ بھر دی ہے مگر تم نام نہاد مردانگی کے ہاتھوں اس معصوم کو قبول کرنے سے انکاری ہو..... یہ ضد غصہ چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟ زیبا کی سزا اپنے بچے کو اور یہ دکھ اپنی پیاری امی کو کیوں دے رہے ہو؟" تم نافرمان اولاد ہو بڑھاپے میں تمہاری ماں بے چین ہے اور تم تماشا دیکھ رہے ہو۔" ضمیر کی ملامت پر وہ تڑپ اٹھا۔

"یا اللہ! میں کیا کروں؟ میرا دل نہیں مانتا میں زیبا کو معاف نہیں کر سکتا میں شاید کمزور دل ہوں میری قوت ارادی اتنی مضبوط نہیں میرے اندر نفرت کرنے والا انسان پوری طاقت کے ساتھ موجود ہے میں اس کے زیر اثر ہوں کیسے باہر نکلوں بہت مشکل ہے..... اور زیبا بھی تو خود سری اور بے باکی پر اتر آئی ہے..... میں اس کی باتیں سنتا ہوں تو خون کھولنے لگتا ہے....." وہ ذہن جھٹک کے واش روم میں گیا ہاتھ دھوئے اور باہر کا رخ کیا۔

+✽+......✽......+✽+

کئی گھنٹے سے وہ مسلسل سونے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی..... دن بھر کی سب مصروفیات ہاتھ باندھے اس کے سامنے آ کھڑی ہوتی تھیں انہیں ذہن سے جھٹکتی تو بوبی کی حماقت بے کل کر دیتی۔ بوبی کے حد سے زیادہ بڑھتے لگاؤ سے اسے خوف آ رہا تھا وہ ہر وقت ہر پل اسے اپنے سامنے اور اپنے ساتھ رہنے کو کہنے لگا تھا جو کہ اس کے لیے ممکن نہیں تھا جیسے کھانا بھی اس کے بغیر نہیں کھاتا وہ اس طرح کیسے اس کی مرضی پر چل سکتی ہے اس کے تقاضے مہر والفت سے بھرپور سہی مگر انہیں وہ مان نہیں سکتی کیسے ان سب سے جان چھڑائے اس کو سمجھانا مشکل اس کو منع کرنا دشوار صرف اس کی مرضی پر عمل کرنا لازم ہو گیا تھا گھر میں یہ حال ہے تو آفس میں تو اور بھی مشکل ہو سکتی تھی..... دل نے کہا کہ سختی سے رد عمل ظاہر کرو مگر پھر اس کی نگاہوں میں ماں جیسی زینت آپا کا چہرہ آ جاتا اس کے آنے سے وہ کس قدر خوش دکھائی دے رہی تھیں۔ ایسے میں صرف ان کو دلی رنج ہوتا۔

"یا اللہ! میں کیا کروں؟ اپنی محسنہ کو صدمہ پہنچاؤں یہاں سے چلی جاؤں کیسے بوبی سے دور جاؤں.....؟" سوچتے

سوچتے اٹھ بیٹھی پھر ایک ہی امید کی کرن نظر آئی...... عارض...... دل نے گدگدایا شرمین عارض کو آواز دو اسے پکارو وہ جو سننا چاہتا ہے کہہ دو اسے بلالو وہ آجائے گا تو سب مسئلے حل ہوجائیں گے یوں ہی خود بخود دور ہوجائے گا اور تمہارے پاس محفوظ پناہ گاہ ہوگی۔ عارض تمہیں بے پناہ چاہتا ہے اسے پیار سے پکارو کہہ دو محبت بھرے وہ جملے جو تم نے اس کے لیے دل میں چھپا کے رکھے ہیں۔ وہ یقیناً تمہاری آواز پر دوڑا چلا آئے گا اسے بلالو وہ ناراض ہے صرف تم سے اسی لیے وہ نہیں آیا تم بلاؤ گی تو اڑ کر آجائے گا۔" ذہن نے اس طرح آمادہ کیا کہ اس کے خشک لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی ہاتھ بڑھا کر موبائل فون اٹھایا اور تیز دھڑکنوں کے شور میں فون ملایا مگر دوسری طرف سے کوئی آواز نہ آئی مکمل خاموشی...... وہ تین مرتبہ ملانے کے بعد بھی خاموشی ہی رہی تو مایوسی دکھ میں بدل گئی دکھی دل کے ساتھ کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی باہر سناٹا تھا اندھیرا تھا بس ہلکی ہلکی خنک ہوا تھی جو اس کی جلتی آنکھوں کو چھو کر ٹھنڈا کر جاتی...... تو اسے طمانیت بھرا احساس چھونے لگتا بالکل ایسے جیسے اس کے کانوں میں عارض نے محبت بھرے لفظوں کا امرت ٹپکایا ہے...... وہ مسکرادی جیسے اس کے دل بے قرار کو قرار آ گیا ہو اور کہہ رہی ہو۔

"ہمارے درمیان عہد شب مہتاب زندہ ہے
ہوا چپکے سے کہتی ہے ابھی اک خواب زندہ ہے
ابھی اک خواب زندہ ہے.........!!

+✽+......✽......+✽+

ناشتہ ٹرے میں رکھ کے کچن سے باہر آئی تو نمی بھی آفس جانے کی تیاری کے ساتھ وہیں آ گئی۔ وہ کچھ کہنا چاہ رہی تھی مگر ہمت نہیں ہو رہی تھی نمی نے خود بھانپ کر پوچھ لیا۔

"کیا بات ہے؟"

"کچھ خاص نہیں۔"

"عام ہی بتادو۔"

"نمی! مجھے یہاں کالونی سے سلائی کا کام اگر مل جائے تو میں کرلوں۔" نمی کے حلق میں لقمہ پھنس گیا۔

"کیوں...... کیا میں نے کچھ کہا؟"

"نہیں میں تو مصروف ہونے کے لیے کہہ رہی ہوں۔" اس نے بتایا۔

"کوئی ضرورت نہیں تمہیں آرام کی ضرورت ہے اور خرچے کی فکر کیوں کرتی ہو۔"

"خرچہ تو ہوگا نا۔"

"اللہ مالک ہے پیسے مجھے کیا گزرانہ سمجھو۔" نمی نے چائے پیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔"

"کچھ لیکن ویکن نہیں ویسے ایک بات ہے میرے ذہن میں اگر برا نہ مانو تو کہوں۔"

"ہمنہ بولو۔"

"صفدر بھائی سے یہ تقاضا کیا جاسکتا ہے۔"

"نہیں وہ تو بہت کچھ دے سکتے ہیں لیکن مجھے ایک ٹکا نہیں چاہیے۔"

"کیوں......؟"

"جب وہ مجھے اپنی اولاد کو قبول نہیں کر رہے تو ان کے پیسے کیوں لوں؟" اس نے کہا۔

"یہاں پر تم احسان کر رہی ہو کم از کم خرچہ تو لو۔"

"منمی! میں اس شخص کا احسان ہرگز نہیں لینا چاہتی کاش! وہ اپنے بچے کو اپنی سفا کی اور بے حسی کی نذر نہ کرتا تو کوئی بات بھی تھی۔اب تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا......" وہ دھیرے دھیرے بول کر کچھ دیر کو خاموش ہوگئی' تو منمی نے اٹھ کر اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے نہایت پیار سے کہا۔

"میری جان! کچھ غلط نہ سمجھو میں نے ویسے ہی ایسا کہہ دیا میں ہوں نا تمہیں خرچ کے لیے فکر مند نہیں ہونے دوں گی' تم خوش رہا کرو' آرام کرو' کھاؤ پیو منمی خود کو ثابت کردے گی کہ تمہاری سہیلی ہی نہیں' بہن ہوں۔"

"مجھے تم پر فخر ہے۔" اس نے منمی کا ہاتھ چوم لیا۔

"اچھا اب۔ میں چلتی ہوں' دیر ہو رہی ہے۔"

"ٹھیک۔ ہے واپسی پر گھر سے ہو کر آنا۔"

"ہنہ ان۔ شاء اللہ' دروازہ بند رکھنا اور کچھ کام کوام کرنے کی ضرورت نہیں۔" منمی نے ہدایت کی اور اپنا پرس اٹھا کر باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد اس نے دروازہ بند کیا' ناشتے کے برتن اٹھا کر کچن میں رکھے اور کچن کی صفائی شروع کی......لیکن کام کرتے ہوئے بھی ذہن بھٹکا ہوا تھا۔ بار بار اماں ابا کی یاد آ رہی تھی۔ اور وہ دشمن جاں' بھی سفا کیوں کے باوجود کیوں یاد آ رہا تھا؟ شاید اس۔ لیے کہ اس نے اپنی مردانہ وجاہت سے اس کا دل جیت لیا ہے' اس کی خوبصورت شخصیت نے یہ احساس دلا دیا تھا کہ وہ چاہے جانے کے لائق ہے' کسی لڑکی کا بے مثال خواب۔ جسے چاہنا کسی کے بھی دل کی شدید آرزو ہو سکتی ہے۔

"مگر زیبا! تم لاکھ چاہو لا کھ اس سے محبت کرو وہ تمہارا نہیں بن سکتا' تم قابل نفرت ہو اس کی زندگی میں وہ تمہارا جرم معاف کرنے کو ہرگز تیار نہیں' کوئی مرد اپنی اولاد کو نہیں کرتا' اس نے یہ کر کے ثابت کر دیا کہ وہ تم سے شدید نفرت کرتا ہے' ورنہ کیا مشکل تھی۔

✦✖✦......✖......✦✖✦

زینت کے کہنے پر تو وہ آفس جانے کے لیے رضامند نہیں ہوا تو زینت نے شرمین سے کہا کہ وہ کہے.....شرمین نے اثبات میں گردن ہلائی اور اس کے کمرے میں آ گئی۔ وہ مزے سے موسیقی کا مزہ لے رہا تھا' ایک انگریزی رسالہ نظروں کی زد میں تھا۔ اسے دیکھ کر وہ کھل اٹھا۔

"آج تو جو۔ اکا مل گیا۔" وہ ترنگ میں کہہ گیا۔

"کیا مل گیا؟" اس نے سرسری سے انداز میں پوچھا۔

"تمہارا دیدار وہ بھی میرے کمرے میں۔" وہ خوشی سے چہکا' شرمین کو اچھا تو نہیں لگا پر ضبط کرتے ہوئے بولی۔

"بوبی! ایک ہفتے سے زیادہ ہو گئے' اب آفس کی تیاری پکڑو۔"

"ہنہ! ٹھیک۔ ہے لیکن ایک شرط پر۔"

"شرط کیسی شرط؟" وہ چونکی۔

"ہاں! تمہاری' میری شادی۔"

"وہاٹ؟" وہ اس قدر زور سے چلائی کہ شاید دور دور تک آواز گئی ہو لیکن وہ پورے اطمینان سے مسکرا رہا تھا۔

"چلو شادی لیٹ کر لیتے ہیں' پر انگیجمنٹ تو ہونی چاہیے۔"

"بوبی! آپ کی سوچ کب میچور ہوگی' تمہارے اور میرے بیچ بہت فرق ہے اور میں کسی کی منگیتر ہوں۔" اس نے کچھ تحمل کا مظاہرہ کیا۔

"مجھے کسی چیز سے فرق نہیں پڑتا' میری محبت اب جنون میں بدل چکی ہے' میں تم سے یہ اجازت لے کر واپس آیا ہوں'

عمروں کا فرق ہوتا ہی کیا ہے؟ خود بتاؤ۔" وہ اٹھ کر برابر آ کے کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔

"بوبی! پلیز عقل سے کام لو میں نے عارض کی انگوٹھی پہن رکھی ہے۔" وہ دو قدم پرے ہو کر بولی۔

"تو ٹھیک ہے میں واپس چلا جاتا ہوں۔" وہ منہ بسور کر دور کھڑا ہو گیا۔

"تم بلیک میل کر رہے ہو۔"

"نہیں میں تم سے محبت کرتا ہوں تمہیں چاہتا ہوں بچپن سے۔" وہ بولا۔

"دیکھو بوبی! ابھی تمہارے پاس بہت سا وقت ہے ایک سے ایک لڑکی تمہیں چونکانے کو آئے گی میرا تمہارا کوئی جوڑ نہیں، میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"شرمین آپی! بس اس کے علاوہ کچھ نہیں۔"

"اچھا فی الحال آفس تو جانا شروع کرو پھر بات کریں گے۔"

"یہ بہانہ نہیں کرو۔"

"پلیز! اٹھو شاباش تیار ہو کر میرے ساتھ چلو۔" اس نے پیار سے سمجھایا تو وہ راضی ہو گیا لیکن اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔

"تم میری پہلی محبت ہو میں تمہارے کہنے پر ایسا کر رہا ہوں۔"

"اپنی ماما سے ان خواہشات سے محبت کرنا بھی آپ کا فرض ہے۔" اس نے ہلکے سے طنز کی آمیزش استعمال کی۔

"شرمین! پلیز ہوشیاری نہیں۔"

"اس میں ہوشیاری کیا ہے؟"

"میرے اور تمہارے معاملات الگ ہیں اس میں اور کچھ نہ لاؤ۔"

"بوبی! میرا جینا حرام نہ کرو میں چلی جاؤں گی یہاں سے۔" آخر کار اسے غصہ آ ہی گیا۔ وہ اظہار برہمی کے ساتھ تیز قدموں سے چلی گئی۔ وہ پیچھے پیچھے بھاگا۔

"شرمین! شرمین! سنو پلیز رکو۔" وہ کہتا رہا مگر اس نے اپنے کمرے میں گھس کر دروازہ اندر سے لاک کر لیا۔ وہ بڑی دیر گزارش کرتا رہا منتیں کرتا رہا لیکن اس نے دروازہ نہ کھولا۔ کچھ دیر بعد وہ شاید چلا گیا لیکن اس میں اتنی سکت نہ رہی کہ وہ اب آفس جاتی۔ بے دم سی بستر پر گر گئی۔ بوبی نے اس کے لیے وقت گزارنا کس قدر مشکل بنا دیا تھا۔ یہاں رہتے ہوئے اس سے کنارہ کشی کرنا بھی محال تھا۔ عجب عالم بے بسی تھا۔ وہ اور جانے کتنی دیر اسی کیفیت سے دوچار رہتی کہ صفدر کا فون آ گیا۔ اسے اس وقت بہت اچھا لگا..... کافی دنوں بعد صفدر نے فون کیا تھا اس نے شکوہ کر دیا۔

"شکر ہے بہن کی یاد تو آئی۔"

"ایسی بات نہیں ہے بس میں ایک وقت میں بہت سے محاذ پر جنگ لڑ رہا ہوں۔"

"کیسی بھی کیا بات ہو گئی؟"

"کچھ نہ پوچھیں جی چاہتا ہے کہ سب سے دور کہیں چلا جاؤں؟ خیر آپ سنائیں کیسی ہیں؟"

"صفدر بھائی! میں ٹھیک ہوں لیکن آپ کی طرف سے فکر مند ہو گئی ہوں مجھ سے شیئر کریں بھابی تو ٹھیک ہیں۔" اس نے تین سوال اکٹھے کر دیے۔

"پلیز! اس کا ذکر نہ کیا کریں؟" وہ جو نہیں کہنا چاہتا تھا کہہ بیٹھا شرمین کو جھٹکا سا لگا۔

"یہ کیا بھابی کا؟"

"جی وہ میری زندگی میں اب شامل نہیں۔" بڑا مختصر اور دو ٹوک جواب تھا۔

"اللہ خیر! ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟"
"اس دنیا میں سب کچھ ہوسکتا ہے آپ سنائیں عارض نہ سنائیں کب آ رہا ہے؟"
"یہ تو سوال آپ سے پوچھنا چاہ رہی تھی کہ عارض کب آ رہا ہے؟ اس کو اب آ جانا چاہیے۔" وہ لہجے کی پریشانی چھپا نہ سکی' صفدر متفکر سا ہوگیا۔
"کیا بات ہے؟"
"کچھ نہیں' صفدر بھائی اب عارض کو آ جانا چاہیے' میری مشکلات میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔" وہ بولی۔
"آپ نے عارض سے کیوں نہیں کہا؟"
"بات ہوتی تو کہتی' وہ تو جانے کیوں خفا ہے؟"
"خفا نہیں' دراصل میری بات ہوئی تھی تو وہ کچھ ڈسٹرب تھا' پتا نہیں کیوں؟ خیر آپ فون تو کریں۔"
"فون آف ہے۔"
"اچھا' میں کوشش کرتا ہوں۔"
"آپ اپنا مسئلہ تو بتائیں۔" اس نے پوچھا۔
"کچھ نہیں' پھر کبھی تسلی سے بات کریں گے۔ ابھی میں عارض کے کان کھینچ لوں۔" انہوں نے خوشدلی سے ہنس کر کہا اور ٹال گئے وہ چپ ہوگئی۔
"آپ مجھ سے تو شیئر کرسکتے ہیں۔"
"ضرور ضرور کروں گا' اپنا خیال رکھیے گا اللہ حافظ۔" صفدر نے یہ کہہ کر فون بند کردیا اور اس کا ذہنی بوجھ عارض کے لیے جو مشکل بنا ہوا تھا وہ کسی حد تک کم ہوگیا۔ اس نے اٹھ کر وارڈ روب سے لباس نکالا اور واش روم میں گھس گئی۔

+ ❋ + ... ❋ ...... + ❋ +

اگر انسان کو پیٹ کا دوزخ بھرنے کی خواہش نہ ملی ہوتی تو وہ کس قدر پرسکون ہوتا... نہ کچھ کھانے کی آرزو ہوتی اور نہ پکانے کی مجبوری' جب انسان ذہنی الجھنوں کا شکار ہو اور دماغ میں آندھیاں آئی ہوں تو کچھ کرنے کو جی نہیں چاہتا مگر پھر بھی چولہا چکی کرنا پڑتا ہے۔ ماجرہ بیگم کی بھی یہی حالت تھی زیبا کے جانے کے بعد سے انہیں ایک سیکنڈ کا بھی قرار نہیں تھا۔ پھر بھی چولہا جلایا چائے کا پانی رکھا' زیبا کے ابا کو تو چائے رس دینے تھے خود بھی اسی پر گزارہ کرتی تھیں' جب سے زیبا نخمی کے پاس گئی تھی تب سے انہوں نے کچھ نہیں کھایا تھا' بس ایک ہی فکر دامن گیر تھی کہ زیبا کا کیا بنے گا؟ چائے میں ابال آیا تو ساتھ دروازہ بجنے لگا' انہیں گمان سا ہوا کہ شاید زیبا آ گئی ہے۔ جلدی سے چولہا بند کر کے دروازے تک آئیں...... دروازہ کھولا تو متحیر رہ گئیں...... جہاں آرا بیگم نے مسکرا کر سلام کیا تو انہوں نے خاصی بدحواسی کے ساتھ جواب دیا اور اندر آنے کو کہا......
"بڑی مشکل سے آئی ہوں' روز صفدر سے کہتی تھی کہ مجھے زیبا کے پاس لے چلو۔" جہاں آرا بیگم نے چادر اتار کے بیٹھتے ہوئے کہا۔
"اچھا کیا آپ کا اپنا گھر ہے' میں نے تو زیبا کو بہت سمجھایا مگر اولاد خودسر ہو جائے تو کیا کریں؟" ماجرہ بیگم شرمندگی سے بولیں۔
"میں نے بھی صفدر کو بہت کہا۔"
"میں زیبا کی طرف سے بہت شرمندہ ہوں اس کے دماغ میں جانے کیا چل رہا ہے؟ اتنا نامناسب مطالبہ کردیا...... مگر آپ فکر نہ کریں پہلے سے فارغ ہوتے ہی اسے آپ کے پاس بھیجوں گی......" ماجرہ بیگم نے لاعلمی میں یہ کہا تو جہاں آرا بیگم

کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"کیا مطلب ہے؟"

"پتا نہیں کیوں خلع خلع کی رٹ لگا رکھی ہے صفدر تو کئی بار آ چکا ہے مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوتی۔" حاجرہ بیگم آب دیدہ ہوگئیں..... مگر جہاں آرا بیگم کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا آپ زیبا کو بلائیں۔"

"زیبا زیبا تو گھر نہیں ہے وہ تو میری ڈانٹ ڈپٹ سے گھر چھوڑ گئی ہے۔"

"ہیں یہ کیا حرکت ہے؟ ہماری عزت یوں رسوا کر رہی ہے آخر کیوں؟" جہاں آرا بیگم کو غصہ آ گیا۔

"آپ غصہ نہ کریں میں چائے لاتی ہوں آپا وہ نا سمجھ ہے۔" حاجرہ بیگم کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

"مجھے کوئی چائے وائے نہیں پینی مجھے تو حیرت ہے اس قدر آزاد خیال ہوگئی ہے کہ خلع مانگتی ہے گھر سے چلی گئی..... میں ہی پاگل ہوں ہر وقت اپنے ہیرا جیسے بیٹے کو برا بھلا کہتی رہتی ہوں ایسے لچھن ہوتے ہیں بہو بیٹیوں کے۔" جہاں آرا بیگم بولتی چلی گئیں۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں میں نے سمجھایا ہے اور بچہ ہو جائے تو سمجھ جائے گی۔" حاجرہ بیگم نے حل نکالا۔

"بچہ..... بچہ تو حسرت ہی بن گئی۔" انہوں نے آہ بھری۔

"اب تو چند ماہ ہی رہ گئے ہیں پھر سب ٹھیک ہوگا۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا کیسے چند ماہ؟"

"بچے کی ولادت میں اسی لیے تو میں زیادہ زیبا پر سختی نہیں کرتی دوران حمل تو خلع لے نہیں سکتی بعد میں سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"حاجرہ بہن تم سچ کہہ رہی ہو۔"

"ہاں! لیکن کیا آپ کو نہیں پتا۔" انہوں نے تعجب سے پوچھا۔

"نہیں کہاں ہے زیبا مجھے لے چلو اس کے پاس میں خود اسے سمجھاؤں گی۔ وہ خلع کیوں لے گی؟ ہرگز نہیں ابھی چلو میرے ساتھ۔"

"مگر آپا! مجھے اس کی سہیلی کا گھر نہیں معلوم جیسے ہی رابطہ ہوگا میں پوچھ لوں گی پھر آپ کو لے جاؤں گی۔"

"ارے کیسی ماں ہو تم اتنی بڑی بات سسرال سے چھپا رکھی..... اور زیبا کو گھر نہیں بھیجا۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں مگر مجھے نہیں پتا تھا کہ آپ کو نہیں معلوم ویسے بھی زیبا کی بدتمیزی کی وجہ سے میری تو آپ کے پاس آنے کی ہمت ہی نہیں تھی۔" حاجرہ بیگم کی رقت آمیز آواز سے جہاں آرا بیگم کو یقین آ گیا کہ وہ سچ کہہ رہی ہیں۔

"میں بہت خوش ہوں صفدر کو تو پتا ہوگا اس نے بھی نہیں بتایا۔" جہاں آرا بولیں۔

"شاید اس نے سوچا ہو کہ آپ کو زیبا کی وجہ سے صدمہ نہ پہنچے وہ تو بے قصور ہے۔" حاجرہ بیگم نے کہا۔

"میرا بچہ بہت پریشان حال لگتا ہے نہ کھاتا ہے ڈھنگ سے اور نہ پیتا ہے ڈھنگ سے اور کتنا ارمان تھا مجھے گھر کی رونق کا..... زیبا نے ذرا خیال نہیں کیا۔"

"چلیں اب سب اچھا ہوگا بس جونہی رابطہ ہوگا میں زیبا کو لے کر آپ کے پاس پہنچ جاؤں گی۔"

"بس جتنی جلدی ممکن ہو مجھ سے اب صبر نہیں ہوگا۔"

"آپ فکر نہ کریں۔"

"اور بھائی صاحب کا کیا حال ہے؟"

"بس کبھی بالکل ٹھیک ہو جاتے ہیں اور کبھی پریشان کر دیتے ہیں۔"

"اللہ صحت عطا فرمائے آمین۔"

"آپ آرام سے بیٹھیں میں کچھ کھانے کا بندوبست کرتی ہوں۔"

"نہیں میں اب چلوں گی صفدر کو بتائے بنا آئی ہوں وہ آ گیا تو بہت خفا ہوگا۔"

"چلیں ٹھیک ہے میرے ذہن کا بوجھ کافی کم ہو گیا ہے۔"

"اچھا اب اجازت اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ۔" حاجرہ بیگم نے جہاں آرا کو دروازے تک رخصت کیا اور دروازہ بند کر کے آ گئیں۔

+✱+......✱......+✱+

منظمی زیبا کے گھر سے لوٹی تو کافی متذبذب تھی۔ اس نے پانی کا گلاس کسی سوچ میں گھونٹ گھونٹ بھر کے بڑی دیر میں ختم کیا۔ زیبا نے اس کو سوچ سے باہر نکالا۔

"منظمی! امال سے بھی امید کی جا سکتی ہے۔"

"انہیں پتا بھی تو نہیں تھا کہ جہاں آرا آنٹی کو کچھ نہیں پتا۔"

"چلو جو ہونا تھا ہو گیا اب کیا ہوگا؟" زیبا نے کہا۔

"انہوں نے مجھ سے پتا لے لیا ہے اب وہ انہیں یہاں لے آئیں گی۔"

"تو کوئی بات نہیں میں وہی کہوں گی جو اماں نے انہیں کہا ہے۔" زیبا نے دکھ سے کہا۔

"اس طرح تو سارا الزام تمہارے سر آئے گا۔"

"ہاں! ایسا ہی ہے اماں بھی تو مجھے ہی قصور وار کہتی ہیں..... اور ہے بھی تو ایسا ہی صفدر نے بھانڈا پھوڑ دیا تو میں کہاں جاؤں گی اس بدنامی سے یہ رسوائی بہتر ہے۔"

"اب دیکھنا یہ ہے کہ صفدر بھائی کی امی کیا کرتی ہیں؟" منظمی نے کہا۔

"وہ بچے کو لینا چاہیں گی جو کہ میں نہیں دوں گی۔" اس نے دوٹوک لہجے میں کہا۔

"یہ بھی ممکن ہے وہ تمہیں بھی رکھنا چاہیں۔"

"یہ صفدر نہیں چاہیں گے۔"

"اللہ کی ذات سے اچھی امید رکھو..... اس سے اچھی توقع رکھو شاید کوئی سبیل نکل آئے۔" منظمی نے حوصلہ دیا۔

"اللہ کرے تمہارے کہنے کے مطابق ہو۔"

"چلو اب جو ہونا ہے ہو جائے ڈر کیسا؟ اٹھو تیاری پکڑو ڈاکٹر کا آج کا ٹائم ہے۔"

"ہنہ ٹھیک ہے۔"

"میں بھی ذرا فریش ہو کر آتی ہوں۔"

"اماں نے بتایا نہیں کہ وہ کب آئیں گی؟"

"یقیناً جلد ہی آئیں گی اب انہیں صبر ہی نہیں ہوگا وہ تو بہت ایکسائیٹڈ ہوں گی۔"

"ویسے اچھا نہیں ہوا۔"

"مت سوچو اب اچھا ہی ہوگا آخر کب تک ان سے اتنی بڑی بات چھپائی جا سکتی تھی۔"

"صفدر اور زیادہ برہم ہوں گے۔"

"نہ فکر کرو۔"

"منمی! میں نے ایک غلطی کی کتنی بڑی سزا بھگتی ہے اور جانے یہ سزا میری اولاد کو بھی کب تک بھگتنا ہوگی۔"

"اللہ اس کے بدن میں کیڑے ڈالے جس کی وجہ سے آج تمہارے لیے یہ مسائل پیدا ہوئے ہیں۔"

"لعنت بھیجو میں اس کا نام بھی نہیں سننا چاہتی۔"

"بس اب فریش ہو جاؤ ہم لیٹ ہو رہے ہیں۔" منمی یہ کہتی ہوئی کمرے میں چلی گئی تو وہ بھی واش روم میں گھس گئی...... اس مشکل گھڑی میں منمی کا وجود بہت غنیمت تھا وہ نہ ہوتی تو اس کے لیے کتنی دشواری ہوتی؟ وہ ایک حقیقی بچی سہیلی تھی ہر وقت اس کے لیے مددگار......!

+✲+......✲......+✲+

ٹیلی فون کی گونج پر اس کی آنکھ کھل گئی' اسکرین پر بابا کا نام چمک رہا تھا' وہ پوری طرح ہوش میں آ گیا...... لمحہ پہلے جو تھا' جیسا تھا سب خواب تھا' وہ گہری نیند میں شرمین کے اس قدر قریب رہا کہ آنکھ کھلنے پر صدیوں کا فاصلہ تھا...... اسے تو وہ بھولنے کی کوشش کر رہا تھا اسے زندگی سے الوداع کہہ چکا تھا۔

"ہیلو بابا!"

"یار کتنی دیر سے بیل جا رہی تھی کہاں تھے تم......؟"

"سوری بابا! بس میں سو گیا تھا۔"

"یار اب آ جاؤ' میرا دل تمہارے لیے اداس ہے۔" انہوں نے چھٹتے ہی ایک بات کی۔

"جی بابا! آ جاؤں گا آنا تو ہے۔" وہ مغموم سا بولا۔

"اور آپ فون بند رکھتے ہو صفدر' شرمین دونوں ہی گلہ کر رہے تھے۔"

"میں صفدر سے بات کر لوں گا۔"

"پہلے شرمین سے' وہ بہت ڈسٹرب تھی۔"

"بابا اور کچھ بھی کہنا ہے یا بس۔" وہ بےزاری سے بولا۔

"اتنے اکتائے ہوئے کیوں ہو؟"

"میں گہری نیند سویا ہوا تھا؟"

"سو کے یار! سوجو' گڈ نائٹ' پھر بات ہوگی۔"

"گڈ نائٹ......!" وہ بڑبڑایا۔

"گھامڑ! یہاں تو دن ہے۔" بابا نے ہنس کر کہا اور فون بند کر دیا۔ وہ بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر سوچنے لگا۔ وہ کیسا خواب تھا' شرمین کے حسین قرب کا مہکتا احساس جبکہ میں اسے اپنی محبت سے آزاد کر چکا ہوں' اسے بھولنے کی سرتوڑ کوشش میں مصروف ہوں تو وہ میرے خواب میں حقیقت کی طرح کیوں آئی؟ وہ تو اپنے پہلے محبوب کی محبت ہے' جس سے وہ اب تک وابستہ ہے' بابا کو کیا پتا اس نے کیسے میری محبت کا مذاق اڑایا ہے؟ صفدر کو کیا معلوم کہ شرمین نے مجھ سے کتنا گھناؤنا کھیل کھیلا ہے...... میں کنارے پر ہو گیا ہوں اب شرمین اپنی محبت سے رابطہ بحال کرے' مجھے کوئی اعتراض نہیں...... صبیح احمد دل کے مریض ہیں' وہ جانتے ہیں شرمین پر ان کا ہی حق ہے' میں شرمین سے نہ شکوہ کروں گا اور نہ گلہ...... بس فقط اتنا کہ میرے خوابوں میں نہ آیا کرو' میری زندگی سے دور بہت دور نکل جاؤ' میں حوصلہ نہیں رکھتا تمہیں ملنے کا' تم سے کچھ کہنے کا۔

"عارض! یہ تو تمہاری بزدلی ہے تمہاری منافقت ہے کہ تم اسے جرم بتائے بغیر سزا سنا دو۔" دماغ نے دلیل دی تو وہ طنزیہ ہنسا۔

"ثمرین کے لیے یہ سزا نہیں ہے بے آرا ہے۔ وہ صبیح احمد کی محبت ہے ان کو ہی چاہتی ہے۔ میں کہہ دوں گا اگر کہنا ضروری ہے تو میں کہہ دوں گا کہ کہانی ختم ہوگئی۔" اس کے بعد وہ دوبارہ سونے کی کوشش میں رات بھر جاگتا رہا۔

✦✿✦......✿......✦✿✦

صفدر نے جوتوں کے تسمے باندھے اور گاڑی کی چابی اٹھائی۔ جہاں آرا بیگم نے کڑک آواز میں ہانک لگائی۔

"صفدر!"

"جی!" وہ آواز پر کچن میں پہنچ گیا۔

"پانچ کلو مٹھائی کی ٹوکری دے کر آفس جانا۔" انہوں نے حکم صادر کیا۔

"کس لیے...... خیر ہے؟" وہ بوکھلا گیا۔

"تمہیں اس سے مطلب نہیں ہونا چاہیے۔"

"پتا تو چلے کیوں منگوا رہی ہیں؟"

"کافی ہے تمہارا ڈومنہ میں آ منہ سے کہہ کر منگوا لیتی ہوں' گھوا بھی منٹوں میں لے آئے گا۔" امی نے اچھی خاصی تقریر کر ڈالی۔

"میرا مطلب یہ ہے کہ آپ نے مٹھائی کا کرنا کیا ہے؟"

"بھئی تمہیں اس سے کیا؟" انہوں نے بھی نہ بتانے کی قسم کھا رکھی تھی۔

"اف توبہ ہے امی' کیا ہوگیا ہے آپ کو۔" وہ جھنجلا گیا۔

"کہہ دو امی پاگل ہوگئی ہیں' مگر کان کھول کے سن لو اب میں تمہارے اور زیبا کے چکروں میں نہیں آؤں گی اب جاؤ جلدی لے کر آؤ۔" وہ ایک دم سخت اشتعال میں تھیں صفدر چپ رہ گیا اور سوچنے لگا کہ وجہ کیا ہے؟

"صفدر! میری قسمت پھوٹی تھی جو اس بالشت بھر لڑکی کی چالاکی نہ سمجھی...... اور تمہیں ہی برا بھلا کہتی رہی۔" صفدر کے کان کھڑے ہوئے۔

"کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں' ہوگا تمہارا اسے خلع دینے کی ضرورت نہیں اور جو ہوگا دیکھا جائے گا۔" انہوں نے دھیرے دھیرے بات بتادی' صفدر جان گیا کہ امی کا زیبا سے رابطہ ہوا ہے۔

"زیبا آئی تھی؟"

"وہ کہاں آنا چاہتی ہے' موصوفہ کسی سہیلی کے ساتھ رہتی ہیں۔"

"اور آپ گئی تھیں؟"

"بھئی تمہیں اس سے کیا' جاؤ جا کر مٹھائی لاؤ ہم محلے میں بانٹیں۔"

"کس خوشی میں؟"

"یہ ہم نہیں بتا رہے۔" وہ پھر پکی ہوگئیں۔ وہ مزید پوچھتا کہ جیب میں موجود موبائل فون بجنے لگا' فون نمبر دیکھ کر وہ پریشان سا ہو کر ذرا دور ہوگیا تاکہ امی اس کی گفتگو نہ سن سکیں۔

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ)

راحت وفا
موم کی محبت

قسط نمبر 8

تری نگاہ تغافل کو کون سمجھائے
کہ اپنے دل پہ مجھے اختیار بھی تو نہیں
تو ہی بتا کہ تری خامشی کو کیا سمجھوں
تری نگاہ سے کچھ آشکار بھی تو نہیں

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

شرمین بے انتہا حسن کی مالک ہے ہر شخص اس کے حسن کے قصیدے پڑھتا ہے۔ وہ ایک فرم میں جاب کرتی ہے اور وہاں مرزا صاحب نے جھوٹی محبت کا راگ آلاپ کر اس کی ناک میں دم کر رکھا ہے۔

چار سال پہلے شرمین کی زندگی میں صبیح احمد آیا اور اتنا ہی عرصہ ان کی محبت پروان چڑھی۔ پھر صبیح احمد تعلیم مکمل کر کے کراچی واپس چلا گیا اور وعدہ کر گیا کہ وہ جلد ہی رشتے کے لیے اپنی ماں کو بھیجے گا لیکن صبیح احمد کی ماں شرمین کے لیے راضی نہیں ہوتیں اور صبیح کی شادی فریحہ سے کردیتی ہیں۔

زینت آپا شرمین کی کزن ہیں ان کا بیٹا بوبی بھی شرمین کے عشق میں گرفتار ہے اور آئے دن شرمین سے اظہار محبت کرتا رہتا ہے جبکہ شرمین عمر کے فرق کے حساب سے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کرتی ہے۔

شرمین پریشان ہو کر صبیح احمد کو خط لکھتی ہے اور اسے کراچی آنے کا بتاتی ہے لیکن صبیح احمد خود پہلی فلائٹ سے شرمین کے پاس پہنچ جاتے ہیں شرمین سمجھتی ہے کہ شاید اب وہ اس سے شادی کر کے اسے یہاں سے لے جائیں گے لیکن جب صبیح احمد شرمین کو اپنی شادی کا بتاتے ہیں تو وہ ششدر رہ جاتی ہے۔ شرمین کا محبت پر سے اعتبار اٹھ جاتا ہے اسے محبت نام سے نفرت ہو جاتی ہے۔

مرزا صاحب پہلے سے شادی شدہ ہونے کے ساتھ بچوں کے باپ بھی ہیں۔ ان کے گھر میں ساس بہو کا روایتی جھگڑا ہر وقت رہتا ہے جس سے وہ کافی پریشان رہتے ہیں لیکن بیوی کو سمجھانے کے بجائے اس کے آگے بچھے جاتے ہیں اور آفس میں شرمین سے محبت کا دم بھرتے ہیں۔

عارض ایک بزنس مین ہے اس کی نظر میں لڑکیاں صرف وقت گزاری کے لیے بنائی گئی ہیں۔ اس لیے عارض نے ابھی تک شادی نہیں کی لیکن بہت سی لڑکیوں کے ساتھ وقت گزارا ہے۔ عارض کا بہترین دوست صفدر ہے جو ایک فرم میں جاب کر رہا ہے۔ عارض کی پہلی ملاقات شرمین سے سڑک کنارے ہوتی ہے اور وہ اس کے حسن کا گرویدہ ہو جاتا ہے لیکن جب وہ شرمین سے اظہار محبت کرتا ہے تو وہ نخوت سے انکار کر دیتی ہے۔

بوبی نے اپنی فضول حرکتوں سے شرمین کو پریشان کر رکھا ہے۔ بالآخر شرمین کی برداشت سے باہر ہو جاتا ہے اور وہ بوبی کے منہ پر تھپڑ مار دیتی ہے۔

عارض اپنی سچی محبت کا یقین دلا کر شرمین کو قائل کرنے کو کہتا ہے اور صفدر دوستی کا بھرم رکھتے ہوئے ہامی بھر لیتا ہے۔

صفدر انتہائی شریف انسان ہے صفدر کی ماں (جہاں آرا بیگم) صفدر کی شادی کرنا چاہتی ہیں اور اس سلسلے میں

لڑکیاں دیکھ رہی ہیں۔ ایک لڑکی انہیں پسند آتی ہے اور وہ چاہتی ہیں کہ صفدر بھی اس لڑکی کی تصویر دیکھ لے مگر وہ ماں کی خوشی میں خوش ہے۔

شرمین صفدر کے کہنے پر عارض سے ملتی ہے اور اس سے منگنی کر لیتی ہے شرمین کو لگتا ہے کہ اس منگنی کے بعد سب معاملات ٹھیک ہو جائیں گے مگر ایسا نہیں ہوتا۔

بوبی بھی انگوٹھی لے کر شرمین کے پاس منگنی کی غرض سے آتا ہے لیکن جب شرمین اسے اپنی اور عارض کی منگنی کا بتاتی ہے تو بوبی کو دکھ ہوتا ہے اور وہ خودکشی کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن بوبی کی ماں (زینت) اسے بروقت ڈاکٹر کے پاس لے جا کر اس کی جان بچاتی ہے اور پھر اپنے اکلوتے بیٹے کی محبت میں مجبور ہو کر زینت آپا ملک چھوڑنے کا فیصلہ کرتی ہیں ان کی نظر میں شرمین سے دوری بوبی کے دل سے شرمین کا خیال نکال دے گی مگر ایسا ممکن نہیں ہوتا کینیڈا جا کر بوبی وہاں کی رنگینیوں میں کھو کر ماں کو ہی بھول جاتا ہے۔

صفدر کی شادی بہت دھوم دھام سے ہوتی ہے زیبا جہاں آرا کی پسند ہے صفدر بھی اس شادی سے خوش ہے مگر شادی کی اولین رات اس کے ارمانوں پر اوس پڑ جاتی ہے جب زیبا اسے اپنی ناکام محبت کی کہانی سناتی ہے صفدر صرف اپنی ماں (جہاں آرا بیگم) کی وجہ سے زیبا کو اپنے گھر رکھنے پر تیار ہو جاتا ہے وہ دونوں ایک چھت کے نیچے رہتے ہوئے بھی ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں۔ عارض شرمین سے محبت کے عہد و پیماں کر کے بزنس کے سلسلے میں امریکا آتا ہے اور یہاں اس کا ایکسیڈنٹ ہو جاتا ہے۔

شرمین کی پریشانیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اس کی اماں کی طبیعت دن بدن خراب رہنے لگی ہے زینت آپا بھی بوبی کو کینیڈا چھوڑ کر واپس آ گئی ہیں مرزا صاحب نے بھی جھوٹی محبت کے اظہار سے شرمین کو عاجز کر رکھا ہے۔

صفدر کو زیبا سے شدید نفرت ہو گئی ہے لیکن وہ اپنی ماں کی وجہ سے زیبا کو گھر سے نہیں نکال سکتا اور نہ ہی اپنی ماں کو زیبا کی حقیقت بتا سکتا ہے۔

جہاں آرا کو زیبا کی خراب طبیعت کسی خوشی کا باعث معلوم ہو رہی ہے۔ وہ صفدر کو زیبا کو ڈاکٹر کے پاس لے جانے کو کہتی ہیں مگر وہ ٹال جاتا ہے اور خود ایک روڈ ایکسیڈنٹ کا شکار ہو کر ڈاکٹر کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ جہاں آرا بیگم اس کے ہاتھ اور سر پر بندھی پٹی دیکھ کر گھبرا جاتی ہیں۔

شرمین سے بے لوث محبت کرنے والی اس کی ماں خالق حقیقی سے جا ملی ہیں وہ غم کی تصویر بن کر رہ گئی ہے۔ صفدر اور زینت آپا اس کی دلجوئی کر رہے ہیں۔ کینیڈا سے عارض بھی فون کر کے اسے صبر کرنے کو کہتا ہے۔

عارض کا آپریشن بھی کامیاب ہو گیا ہے اور وہ پاکستان آنا چاہتا ہے۔ لیکن جب شرمین سے اپنی بے انتہا محبت کا جواب مانگتا ہے تو وہ ذہنی الجھن کی وجہ سے ٹھیک جواب نہیں دے پاتی جس سے عارض کو کافی مایوسی ہوتی ہے اور وہ واپس پاکستان آنے کا ارادہ چھوڑ کر وہیں کینیڈا میں مصروف ہو جاتا ہے۔ دو دن کی چھٹی کے بعد جب شرمین واپس آفس آتی ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے اس کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کی سیٹ کسی اور کو دے دی ہے۔ شرمین اس حرکت کی بابت ان سے پوچھتی ہے تو مرزا صاحب اس کی غیر حاضری کی وجہ بتا کر اسے اپنی پرسنل سیکرٹری کی پیشکش کرتے ہیں جس پر شرمین غصہ سے انہیں سناتی ہوئی وہاں سے چلی جاتی ہے۔

زیبا کو اپنے اندر ہونے والی تبدیلی خوش آئند لگ رہی ہے۔ وہ سوچ رہی ہے کہ اب سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ صفدر زیبا کو اپنے گھر میں رہنے کے لیے اس کے سامنے شرط رکھ دیتا ہے۔

زینت آپا شرمین کو لے کر اپنے گھر آ جاتی ہیں اور اب وہ چاہتی ہیں کہ شرمین ہمیشہ وہیں رہے جبکہ وہ بوبی کو

بھی سمجھا کر دیکھ چکی ہیں لیکن اب زینت آپا ممتا کے ہاتھ مجبور ہو کر شرمین کو بوبی کا ساتھ قبول کرنے کے لیے دل میں دعا کر رہی ہیں۔

بوبی بھی شرمین کے اپنے گھر آنے پر خوش ہے اور اس سے جلد واپس آنے کا وعدہ کرتا ہے وہ اب تک شرمین کو نہیں بھولا تھا شرمین بوبی کے گھر آ کر پریشان ہے جبکہ زینت آپا نے اپنا بزنس بھی شرمین کے حوالے کر دیا ہے۔

زیبا صفدر کی شرط مانتے ہوئے گھر چھوڑ دیتی ہے اور اتفاق سے اس کی ملاقات اپنی بہن نمی سے ہوتی ہے جو ایک عرصہ سعودی عرب رہنے کے بعد اب طلاق لے کر واپس آ گئی ہے۔

صفدر عارض کو کچھ حد تک زیبا کی بے وفائی کا بتاتا ہے تو وہ بھی ششدر رہ جاتا ہے اور صفدر کو مشورہ دیتا ہے کہ وہ زیبا کو طلاق دے دے لیکن وہ اپنی ماں کی خراب طبیعت کا بتا کر اپنی معذوری ظاہر کرتا ہے۔

نمی صفدر سے فون پر رابطہ کے بعد اس سے ملتی ہے اور اپنی طرف سے اسے سمجھانے کی کوشش کرتی ہے کہ وہ زیبا کو معاف کر کے اسے اپنا لے مگر صفدر اپنی ضد پر اڑا رہتا ہے۔ جس پر نمی کو مایوسی ہوتی ہے۔

شرمین زینت آپا کی میڈیسن لے کر واپس گاڑی کی طرف بڑھ رہی ہوتی ہے جب اس کا سامنا ایک بار پھر مرزا صاحب سے ہوتا ہے۔ شرمین انہیں دیکھ کر ناگواری کا اظہار کرتی ہے۔ جس پر مرزا صاحب بیوی کی موت اور ایک بچی کی پیدائش کا بتا کر اسے پرپوز کرتے ہیں شرمین غصہ سے انہیں مزید سناتی ہوئی گاڑی میں بیٹھ جاتی ہے۔

صفدر زیبا کو لینے اس کے گھر آتا ہے لیکن زیبا اس کی شرط ماننے سے انکار کرتے ہوئے گھر جانے سے بھی انکار کر دیتی ہے۔ جس پر صفدر غصہ سے اسے سناتا ہوا گھر سے نکل جاتا ہے اس سے زیبا کی یہ ضد برداشت نہیں ہو رہی لیکن ساتھ ہی اسے یہ ڈر بھی ہے کہ کہیں زیبا جہاں آرا کو خود کچھ نہ بتا دے بوبی بھی امریکہ سے واپس آ جاتا ہے شرمین اس کو دیکھ کر حیران ہوتی ہے اس کے لیے بوبی کا انداز نیا نہیں ہے زینت آپا کی خوشی بھی دیدنی ہے وہ بوبی کو سمجھاتی ہے کہ جو بات شرمین کو پسند نہیں اس سے گریز کرے۔

عارض ڈاکٹر کو چیک کرانے کے بعد گھر واپسی پر ایک صاحب کو اپنی گاڑی میں لفٹ دیتا ہے وہ صاحب گاڑی میں والٹ بھول جاتے ہیں گھر آنے پر منیجر معید الرحمان والٹ عارض کو دیتا ہے۔ عارض والٹ کو ایک نظر دیکھتا ہے تو چونک جاتا ہے اس میں شرمین کی تصویر موجود ہے عارض ناچاہتے ہوئے والٹ کی تلاشی لیتا ہے ایک کارڈ ہاتھ لگتا ہے جس پر صبیح احمد کا نام لکھا ہے۔

جہاں آرا خود زیبا کو لینے اس کے گھر جاتی ہیں اور زیبا کی ماں (حاجرہ) انہیں زیبا کی خراب طبیعت کا بتا کر انہیں خوشخبری سناتی ہیں جہاں آرا بیگم خوش ہونے کے ساتھ صفدر پر حیران بھی ہوتی ہیں کہ اس نے ابھی تک انہیں کیوں نہیں بتایا گھر آ کر وہ صفدر سے مٹھائی منگواتی ہیں جس پر وہ حیران ہو جاتا ہے۔

〈اب آگے پڑھیے〉

❁......❁❁......❁

میڈیسن کھانے کے بعد اس نے عجیب سی نظروں سے نمی کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں بے پناہ رقصاں خوشی کے ہمراہ ملال کے سائے بھی لرزاں تھے۔ یہ نوید حیات جاوداں تھی کہ وہ بیٹے کی ماں بنے گی تو یہ احساس حزن بھی کچوکے لگا رہا تھا کہ جس کو باپ اپنانے سے انکاری ہو اس کی کیا خوشی؟

”کیوں افسردہ ہو؟“ نمی نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے دھیرے سے پوچھا۔

”نہیں، خوش ہوں۔“

"خوشی کے ساتھ دکھ بھی نظر آ رہا ہے۔"

"وہ تو ہمیشہ رہے گا۔"

"منفی نہ سوچو، میں نے فون تو کیا ہے صفدر بھائی کو۔"

"کیا کہا؟"

"فی الحال تو ویاد باغصہ ہی تھا فون کاٹ دیا۔"

"پھر...... پھر تمہیں کیا امید رکھنی چاہیے؟" زیبا نے دکھ سے ہنستے ہوئے کہا۔

"امید تو اچھی رکھنی چاہیے بیٹے کی خوش خبری پر ان کا دل پسیجنا تو چاہیے۔"

"مگر میں صفدر کو جان گئی ہوں وہ دل کے اچھے ہیں مگر اپنی انا کی خاطر ایسا ردعمل ظاہر کررہے ہیں۔"

"کچھ بھی کہو، کان کو ادھر سے پکڑو یا ادھر سے۔"

"ہمم...... مجھے مشکل لگتا ہے۔"

"اچھا خیر، مت ٹینشن لو سب اچھا ہوگا۔"

"ہوگا یا نہیں، میرا تو بیٹا ہی ان شاء اللہ میرا سب کچھ ہوگا۔" وہ ایک دم مسرور سی ہوکر مسکرانے لگی۔

"ہمم۔ گڈ، اور دیکھنا وہ ایک روز اپنے بیٹے کی محبت میں کھنچے چلے آئیں گے۔" منفی نے انتہائی وثوق اور یقینی انداز میں کہا تو وہ کافی مطمئن سی ہوگئی۔

"سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ اس اطلاع پر کیسا ردعمل اختیار کرتے ہیں یا تو آئیں گے یا نہیں، آئیں گے تو صلح پسندی کا راستہ اختیار کریں گے یا اسی طرح خفا ہوں گے۔ مگر یاد رکھنا اب جو بھی بات کرنا سوچ سمجھ کر کرنا قطعاً کمزور پڑنے کی ضرورت نہیں۔" منفی نے سمجھایا اس نے تائید میں گردن ہلائی، لیکن اس میں بہت گہری سوچ موجود تھی۔ وہ چپ رہی تو منفی نے ہی کہا۔

"دیکھو، اچھی طرح سوچ لو، تم انہیں یہ کہہ کر دیکھ لو کہ اپنے بیٹے کو ہی تسلیم کرلو، زمانے کا خیال کرلو، بیٹا تو تمہارا ہی ہوگا۔"

"منفی، میرا دماغ خراب نہیں ہے میں ہرگز اس سے یہ بھیک نہیں مانگوں گی۔" وہ بہت سخت لہجے میں بولی تو منفی خاموش ہوگئی۔

"تم خود سوچو کیا یہ اس کے لیے نئی بات ہوگی۔ اسے بیٹے بیٹی سے فرق نہیں پڑتا جب کہہ دیا کہ یہ اولاد وہ تسلیم نہیں کرتا تو بس پھر کیا گنجائش رہ گئی؟ عورت اولاد کے احساس پر اپنا آپ ہار دیتی ہے۔ مرد نہیں، یہ مجھے اب اندازہ ہورہا ہے میں صفدر سے کوئی خیرات نہیں مانگوں گی، مجھے اس سے خلع چاہیے، مجھے مزدوری بھی کرنی پڑی تو کروں گی۔"

"اللہ نہ کرے تم میرے ہوتے کیسی باتیں کررہی ہو؟" منفی نے اسے گلے سے لگالیا۔

"تمہارا بڑا احسان ہے بلکہ تم تو شاید میری مددگار بن کے آئی ہو۔"

"اللہ مددگار ہے میں کیا اور میری ہستی کیا؟ بس اتنی ہی فکر ہے کہ اماں اور ابا کے لیے میری وجہ سے پریشانیاں پیدا ہوگئی ہیں۔" اس کا گلا رندھ گیا۔

"اللہ ان کے لیے بھی بہتری کا راستہ پیدا کرے گا۔ وہ تو تمہیں ہی قصوروار سمجھتی ہیں۔"

"ہاں، انہیں اور کچھ نہیں پتا وہ معصوم ہیں انہیں جانتیں کہ ایک لغزش سے کیسے قیامت بپا ہوئی۔"

"اللہ غارت کرے اس مردار کو۔" منفی کی نگاہوں سے چنگاریاں نکلنے لگیں۔

"اس کو اللہ کبھی معاف نہیں کرے گا۔"

"بے شک، شاید مر کھپ بھی گیا ہو۔"

"اللہ مجھے اس بے غیرت کی صورت کبھی نہ دکھائے۔"

"چلو ٹینشن نہ لو، میں تمہارے لیے یخنی بناتی ہوں پھر گپیں لگائیں گے۔" نمی نے اس کے موڈ کو بحال کرنے کے لیے کہا اور اٹھ کر باورچی خانے کی طرف چلی گئی۔

❁......❁❁......❁
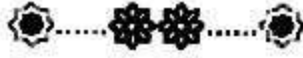
خوشگوار موسم کے پیش نظر آغا جی نے شرمین اور صفدر کے لیے چائے کا انتظام لان میں ہی کروالیا بہت سی چیزیں خانساماں نے کچھ ہی دیر میں تیار کرکے ٹرالی بھجوادی تھی۔

"لو بھئی، کھاؤ، سب کچھ کھانا ہے۔" بابا نے شرمین اور صفدر کو کہا تو شرمین نے مسکرا کر پلیٹ تھام لی کباب، فش، نگٹس پلیٹ میں ڈالنے کے بعد کہا۔

"بابا مجھے تو بہت بھوک لگی ہے آفس سے سیدھے آپ کے پاس آئے ہیں۔ صفدر بھائی کو بھی کوئی مسئلہ درپیش ہے آپ سے شیئر کریں گے۔"

"ہاں...... ہاں کیوں نہیں؟" بابا نے الجھن میں گرفتار صفدر سے کہا۔ مگر وہ شاید ان سے شیئر کرنے کا ارادہ بدل چکا تھا اس لیے پکوڑا کھاتے ہوئے بولا۔

"ارے کوئی خاص بات نہیں تھی۔ بس عارض کی طرف سے ٹینشن سی ہے۔"

"وہ کیا؟" وہ متفکر سے بولے۔

"کوئی رابطہ نہیں، شرمین سے بھی بات نہیں کرتا۔"

"اچھا میں پوچھوں گا بلکہ میں نے کچھ دیر پہلے اسے میسج کیا ہے کہ آج میری بہو گھر آرہی ہے۔"

"کوئی خاص مصروفیت ہوگی۔" شرمین نے ٹالا۔

"ہاں شاید مگر پھر بھی۔" آغا جی بھی فکر مند سے ہوگئے۔

"چھوڑیں میں خود اس سے نپٹ لوں گا۔" وہ چائے کی چسکی لیتے ہوئے بولا۔

"بابا، عارض کو کوئی مسئلہ ضرور ہے۔" اس کا دل مٹھی میں لے کر عارض نے بند کر رکھا تھا ذرا سا موقع پا کر دل کی بات کہہ دی۔

"بظاہر تو ایسا نہیں لگتا لیکن شاید آپ ٹھیک کہہ رہی ہو، عارض نے بے پروائی تو اختیار کر رکھی ہے منیجر نے بتایا ہے کہ کھانے پینے، سونے جاگنے میں بہت غیر معمولی رویہ اختیار کرلیا ہے۔ میں خود بھی پریشان ہوں لیکن ان شاء اللہ سب بہتر ہوگا۔" بابا نے اس کی تسلی کی خاطر تفصیل بیان کی۔

"واہ، مزہ آگیا بہت مزے کے کباب تھے اور چائے بھی میری پسند کی بنائی تھی۔" شرمین نے بابا کی پریشانی دور کرنے کے لیے گفتگو کا موضوع بدلا۔

"عارض کی پیدائش کے وقت سے آج تک خانساماں کے رحم و کرم پر ہیں اب تم آجاؤ گی تو کھانے کا اصل لطف آیا کرے گا۔"

"بس اب آپ عارض کو یخنی سے آنے کا کہہ دیں۔" صفدر نے ٹکڑا لگایا۔

"کہوں گا...... مگر جوان اولاد کو آدمی کیا کہہ سکتا ہے؟"

''بابا آپ عارض کو سختی سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔'' شرمین نے کہا وہ جانتی تھی کہ عارض سے وہ کتنی محبت کرتے ہیں۔

''ٹھیک کہتی ہو اس میں تو میری جان ہے۔''

''بہرحال، شرمین کی وجہ سے تو اسے آنا چاہیے۔'' صفدر نے کہا۔

''ہاں، بالکل مجھے گھر کا سناٹا کھانے کو دوڑتا ہے۔ بچوں کی قلقاریاں سننے کو بے تاب ہوں۔'' صفدر ان کے اس جملے پر پہلو بدل کر رہ گیا۔ اس کے کانوں میں امی کی آواز آنے لگی۔

وہ بھی تو اتنی ہی بے قرار ہیں اور پھر ان کی تو اللہ نے گویا سن بھی لی ہے۔ ایک میں ہی اس خوشی سے انہیں محروم رکھنا چاہتا ہوں۔ اگر انہیں پتا چل جائے کہ زیبا امید سے ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ الٹرا ساؤنڈ رپورٹ کے مطابق ان کا پوتا ہے تو وہ خوشی سے اچھل پڑیں گی اور ایک سیکنڈ بھی زیبا کو نگاہوں سے دور نہ کریں۔ مگر میں، میں ایسا نہیں کر سکتا۔''

''صفدر کیا سوچنے لگے؟'' اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ اور سوچتا بابا نے چونکا دیا۔

''جی وہ کچھ نہیں بس اب اجازت دیجیے۔'' صفدر نے خفت سے ہنس کر کہا۔

''جی بابا بس اب اجازت دیں۔'' شرمین بھی بولی۔

''رات یہیں رہ جاؤ۔'' بابا نے شرمین سے کہا۔

''نہیں بابا، زینت آپا فکر مند ہوں گی اور ان کی میڈیسن میں ہی دیتی ہوں۔'' اس نے معذرتی انداز میں کہا۔

''ٹھیک ہے، خوش رہو۔''

''اوکے، اللہ حافظ۔''

''اللہ حافظ۔''

گاڑی گیٹ سے باہر نکالتے ہوئے شرمین نے کھڑکی سے منہ باہر نکال کر صفدر سے پوچھا۔

''آپ تو کچھ بابا سے شیئر کرنے والے تھے۔''

''ہمنہہ لیکن پریشانی اپنے تک ہی رکھنی چاہیے۔'' وہ بھی اپنی گاڑی نکالتے ہوئے باآواز بلند بولا۔

''اس کا مطلب آپ پریشان ہیں۔''

''ہمنہہ شاید۔''

''مجھ سے شیئر کریں۔''

''کریں گے لیکن اس وقت نہیں دیر ہو رہی ہے۔'' صفدر نے کہا اور گاڑی نکال لے گیا۔ وہ بھی کچھ سوچتے ہوئے اپنے رستے پر چل دی۔

❁ .... ❁❁ .... ❁

گیراج میں گاڑی کھڑی ہی کی تھی کہ بوبی پوری تیاری کے ساتھ اپنی گاڑی کی چابی گھماتا ہوا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ وہ کچھ حیران پریشان سی اپنی گاڑی سے باہر نکلی تو وہ بولا۔

''یہ قطعاً نہیں کہنا کہ تھک گئی ہوں۔''

''مطلب؟'' وہ اس کی نقالی پر مسکرائی۔

''مطلب یہ کہ ہم باہر جا رہے ہیں کچھ ضروری چیزیں خریدنی ہیں اور پھر چائنیز۔'' اس نے اپنی ترنگ میں کہا اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''بوبی، میں سچ مچ بہت تھکی ہوئی ہوں اور کچھ بھی کھانے کی گنجائش نہیں ہے۔'' اس نے دھیرے سے ہاتھ

چھڑایا اور بولی۔

"ایسا کیا کھالیا کہاں گئی تھیں؟" وہ پوچھ بیٹھا۔

"کسی سے ملنا تھا بس وہاں چائے کے ساتھ بہت کچھ کھالیا۔"

"کس سے ملنا تھا؟" بوبی نے ناگواری سے پوچھا۔

"بوبی پلیز کہہ دیں کہ میں بہت تھکی ہوئی ہوں اور آرام کرنا چاہتی ہوں۔" وہ آگے بڑھتے ہوئے بولی تو وہ ہتھے سے اکھڑ گیا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ساری شام میں نے انتظار کیا ہے تمہیں ساتھ چلنا ہے۔"

"بوبی پلیز۔"

"نہیں میں پروگرام نہیں بدل سکتا۔" وہ اڑ گیا۔

"مجھے زینت آپا کو دیکھنا ہے۔"

"وہ ٹھیک ہیں، سو رہی ہیں۔"

"بوبی، ہر ضد پوری نہیں کی جاسکتی۔"

"اور میں ہر ضد پوری کرنے کا عادی ہوں۔"

"بوبی، کیا بدتمیزی ہے۔" اسے غصہ آ گیا۔

"مجبوری ہے اسی بدتمیز کے ساتھ عمر بھر رہنا ہے۔" بوبی نے غیر دانستہ انداز میں کہہ دیا تو وہ چڑ گئی۔

"بوبی میرے ساتھ جانا ہے تو بدتمیزی سے اجتناب کیا کرو۔"

"شرمین کبھی خود کو فرصت سے دیکھنا پھر میری بات بدتمیزی نہیں لگے گی۔" وہ اس کی ستارہ نما آنکھوں میں جھانکتے ہوئے عالم جذب میں بولا تو وہ اور زیادہ جھنجلا گئی۔

"بوبی زینت آپا کو بھی ساتھ لے چلتے۔"

"وہ پرہیزی کھانا کھاتی ہیں۔ بے آرام ہوتیں اس لیے میں نے مناسب نہیں سمجھا۔" گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے بتایا۔

"مگر میں انہیں ملے بغیر نہیں جاتی۔" اس نے بھی اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"واپسی پر مل لینا۔"

"باہر رہنے سے تم کافی بے پروا ہو گئے ہو۔"

"وہاں ماحول ہی ایسا ہے کہ آدمی کھو جاتا ہے۔"

"بس پلیز ڈسکس کرا س نہیں کرنی۔" اس نے ٹوکا۔

"شرمین، میری خوشی تم ہو تم مجھے خوش دیکھنا کیوں نہیں چاہتیں۔"

"بوبی! تم کیسے یہ کہہ سکتے ہو؟ تم مجھے جس حیثیت اور مقام پر عزیز ہو، اس پر تم رہنا پسند نہیں کرتے، تمہیں یہ سمجھانا مشکل ہے کہ میری زندگی کس قدر تلخ ہے۔ وہ کہتے ہیں نا کہ

تلخ اتنی تھی کہ پینے سے زبان جلتی تھی
زندگی آنکھ کے پانی میں ملالی ہم نے

اس نے کچھ عجب سے انداز میں حال دل بیان کیا تو وہ خود پر کنٹرول نہ کرسکا۔ جھٹکے سے گاڑی روکی اور بولا۔

''شرمین، میری زندگی تو تم ہو میرے اندر جھانک کر دیکھو میں کیا بنا سکتا ہوں تمہاری زندگی کو۔'' وہ کچھ دکھ سے مسکرائی اور بولی۔
''گاڑی چلاؤ ننھے سے ذہن پر بوجھ نہ ڈالو۔''
''کبھی تو مجھے بڑا سمجھوں میں جنون کی حد تک محبت کرتا ہوں۔'' وہ چلایا۔
''گاڑی چلاؤ ورنہ میں یہاں اتر رہی ہوں۔'' وہ سخت غصے میں آ گئی۔
''میری بات کا جواب دو۔'' اس نے ہاتھ بڑھا کر کلائی سختی سے تھام کر کہا۔ تو وہ لمبی سانس بھر کر بولی۔
''بونی محبتیں ایسے نہیں ہوتیں مجھے معلوم ہے محبت کرنے والوں کی حقیقت۔''
''غلط فلسفہ ہے تمہارا۔''
''ابھی چلو پھر بات کریں گے۔'' اس نے دھیرے سے کہا اور کلائی آزاد کرا کر باہر دیکھنے لگی، اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

❁......❁❁......❁

اپنی چابی سے باہر سے گیٹ کھول کر گاڑی اندر لایا۔
گیٹ لاک کیا برآمدے کا انرجی سیور جل رہا تھا۔ امی کے کمرے میں مکمل اندھیرا تھا۔ وہ ٹھٹکا، ایسا کبھی پہلے نہیں ہوا تھا امی اس کی آمد تک اپنے کمرے کی لائٹ جلا کر اس کا انتظار کرتی تھیں۔ تسبیح پڑھتے ہوئے اس کی آمد کی منتظر رہتی تھیں پھر آج کیا بات ہوگئی؟ وہ فکر مند سا لپک کر کمرے میں داخل ہوا۔ لائٹ آن کی تو وہ بستر میں تھیں چہرہ سرخ تھا ہلکی سی آنکھیں کھلیں اور پھر بوجھل ہو کر بند ہوگئیں۔
''امی.....امی.....'' اس نے ان کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا تو دوبارہ آنکھیں کھول کر دیکھنے کی کوشش کی اس نے پیشانی چھوئی تو وہ گویا دہک رہی تھی۔
''امی آپ کو تو بہت تیز بخار ہے۔''
''ہمم؟'' وہ بڑبڑائیں۔
''اوہ میرے خدا، امی آپ مجھے فون کر دیتیں۔'' وہ تڑپ اٹھا تھا انہوں نے کچھ نفرت سے دیکھا اور گردن دوسری طرف موڑ لی۔
''امی، ناراض ہیں؟'' وہ اور بے قرار ہو کر ان سے لپٹ گیا۔
''دور.....دور ہو جاؤ۔'' وہ بمشکل بولیں۔
''وجہ.....امی پلیز آپ کو مجھے فون کرنا چاہیے تھا۔''
''جاؤ نافرمان اولاد سے کچھ نہیں کہنا، جاؤ۔'' جہاں آرا بیگم سخت غصے میں تھیں صفدر سمجھ گیا کہ مٹھائی نہ لانے پر ناراض ہیں۔
''امی، صبح مٹھائی لے آؤں گا۔''
''مٹھائی نہ لانا ماں کا کفن لانا، میں نے نافرمانی کے لیے پالا پوسا تھا۔'' بخار کی شدت کے باوجود وہ کرخت لہجے میں بولیں۔
''اللہ نہ کرے آپ کو میری عمر بھی لگ جائے۔'' وہ دیوانہ وار ان کا چہرہ چومنے لگا۔
''صفدر جاؤ یہاں سے بس۔''

"امی، مجھے معاف کردیں میں بھول گیا تھا آپ کو میڈیسن دیتا ہوں کچھ کھایا بھی نہیں ہوگا، میں لاتا ہوں۔"
"نہیں، ہرگز نہیں کچھ نہیں کھانا تم اپنی ضد پوری کرو میری، بہو اور بچے کی خوشی سے مجھے محروم کرو۔"
"آپ کو کس نے یہ بتایا؟" وہ حیرت سے بولا۔
"کیوں، کیا مجھے نہیں بتانا چاہیے تھا۔" وہ اور غصے سے بولیں۔
"میرا مطلب تھا۔" وہ ہکلایا۔
"دیکھو، صفدر مجھے راضی رکھنا چاہتے ہو اپنے حق میں خوش رکھنا چاہتے ہو تو میری بہو کو لے آؤ، وہ امید سے ہے۔" وہ بولتے بولتے معصومیت سے مسکرادیں اسے جھٹکا لگا۔
"مطلب، زیبا نے امی کو بتا دیا سب۔" وہ سوچنے لگا۔
"کیا سوچ رہے ہو؟"
"جی، سوچتا ہوں۔"
"مطلب؟"
"آپ کے لیے دودھ گرم کر کے لاتا ہوں۔" اس نے ٹالا۔
"پہلے بتاؤ۔"
"یہ اس نے کہا ہے آپ کو۔" وہ کچھ بد سے غصے کے ساتھ بولا۔
"تمہاری ساس نے بتایا، میں نہ جاتی تو ہرگز نہ تم بتاتے۔"
"اچھا تو آپ وہاں گئی تھیں۔"
"ظاہر ہے مٹھائی اسی لیے منگوائی تھی۔"
"اچھا، میں دودھ لے کر آتا ہوں آپ میڈیسن لے کر سو جائیں بخار اترے گا تو صبح بات کریں گے۔" وہ ان کا جواب لیے بغیر باہر نکل آیا وہ بخار کی شدت سے بوجھل آنکھیں بند کر کے پھر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گئیں۔

◈.....❀❀.....◈

نیند آنکھوں میں مسلط نہیں ہونے دیتا
وہ میرا خواب مکمل نہیں ہونے دیتا
آنکھ کے شیش محل سے وہ کسی بھی لمحے
اپنی تصویر کو اوجھل نہیں ہونے دیتا
رابطہ بھی نہیں رکھتا ہے سروصل کوئی
اور تعلق بھی معطل نہیں ہونے دیتا
دل تو کہتا ہے اسے لوٹ کے آتا ہی نہیں
یہ دلاسہ مجھے پاگل نہیں ہونے دیتا

سر کے بال مٹھیوں میں سختی سے جکڑے وہ مجذوبانہ کیفیت سے دوچار رات کے تیسرے پہر تک جاگ رہا تھا۔ آنکھوں میں نیند کی بے وفائی کا سوگ بپا تھا۔ جسم درد کر رہا تھا۔ کانوں میں امی کے الفاظ کی گونج تھی۔ جس کا ڈر تھا وہی ہو گیا تھا۔ وہ جان چکی تھیں کہ زیبا امید سے ہے ان کی دیرینہ خواہش پوری ہو گئی تھی۔ پہلے انہیں اس کی شادی کی آرزو تھی اور پھر پوتے پوتی کی خواہش اپنی جگہ فطری اور سچی تھی۔ مگر وہ نہیں جانتی تھیں کہ اصل بات کیا ہے؟ اتنا بے درد اور سفاک تو

میں نہیں تھا کہ آپ کو اتنی بڑی خوشی سے محروم رکھتا۔اب جبکہ مجھے معلوم ہے کہ میرا بیٹا ہے،اس کی کوکھ میں ہے تو بھی میں مغموم ہوں بے حس ہوں لاتعلق ہوں۔ چاہتے ہوئے بھی اس خوشی کو قبول نہیں کر سکتا۔ میں نے اپنی اولاد کے لیے زیبا کی خطا معاف نہیں کی اور نہ ہی کر سکتا ہوں کیونکہ اس کا جرم بہت بڑا ہے۔ آپ کی ضد اور فرمان میرے سر آنکھوں پر مگر میں کیسے خود کو سمجھاؤں؟'' وہ خود سے جنگ لڑ رہا تھا۔

''صفدر،تم اپنی بوڑھی ماں کی نافرمانی کیسے کر سکتے ہو ان کی کتنی زندگی بچی ہے؟ اگر انہیں کچھ ہو گیا تو کس سے معافی مانگو گے۔ان کی خوشی کے لیے زیبا کو گھر لے آؤ۔اسے ان کی خوشی میں پڑا رہنے دو تم کوئی تعلق نہ رکھنا۔ تمہاری ماں تو خوش رہیں گی۔ان کی بات مانے بنا کوئی چارہ نہیں۔ مان لو ان کی بات۔'' اسے چاروں طرف سے یہی سنائی دیا۔ مگر وہ ہونٹ چباتا رہا سر کے بالوں پر ستم ڈھاتا رہا۔ طبیعت مائل نہیں ہو رہی تھی۔ امی کی بات مان لینے کا مطلب تھا زیبا کو گھر میں لانا اور بچے کو قبول کرنا اگر بچہ قبول کر لیا تو زیبا کو بھی رکھنا پڑے گا۔ ہرگز نہیں،اس نے خلع مانگا ہے بچے کے بعد اسے خلع دی جا سکتی ہے۔ اسے نکالنے سے کیا حاصل ہوگا؟ وہ بچہ ہی تو چھوڑنا نہیں چاہتی بچے کو دیکھ کر امی اسے نہیں چھوڑیں گی۔

''اف میرے خدا میں پاگل ہو جاؤں گا۔'' وہ چلا اٹھا اور بے دم سا اوندھے منہ بستر پر گر گیا۔ بنا کسی فیصلے کے بنا کسی نتیجے کے۔

❁......❁❁......❁

دور سے فجر کی اذان سنائی دے رہی تھی۔

وہ گہری نیند میں تو گیا ہی نہیں تھا جلدی سے اٹھا دھیان امی کی طرف گیا وہ جانے کیسی ہیں؟ یہ سوچ کر سیدھا ان کے کمرے میں آ گیا۔ وہ تخت پر جائے نماز سیدھی کر رہی تھیں۔

''امی۔'' اس نے محبت سے پکار کر اپنے بازوؤں میں بھر لیا۔ وہ گرم تھیں،سانس بھی حدت آمیز تھی۔ اس کی محبت پر انہوں نے اس کی پیشانی چومی۔

''اتنی صبح کیوں اٹھ گئے۔''

''آپ کی طبیعت کی وجہ سے اور فجر کا وقت بھی تو ہو گیا ہے۔'' اس نے انہیں آرام سے تخت پر بٹھایا۔

''بس مجھے رات بھر تو غنودگی سی تھی۔ مگر فجر کی اذان پر اللہ نے جگا دیا۔''

''آپ کو اس وقت بھی بخار ہے۔''

''اتر جائے گا جس مالک نے آزمایا ہے وہی آزمائش سے باہر نکالتا ہے۔''

''آپ نماز پڑھیں، میں بھی پڑھ کر آپ کے لیے ناشتا بناتا ہوں۔'' وہ بولا مگر انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

''جی؟'' وہ کچھ نہ سمجھا۔

''پہلے یہ بتاؤ کہ میرا حکم مان رہے ہو کہ نہیں۔''

''تو......کون سا حکم؟'' وہ ہکلایا۔

''جاؤ......جو ماں سے عدو کد کرے وہ میرے نزدیک بے ایمان ہے۔'' انہوں نے غصے سے کہا اور نماز کی نیت باندھ لی وہ شرمندہ سا کچھ دیر کھڑا رہا پھر اپنے کمرے کی طرف آ گیا۔

ماں کی ناراضی اپنی جگہ تھی رب کو راضی کرنے کے لیے نماز کی تیاری کی پھر سچ مچ وہ اللہ کے حضور رو دیا گڑگڑایا اور اللہ سے فیصلے کی رہنمائی مانگتا رہا۔ جب جائے نماز سے اٹھا تو دل کو کچھ سکون تھا۔ قرار تھا کہ ماں کی حکم عدولی نہیں کرنی اور

باتیں بعد کی ہیں اللہ کو منانا اور ماں کو ناراض رکھنا ممکن نہیں۔ اللہ تو ملتا ہی ماں کی دعا سے ہے اس وقت اس کے لیے اللہ اور ماں کو راضی رکھنا ضروری تھا۔ وہ فیصلہ کرکے کچن میں آیا چائے بنائی انڈے فرائی کیے سلائس سینکے ۔راحی کے پاس آ گیا وہ اب تسبیح پڑھ رہی تھیں۔

"صفدر مجھے کس رشتے سے یہ بنا کر دے رہے ہو؟" انہوں نے سختی سے پوچھا۔

"اپنی ماں کو ایک بیٹا یہ بتائے گا کیا؟" وہ مسکرایا۔

"میرا بیٹا اس وقت ہوگا جب میری بات مان لےگا۔"

"آپ کی بات تو میں جان قربان کرکے بھی پوری کروں مگر۔"

"یہ اگر مگر ہی ہے کیا ہوتا ہے دیوار کی چنائی کرتے ہوئے رہ جانے والی درازیں، جو دیوار کی مضبوطی میں کمزوری پیدا کرتی ہیں۔"

"آپ کو کیسے یقین ہے کہ رشتے مضبوط ہیں؟" اس نے ناشتہ ان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"کمزور تم نے بنا رکھے ہیں تمہیں بیوی اور اپنے بچے سے وابستگی نہیں۔" وہ سختی سے بولیں تو وہ بڑی ہمت کے ساتھ ضبط کر گیا کڑواہٹ نہ بتا سکا۔

"اچھا آپ ناشتہ کریں۔"

"کرلوں گی میرے ہاتھ پاؤں چلتے ہیں۔"

"اللہ آپ کو سلامت رکھے۔"

"جاؤ، جا کر ابھی زیبا کو لے کر آؤ۔"

"جی دن تو چڑھنے دیں آپ ناشتہ کریں گولی کھائیں۔" وہ بولا۔

"نہیں پہلے ابھی جاؤ۔" انہوں نے تحکم سے کہا تو اسے ماننا پڑا۔

"ٹھیک ہے پھر جلدی سے یہ ناشتا کریں دوا کھائیں تو میں جاتا ہوں۔" اس نے سینے پر پتھر رکھتے ہوئے کہا۔ وہ مطمئن ہوئیں خوشی سے چہرہ کھل اٹھا۔

❀......❀❀......❀

اس کی غیر متوقع آمد نمی کے لیے حیران کن تھی۔

اسے لیے اندر آئی تو دوسرا حیرت کا جھٹکا زیبا کے لیے تھا جوس کا گلاس اس کے ہاتھ میں تھا۔ بیڈ کی سائیڈ پر رکھ کر وہ اٹھی اور حیرت زدہ سی اس کے سپاٹ چہرے پر پھیلی غم غصے کی لکیریں دیکھنے لگی۔ پتلون کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ رخ موڑ کر بولا۔

"کتنی معصوم دکھتی ہو مگر کس قدر چالاک ہو؟"

"آپ کو بڑی دیر میں پتا چلا اور آپ اب بتانے آئے ہیں۔" زیبا کو بھی غصہ آ گیا۔

"صفدر بھائی پلیز آپ بیٹھیں میں ناشتہ بناتی ہوں۔" نمی نے گرما گرمی کم کرنے کے لیے کہا۔

"میں ناشتہ کر کے آیا ہوں۔" وہ روکھا سا بولا۔

"اچھا میں چائے لاتی ہوں۔" نمی چلی گئی تو وہ بولا۔

"چالاک نہ ہوتیں تو مجھ کو پھانستی کیا؟" وہ زہر بھری مسکراہٹ سے بولا۔

"صفدر صاحب اگر انگارے برسانے تھے تو آنے کی ضرورت نہیں تھی۔"

"میں مجبور ہو کر بھیجا گیا ہوں۔"

"کیا مجبوری ہے۔"

"خیر..... میرے ساتھ چلو میرا تم سے کوئی تعلق نہیں ہوگا بچے کا فیصلہ بھی وقت کرے گا۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولا۔

"مجھے اب یہ کہنا پڑے گا خدارا مجھے اپنے بچے کے ساتھ رہنے دیں۔"

"بند کرو یہ ڈرامہ، میری ماں کو بلیک میل کر کے اب یہ باتیں زیب نہیں دیتیں۔" وہ رعونت سے بولا تو زیبا بھڑک اٹھی۔

"میں نے آپ کی امی کو کچھ نہیں کہا وہ مجھے ملی تک نہیں۔"

"ہنہہ..... بہرکیف تمہارا منصوبہ فی الحال کامیاب ہوگیا۔"

"افسوس کوئی باپ اپنے بچے کو منصوبہ بھی کہہ سکتا ہے۔"

"افسوس تم جیسی عورت ایسا بھی کہہ سکتی ہے۔" وہ پلٹ کر حملہ آور ہوا تو زیبا کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

"اس سے بہتر تھا آپ مجھے قابل رحم ہی نہ سمجھتے۔"

"کیا تمہیں رحم نہیں ملا؟" اس نے پوچھا۔

"میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ مادر رحمی ہے میرے پاس۔" وہ فخریہ انداز میں بولی۔

"ہنہہ یہ بھی میرا رحم ہے تم پر۔"

"رحم کرنے والی ذات اللہ کی ہے۔" اس نے گویا یاد دلایا۔ تو کچھ دیر اس نے چپ دہ کر کہا۔

"اب چلو سامان اٹھاؤ مجھے آفس بھی جانا ہے۔"

"چائے گرما گرم....." منمی نے آ کر کہا۔

"شکریہ مجھے جلدی ہے۔"

"صفدر بھائی پلیز بیٹھیں تو، آپ کو بیٹے کی ایڈوانس مبارک باد دینی ہے۔"

"م اپنی بیلی کو دیں مجھے اجازت دیں بس۔" وہ یہ کہہ کر باہر نکل گیا۔

"منمی کیا کروں؟" زیبا نے پریشانی سے پوچھا۔

"فوراً جاؤ آگے بھی اچھے کی امید رکھو۔"

"یہ شخص مجھے پتھر مار کر لہولہان کر مارے گا۔"

"کچھ بھی ہو تم اچھائی کی امید اللہ سے رکھو، اب جاؤ سامان میں پہنچا دوں گی۔" منمی نے اسے گلے سے لگا کر دھیرے سے کہا تو وہ رو دی۔

"منمی میرا دل نہیں مان رہا۔"

"پلیز اب جاؤ صفدر بھائی خود لینے آئے ہیں ناراض ہوں گے۔"

"وہ صرف اپنی امی کی وجہ سے آئے ہیں۔"

"کچھ بھی سہی۔ وہ تمہارے لیے سہارا ثابت ہوں گی۔ اب تم اللہ پر بھروسہ کر کے جاؤ۔" منمی نے اسے ہینڈ بیگ، میڈیسن وغیرہ دیتے ہوئے سمجھایا وہ دل کڑا کر کے کمرے سے نکلی وہ بے دردی سے سگریٹ پھونک رہا تھا اسے دیکھ کر تلخی سے بولا۔

"اگر نخرے میں ہو تو بیٹھی رہو، سنبھال لوں گا میں امی کو۔"

"صفدر بھائی زیبا کی میڈیسن نہیں مل رہی تھیں۔" ننھی نے لقمہ دیا۔
"پہلے یہ بتادیں کہ دھکے دے کر کب نکالیں گے؟"
"جلد بہت جلد۔"
"تو پھر پڑا رہنے دیں مجھے یہیں۔"
"مرضی ہے۔" وہ یہ کہہ کر لمحہ بھی نہیں رکا۔ تیز قدموں سے باہر نکل گیا۔ ننھی پیچھے دوڑی۔ مگر وہ رکا نہیں۔
"اوہ زیبا نہیں کہنا تھا ایسا کچھ۔"
"ننھی جانے دو مجھے نہیں جانا بس۔" زیبا غصے سے کہہ کر واپس کمرے میں گھس گئی۔
وہ اس قدر بھنایا ہوا تھا کہ جہاں آرا بیگم سمیت شرمین نے بھی حیرت سے اسے دیکھا وہ کچھ نارمل بھی ہوا لیکن پھر بھی چہرہ غماز تھا دلی کیفیت کا۔
"پھر اکیلے چلے آئے؟" جہاں آرا بیگم پھٹ پڑیں۔
"اس کے پاؤں پڑ جاتا۔" وہ پانی کا گلاس بھر کر غٹا غٹ پی گیا۔
"تمہارا مسئلہ کیا ہے؟" جہاں آرا بیگم کو صد درجہ غصہ آگیا۔
"آنٹی پلیز آپ کی طبیعت خراب ہے غصہ نہ کریں۔" شرمین نے جلدی سے مداخلت کی۔
"سوری شرمین بہن۔" صفدر شرمندگی سے کہہ کر بیٹھ گیا۔
"صفدر مجھے تمہاری نافرمانی کی توقع نہیں تھی۔" جہاں آرا یہ کہہ کر رخ موڑ کر لیٹ گئیں۔
"امی وہ نہیں آئی آپ جا کر لے آیئے گا۔" صفدر نے نرمی سے کہا۔
"بھائی کیوں ناراض ہیں، مسئلہ کیا ہے؟" شرمین نے پوچھا۔
"کچھ نہیں وہ یہاں رہنا نہیں چاہتی اور میں رکھنا نہیں چاہتا۔" وہ دھیرے سے بولا۔
"یہ کیا بات ہوئی؟" شرمین نے حیرت سے پوچھا۔
"چھوڑیں لمبی داستان ہے آپ سنائیں کیسے آنا ہوا؟"
"صفدر بھائی میں عارض کے لیے فکر مند ہوں۔"
"خیریت؟"
"رابطہ نہیں اور میرے حالات کچھ بدل رہے ہیں میں عارض سے بات کرنا چاہتی ہوں۔" وہ بولی۔
"تو ابھی بات کر لیتے ہیں۔" وہ بات کرنے کی غرض سے اٹھ کھڑا ہوا۔
"آپ کہیے میرا پیغام دے دیجیے گا۔" وہ بولی۔
"میں بات کر کے آتا ہوں آپ بیٹھیں۔" وہ علیحدگی میں بات کرنے کی غرض سے باہر چلا گیا تو جہاں آرا بیگم بولیں۔
"شرمین میں کچھ کھانے کے لیے لاتی ہوں۔"
"ارے نہیں..... نہیں میں آفس میں لنچ کر کے آئی ہوں۔"
"بہو کو لانا نہیں میں بیمار ہونے لگی ہوں۔" وہ بولیں۔
"آپ خود چل کر بات کریں۔"
"اب ایسا ہی کروں گی ویسے میں زیبا کی امی کو تاکید کر آئی تھی کہ اسے لے آؤ۔"

"چلیں کوئی بات نہیں آپ کیوں پریشان ہوتی ہیں آ جائیں گی۔" اس نے تسلی دی۔

"صفدر کی مرضی نہیں ہے میں جانتی ہوں۔"

"وہ بھلا کیوں ایسا چاہیں گے۔"

"پتا نہیں اب دیکھو زیادہ امید ہے بہاسا اپنے گھر میں ہونا چاہیے مگر یہ سنتا ہی نہیں۔"

"واہ...... ماشاء اللہ پھر تو بہت بہت مبارک ہو آپ کو۔" شرمین نے خوشی سے کہا کمرے میں داخل ہوتے صفدر نے سن کر پوچھا۔

"کس بات کی مبارک باد۔"

"صفدر بھائی، ابا حضور بننے کی۔" شرمین نے شرارت سے کہا۔

"اوہ...... اچھا امی سے صبر نہیں ہوا۔" وہ سنجیدہ ہو گیا۔

"اس میں صبر کی کیا بات ہے؟" امی چڑ گئیں۔

"خیر شرمین، بہن، وہ عارض نے فون تو اٹینڈ کیا ہے مگر وہ مصروف تھا۔ رات میں تفصیل سے بات ہو گی۔" وہ کچھ بات نبھانے کے سے انداز میں بولا۔

"ایسی بھی کیا مصروفیت؟" اس نے گلہ کیا۔

"وہ خود بات کرے گا تم سے، میں نے سمجھایا ہے۔"

"عارض ایسا کیوں کر رہا ہے؟"

"صفدر کے دوست سے ایسی توقع ہی رکھو۔" امی نے ٹکڑا لگایا۔

"امی کوئی پرابلم ہو گی اسے آپ نیگیٹیو کیوں سوچنے لگی ہیں؟"

"ٹھیک ہے مجھے اجازت دیں۔" شرمین نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔

"وہ بات کرے تو سب پوچھ لیجیے گا۔" صفدر نے دھیرے سے کہا وہ کچھ نہ سمجھی۔

"اگر نہ کیا تو۔"

"تو آپ کر لیجیے گا بلکہ ضرور کیجیے گا۔"

"کوئی مسئلہ لگ رہا ہے۔" وہ کچھ خدشات کے پیش نظر بولی۔

"کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں خود الجھ گیا ہوں۔" صفدر نے بہت آہستگی سے کہا۔

"مجھے محسوس ہو رہا ہے۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اللہ کارساز ہے کیوں مایوس ہوتی ہیں؟" صفدر نے اٹھ کر کہا۔

"خیر آپ آنٹی کی خواہش کا خیال کریں۔"

"میں اسی خیال کی وجہ سے اس کے پاس گیا تھا۔"

"آپ آنٹی کو لے جائیں۔"

"ٹھیک ہے آپ اپنا خیال رکھیے گا۔" صفدر نے باہر چلتے ہوئے کہا۔ شرمین نے جہاں آرا بیگم کا ہاتھ تھام کر چوما خدا حافظ کہا کر باہر نکل آئی۔

❁......❁❁......❁
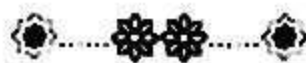
مسلسل چار پانچ بیل جانے کے بعد عارض نے فون ریسیو کیا۔

"یار حد کردی تم نے مجھے کتنے بہانے بنا کر شرمین بہن کو بھیجنا پڑا کچھ احساس بھی ہے تم کو۔" صفدر فون ریسیو کرتے ہی اس پر برس پڑا۔

"سوری۔"

"سوری، فار واٹ ایک معصوم لڑکی سے جھوٹ بولنے پر۔" صفدر مزید تاؤ کھا گیا۔

"جھوٹ نہیں مجبوری اور مصلحت۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیسی مجبوری اور مصلحت؟ اب مجھے تفصیل سے بتاؤ بات کیا ہے؟" صفدر نے پوچھا۔

"بتایا تو ہے کہانی ختم ہوگئی بس۔"

"کہانی، مطلب ایک لڑکی سے عہد و پیمان باندھ کر ملک سے باہر جاؤ اور کہانی ختم کر دو اتنا آسان دستور بنایا ہے تم نے۔"

"میں نے کچھ نہیں بنایا میں اس پر مسلط تھا وہ مجھ سے محبت نہیں کرتی سو میں نے فیصلہ کرلیا کہ کہانی ختم کر دی جائے۔" عارض نے آہستہ آہستہ بات کی۔

"عارض یہ کیسا بہتان ہے.....اس پر یہ ظلم کیوں کررہے ہو؟"

"کیسا بہتان، یہ سچ ہے اسے کسی اور سے محبت ہے۔"

"یہ غلط ہے تم اس سے بات کرو مجھ میں تو ہمت ہی نہیں ہے۔"

"صفدر پلیز میں نے کہا ہے ناں کہ اسے میرا پیغام دے دو۔"

"نہیں پلیز آج رات وہ فون کا انتظار کرے گی اس سے بات کرنا اور پلیز اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرو اسے یہ صدمہ نہ دو تم نے محبت کی تھی فلرٹ نہیں۔" صفدر نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"میں نے محبت کی ہے یہ محبت ہی ہے کہ اسے کسی اور سے محبت کے لیے آزاد کر دیا ہے۔" عارض نے ایک طویل سانس بھرنے کے بعد بات مکمل کی۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔" صفدر نے کہا۔

"میں اس سے بات کروں گا، خود کہہ دوں گا۔"

"کیا؟" صفدر نے دکھ سے پوچھا۔

"میں کہہ دوں گا جو کہنا ہوگا۔" عارض نے کہا۔

"عارض تم ٹھیک نہیں کررہے، ایسا کیا کہو گے؟"

"جرح نہ کرو، بس میں خود اسے سمجھا دوں گا وہ جس سے محبت کرے اس کے ساتھ خوش رہے۔"

"تمہاری محبت یہی تھی کہ بیچ سفر میں دھوکہ دو تمہاری عادت نہیں گئی میں شرمندہ ہوں کہ شرمین سے تمہاری وکالت کی۔" صفدر کو غصہ آ گیا۔

"دیکھو، وہ خود یہ تسلیم کرے گی کہ میرا فیصلہ درست ہے۔"

"مگر تمہاری محبت تو بھاڑ میں گئی جس کا نام لے.....لے کر مرتے تھے اسے اس طرح دھوکہ دو یہ کہاں کی انسانیت ہے؟" صفدر نے ایک اور کوشش کی اس کا ضمیر جگانے کے لیے مگر وہ آسانی سے بات ٹال گیا۔

"تمہارے مسئلے کا کیا ہوا؟" عارض نے دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"وہیں کا وہیں، بے زندگی جہنم بن گئی ہے مگر میرے اور تمہارے مسئلے میں فرق ہے تم اس پر غور کرو اس سے بات کرنے

سے پہلے سوچا اور پھر بات کرو وہ تم سے محبت کرتی ہے۔"

"میں بات کرلوں گا تم اسی کی بات کرتے رہنا میرے دل کی کیفیت نہ سمجھنا۔" عارض نے زچ ہو کر کہا۔

"میں تمہاری بات سمجھ نہیں سکا کہانی ایسے کیسے ختم ہوسکتی ہے۔" صفدر نے بھی کچھ خفگی سے کہا۔

"بس ہوگئی میں ہی ایسا تھا اور ایسا ہوں۔" وہ اڑ گیا۔

"افسوس، تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔"

"یار، میں نے غلط فیصلہ نہیں کیا وہ کسی اور کی محبت ہے، میں کیسے یقین دلاؤں، میں نے اسے ٹوٹ کر چاہا ہے لیکن پھر میرے اندر سب کچھ ٹوٹ پھوٹ گیا۔" وہ کربناک سے لہجے میں کہہ گیا۔

"تو.....تم نے کہانی ختم کردی۔"

"ایسا ہی ہے۔"

"او کے، اللہ حافظ۔"

"ناراض۔" اس نے کہا۔

"نہیں ناراض ہونے نہ ہونے سے کیا حاصل؟" صفدر کا لہجہ شکایتی تھا۔

"میں آج رات بات کرلوں گا۔"

"مرضی ہے۔"

"اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ۔"

اس نے بجھے دل کے ساتھ فون بند کیا اور اپنے سامنے رکھے کافی کے یخ بستہ مگ کو دیکھا جو کچھ دیر پہلے گرما گرم بھاپ اڑا رہا تھا مگر اب اس کے دل کے اندر دھواں اڑ رہا تھا اور باہر ایک یخ بستگی سی تھی صفدر کا ایک ایک لفظ نشتر زنی کررہا تھا وہ صفدر کو کیسے بتاتا کہ نرمین سے دوری کی کتنی بڑی اور کڑی سزا بھگت رہا تھا۔ اس نے دور ہو کر کس حوصلے سے اسے جدا کیا ہے وہ اعتراف محبت نہ کرسکی۔ محض اس لیے کہ وہ کسی اور کی محبت ہے یہ بات وہ پہلے کہہ دیتی تو وہ محبت ہی نہ کرتا۔" اس نے ٹھنڈا مگ وہیں چھوڑا ڈور بیل سن کر دروازہ کھولا منیجر صاحب بریف کیس سمیت اندر آگئے۔

"جی منیجر صاحب۔"

"سر آغا صاحب نے پراجیکٹ فائل کے بارے میں دریافت کیا ہے اور آپ کو فون کرنے کی تاکید کی ہے۔"

"ٹھیک ہے اور۔" وہ اس وقت کسی سے بھی بات کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"اور کچھ کاغذات پر آپ کے دستخط چاہیے۔ آپ کے کھانے پینے کے بارے میں بہت فکرمند تھے سر۔" منیجر صاحب نے بات مکمل کی بریف کیس سے کاغذات نکالے تو وہ بیزاری سے بولا۔

"پلیز ٹیبل پر رکھ دیں میں کردوں گا۔" منیجر صاحب نے خفت سے کاغذات رکھے اور بریف کیس بند کر کے چلے گئے تو وہ صوفے کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں موند کر بیٹھ گیا۔

❁.........❁❁.........❁

منہ پر پانی کے چھینٹے مار کر واش روم سے باہر آئی، بالوں میں برش کیا اور زینت آپا کے کمرے میں آئی وہ بستر پر دراز تھیں اس نے سلام کیا اسی اثنا میں بوبی کمرے میں داخل ہوا اور بولتا چلا گیا۔

"کہاں تھیں کب سے چائے کے لیے انتظار کررہے ہیں؟"

''وہ دراصل میں کہیں چلی گئی تھی۔'' شرمین نے کچھ غیر معمولی سنجیدگی سے جواب دیا زینت آپا نے واضح طور پر محسوس کیا۔

''کہاں..... آپ کی کہاں کیا مصروفیت تھی؟'' بوبی نے لاابالی پن سے پوچھا۔

''بوبی یہ کیا سوال ہے؟'' زینت نے شرمین کی خاموش سی پریشانی محسوس کرتے ہوئے بوبی کو تنبیہہ کی۔

''ہاں کیوں نہ کروں سوال، کب سے چائے دم پر رکھی ہے بلکہ اب تو دم بھی نکل گیا ہوگا۔'' بوبی نے مزید تیزی سے زبان چلائی۔

''میں بابا سے کہتی ہوں اور بنائیں۔'' شرمین نے اٹھتے ہوئے کہا تو زینت نے اس کا ہاتھ دبا کر منع کر دیا۔

''بابا تو اپنے چک گئے ہیں اور چائے بوبی ہی پلائے گا۔'' زینت نے کہا۔

''چک..... مطلب۔''

''بابا کی بہن فوت ہو گئی ہے اطلاع آئی تو میں نے فوراً بھیج دیا۔'' زینت آپا نے بتایا۔

''اوہ اور پھر کام آپ نے کیسے ہوں گے۔'' شرمین نے پوچھا۔

''نہیں نصیبن کھانا تو خانساماں ہی بناتا ہے۔''

''آپ کو تو فرصت نہیں ملتی کہ اپنے ہاتھ کا کھانا کھلاؤ۔'' بوبی نے شرمین کو کہا۔

''ارے، بے چاری کو کام سے فرصت نہیں ملتی، اب جاؤ چائے لے کر آؤ مغرب کی اذان ہونے والی ہے۔'' زینت نے بوبی کو ڈپٹتے ہوئے کہا۔ وہ ہنستا ہوا چلا گیا تو زینت نے شرمین سے پوچھا۔

''شرمین کوئی خاص بات ہے۔''

''نہیں، سب روٹین کی باتیں ہیں۔'' وہ مسکرائی۔

''لیکن فکر مند اور پریشان لگ رہی ہو۔''

''کچھ خاص نہیں۔''

''بتاؤ۔''

''آپا، عارض کی طرف سے کچھ فکر مند ہوں۔''

''کیسی فکر؟'' زینت بھی پریشان ہو گئیں۔

''آج رات بات ہوگی۔''

''بات ہوگی..... مطلب.....!'' انہیں حیرت سی ہوئی۔

''جی جب رشتوں میں بناوٹ آ جائے تو ان کے لیے فکر مند ہی ہونا چاہیے۔ عارض کا بات نہ کرنا، مصروف رہنا اور یہ کہنا کہ آج وہ بات کرے گا۔ تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس نے کوئی خوش گوار بات نہیں کرنی۔''

''تمہیں کس نے کہا میرا مطلب ہے کیا وہ تم سے بات ہی نہیں کرتا۔'' زینت نے بہت زیادہ تعجب سے پوچھا۔

''جی، بہت دن سے یہ تو صفدر بھائی نے بتایا ہے۔''

''تو تم اس کے والد سے بات کرو بلکہ میں کرتی ہوں کیا چکر ہے؟ کیا کوئی اور مصروفیت تو شروع نہیں کر لی۔'' زینت آپا کا جس طرف اشارہ تھا شرمین سمجھ گئی۔

''تو کر سکتا ہے میں کون سا رکاوٹ بنوں گی۔''

''میں نے کہا ہے اس کے بابا سے بات کرو۔''

"وہ اپنی مرضی کا مالک ہے، مجھے پروا نہیں۔"
"پروا کیوں نہیں پروا ہونی چاہیے۔"
"چھوڑیں آپا میں نے محبت کی بے حرمتی پر الفاظ ضائع نہیں کرنے۔"
"یہ لیں جناب چائے حاضر ہے وہ پکوڑا ز۔" بوبی نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا تو شرمین نے کہا۔
"کھا مزآ پا کے لیے تو کچھ اور بنوا لیتے، یہ تلی ہوئی چیزیں نہیں کھاتیں۔"
"او...نہیں میں نے کچھ نا لیٹ کھایا ہے، بس چائے پیوں گی۔" زینت آپا نے انکار کر دیا۔
"بابا کی واپسی کب ہوگی؟" بوبی نے پوچھا۔
"نہیں معلوم بیوہ بہن کی تدفین کے بعد بھی انہیں ہی دیکھنا ہوگا۔" زینت نے جواب دیا۔
"چلیں آ جائیں گے۔" شرمین نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔
"ویسے بھی رات ہم باہر ڈنر کریں گے ماما بھی چلیں گی۔" بوبی نے نئی بیخ لگائی۔ تو شرمین نے فوراً سنجیدگی سے معذرت کرلی۔
"میں معذرت چاہتی ہوں روز روز باہر کے کھانے میں پسند نہیں کرتی۔"
"میں تو کرتا ہوں۔"
"تو کرو، اپنے فرینڈز کے ساتھ۔" شرمین نے کہا۔
"میرے کون سے فرینڈ ہیں میرا سب کچھ تم ہو۔" وہ مسکرایا۔
"بوبی شرمین ٹھیک کہہ رہی ہے۔ ویسے بھی وہ تھکی ہوئی ہے۔ خانساماں سے کہہ کر جو چاہو، بنوالو۔"
"باہر صرف کھانا نہیں ہوتا۔"
"باہو کی میرے مزاج میں گنجائش نہیں سوری۔" شرمین خالی کپ رکھ کے وہاں سے اٹھ گئی۔ وہ آوازیں دیتا رہا مگر وہ پلٹی نہیں۔

❁......❁❁......❁
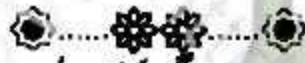
حاجرہ بیگم پانی لے کر آئیں تو اسے اپنے ہی خیالوں میں گم دیکھ کر بولیں۔
"دال چاول ٹھنڈے ہو رہے ہیں کھاتی کیوں نہیں ہو؟"
"اماں دل نہیں چاہ رہا۔"
"دل چاہے یا نہ چاہے تمہیں کھانے کی ضرورت ہے۔" حاجرہ قریب بیٹھتے ہوئے بولیں۔
"تو کیسے کھاؤں؟" وہ بیزار تھی۔
"تمہیں دلی سکون حاصل نہیں ہے کتنی ناشکری ہو اچھا گھر مل گیا ساس بے قرار شوہر لینے آیا اور تمہارے مزاج ٹھکانے پر نہیں۔"
"اماں مجھے سکون سے یہ دات یہاں گزارنے دو۔" وہ برا مان گئی۔
"زیبا تمہارا دماغ گھوس چرنے چلا گیا ہے نتھی کو تمہیں سمجھانا چاہیے کیوں نہیں بھیجا تمہیں صفدر کے ساتھ۔"
"اماں کیوں نتھی کو الزام دیتی ہو؟ اس نے تو بہت کہا تھا مگر میں نہیں گئی۔"
"حد ہوگئی جہاں آرا بیگم سے میں نے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں چھوڑ آؤں گی۔"
"مجھے نہیں جانا۔" وہ برائے نام چاولوں سے بھوک مٹانے لگی۔

"ان کا بچہ ہے، وقت آگے کی طرف بڑھ رہا ہے، اچھی خوراک تمہیں چاہیے آرام چاہیے۔ اپنے گھر جا کر رہو، پھر دیکھنا وہ کس قدر تمہارا خیال رکھتے ہیں۔" حاجرہ بیگم نے سمجھایا۔

"ہونہہ خیال آپ کو کچھ نہیں اندازہ۔" وہ طنزیہ ہنسی۔

"کوئی شکایت ہے تو میں بات کرتی ہوں۔"

"اماں ابھی وہاں نہیں جانا، جب وقت آیا تو ضرور سوچوں گی۔"

"دیکھو بیٹا تمہارے ابا مستقل بستر کے ہو گئے ہیں میں بوڑھی اور بیمار کمرے کے کرائے پر گزارہ مشکل سے چل رہا ہے اور تمہیں اندازہ ہی نہیں آگے کے اخراجات کا۔"

"آپ غم نہ کریں میں زیور بیچ دوں گی۔ بعد میں نوکری کرلوں گی۔"

"یہ حل نہیں۔ جہان میں ایسے کون سے کیڑے نکل آئے؟"

"بس مجھے نہیں جانا۔" وہ جھلائی۔

"محلے والے باتیں کرتے ہیں باپ دادا کا نام اچھالنا ہے تم نے گھر میں تمہیں چھوڑ کر آؤں گی میں صفدر سے معافی مانگوں گی۔" حاجرہ نے کافی سختی سے کہا۔

"اس سے کیا ہوگا؟"

"میری بچی وہی تمہارا اصل گھر ہے، اصل ٹھکانہ ہے۔"

"اماں خدا کے لیے۔" وہ چڑ گئی۔

"تم نے کتنا اچھا موقع گنوا دیا۔ میں تو دعائیں مانگ رہی تھی کہ وہ لوگ تمہیں لے جائیں اب خلع کا لفظ منہ سے نہ نکالنا۔" وہ سمجھا کر برتن اٹھا لے گئیں اور وہ گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ آنے والے حالات کے بارے میں تو وہ سوچ سکتا ہے جو گزرے حالات کی پرچھائیوں سے نکل سکے اس کا تو تلخ ماضی اسے رات دن کند چھریوں سے ذبح کرتا رہتا تھا اس کی سزا ہی تو اتنی طویل ہوگئی تھی اسی کی اذیت میں مبتلا تھی۔ وہ اماں کو کیسے بتائے کہ خلع اس کی زبان پر کیوں مطالبہ بنا؟ صفدر کو جو حقیقت معلوم ہے اس کی وجہ سے وہ تو مجھے دنیا سے نکالنے پر آمادہ ہے۔ ہمارے میرا گناہ قابل معافی نہیں لگتا۔ یہ صرف میری اولاد ہے صفدر کی نہیں صفدر جیسا معتبر اپنی اولاد کے لیے مجھ جیسی ماں قبول نہیں کرسکتا یہاں سے تم بھیجنا چاہتی ہو، وہاں سے صفدر کی امی بلانا چاہتی ہیں مگر میرا میرے بچے کا جس سے رشتہ ہے وہ ہمارے وجود سے بھی انکاری ہے۔ وہ تو ہمیں دیکھ کر راضی نہیں میں وہاں کس کے لیے جاؤں، چلی بھی جاؤں تو بے عزتی کی سانسیں لے کر کتنے عرصہ وہاں رہ پاؤں گی بچے کی پیدائش تک یا پھر اس سے بھی پہلے۔" اس نے بے دم سی ہو کر تکیے پر سر رکھا اور بے بسی سے آنکھیں موند لیں۔

❁......❁❁......❁

رائٹنگ ٹیبل پر کہنیوں پر چہرہ ٹکائے وہ منتظر تھی۔

حالانکہ دل کم فہم نے اشارہ دے دیا تھا کہ اب عمر نہ موسم نہ وہ رستے کہ وہ پلٹے اس دل کی مگر خام خیال کا یہ عالم کہ یہ نہیں جانتی۔

کون ہے معتبر زمانے میں
کس کے وعدے پر اعتماد کریں
بھول جانے کی عمر بیت گئی

آؤاک دوسرے کو یاد کریں
نفرت کی دھوپ میں برسات سے پہلے ہر کسی کو ہمدرد سمجھ لیتے ہیں ہم بھی کتنے سادہ تھے محبتوں کے تجربات
سے پہلے
یہ بارش
یہ ہُوا
یہ دھنک
یہ موسم...... کس کس سے محبت تھی تری ذات سے پہلے......
"اب یہ عالم ہے کہ ترا انتظار نہیں بترے فون کا انتظار ہے اس حادثے کا انتظار ہے جو خوشی کا ہوگا یا غم کا نوحہ......کون جانے تم کیا کہو گے؟ مجھے محبت کی سیج ملتی ہے یا ناآسودہ محبت کی سولی۔"
اس نے طویل سانس بھر کر اپنے سیل فون کو دیکھا۔ وہ خاموش تھا بالکل اس کے دل کی دھڑکنوں کی طرح وال کلاک کی سوئیوں کی ریس کا مقابلہ جاری تھا ان کی زندگی سے بھرپور آواز کی جانب متوجہ ہوئی تو بڑی دیر اردگرد کی خبر نہ رہی......
اذیت ناک تھکن سے کہنیاں درد کرنے لگیں۔ گردن اکڑ گئی تو اٹھ کر بیڈ پر دراز ہوگئی۔ پیروں سے کمر تک چادر اوڑھ کر آنکھیں موند لیں کان فون کی طرف ڈیوٹی پر مامور کردیے۔ مگر ڈیوٹی اس قدر سخت تھی کہ کان بھی تھک کر سو گئے اور اس نے چت لیٹے ہوئے غیر معمولی تھکن محسوس کی تو جسم کی کربناک گزارش پر غور کیا۔ کمر تختہ بن گئی تھی رحم کھا کر دائیں کروٹ لے لی۔ پھر کچھ وقت مزید گزر گیا تو بائیں طرف رخ موڑ لیا۔ اس کے بعد شاید وہ تھک کر بوجھل آنکھوں کو سلانے لگی۔ ایسا کرنے سے پہلے دل چاہا کہ خود عارض کا نمبر ملالے۔
مگر محبت کی خوددار فطرت نے ایسا کرنے سے روک دیا۔ اس نے سوچ کر فون سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور ذہن کو دل کا آزاد چھوڑ دیا۔ خود کو راضی کرلیا کہ اب جو ہو سو ہو۔ کچھ بھی پیغام آئے کوئی فکر کی بات نہیں...... یہ سوچنے کی دیر تھی کہ گہری نیند کی وادیوں میں پہنچ گئی اسے علم ہی نہ ہوسکا کہ دوسری جانب طویل سخت جنگ لڑنے کے بعد کسی نے فون کرنے کی جرأت نہ پاکر بمشکل تمام ایفائے عہد کی پہلی منزل طے کی اور اپنا پیغام لفظوں کی تھالڑی میں پرو کر بھیج دیا۔ پلک جھپکتے میں ہَوا کے دوش پر وہ فون کے سینے میں دھڑکا اور خاموش ہوگیا۔ وہ اس کی آواز نہ سن سکی۔ کیونکہ غفلت کی نیند سو چکی تھی جس میں انتظار کی تھکن اور مایوسی کی گہری غفلت موجود تھی۔
شرمین نے صفدر کے سامنے موبائل رکھ دیا۔ صفدر نے اسکرین پر نظریں جمائیں تو بہت مختصر پیغام درج تھا۔

میری خاموشی مسلسل کو
ایک مسلسل گلہ سمجھ لیجیے

تمہیں، تمہاری محبت کے لیے آزاد کررہا ہوں
دعا گو
عارض
صفدر نے غور سے میسج پڑھنے کے بعد شرمین کو دیکھا جس کی آنکھوں کے کونوں میں شفاف پانی جمع ہوکر چمک رہا تھا مگر مایوسی اور کم ہمتی کا دور دور تک شائبہ نہیں تھا۔ وہ ہمت سے پیپر ویٹ کو دائیں ہاتھ سے میز کی سطح پر گھمارہی تھی۔
"میں بہت شرمندہ ہوں شرمین۔ بہن! اس مختصر میسج سے کچھ واضح نہیں ہورہا میں اس سے بات کروں گا سب ٹھیک ہوجائے گا۔"

"پلیز صفدر بھائی! آپ میرے حوالے سے اب کبھی بھی کوئی بھی بات نہیں کریں گے۔"

"صفدر بھائی! Trust is like a paper! Once it's Crumpled it can't be perfect again"

"آپ نے ٹھیک کہا۔" صفدر تو خود اسی قسم کی اذیت بھری زندگی کا سامنا کررہا تھا اسے کیا کہتا۔

"آپ قطعاً کچھ نہ سوچیں مجھے حالات سے لڑنا آتا ہے محبت کی سوداگری لوگ ایسے ہی کرتے ہیں۔ دنیا میں اگر کوئی لفظ سب سے زیادہ بے عزت ہورہا ہے تو وہ محبت ہے میں اس لفظ پر غور نہیں کرتی۔"

"تاہم پھر بھی اس کی ضرورت اور طلب تو رہتی ہے شرمین بہن!"

"طلب بھی بدل جائے گی اعتبار اٹھتا جارہا ہے۔" وہ دھیرے سے بولی۔

"بہرکیف! آپ رنجیدہ نہ ہوں میں حالات ٹھیک کرنے کے لیے کوشش کروں گا۔"

"مگر آپ عارض سے اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کریں گے۔"

"ٹھیک ہے مگر میں اپنے ریفرنس تو بات کرسکتا ہوں۔"

"جی۔"

"اب اجازت دیں آپ کا فون سن کر سیدھا یہاں آ گیا آفس جانا بھی ضروری ہے۔"

"جی شکریہ صفدر بھائی! بس آپ کو ہی پکارنا اچھا لگا۔"

"ہمیشہ پکارسکتی ہیں میں بہت شرمسار ہوں۔"

"کس لیے؟ آپ ایسا بالکل نہیں کریں۔"

"اجازت....."

"جی ضرور۔"

"اپنا خیال رکھیےگا۔"

"وہ تو رکھنا ہی ہے۔"

صفدر اٹھ کر چلا گیا تو ضبط کے سمندر میں طغیانی کا عمل شروع ہوگیا۔ دو موٹے موٹے آنسو پلکوں سے ٹوٹ کر رخساروں پر پھیل گئے۔

ہاں تھا ایک فرض سا شخص
وہ بھی مجھ سے قضا ہوگیا

بنا کسی جرم کے بنا کسی خطا کے کتنی آسانی سے زندگی میں آیا اور کتنی آسانی سے رخصت ہوگیا۔ یہ تھی اس کی طوفانی محبت نفرت سی ہونے لگی ہے اس کم بخت محبت سے کیسے قطرہ قطرہ بوندوں کی صورت نگاہوں سے ٹپکتی ہے اور تڑپنے کو چھوڑ دیتی ہے۔

"شرمین! اب تو اس کو چھوڑ دے فریب دینا سیکھ جا۔ محبت کو دوسروں کا خسارہ ہاد ے پی جا یہ درد بھرے آنسو۔ اس نارسائی کی آگ میں جھلسنے سے کیا حاصل؟ وہ بھنورا تھا اس کی فطرت ہرجائی ہے۔ اسے بھول جا نکال دے دل سے۔ کچھ وقت دے اے دل مضطرب! کہ میں اسے فراموش کردوں۔" وہ بند آنکھوں میں مضبوط منصوبے محفوظ کررہی تھی کہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور بوبی دروازہ کھول کر اندر آیا۔ اس کی آنکھوں کی کہانی شاید اس نے پڑھ لی جھک کر بولا۔

"خوب صورت آنکھوں پر سارے جہاں کو واردوں کیوں نم ہیں یہ"

"پلیز بوبی! مجھے ڈسٹرب مت کرو۔" وہ جلدی سے فائلیں کھولنے لگی۔

"ڈسٹرب تو آپ ہیں۔"

"نہیں' بیٹھو کافی منگواؤں۔" وہ ٹال گئی۔

"نہیں' جوس پیتے ہیں مگر باہر جاکر۔"

"سوری! ضروری اسائنمنٹ ہیں آج ہی انہیں کلیئر کرنا ہے۔"

"بھاڑ میں گئیں آپ کی اسائنمنٹ' زندگی کی خوشیاں ضروری ہیں' چلیں اٹھیں۔" بوبی نے فائلیں ہاتھ سے پرے دھکیل کر کہا تو وہ چند منٹ اسے دیکھنے کے بعد اٹھ کھڑی ہوئی۔

❁.......❁.......❁

بوبی نے دو تین گھنٹے سڑکوں پر گاڑی دوڑانے کے بعد گھر کا رخ کیا تو وہ بولی۔

"بوبی! ابھی سے گھر آفس میں ضروری کام کرنے والے ہیں۔"

"کام تو زندگی بھر چلتے رہیں گے' لائف میں کچھ اور بھی کرنے کے لیے ہونا چاہیے۔" گیٹ سے اندر گاڑی لاک کرکے وہ بولا تو شرمین نے خاموشی سے اندر جانے میں عافیت سمجھی۔

"شرمین! مسئلہ کیا ہے؟" وہ پیچھے بولتا ہوا آیا' وہ پلٹی چند لمحے اسے دیکھا اور پھر دھیرے سے کہا۔

"بوبی! کبھی کبھی کچھ کہنے اور سننے کو دل نہیں چاہتا' میں اس فیز سے نکل کرتا ؤں گی۔"

"کچھ تو ہے' مجھے بتاؤ۔" وہ بضد ہوگیا۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے آرام کروں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی۔" وہ یہ کہہ کر آگے بڑھی تو وہ پھر سامنے آ گیا۔

"شرمین! میری طرف دیکھو' میں نے محسوس کیا ہے کہ تم اپ سیٹ ہو۔"

"فار گاڈ سیک! میں ٹھیک ہوں۔" وہ جھنجلا اٹھی مگر وہ مشتعل ہوکر آگے بڑھا اس کی کلائی تھام کر کھینچتا ہوا صوفے کے قریب لایا اور جھٹکے سے سامنے بٹھا کر بولا۔

"جب میں کہہ رہا ہوں کہ تم اپ سیٹ ہو تو ہو۔"

"بوبی! اگر ایسا ہے بھی تو تمہاری اس بحث سے مزید اپ سیٹ ہو رہی ہوں۔" اس نے نرمی اختیار کی۔

"بتاؤ گی نہیں۔"

"نہیں' بس مجھے ریسٹ کرنا ہے۔"

"او کے' لیکن کھانا ہم نے ساتھ کھانا ہے۔"

"اوہ! اچھا یاد دلایا' بابا تو ہیں نہیں' کھانا میں دیکھتی ہوں۔"

"کچھ نہیں دیکھنا' کھانا تقریباً تیار ہے۔ خانساماں فش فرائی کر رہا ہے۔" زینت اسی طرف آ گئیں۔

"واہ فرائی فش۔" بوبی خوش ہوکر چلایا۔

"دونوں ہاتھ دھوکر آ جاؤ۔"

"زینت آپا! آپ کیوں کام میں لگ جاتی ہیں؟" شرمین نے کہا۔

"کہاں سارا کام تو خانساماں نے کیا۔"

"یہ بابا کچھ لمبی چھٹی پر نہیں چلے گئے۔" بوبی بولا۔

"آ جائیں گے' ہوگی کوئی وجہ ورنہ وہ غفلت نہیں برت سکتے۔" زینت نے کہا۔

"میں چینج کر کے آتی ہوں۔" شرمین نے کہا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی جبکہ بوبا نے زینت سے اس کے متعلق کہا۔

"ماما! شرمین کے ساتھ کوئی مسئلہ ضرور ہے۔"

"کیسا مسئلہ؟"

"وہ اپ سیٹ ہے اس کی آنکھیں تر تھیں۔"

"ہوسکتا ہے اس بے چاری کی زندگی میں ہے ہی کیا؟" زینت افسردہ سی ہوگئیں۔

"ماما! اسی لیے تو میں چاہتا ہوں کہ شرمین کو سارے جہاں کی خوشیاں دے دوں۔"

"خوشیاں مقدر سے ملتی ہیں اور تم اس سے ایسی کوئی بات نہ کرنا جس سے وہ مزید پریشان ہوجائے۔"

"ماما! میں شرمین کو خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"میں پوچھوں گی کیا بات ہے؟"

"آپ آ گئیں تو میں نے اس کی جان چھوڑ دی' ورنہ پوچھ کر رہتا۔" بوبی نے بڑے وثوق سے کہا تو زینت نے سمجھایا۔

"بوبی! اسے زچ نہ کرنا' ورنہ وہ یہاں سے چلی جائے گی' بڑی مشکل سے میں نے اسے سنبھالا ہے وہ جس طرح میرا خیال رکھتی ہے شاید ہی تم بھی رکھ سکو۔ مجھے اس کی موجودگی سب سے زیادہ پیاری ہے۔" زینت نے دھیرے دھیرے بڑے دھیان سے کہا تو بوبی کو بہت اچھا لگا۔

"بس تم اسے تنگ نہ کیا کرو۔"

"ماما! میں اس سے محبت کرتا ہوں' عشق ہے وہ میرا۔" وہ جھوم کر بولا تو زینت نے تنبیہ کی۔

"بس چپ' کھانا لگوا رہی ہوں' آجاؤ۔" زینت یہ کہہ کر چلی گئیں تو بوبی نے ان کی بات کا جواب بڑبڑاہٹ کے ذریعے دیا۔

"ماما! آپ کیا جانو شرمین کی محبت میری روح میں کیسے سمائی ہے؟ وہ میرے خون میں گردش کرتی ہے' میری پلکوں میں اتر کر میرے ساتھ سوتی ہے۔ میری کھلی آنکھوں سے نکل کر مجھے صبح بخیر کہتی ہے' کر اسے یہ سب خود نہیں معلوم کہ وہ میری ذات کا حصہ ہے وہ اب تک عمروں کے فاصلوں میں میری محبت کو محصور کیے ہوئے ہے۔ شرمین! کاش شرمین...... تم کبھی یقین کرسکو۔"

❁......❁......❁

جبکہ شرمین کی نمناک نگاہوں کے سامنے وہ انگوٹھی تھی جو عارض کے اور اس کے رشتے کی دلیل تھی' وہ اتار کے اس نے عارض کے فیصلے کو تسلیم کرلیا تھا۔ دل کڑا کر کے خود کو پھر سے محبت کے فریب سے الگ کرلیا تھا۔

"شرمین! کتنی احمق ہو تم' اس رشتے پر بھروسہ کرتی ہو جو لوگوں کے کاروبار سے زیادہ اہم نہیں جسے زمانے میں لوگوں نے سب سے کمتر اور غیر یقینی رشتہ بنادیا ہے۔ صبیح احمد کتنی دور تمہیں محبت کے سہارے اپنے ساتھ گھسیٹتے رہے' تم انتظار کی سولی پر چڑھ کر ان کے ساتھ وابستہ رہیں پھر اپنے مادی نفع کی خاطر انہوں نے تمہیں انتظار کی سولی سے اتار دیا تب بھی انگوٹھی ایسی ہی کسی اندھی دراز میں قید کردی۔ صبیح احمد کی نام نہاد محبت' دولت کے ترازو میں تل گئی پھر تم نے عارض پر کیوں کر اعتبار کرلیا' کیوں اپنی تقدیر میں ایک اور محبت کی گردش لکھی؟ کیا کافی نہیں تھا صبیح احمد کی نارسائی کا دکھ۔ اب کس طرح عارض کی بے وفائی کا صدمہ برداشت کروگی ایسا صدمہ جس میں نہ تمہیں اپنا گناہ پتا ہے اور خطا کا علم ہے' کس قدر مختصر ہے

تمہاری تحقیر کی کہانی' دو سطروں میں اس نے تمہیں نکال باہر کیا۔ تمہاری ذات کے پندار کو چکنا چور کردیا۔ کچھ نہیں بچا تمہارے پاس' کچھ نہیں۔ ایک بار پھر تم نے دھوکہ کھالیا...... مگر بھول جانے کی عادت اپنا ئیں' اگے ہم' بھول جائیں گے عارض بالکل' اپنی پہلی چاہت قصیبح احمد کی طرح۔"

ایک بار پھر دراز کی تاریکی میں انگوٹھی اتر گئی' وہ اٹھی منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ کچھ حوصلہ اکٹھا کیا' بال برش کیے اور پوری ہمت کے ساتھ قدم اٹھائے' اسے بوبی کی نظروں کا سامنا کرنا تھا۔ اس کے سوالوں کی رو سے خود کو محفوظ رکھنا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ درد بتانے سے نہیں سہہ جانے سے کم ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ پوری طرح خود کو طاقتور بنا چکی تھی۔ بوبی سے نظریں ملانے کا حوصلہ اکٹھا کرچکی تھی' اندر بے شک طوفان تھا' زلزلہ تھا' بھونچال تھا مگر باہر پُرسکون' مسکراتا چہرہ تھا۔ آنکھوں میں کاجل کی لکیر تھی اور لبوں پر چمکیلا گلابی رنگ بہار دکھلا رہا تھا۔

❁......❁......❁
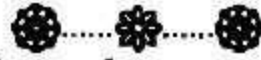
دو تین دستک دینے کے بعد دروازہ کھلا۔ زیبا جہاں آراء کو دیکھ کر متحیر رہ گئی' سلام کیا اور دروازے سے ایک طرف ہوکر اندر آنے کا راستہ دیا' انہوں نے اس کی پیشانی چوم لی۔

"آئیں بیٹھیں۔" اس نے صحن میں بچھے پلنگ کی طرف اشارہ کیا۔

"ماں کہاں ہے تمہاری؟"

"جی ابا کے ساتھ ہسپتال میں ہیں۔"

"خیریت؟" جہاں آرا فکرمند ہوگئیں۔

"ابا کی طبیعت بہت خراب ہوگئی ہے۔"

"تو...... تم نے ہمیں بتایا تک نہیں اور کیا تمہارا شوہر اس قابل بھی نہیں۔" جہاں آرا کو یہ بات بالکل پسند نہیں آئی کہ انہیں اطلاع تک نہیں دی گئی۔

"انہیں ہم سے کوئی نسبت نہیں ہے۔" زیبا کے لبوں سے نکلا۔

"انہیں یا تمہیں؟ وہ لینے آیا اور تم نے انکار کردیا۔" وہ ہلکی سی سختی سے بولیں۔

"بس آپ اسی پر اعتبار کریں جو صفدر کہتے ہیں۔"

"دیکھو بیٹا! اللہ نے ہمیں خوشی دی ہے' ہم اسے رنجشوں میں ضائع نہیں کرتے' اب سب شکوے شکایت بھول کر میرے ساتھ چلو۔" جہاں آرا نے بڑی محبت سے اسے سمجھایا۔

"ابا ہسپتال میں ہیں' میں کیسے جاسکتی ہوں؟"

"تو صفدر بھی اس گھر کا بیٹا ہے وہ دیکھ بھال کرے گا' تم گھر چلو یہاں تنہا رہ کر کیا کرسکتی ہو؟ میری بچی! اب بھول جاؤ' صفدر کی منت خوب کھینچا تانی کرچکی ہوں۔"

"آپ کے لیے چائے بناتی ہوں۔" زیبا بولی۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں' بس تیاری کرو' اپنی حالت دیکھو۔ کیسے ہلدی جیسی رنگت ہوگئی ہے۔"

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"کہاں ٹھیک ہو؟ ان دنوں صحت کا اچھا ہونا ضروری ہوتا ہے۔"

"بس یہ میرا مقدر ہے۔" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی کہہ گئی۔

"اللہ خیر' کیا ہوا مقدر کو۔" جہاں آرا بیگم نے ایک دم ہی اسے بڑھ کر سینے سے لگالیا۔

”امی! فی الحال تو میری جان ابا میں پھنسی ہے ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔“ وہ نہیں چاہتی تھی کہ بے کار میں اس موضوع پر ان سے بات کرے کیونکہ کوئی فائدہ نہیں تھا صفدر کا ذہن بدلنا اس کے اختیار میں نہیں تھا۔ بہتر تو یہی تھا کہ اس کا نام بھی نہ لیا جائے۔

”زیبا! فون ملاؤ صفدر سے میری بات کراؤ۔“ انہوں نے کہا۔

”وہ امی...... بیلنس نہیں ہے۔“ اس نے نظریں چرائیں۔

”تو وہ پھر......“

”میں چائے بنا کر لاتی ہوں آپ آرام سے بیٹھیں۔“ وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

”حاجرہ آئے گی گھر۔“

”پتا نہیں ابا کی طبیعت کی وجہ سے ان کو تنہا نہیں چھوڑیں گی۔“ اس نے بتایا۔

”میری بات مانو میرے ساتھ چلو صفدر کو ہسپتال بھیج دیں گے۔“ جہاں آرا نے خیال ظاہر کیا۔

”اور گھر میں کون رہے گا؟“

”ہاں یہ بات بھی ہے پھر میں تمہارے پاس ہی ہوں۔“

”جی ٹھیک ہے میں چائے لاتی ہوں اور کھانا بھی بناتی ہوں۔“ زیبا نے دھیرے سے کہا ابھی اس نے دو قدم ہی اٹھائے تھے کہ دروازہ پوری قوت سے دھڑدھڑا اٹھا اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

”اللہ خیر......“ بے اختیار کہہ کر وہ تیز قدموں سے دروازے کی طرف بھاگی دروازہ بنا پوچھے کھول دیا تو ہونق رہ گئی۔ وہ دروازے کے عین وسط میں سپاٹ چہرے کے ساتھ کھڑا تھا۔ وہ ایک دم ایک طرف ہو کے کھڑی ہوگئی وہ جھٹکے سے اندر آتے ہوئے بولا۔

”امی! یہاں آئی ہیں نا۔“

”جی اندر ہیں صحن میں۔“ اس نے مدہم لہجے میں بتایا۔

”اوہ اچھا ویسے ایک بات بتاؤ میری امی پر کون سا جادو کر رہی ہو؟“ وہ خاصی طنزیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا تو وہ سلگ اٹھی۔

”جو آپ پر نہیں کیا۔“

”وہ تو مجھ پر چل بھی نہیں سکتا۔“ وہ طنزیہ مسکرایا۔

”مجھے چلانا بھی نہیں بس میرا پیچھا چھوڑ دیں۔“ وہ یہ کہہ کر آگے کو چل دی وہ دہک اٹھا اس کا لہراتا بازو پکڑ کر سختی سے بولا۔

”تم میرے رستے میں کہیں ہو ہی نہیں۔“

”پلیز چھوڑیں میری کلائی۔“ وہ بھی سختی سے کہہ کر آگے بڑھ گئی۔ وہ لمحہ بھر رکا اور پھر صحن کی طرف آ گیا جہاں آرا اسے دیکھ کر کھل اٹھیں۔

”ارے صفدر! اچھا کیا تم آ گئے میں دعا کر رہی تھی۔“

”آپ کو یہاں آنے کی اتنی جلدی کیا تھی؟“

”اور کتنی دیر کرنی تھی؟“ انہوں نے الٹا سوال کیا۔

”امی! مجھے بتا کر تو آ جاتیں ضروری کاغذات لینے گھر گیا تو وہ لاک تھا۔“ وہ بے حد غصے کے ساتھ بولا۔

''تمہیں بتانے کا مطلب تھا کہ مجھے نہیں آنا تھا۔'' جہاں آرا نے زیبا کو اشارے سے اپنے قریب بٹھاتے ہوئے کہا۔

''آپ کو بس ضد تھی۔''

''صفدر! زیبا ہمارے گھر کی بہو ہے' میں لینے آئی ہوں۔''

''آپ کا جو دل چاہے کریں ان کا بھی پلان تھا۔'' اس نے براہ راست زیبا کو گھورا۔

''آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔'' زیبا نے کہا۔

''یہ کہانی انہیں سناؤ۔'' وہ جھنجلا رہا۔

''صفدر! میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اصل جھگڑا کیا ہے؟'' جہاں آرا چلا اٹھیں۔

''یہاں سے پوچھیں میں جلدی میں ہوں آفس پہنچنا ہے' بس آپ کی فکر تھی اسی لیے یہاں آیا۔''

''صفدر! زیبا کے والد ہسپتال میں ہیں' تم ہمیں گھر لے چلو اور خود ہسپتال جاؤ' پتا کرو۔'' انہوں نے تحکم سے کہا تو وہ بھنا اٹھا۔

''امی! مجھے آفس پہنچنا ہے۔''

''رہنے دیں امی!''

''نہیں' صفدر جو کہا ہے وہی کرو۔''

''امی! کیا کروں؟''

''ہمیں گھر چھوڑو اور ہسپتال جاؤ۔ زندگی کے سب کام چلتے رہتے ہیں۔''

''یہ آپ کا فیصلہ ہے یا آپ کی بہو بیگم کا؟'' وہ لفظ چبا چبا کر بولا۔

''ہم دونوں کا' اسے اپنے گھر میں ہونا چاہیے۔''

''ٹھیک ہے چلیے۔'' اس نے ہتھیار پھینک دیے۔

''چلو زیبا! ضروری سامان اٹھالو۔''

''تھوڑا سا وقت دیں۔'' وہ حالت مجبوری میں اٹھ کر کمرے میں گئی تو وہ پیچھے ہی آ گیا۔

''داد دیتا ہوں' تمہاری ہوشیاری کی۔''

''صفدر! آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔''

''میں ٹھیک سمجھا ہوں' چلو گھر یاد رکھنا کانٹوں پر گھسیٹوں گا تمہیں۔''

''میں جانتی ہوں۔'' وہ کپڑے سمیٹتے ہوئے بولی۔

''ہونہہ......'' وہ پھنکار کر چلا گیا۔

❀......❀......❀

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی' اس نے آنکھیں موندے موندے کہہ دیا۔

''آجاؤ۔'' دروازہ کھلا اور زینت آپا اندر آ گئیں' وہ ایک دم پیر سمیٹ کر اٹھ بیٹھی۔

''آپ...... مجھے بلا لیا ہوتا۔''

''ایک ہی بات ہے' بس گھٹنے میں درد بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ تھوڑا بہت تو چلنا چاہیے۔'' وہ بائیں گھٹنے کو ہاتھ سے دباتے ہوئے بیڈ کے قریب رکھی کرسی پر بیٹھ گئیں۔

''تو ڈاکٹر سے ٹائم لے لیتے ہیں۔''

''ارے نہیں' ڈاکٹر صاحب نے بتایا تو تھا کہ شوگر کی وجہ سے درد ہے۔''

''تو آپ شوگر پر کنٹرول کیا کریں۔''

''کرتی تو ہوں' پھر بھی بڑھتی گھٹتی رہتی ہے۔''

''بس خیال رکھا کریں۔''

''چھوڑو یہ بتاؤ تم ٹھیک ہو۔'' انہوں نے محبت سے اس کی ویران آنکھوں میں دور تک جھانکا۔

''میں...... میں تو بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔'' وہ اس اچانک کے سوال پر گڑبڑا گئی۔

''نہیں...... ٹھیک نہیں ہو' ہمیں غیر سمجھتی ہو۔'' انہوں نے شکوہ کیا۔

''ارے آپا! ہرگز نہیں میرا تو آپ کے سوا کوئی نہیں۔''

''تو پھر اپنا غم' پریشانی شیئر کیوں نہیں کرتیں؟''

''آپا! ایسا کچھ نہیں ہے۔''

''ایسا ہے' پہلے بوبی کے کہنے پر مجھے یقین نہیں تھا مگر اب تمہیں غور سے دیکھنے کے بعد یقین آ گیا ہے۔'' انہوں نے وثوق سے کہا۔

''بوبی تو پگلا ہے۔''

''نہیں اب ایسا بھی نہیں کہ وہ تمہیں نہ سمجھے۔''

''ٹھیک کہتی ہیں آپ۔''

''بات کیا ہے؟''

''کچھ خاص نہیں آپا! بس زندگی میں تغیر تو آتا رہتا ہے' خاص کر میری زندگی تو ہے ہی تلاطم خیز۔''

''یہ تو زندگی کا حسن ہے' ایک جگہ تو ٹھہرے رہنا کمال نہیں۔'' زینت نے اس کی بات کو حوصلہ دیا۔

''اس لیے میری زندگی پر زوال کے بادل چھائے رہتے ہیں۔''

''شرمین! پھر وہی دھونا' تو کیا بات ہے؟''

''کچھ نہیں' عارض نے مجھ سے معذرت کر لی ہے۔'' اس نے دھماکہ خیز مواد کو بڑی نرمی سے ان کے سامنے انڈیلا۔

''کیا مطلب؟'' وہ چونکیں۔

''مطلب یہ کہ اس نے مجھے آزاد کر دیا ہے اپنی قسموں سے' اپنے وعدوں سے اور اپنے دعوؤں سے۔'' وہ کرب سے مسکرائی تو شدید چونکنے کی باری اب ان کی تھی۔

''عارض...... عارض نے کیا کہا؟''

''آپا! اپنی انگوٹھی واپس لے لی ہے؟''

''کیوں...... کیوں بھئی...... کیا مسئلہ ہو گیا ہے اسے اب؟'' وہ ایک دم مشتعل ہو گئیں۔

''نہیں معلوم۔''

''مگر یہ کوئی کھیل تماشا ہے' ایسا کیسے کر سکتا ہے وہ۔''

''کر سکتا تھا تو ایسا کر بھی لیا' خیر آپ ٹینشن نہ لیں۔''

''شرمین! صرف ٹینشن...... مجھے تو افسوس ہو رہا ہے کہ میں نے خود اس کے بارے میں جاننے کی کوشش

کیوں نہیں کی؟"

"اس سے کیا ہو جاتا؟ چہرے تو انسان دیکھ لیتا ہے روح کی اصلیت کیسے جانی جا سکتی ہے۔"

"لیکن شرمین! یہ معمولی بات تو نہیں ہے۔"

"آپا! پلیز غم نہ کریں مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"غم تو نہیں مگر افسوس بہت ہے اس نے اچھا نہیں کیا۔"

"اب چھوڑیں اس کو میں آپ کے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں۔" وہ ٹالتے ہوئے اٹھی مگر زینت آپا نے منع کر دیا۔

"چائے تو بن رہی ہے بابا آ گئے ہیں۔"

"اچھا! بابا آ گئے۔"

"ہاں آ گئے ہیں مگر اپنے ساتھ اپنی بھانجی بھولی کو بھی لے آئے۔"

"بھولی...... یہ کون ہے؟" شرمین نے حیرت سے پوچھا۔

"بابا کی بھانجی بے چاری اکیلی رہ گئی تھی۔"

"اوہ تو آپ نے اجازت دے دی۔"

"دینی ہی تھی بابا پرانے خدمت گار ہیں لڑکی بہت اداس اور سہمی ہوئی ہے۔"

"ظاہر ہے لیکن بابا کے ساتھ رہے گی؟"

"ہاں لیکن زیادہ وہ تمہارے کام کاج دیکھے گی۔ ایک تو لڑکی ہے دوسرا تمہارے ساتھ اس کا دل بہلا رہے گا۔"

"ٹھیک ہے میں ابھی ملتی ہوں اس سے۔"

"فی الحال تو کوارٹر میں ہے تھکی ہوئی ہے میں نے ہی بھیج دیا۔"

"اچھا کیا۔" وہ بولی۔

"بس بوبی ناک منہ چڑھا رہا تھا۔"

"ہیں وہ کیوں......؟"

"کہ کیوں رکھا ہے اس کا رکھ رکھاؤ بہت اجڈ سا ہے۔"

"یہ تو اس کے ماحول کی وجہ ہے خیر میں بوبی کو سمجھا دوں گی۔"

"اچھا اب کوئی سوچ نہیں ہونی چاہیے آؤ باہر فسوبو تو میرے ساتھ۔"

"آپا! میں نے پہلی بار یہ اذیت برداشت نہیں کی۔"

"جانتی ہوں اصل تو اس کم ذات صبیح احمد نے اذیت دی تھی۔" زینت آپا کا منہ کڑواہٹ سے بھر گیا اس نے کرب ناک مسکراہٹ سے انہیں دیکھا اور طویل سانس بھر کے رہ گئی۔

❀......❀......❀

وہ بازار سے گوشت سبزی اور امی کے آرڈر پر بطور خاص پھل اور مختلف جوسز لایا۔ کچن میں سب کچھ رکھ کے بے دھیانی سے اپنے کمرے میں آ گیا مگر اگلے ہی لمحے اسے بیڈ پر سویا دیکھ کر ٹھٹکا اور ساتھ میں تلملا کر بیڈ کے قریب پہنچ کر دبے لہجے اور مدھم آواز میں چیخا۔

"مہارانی! یہ تھا تمہارا منصوبہ میرے کمرے میں میرے بستر پر کس رشتے سے آرام فرما رہی ہو۔" وہ ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھی۔

"وہ آپ نے سونا ہے تو میں باہر چلی جاتی ہوں۔"
"اور پھر...... پھر آ جاؤ گی، ہوگی تو میرے سر پر مسلط۔"
"تو مجھے نکال دیں پھر۔" وہ کچھ سنبھل کر کھڑی ہوگئی۔
"ہنہہ! تم نے چال ہی بڑی چلی ہے۔" وہ گھور کر بولا۔
"کوئی چال نہیں چلی میں تو کوئی دلچسپی نہیں رکھتی تھی۔" اس نے بھی ترخ کر کہا تو وہ غصے سے پھٹ پڑا۔
"تو پھر کیوں آئیں؟ اور آنا تھا تو میری شرط کیوں نہیں مانی۔"
"آپ کی شرط تو کبھی نہیں مانی جا سکتی مجھے آپ کے ساتھ رہنے کا کوئی شوق نہیں۔" وہ بولی۔
"اچھا...... اچھا اب جاؤ یہاں سے۔" وہ چڑ سا گیا۔
"آپ سو جائیں میں محمد یرامی کے پاس بیٹھتی ہوں۔"
"اور امی کو رو رو کر بتانا کہ میں نے کمرے سے نکال دیا ہے۔" اس نے بستر پر دراز ہوتے ہوئے کہا تو وہ پلٹی اور بولی۔
"میں اب نہیں روتی صفدر صاحب۔"
"کیوں اب تم نے تاج پہن لیا ہے؟" وہ طنزیہ بولا۔
"یہی سمجھ ہے میں نے میرے پاس ایسا ہی لعل ہے کہ میں اب روتی نہیں۔" اس نے صفدر کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ آپے سے باہر ہو گیا۔
"اس لعل سمیت ہی بے عزت ہو کر باہر جاؤ گی۔"
"اگر اس کے اور میرے مقدر میں ایسا ہی لکھا ہے تو کیا ہو سکتا ہے؟"
"اس کا مقدر تمہاری وجہ سے خراب ہوا ہے۔"
"آپ کون ہوتے ہیں اتنی بڑی بڑی باتیں کرنے والے اللہ کا خوف نہیں ہے کیا؟" وہ بہت بے بس ہو کر بولی تو وہ اعتراف کر بیٹھا۔
"مجھے انسان سے حیوان بنا دیا محبت کا ایسا چہرہ دکھایا کہ نفرت کے شعلوں میں مسلسل جل رہا ہوں۔"
"آپ کو وہ قول بھول گیا جو آپ نے کہا تھا۔" وہ دکھی ہوگئی۔
"سب بھول گیا ہوں جب سامنے آتی ہو تو پاگل ہو جاتا ہوں۔" وہ رخ موڑ کر بولا کمرے میں جہاں آرا داخل ہوئیں تو کچھ عجیب سا ماحول دیکھ کر بولیں۔
"کیا ہوا...... تم کھڑی کیوں ہو؟"
"وہ بس لیٹے لیٹے تھک گئی تھی۔" زیبا نے جلدی سے وضاحت کی۔
"اور صفدر! تمہیں تو ہسپتال جانا تھا جاؤ۔ شہد کیوں نہیں لائے؟" انہوں نے کئی باتیں ایک ساتھ کہہ ڈالیں تو وہ جل گیا۔
"امی پلیز بہو کے عشق میں دیوانی نہ ہو جائیں میں تھکا ہوا ہوں۔"
"خیال کرو ہسپتال میں حاجرہ بہن اکیلی ہیں کھانا لے جاؤ۔"
"امی تھی بھابھی کے پاس۔" زیبا نے کہا تو وہ بولیں۔
"منھی بے چاری کوئی مرد نہیں بہانے سے جانا چاہیے۔"
"چلا جاتا ہوں، آپ کو میرا احساس نہیں۔" وہ کمبل پھینک کر اٹھا اور جوتے پہننے لگا۔

"امی! میں بھی چلی جاؤں۔" زیبا نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔
"ارے نہیں بیٹا! اس حال میں ہسپتال نہیں جانا‘ تم آرام کرو۔" جہاں آرا یہ کہہ کر باہر چلی گئیں جبکہ صفدر نے یہ موقع بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔
"ہنہہ۔ !تم آرام کرو میں ہوں نا تمہارا نوکر۔" یہ کہہ کر وہ چلا گیا تو وہ سر تھام کر بیٹھ گئی۔

❀......❀......❀

ریسٹورنٹ کے گرم اور خواب آگیں ماحول میں آرکسٹرا کی ہلکی ہلکی موسیقی میں سب خوش وخرم کھانے پینے میں مصروف تھے۔ ایک وہی کانٹے چھری سے کھیل رہا تھا‘ کئی روز سے بڑھی شیو‘ بے ترتیب بال‘ سیاہ کوٹ‘ الجھا الجھا میز کی سطح کو گھورتا‘ کچھ لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ لڑکیوں کے دلوں کو پوری قوت سے کھینچ لینے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ وہ اپنی ٹیبل سے اٹھی اور اس کے پاس آکر مسکراتے ہوئے بولی۔
"کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟" اس نے سرخ انگارہ آنکھوں سے اسے دیکھا اور اثبات میں گردن ہلادی۔
"شکریہ‘ میرا نام بجا راٹھور ہے۔" اس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تو وہ سنجیدگی سے بولا۔
"میں مسلمان ہوں۔"
"اوہ......کہاں کے رہنے والے ہیں؟"
"پاکستان۔"
"پھر تو ہم بہت اچھے دوست بن سکتے ہیں۔" وہ گلابی ہونٹوں پر مسکراہٹ سجاتے ہوئے بولی۔ سانولے رنگ‘ تیکھے نقوش کے ساتھ شارٹ کٹ ہیئر اسٹائل میں وہ خاصی پرکشش تھی لیکن اس نے سرسری سی نگاہ ڈال کر اپنی سرد کافی کے مگ پر نظریں مرکوز کرلیں۔
"آپ نے بتایا نہیں۔" اس نے پوچھا۔
"کیا......؟"
"آپ کا نام؟"
"عارض۔"
"واؤ‘ بیوٹی فل نیم۔"
"ایکسکیوزمی!" وہ یہ کہہ کر اٹھنے لگا تو وہ جلدی سے بولی۔
"یہ تو بری بات ہے آپ مجھے تنہا چھوڑ کر جارہے ہیں۔"
"سوری! میں لڑکیوں سے دوستی نہیں کرتا۔"
"نہ کیجیے فی الحال ایک کپ چائے تو ساتھ پی سکتے ہیں۔" اس نے بہت دلنشین انداز میں کہا کہ وہ واپس ٹک گیا اور ویٹر کو قریب بلا کر چائے کا آرڈر دے دیا۔
"شکریہ‘ آپ یہاں روز آتے ہیں؟"
"چند دنوں سے۔"
"میں بھی اکثر اسی ریسٹورنٹ میں آتی ہوں۔"
"آپ یہاں......میرا مطلب ہے یہاں رہتی ہیں؟"

"نہیں نہیں' میری بڑی بہن اور بہنوئی یہاں رہتے ہیں۔ میں دوسری بار یہاں آئی ہوں' ہم کلکتہ کے رہنے والے ہیں۔"

"اوکے۔" وہ مختصر سا کہہ کر خاموش ہوگیا' چائے آگئی۔

"کتنی شوگر۔"

"ون ٹی اسپون۔"

"آپ کافی ڈسٹرب دکھتے ہیں آنکھیں بھی سرخ ہیں۔" وہ کپ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔

"یہ میرا پرسنل معاملہ ہے' سوری۔"

"سوری آپ یہاں....."

"بزنس کرتا ہوں۔"

"پلیز مجھے غلط نہ سمجھئے گا آپ کو ڈسٹرب سا دیکھ کر میں رہ نہ سکی۔" وہ وضاحت کرنے لگی تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے منع کردیا۔

"آپ سے مل کر اچھا لگا۔" وہ پھر چائے اپنے اندر انڈیل کر کھڑا ہوگیا۔

"کیا ہم دوبارہ مل سکتے ہیں؟"

"ممکن نہیں ہے۔"

"میں یہاں تنہا بور ہو جاتی ہوں۔" اس نے برابر کھڑے ہوتے ہوئے بتایا۔

"مس سنجنا' بائے۔" وہ اس سے زیادہ کچھ نہ بولا آگے بڑھ گیا۔

❀......❀......❀

چھٹی کا دن تھا وہ کافی دیر سے سو کر اٹھا تو بھوک کا شدید احساس ہوا' ہاتھ منہ دھو کر فوراً کچن کی طرف آیا۔ شرمین اپنے لیے چائے بنارہی تھی۔ بھولی سنک میں جمع ناشتے کے برتن دھورہی تھی' بوبی اندر آتے کے فوراً ابکائی لیتا چٹکی سے ناک دبا کر باہر نکلا۔ شرمین کچھ نہ سمجھ کر باہر نکلی تو وہ برس پڑا۔

"تم پاگل ہو یا تمہاری ناک بند ہے' کس قدر گندے تیل کی بُو آرہی ہے اور تم اس کے ساتھ کچن میں ہو۔"

"کون سی بُو کس کے ساتھ؟"

"وہی جو بابا تحفہ لائے ہیں' مس بھولی!"

"ہش..... ایسی کیا بات ہے' تیل اس نے لگایا ہوا ہے' تمہیں کیا؟" شرمین نے ہنس کر ڈانٹا۔

"اور سارا گھر سڑ رہا ہے' جہاں سے گزرتی ہے گندے تیل کی بُو آرہی ہے اور کپڑے۔ بھئی کتنے گندے ہیں؟"

"اچھا اچھا تم بتاؤ کیا کرنے آئے تھے؟" شرمین نے دھیرے سے اسے بریک لگائی کہ کہیں بھولی سن نہ لے۔

"ناشتا کرنا ہے' باہر لان میں۔ اُف میرا سر چکرا رہا ہے۔" وہ کہتا ہوا باہر سے ہی لان کی طرف چلا گیا' وہ اندر آئی تو بھولی ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"ہوں تو' برتن دھل گئے۔"

"جی باجی!"

"بھولی! تم پریشان نہ ہونا بس یہ چھوٹے صاحب ذرا نازک مزاج ہیں۔"

"جی باجی!" وہ نازک مزاج کا مطلب تک نہیں جانتی تھی بس ویسے ہی کہہ دیا۔

"اچھا دیکھو کچھ دیر بعد میرے کمرے میں آنا اب بڑی بیگم صاحبہ کے پاس جاؤ ان کو کوئی کام ہے تو کردو۔" شرمین نے بہت نرمی سے کہا۔

"میں کوشش کروں گی کہ آپ کی باتیں سمجھ جاؤں۔" وہ ٹھہر ٹھہر کر بولی تو شرمین کو اس کی معصومیت پر ہنسی آ گئی۔

"ہاں! بالکل سب سمجھ میں آ جائے گا فکر نہ کرو خوش رہو۔"

"مجھے ماں یاد آتی ہے اپنا گھر یاد آ رہا ہے۔" وہ ایک دم ہی رونے لگی۔

"ارے ایسے تھوڑا کرتے ہیں کیا یہ گھر نہیں ہے؟ تمہارے ماموں ہیں ہم سب ہیں اپنا دل لگاؤ۔ مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جا سکتے۔" شرمین نے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی۔

"میں یہاں رہنے کے قابل نہیں۔"

"کیوں؟ میں تمہیں طریقہ بتاؤں گی ابھی تم جاؤ میں چھوٹے صاحب کا ناشتا بنالوں پھر بات کریں گے۔"

"بی بی جی! آپ بھی جائیں بابا کے لیے ناشتا میں بنا کر لاتا ہوں۔" اسی وقت خانساماں آ گیا۔ شرمین نے ان کے کہنے پر اپنا چائے کا کپ لیا اور باہر لان میں بوبی کے پاس آ گئی وہ اخبار پڑھ رہا تھا۔

"خانساماں ناشتا لا رہا ہے۔"

"او کے۔" بوبی نے دلچسپ نظروں سے اس کے نکھرے نکھرے سادہ سے چہرے کو تکتے ہوئے جواب دیا۔ وہ اپنے خیالوں میں محو چائے کی چسکی لے رہی تھی عارض کا چہرہ نظروں میں تھا۔ بوبی کے لیے ناشتا آ گیا تو وہ بولا۔

"میرا ساتھ نہیں دو گی؟"

"اوں ہونہہ...... نہیں بس ایک مرتبہ ناشتا کر چکی ہوں۔"

"تو کیا ہوا؟"

"تو یہ کہ مزید کی گنجائش نہیں۔"

"پلیز' تھوڑا سا۔"

"بوبی! ہر بات کی ضد نہیں کرتے۔"

"تو پھر مان کیوں نہیں جاتیں۔" وہ ناشتا چھوڑ کر بیٹھ گیا تو وہ مزید غصے میں آ گئی۔

"ہر بات ماننے کی نہیں ہوتی۔"

"مجھے تمہاری ہر بات ماننا اچھا لگتا ہے۔"

"تمہاری اپنی مرضی ہے اور میری اپنی۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"شرمین! اگر تم گئیں تو میں سارے برتن توڑ دوں گا۔" اس نے دھمکی دی۔

"توڑ دو اس طرح تم مجھے مجبور کرتے ہو۔" وہ بھی ضد پر اڑ گئی۔

"تو پھر یہ لو۔" بوبی نے ٹرے اٹھا کر فرش پر دے ماری اور منہ پھیر کر بیٹھ گیا۔

"بوبی! مجھ سے اب بات مت کرنا۔" وہ غصے سے کہہ کر چلی گئی تو اسے اور زیادہ غصہ آ گیا پیچھے سے چلایا۔

"کچھ نہیں کھاؤں گا بھوکا مر جاؤں گا سن لو۔" مگر وہ رکی نہیں۔

❀......❀......❀

بوبی نے جیسا کہا ویسا ہی کرنا تھا' شرمین کو اندازہ تھا مگر پھر بھی وہ ذہن جھٹک کر بھولی کے لیے اپنے پرانے ذرا چھوٹے سائز والے کپڑے تلاش کر کے نکالتی رہی۔ بھولی آنکھیں پھاڑے اس کے کمرے کو دیکھ رہی تھی اس نے ایسا

کر صرف ٹی وی ڈراموں میں دیکھا تھا۔

"کیا دیکھ رہی ہو؟" شرمین نے پوچھا۔

"باجی! آپ کا کمرہ آپ کی طرح خوب صورت ہے۔"

"ارے تم تو بڑی اچھی باتیں کرتی ہو۔"

"باجی! مجھے باتیں نہیں آتیں۔"

"آجائیں گی۔"

"آپ سے سیکھ جاؤں گی۔"

"اچھا یہ لو کپڑے تمہارے لیے ہیں اور بھی بازار سے لادوں گی۔"

"یہ تو بہت اچھے ہیں۔"

"ہاں لیکن میری بات توجہ سے سنو اچھی طرح نہانا بالوں کو شیمپو کرنا اور یہ تیل اب نہیں لگانا بڑی گندی سی بو ہے۔"

"اچھا جی۔"

"اور یہ اتنا سرمہ بھی نہیں لگاتے۔"

"یہ کجل ہے (کاجل ہے)۔" اس نے آنکھیں مٹکائیں۔

"کچھ بھی ہے یہ اتنا نہیں لگاتے۔" اس نے سمجھایا۔

"میری آنکھیں اچھی نہیں ہیں؟"

"اچھی ہیں تم بہت اچھی ہو بس اب کچھ تبدیلی لاؤ۔" اس نے اپنے دو سلیپرز بھی اسے نکال کر دیے۔

"میں جاؤں؟"

"ہاں پہلے نہاؤ صاف ستھری بن ٹھن کر آنا۔"

"جی اچھا۔" وہ مسکرا کر جانے لگی تو شرمین نے کہا۔

"اپنے ماموں کو میرے پاس بھیجو۔"

"ماموں تو باہر گئے ہیں۔"

"جب آجائیں تب۔"

"ٹھیک ہے میں کمرہ صاف کرنے کب آؤں؟"

"نہا کر صاف ستھری ہو کر اب جاؤ۔" وہ چلی گئی تو وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ یوپی ابھی تک اسی پوزیشن میں بیٹھا تھا اس کے لبوں پر بے ساختہ مسکان کھیل گئی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

موم کی محبت

قسط نمبر 9

پھول تھے رنگ تھے لمحوں کی صباحت ہم تھے
ایسے زندہ تھے کہ جینے کی علامت ہم تھے
اب تو خود بھی اپنی ضرورت نہیں ہے ہم کو
وہ بھی دن تھے کہ کبھی تیری ضرورت ہم تھے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

جہاں آرا خود زیبا کو لینے اس کے گھر جاتی ہیں اور زیبا کی ماں (واجدہ) انہیں زیبا کی خراب طبیعت کا بتا کر انہیں خوشخبری سناتی ہیں جہاں آرا بیگم خوش ہونے کے ساتھ صفدر پر حیران بھی ہوتی ہیں کہ اس نے ابھی تک انہیں کیوں نہیں بتایا گھر آ کر وہ صفدر سے پانچ کلو مٹھائی منگواتی ہیں جس پر وہ حیران ہو جاتا ہے۔ مخفی زیبا کی دیکھ بھال کرتی ہے اور ساتھ ہی اسے یہ آس بھی دلاتی رہی ہے کہ صفدر بیٹے کی خوش خبری سن کر واپس آ جائے گا اور سب کچھ بہتر ہو جائے گا لیکن زیبا اب مایوس ہو چکی ہے اس کے لیے اب صرف بچہ ہی سب کچھ ہے۔ عارض کو لگ رہا ہے کہ صبیح احمد اور شرمین ابھی بھی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں وہ جیسے خود لڑکیوں کے ساتھ فلرٹ کر رہا تھا ایسے ہی شرمین نے اس کے ساتھ کیا۔ جہاں آرا بیگم کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ وہ مٹھائی لے کر زیبا کے گھر جانا چاہتی ہیں مگر صفدر ٹال جاتا ہے۔ بیٹے کی خودسری پر جہاں آرا بخار میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ آغا جی (عارض کے بابا) شرمین اور صفدر کو چائے پر بلاتے ہیں۔ شرمین انہیں عارض کی بے رخی کا بتاتی ہے جس پر وہ پریشان ہو جاتے ہیں۔ بوبی کی محبت میں بھی تیزی آتی جا رہی ہے اس نے پہلے شرمین کے لیے کھانا پینا چھوڑ کر اسے پریشان کر دیا تھا جس پر اب وہ محتاط ہو کر اس کا خیال رکھنے لگی ہے لیکن اس کی بچوں جیسی حرکتیں اور ضد نے اس کی پریشانی میں اضافہ کر دیا ہے۔ بوبی کا خیال ہے کہ وہ اس طرح بہت جلد شرمین کو حاصل کر لے گا۔ زینت آپا بھی بوبی کی بڑھتی ہوئی بے باکی سے بہت پریشان ہیں وہ شرمین سے بات کرنا چاہتی ہیں لیکن ڈرتی ہیں کہ کہیں شرمین گھر سے ہی ناں چلی جائے۔ صفدر بھی ماں کی طبیعت کو دیکھتے ہوئے زیبا کو منانے کے لیے جاتا ہے لیکن اس کو دیکھتے ہی دل میں نفرت کا پودا جڑ پکڑ لیتا ہے اور پھر اسے چھوڑ کر گھر آ جاتا ہے جہاں آرا بیگم کے استفسار پر الزام زیبا کے سر رکھ دیتا ہے کہ وہ گھر آنا ہی نہیں چاہتی۔ عارض بہت سوچنے کے بعد شرمین سے بغیر کچھ پوچھے اپنی طرف سے منگنی کا رشتہ ختم کر دیتا ہے۔ اور شرمین کا ایک بار پھر محبت پر سے اعتبار ہمیشہ کے لیے اٹھ جاتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

......☆☆☆......

منیجر صاحب بڑی دیر سے موبائل فون کی گھنٹی بجتی سن رہے تھے۔ جب کچھ دیر اس نے فون اٹینڈ نہ کیا تو انہیں خود کمرے میں آنا پڑا کمپیوٹر ٹیبل پر سیل فون چیخ رہا تھا اور بیڈ پر ٹیک لگائے وہ شاید سو گیا تھا آدھا کمبل بیڈ پر اور آدھا فرش پر لٹک رہا تھا شل کر دینے والی سردی میں بھی نہ ہیٹر آن تھا اور نہ کمبل میں خود کو لپیٹا تھا۔

"سر......سر!" انہوں نے پکارا۔

"ہنہ......ہنہ میں آپ خیریت......؟" وہ چونک کر آنکھیں مسلتے ہوئے بولا۔

"سوری سر......یہ فون......؟"

"اوہ......" اس نے جلدی سے فون کال ریسیو کی۔ منیجر صاحب اس کو سلام کرکے کمرے سے نکل گئے۔

"ہیلو۔"

"ہاں کیا حال ہے؟" صفدر کی آواز پر وہ پوری طرح ہوش میں آ گیا۔

"فائن! بولو صفدر۔"

"سو رہے تھے پرسکون نیند۔" صفدر کے لہجے کی چبھن اس نے محسوس تو کی مگر نظر انداز کر گیا۔

"ہاں، بس آنکھ لگ گئی تھی۔"

"جانتا ہوں آنکھ تو تمہاری راہ چلتے لگ جاتی ہے۔"

"طنز نہیں صفدر پلیز۔" اس نے ٹوکا۔

"کیوں غلط کہہ رہا ہوں کچھ؟ آنکھ لگنا اور آنکھ پھیرنا دونوں تمہارے نزدیک کھیل ہیں۔" صفدر نے جل کر کہا۔

"صفدر پلیز تم غلط سمجھ رہے ہو۔"

"اب اور کیا سمجھوں جو کھیل تم نے معصوم شرمین کے ساتھ کھیلا ہے اس پر میں شرمندہ ہوں۔"

"صفدر میں نے اس کے ساتھ کوئی کھیل نہیں کھیلا، بلکہ تو میں ہارا ہوا ہوں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا، خود کو تباہ کیا ہے۔" بولتے بولتے اس کی آواز میں رنج و ملال کی تلخی گھل گئی۔

"لیکن کیوں، کیوں اتنا فضول میسج کیا؟" صفدر غصے سے چلا اٹھا۔

"صفدر! تم کو کیا بتاؤں میں نے چند لفظوں میں اسے سب کہہ دیا۔ فون کرنے کی تو ہمت ہی نہیں ہوئی۔"

"جس کے دل میں چور ہو اس میں ہمت کہاں سے آئے گی؟ تم تو خود سے بھی نظریں ملانے کے قابل نہیں ہو، تمہیں دھوکہ دینے کے علاوہ اور آتا ہی کیا ہے؟"

"صفدر تم الزام تراشی سے باز آؤ میں ویسے ہی بہت ڈسٹرب ہوں۔" وہ کربناک آواز میں بولا۔

"تمہیں ڈسٹرب ہونا بھی چاہیے ایک معصوم پیاری سی لڑکی کو تم نے بہت گہرا صدمہ پہنچایا ہے وہ بھی ناکردہ گناہ کا۔ یہ تھی تمہاری محبت، امریکا میں کوئی اور تتلی پھنس گئی ہوگی۔" صفدر طیش میں آ کر بولتا رہا۔ عارض کو اس بات پر بالکل غصہ نہیں آیا۔

"شاید ابھی تم میرے بارے میں ایسی ہی رائے رکھو گے۔ بس شرمین کا خیال رکھنا۔"

"شٹ اپ اگر شرمین، بہن کا نام زبان پر لائے تو......؟" صفدر چلایا۔

"ٹھیک ہے، میرے دوست ہی رہنا۔" بڑی معصومانہ خواہش تھی اس کی صفدر کا دل اس کی مٹھی میں آ گیا پیارے دوست کی محبت بھی تو دل میں رچی ہوئی تھی۔

"اوہ......شٹ۔" صفدر بے بسی سے کہہ کر خاموش ہو گیا فون آف ہو گیا عارض کے لبوں پر زخمی سی مسکراہٹ پھیل گئی، پیارا دوست خفا ہو گیا زندگی کے سب سے قیمتی شے چھن گئی بچا ہی کیا تھا زندگی کس قدر بے کار اور بے مقصد ہو گئی تھی۔ پھر سائیڈ ٹیبل پر فون رکھ کر اٹھا۔ منیجر صاحب کو گھر جانے کی اجازت دی اور خود دوبارہ بستر پر گر سا گیا۔ بددلی سے وہ کمرے کی طرف بڑھا۔

☆☆☆

"صفدر...... صفدر" جہاں آرا نے باورچی خانے سے باہر آتے ہوئے آواز دی۔

"جی امی۔" وہ رک کر پلٹا۔

"بیٹا! زیبا کے لیے گرم دودھ لیتے جاؤ۔" اس کے ماتھے پر شکنیں نمودار ہوگئیں۔

"امی وہ معذور نہیں ہے۔"

"اللہ نہ کرے، اپنی بیوی کے لیے ایسا کہتے ہیں۔" جہاں آرا سخت غصے سے بولیں۔

"یہ لو پکڑو دودھ۔" انہوں نے تحکم سے کہا تو اسے گلاس پکڑنا پڑا کچھ دیر تخت بے زاری سے گلاس کو گھورا اور پھر ٹھوکر مار کر دروازہ کھول کر اندر آیا وہ دروازے پر ٹھوکر کی آواز سن کر گھبرائی سی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یہ لو، چڑھالو، عیش کرو۔" اس نے گلاس سنٹر ٹیبل پر پٹخا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔

"آپ کو زحمت نہیں کرنی چاہیے تھی۔" وہ بولی تو اسے چار سو چالیس کا کرنٹ لگا۔

"میری ماں کو نوکر بنالیا ہے مجھے غلام سمجھ رہی ہو، کس لیے؟"

"ایسا کیا کردیا میں نے؟" وہ منمنائی۔

"زیبا بیگم پلیز میری زندگی سے چلی جاؤ میرے سر پر مسلط مت رہو۔" اس نے ہاتھ جوڑ دیے۔

"اب بار بار یہی سننا ہے مجھے؟" زیبا نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"تو پھر میرے سامنے مت آیا کرو۔"

"پھر مجھے نکال دیں، میں کب آنا چاہتی تھی؟"

"اور میں کب لانا چاہتا تھا؟"

"پھر میرا کیا قصور ہے؟"

"قصور تمہارا ہے کیوں پارسا بن کر میری زندگی میں آئیں، کیوں اب یہ جذباتی دھوکہ میری ماں کو دے رہی ہو؟ بتاؤ انہیں اپنی اصلیت۔"

"آپ بتادیں قصہ ختم کریں۔"

"یہ دودھ پیو اور کمرے سے باہر جاؤ۔" وہ بے بسی سے کہہ کر بستر پر دراز ہوگیا۔

"مجھے اسپتال جانا ہے۔"

"میں تمہارا نوکر نہیں ہوں۔" صاف جواب دے کر کروٹ لے لی۔

"آپ منافق کیوں ہیں؟"

"کیا تم، تم مجھے منافق کہوگی۔" وہ اچھل کر اٹھا اور قریب آکر غرایا وہ سہم سی گئی۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"

"تمہارا جو بھی مطلب تھا میں سمجھتا ہوں میں منافق نہیں بلکہ تم دھوکہ باز ہو۔" وہ بولا۔

"خدا کے لیے صفدر میرے حال پر رحم کریں میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" وہ بے بسی سے رو دی۔

"بھاڑ میں جاؤ تم میں ہی باہر چلا جاتا ہوں۔" وہ جھلا کر باہر نکل رہا تھا تو جہاں آرا باہر سے اندر آرہی تھیں۔

"کہاں جارہے ہو؟"

"جہنم میں۔" یہ کہہ کر وہ صحن عبور کر کے سیدھا گھر کے دروازے سے باہر نکل گیا۔ جہاں آرا حیران پریشان اسے جاتا دیکھتی رہیں پھر کچھ سمجھ میں نہ آیا تو زیبا سے پوچھا۔

''کیا ہوا اسے؟''

''وہ پتا نہیں۔'' وہ ہکلائی۔

''اور تم نے دودھ ابھی تک نہیں پیا۔''

''جی پیتی ہوں، مجھے اسپتال کی فکر ہورہی ہے۔''

''فکر کی کیا بات ہے؟ صفدر کے ساتھ چلی جاؤ ورنہ فون پر بات کرلو۔''

''نبھی کا فون آیا تھا ابا کی طبیعت خراب ہے۔''

''اوہو بس بیٹا اللہ ہی صحت دیتا ہے تم ہمت سے کام لو صفدر آجائے تو ہم تینوں چلتے ہیں۔''

''بس میرا دل گھبرا رہا ہے۔''

''ارے نہیں میری بچی تم اپنی طبیعت خراب نہ کرو، بیٹھو آرام سے۔'' انہوں نے پیار سے کہا تو اسے کچھ سکون حاصل ہوا۔

❁ ...... ❁❁ ...... ❁

علم انسان کی غیبی آنکھ ہے جس کے ذریعے وہ بہت کچھ دیکھ لیتا ہے۔ لیکن موت کو نہیں دیکھ پاتا موت کی آنکھیں ہر علم کی پہلی منزل تک دیکھتی ہیں۔ انسان علاج معالجے کے جھانسے میں پھنسا رہتا ہے اور موت اپنا ہدف پورا کرکے چلی جاتی ہے زیبا کے ابا ڈاکٹر کی تسلیوں اور نرسوں کے بہلاوے کے باوجود چلے گئے حاجرہ کی آنکھوں کے سامنے، نبھی کی بے بسی کے سامنے رخصت ہوگئے، وہ تینوں جنرل وارڈ کے دروازے پر ہی جم سے گئے۔ جیسے کسی نے ان پر طلسم پھونک دیا زیبا کی آنکھیں پتھرا گئیں۔ اس کے ابا اس سے آخری بار ملے بغیر ہی چلے گئے۔ صدمے اور ندامت کے باعث وہیں جہاں آرا کے بازوؤں میں گھس کے دھاڑیں مارنے لگی۔ جہاں آرا کے لیے اسے سنبھالنا مشکل ہوگیا وہ جھولتی ہوئی زمین سے جالگتیں اگر صفدر بے ساختہ بڑھ کر زیبا کو سہارا نہ دیتا۔ وہ بے ہوش ہوگئی تھی ایسے میں جہاں آرا کو اس کی فکر ہوئی اس کنڈیشن میں جبکہ اس کی اپنی طبیعت گری گری نقاہت زدہ تھی یہ صدمہ برے اثرات ڈالتا، بے ہوشی کے باعث اسے طبی امداد دلا کر فوراً گھر بھیجنا ضروری تھا۔ مسئلہ یہ تھا کہ اسپتال سے میت لے جانے کی تمام تر کاغذی کارروائی کرنا، ایمبولینس کا بندوبست کرنا صرف حاجرہ اور نبھی کے لیے مشکل تھا۔ اس لیے صفدر نے ٹیکسی کرا کر ان چاروں کو گھر بھیج دیا اور خود میت کے ساتھ جانے کا فیصلہ کیا۔

وہ زیبا سے شاکی تھا مگر اس کے والدین سے اسے کوئی شکایت نہیں تھی۔ پھر اس موقع پر تو دشمن بھی غم بانٹنے آجاتے ہیں۔ اس کا اخلاقی فرض تھا کہ وہ بیٹا بن کر اس غم کے موقع پر زیبا اور اس کی امی کا ساتھ دیتا، لہٰذا وہ پرسکون ہوکر تمام مراحل طے کرکے میت کے ہمراہ یہی سوچ کر جارہا تھا کہ زیبا کے لیے کیا گیا فیصلہ نفرت کے جذبات اپنی جگہ مگر یہ رنج اور دکھ کا موقع تھا اس میں اس نے حسن سلوک کا مظاہرہ کرنے کی ٹھانی، ایمبولینس کے ساتھ ساتھ وہ گاڑی چلا رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ زیبا تو اب اور زیادہ امی کی ہمدردیاں حاصل کرلے گی اس نے امی کی اس کے لیے وارفتگی اور پریشانی اچھی طرح محسوس کرلی تھی۔ ایسے حالات پیدا ہوگئے ہیں کہ چاہوں بھی تو اس سے بات کیے بغیر گزارہ نہیں آنا جانا بھی پڑے گا۔ تجہیز و تدفین سے لے کر تمام معاملات بھی اسی کی خاطر برداشت کرنے پڑیں گے۔ کیا سوچتا ہوں اور کیا بن رہا ہے؟ صفدر کس طرح تم زندگی کے بکھیڑوں میں الجھ کر رہ گئے ہو؟'' وہ اور کچھ سوچتا کہ ایمبولینس گھر پہنچ کر رک گئی تو وہ چونکا اور ہوش کی دنیا میں آگیا۔

''کچھ ایسے حادثے بھی زندگی میں ہوتے ہیں کہ انسان بچ تو جاتا ہے مگر زندہ نہیں رہتا۔'' تدفین کے مرحلے کے

بعد صفدر نے رسماً اظہار افسوس کیا تو جواب میں بھیگی بھیگی پلکیں صاف کرتے ہوئے اس نے یہ جواب دیا۔ وہ ٹھٹکا غور سے اسے دیکھا وہ بہت کمزور ہوگئی تھی آنکھوں کے گرد گہرے سیاہ حلقے بن گئے تھے ہونٹوں پر تہہ در تہہ پپڑیاں جمی تھیں اس حالت میں اس کی کیفیت دیکھ کر نمی قریب آ کر بولی۔

"صفدر بھائی آپ اسے کچھ کھلائیں، پلائیں اس کی حالت دیکھیں۔"

"ایکسکیوزمی مجھے باہر مردوں میں بیٹھنا ہے۔" وہ ٹال کر اٹھنے لگا تو جہاں آرا نے دھیرے سے ٹوکا۔

"زیبا کو گھر لے جاؤ کچھ کھلا کر دودھ کے ساتھ دوائیں کھلا کر کچھ دیر سلا دینا پھر آ جائے گی۔"

"امی، یہ مناسب نہیں ہے، لوگ جمع ہیں۔" اس نے ٹالا۔

"کچھ نہیں ہوتا ہمارا بچہ ہے ہمیں خیال رکھنا ہے۔" جہاں آرا نے وفور محبت سے کہا تو زیبا نے روتے روتے ایک دم اس کی طرف دیکھا دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر نظریں چرالیں۔

"آپ بھی کمال کرتی ہیں کیا یہاں آرام نہیں ہوسکتا۔"

"نہیں بیٹا، یہاں بیدونی رہے گی۔"

"صفدر بھائی میں اپنی طرف لے جاتی ہوں اس کو ہر صورت آرام کی ضرورت ہے۔" نمی اس کی نیت بھانپ گئی تھی۔

"وہ..... یہ..... یہ بات نہیں ہے۔"

"پھر لے جاؤ، اٹھو زیبا جاؤ شاباش، میں یہاں ہوں تمہاری امی کے پاس۔" انہوں نے چمکارتے ہوئے اٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ کھول اٹھا۔

"جی آیئے تشریف لایئے۔"

"امی رہنے دیں میں ٹھیک ہوں۔" اس نے بھی صفدر کا ارادہ جان لیا۔

"اب زیادہ ڈرامے کی ضرورت نہیں۔" اس نے گھور کر دیکھا۔

"زیبا اٹھو میں خالہ کو بتادوں گی۔" نمی نے ہاتھ پکڑ کر فرش پر سے اسے اٹھنے میں مدد دی۔

وہ آگے بڑھ گیا تو وہ پہلے ماں کے کندھے سے لگ کر خوب روئی اور پھر چادر اوڑھ کر نمی کے ہمراہ باہر آ گئی۔ وہ گاڑی دروازے کے سامنے لے آیا تھا۔ اس کے لیے پچھلا دروازہ کھول کر خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا زیبا نے محسوس تو کیا مگر کہا کچھ نہیں خاموشی سے سیٹ کی پشت سے سر لگا کر آنکھیں موندلیں۔

"ویسے اب تمہاری چال کیا ہوگی؟" گلی سے گاڑی باہر نکالتے ہی اس نے طنز کیا اس کی آنکھیں کھل گئیں۔

"یہی کہ اسی مہینے کے آخر تک میں آپ کی زندگی سے نکل جاؤں گی۔"

"اچھا۔" وہ طنزیہ مسکرایا۔

"اپنی امی کو آپ سنبھالیے گا میں اپنے بیٹے کے ساتھ چلی آؤں گی۔" اس نے کافی سنجیدگی سے کہا تو اس نے مزید طنزیہ انداز اختیار کیا۔

"واہ داد دینی پڑتی ہے تمہاری چال بازی کو۔"

"رائے کا شکریہ۔" اس کی زبان پر بھی جیسے کانٹے اگ آئے تھے۔

وہ کچھ اور نہیں بولا باقی کا راستہ خاموشی رہی، بےزاری اور تناؤ کا ماحول رہا وہ تو پیچھے بیٹھی مسلسل یہی سوچ رہی تھی کہ کیوں اس شخص کے ساتھ آ گئی کیوں اپنے آپ کو اذیت دینے کے لیے ساتھ چلی آئی۔ یہ شخص اپنا ہے ہی نہیں، پھر بھلا

کون سی خوش امیدی رکھنی چاہیے؟ گھر میں مکمل اندھیرا تھا۔

وہ بہت محتاط انداز سے چل رہی تھی۔ برآمدے سے کمرے میں جاتے ہوئے اسٹیپ پر پاؤں رکھنے کے بجائے اندر کی طرف رکھ دیا تو اندازہ غلط ہوگیا۔ لڑکھڑا کر منہ کے بل گر جاتی اگر پشت سے اس نے ایک دم تھام نہ لیا ہوتا اسے تھامے تھامے پہلے لائٹ آن کی اور پھر اسے سیدھا کھڑا کرتے ہوئے بولا۔

"اب اور کتنی ٹھوکریں کھانی ہیں؟"

"جتنی مقدر میں لکھی ہیں؟" وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے تحمل سے بولی۔

"ہنہ...... مقدر! اپنی غلطیوں سے مقدر انسان خود لکھتا ہے۔"

"غلطیاں بھی تو مقدر میں لکھی ہوتی ہیں۔"

"زبان کس قدر تیز چلتی ہے۔" اسے اس کی بات اچھی نہ لگی۔

"کاٹ دیجیے۔"

"مجھے کیا ضرورت ہے، فی الحال امی کے کمرے میں جا کر سو رہا ہوں، کچھ کھانا ہے تو بناؤ اور کھالو۔" وہ بیڈ سے ایک تکیہ اٹھاتے ہوئے بولا تو وہ بول اٹھی۔

"اس سے بہتر تھا آپ مجھے نہ لاتے مجھ سے کھڑا نہیں ہوا جارہا اور آپ کہہ رہے ہو کہ......؟"

"تو...... میں کھانا بناؤں؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں رہنے دیں مرنے دیں مجھے۔" وہ چل کر صوفے پر ہی سیدھی ہو کر لیٹ گئی جس کا مطلب تھا کہ بیڈ خالی ہے اسے یہیں سونا چاہیے وہ چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر تکیہ بیڈ پر رکھ کر واش روم میں گھس گیا۔ اسے بہت دکھ ہوا موٹے موٹے آنسو آنکھوں سے بہنے لگے۔ نقاہت اور کمزوری کے باعث بس رونے پر ہی زور چل رہا تھا وہ کچھ دیر بعد واش روم سے باہر آیا تو پھر کچھ سوچ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ اسے یقین تھا کہ وہ اب کمرے میں نہیں آئے گا۔ اس لیے صبر شکر کر کے سونا ہے یا پھر خود ہمت کر کے کچھ بنانا پڑے گا۔ سارا دن کچھ نہیں کھایا تھا اور ویسے بھی اب رات کی میڈیسن تو کھانی ہی تھیں۔

ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ وہ ٹرے اٹھائے آ گیا۔

"یہ لیں محترمہ، اپنی ماں کا حکم میں ٹال نہیں سکتا۔" اس نے بڑے اکڑ کر اس پر واضح کیا۔ وہ اٹھ بیٹھی۔ اس نے میز پر ٹرے رکھ دی اور بیڈ پر جا کر بیٹھ گیا آملیٹ، سلائس اور دودھ کا گلاس دیکھ کر اس نے ممنون نگاہوں سے گویا اس کا شکریہ ادا کیا۔

"مجھے ممنون نگاہوں سے مت دیکھو، یہ صرف رحم کھا کر کیا ہے۔" اس نے جتلایا۔

"تو نہ کرتے، میں نے آپ کو کب مجبور کیا؟" وہ افسردگی سے بولی۔

"میری ماں نے مجبور کیا۔" وہ دراز ہوتے ہوئے بولا۔

"آپ نہ ہوتے۔"

"او کے نہیں کھانا تو کچن میں رکھ آؤ۔" وہ سرد مہری سے کہہ کر کروٹ لے کر سوتا بن گیا۔ وہ شرمندگی سے چند لمحے سوچتی رہی پھر بمشکل تمام چھوٹے چھوٹے ٹکڑے توڑ کر زہر مار کیے۔ بار بار نگاہیں اس دشمن جاں کی طرف اٹھتی تھیں مگر وہ تو بچ مچ سو گیا تھا اس نے کھایا پھر اٹھ کر بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر سے اپنی میڈیسن اٹھائیں اور دھیرے دھیرے چل کر کمرے سے باہر نکل گئی نہ اس کی آنکھ کھلنی تھی اور نہ کھلی۔

سونے دا سر بچولے دے چاندی دی سرمے دانی
ڈورے کھیچ کے ہور کراں گی اپنی اکھ مستانی

چھوٹے سے ریڈیو سے نور جہاں کی آواز نکل کر اس کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی۔ تیزی سے ہاتھ صفائی کر رہے تھے اور لبوں سے گیت ٹپک رہا تھا۔ وہ مست تھی بوبی کا بس نہ چلا کہ ریڈیو کو اور اس کو اٹھا کر باہر پھینک دے۔ ہلکے سے تیل کے ساتھ بالوں کی چٹیا بنائے سرمہ بھری آنکھوں کے ساتھ کام کرتے ہوئے وہ بوبی کو اور شرمین کو تا نند دیکھ گئی۔

''او...... کیا بے ہودگی ہے، بند کرو یہ۔'' وہ زور سے چلایا تو شرمین کو ہنسی آ گئی وہ چونکی اور ڈر کے جلدی سے ریڈیو بند کر دیا۔

''ابھی اور سرمے کی گنجائش ہے تمہاری آنکھوں میں یہ صبح صبح ریڈیو چلا کر سارا گھر سر پر اٹھانے کی ضرورت......؟'' بوبی نے اس کی سرمئی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے چلا کر کہا۔

''اوہو، بوبی کیا ہو گیا، بے چاری کو ریڈیو تو سننے دو۔''

''شرمین فار گاڈ سیک۔ اس ریڈیو کی آواز پر میں اٹھا ہوں سمجھاؤ اسے۔'' بوبی بہت بگڑے موڈ میں بولا۔

''بھولی یہ اس وقت سنا کرو جب بوبی صاحب باہر گئے ہوں اور آواز کم رکھتے ہیں۔'' شرمین نے بہت نرمی سے بھولی کو سمجھایا۔

''اور پھر یہ واہیات تیل لگا لیا کس قدر سمیل ہے۔'' وہ ناک پکڑ کر کہتا ہوا ڈائننگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

''وہ جی میں نے تھوڑا سا تیل لگایا ہے۔'' بھولی نے اتنی دیر میں فقط یہ جملہ بولا تو شرمین اس کی سادگی پر مسکرا کر بولی۔

''ضرورت ہی کیا تھی دیکھو کتنے اچھے کپڑے لگ رہے ہیں، تیل لگانا ضروری تو نہیں ہوتا۔''

''میرے بال خراب ہو گئے تو۔''

''نہیں ہوتے اور ایسا کیا کرو کہ نہانے سے ایک گھنٹہ پہلے لگا لیا کرو۔''

''جی ٹھیک۔'' وہ رضا مند ہو گئی۔

''اچھا یہ بتاؤ بیگم صاحبہ کہاں ہیں؟''

''اپنے کمرے میں۔''

''اچھا اور ناشتہ۔''

''وہ تو باورچی خانے میں بن رہا ہے۔''

''ٹھیک ہے میں انہیں لے کر آتی ہوں تم صفائی کرو، میرے کمرے میں بیڈ کے نیچے سے اچھی طرح صفائی کرنا۔'' شرمین یہ کہہ کر زینت کے کمرے کی طرف بڑھ گئی تو اس نے ڈسٹر رکھ کر اپنا ریڈیو اٹھایا اور سینے سے لگایا کبھی ہونٹوں سے چوما اس میں تو اس کی جان تھی ابے کا چھوڑا ہوا یہ اثاثہ تو اسے اپنی جان سے زیادہ پیارا تھا اس کی وجہ سے کئی بار بے سے مار کھائی تھی مگر یہ ریڈیو اس کے ساتھ ساتھ ہی رہا یہاں آتے ہوئے بھی اگر کوئی چیز اسے پیاری تھی تو ایک ماں کی فریم شدہ تصویر اور ایک یہ ریڈیو جو بہت پرانا تھا مگر اس سے نکلنے والی آواز بہت جوان تھی اب تک۔ وہ بددلی سے صفائی کر کے شرمین کے کمرے کی طرف چلی گئی۔

''ایسے نہیں جھڑکتے یہ جس ماحول میں پلی بڑھی ہے وہاں یہ سب زندگی کے رنگ سمجھے جاتے ہیں۔ ان کے پاس اور کچھ نہیں ہماری طرح شہری زندگی کے ہزار ہا لوازمات نہیں ہیں۔ ان غریبوں کے پاس یہ ریڈیو سرمہ مسی ان کی خوشیاں

ہیں۔ دھیرے دھیرے سمجھ میں آ جائے گا۔" شرمین کی اتنی طویل وضاحت سن کر وہ فقط اتنا بولا۔
"تم کہتی ہو تو ٹھیک ہے مگر یہ بدبودار تیل تو نہ لگایا کرے۔" بوبی نے سلائس پر مکھن لگاتے ہوئے کہا۔
"چھوڑ دے گی فی الحال آپ تیار ہو کر آفس پہنچو مجھے ذرا منت آپا کی فاسٹنگ شوگر لیبارٹری سے چیک کرانی ہے۔"
"خیریت۔" بوبی بولا۔
"ذرا طبیعت کچھ بہتر نہیں۔"
"اوہ......" وہ فکر مند ہو گیا۔
"ان کو وقت دیا کرو وہ تنہائی میں پریشان ہوتی ہیں۔"
"شرمین۔"
"ہمم۔"
"تمہارا شکریہ تم ماما کا کتنا خیال رکھتی ہو۔"
"کوئی بات نہیں وہ میرے لیے میرا سب کچھ ہیں اور کون ہے میرا؟" بے اختیاری وہ رنجیدہ ہو گئی۔ عارض کا دیا تازہ تازہ صدمہ یاد آ گیا اس کے چہرے پر غم کے رنگ بکھرے مگر فوراً ہی وہ چھپا گئی۔
"کیا بات ہے؟" بوبی نے پوچھا۔
"کچھ نہیں۔" وہ کہہ کر اٹھنے لگی تو بوبی نے بڑھ کر کلائی تھام لی اور کہا۔
"میرا سب کچھ بھی تم ہو۔"
"پلیز تم اپنی ماما کا خیال کرو بس۔" نرمی سے کلائی چھڑا کر کہا اور تیز قدموں سے باہر چلی گئی۔

......☆☆☆......

ہلکی ہلکی بارش مسلسل دو گھنٹوں سے جاری تھی۔ وہ ان دو گھنٹوں میں چار مگ بلیک کافی کے پی گیا تھا جانے کیوں کافی کی کڑواہٹ اسے آج بری نہیں لگی تھی۔ ورنہ عام طور پر وہ کافی ود کریم پینے کا عادی تھا لیکن آج جانے کیوں اس نے ویٹر کو بلیک کافی ہی لانے کو کہا پھر وہ مسلسل منگوا تا رہا کڑواہٹ سے اپنے اندر کی تلخی کو شکست دیتا رہا۔ چوتھا مگ ختم کیا تو سنجنا نے اس کی ٹیبل پر عین وسط میں اپنا ہینڈ بیگ رکھا تو عارض نے سرخ انگارہ آنکھوں سے اسے دیکھا اور فوراً اپنی گاڑی کی چابی اور موبائل فون اٹھا کر اٹھنا چاہا تو وہ بولی۔
"مہمان دیکھ کر کیا پاکستانی اٹھ کر چلے جاتے ہیں؟"
"پاکستانی بہت مہمان نواز ہوتے ہیں۔"
"تو پھر بیٹھیے ہمیں بھی ایک کپ کافی پلوا دیں۔" اس نے بیٹھتے ہوئے فرمائش کی۔
"شیور۔" اس نے کہا اور اشارے سے ویٹر کو بلایا۔
"مسٹر عارض میں جب یہاں آ رہی تھی تو پراتھنا کرتی آ رہی تھی کہ آپ سے ملاقات ہو جائے۔" وہ مسکرا کر بولی۔
"پلیز مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا۔"
"کیوں؟"
"سوری۔" وہ بولا۔
"مسٹر عارض آپ کیوں ایسے ہیں؟"
"اور آپ کیوں ایسی ہیں؟" وہ کچھ تلخ ہو گیا۔

"مطلب......؟" وہ حیران ہوئی۔

"مطلب آپ کو بے تکلفی کی عادت ہے یا شوق؟" گہرا طنز شامل تھا اس کے لفظوں میں۔

"نہ شوق ہے اور نہ عادت بس آپ کو دیکھ کر اچھا لگا کہ بات کی جائے۔" اس نے بڑی سادگی سے اعتراف کیا۔

"مگر میں اجنبی لوگوں سے زیادہ بات چیت نہیں کرتا۔" اس نے خلاف عادت کہا۔

"ہم اجنبی تو نہیں دوسری بار مل رہے ہیں۔" کافی آچکی تھی وہ چسکی لیتے ہوئے بولی۔

"کچھ لوگ زندگی بھر ملتے رہیں پھر بھی اجنبی رہتے ہیں۔"

"مسٹر عارض آپ بہت دکھی لگتے ہیں عشق کی ناکامی ہے یا محبوبہ کی بے وفائی؟" وہ خاصی بولڈ تھی بہت بے تکلفی سے بولی۔

"مس سجنا، مجھے بے تکلفی پسند نہیں۔"

"مگر مجھے ہے میں فوراً بے تکلف ہو جاتی ہوں۔" وہ چپ رہا تو وہ پھر بولی۔

"اپنا اپارٹمنٹ نہیں دکھائیں گے۔"

"سوری۔"

"وجہ۔"

"آپ مجھے زچ کر رہی ہیں۔" وہ ناگوار موڈ میں بولا۔

"اور آپ مجھ سے بحث کر رہے ہیں۔" وہ بھی جواب میں بولی۔

"میں اجازت چاہوں گا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ طے ہے کہ آپ عشق کی چوٹ کھائے ہوئے ہیں۔" اس نے اندازے سے کہا۔

"عشق تو بہت آگے کی منزل ہوتی ہے۔"

"مطلب محبت کی، پریم کی چوٹ کھائی ہے۔" وہ بولی۔

"ایکسکیوز می۔" وہ تیزی سے کہہ کر اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ دیکھتی رہ گئی اسے یقین آ گیا تھا کہ یہ محبت کی ناکامی پر پریشان حال ہے۔ "کھلے گا حال دل جلد کھلے گا۔" اس نے سوچا اور کافی پیتی رہی جانے کیوں وہ اسے بہت اچھا لگا تھا اسے ملنے کی آرزو میں مسلسل چار دن سے وہ کافی پی رہی تھی لیکن دعا رنگ لائی وہ مل ہی گیا۔

❁......❀❀......❁

"عارض یار تیرا کیا مسئلہ ہے؟" بابا کی کچھ غصیلی آواز سن کر وہ سٹپٹایا مگر پھر سنبھل کر بولا۔

"بابا...... کیا ہوا؟"

"یہی تو پوچھا ہے کہ کیا بات ہے؟" انہوں نے دوبارہ زور ڈالا۔

"بابا کوئی بات نہیں ہے بس ذرا مصروفیت تھی میں فون کرنے والا تھا۔" اس نے جلدی سے وضاحت کی۔

"مگر یار آپ نے وہاں مصروف ہونے کی بات نہیں کی تھی پھر کیوں واپسی نہیں ہو رہی۔"

"بابا آ جاؤں گا آپ سے دور کیسے رہ سکتا ہوں؟"

"کب، کب آؤ گے یار میرا نہیں تو ثمرین کا ہی خیال کرو۔"

"نام نہ لیں اس کا۔" بے ساختہ ہی اس کے لبوں سے پھسلا اور بابا کو ورطہ حیرت میں ڈال گیا۔

"کیا......؟ کیا کہا آپ نے دوبارہ کہو۔"

"یہی بابا کہ آپ شرمین کو بھول جائیں۔" وہ تیزی سے کہہ گیا۔

"کیا میں بھول جاؤں، میں نے اس سے محبت کی تھی میں نے انگوٹھی پہنائی تھی میرے بھولنے سے کیا واسطہ؟" آپ بات کرو اپنی بات کرو جسے یاد رکھنے کے لیے ہزار جتن کیے اسے بھولنے پر راضی ہو۔" بابا بولتے چلے گئے تو وہ فیصلہ کن انداز میں بولا۔

"بابا! یہ سچ ہے شرمین کے لیے میرا فیصلہ بدل گیا ہے آپ تو جانتے ہیں کہ میں ایک ہی مقام پر زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکتا۔"

"یو مین، کوئی اور۔" وہ ہکلائے۔

"وہ.....وہ بس کوئی اور ہے۔" لمحہ بھر رک کر اگلے ہی لمحے وہ ایسی بات کہہ گیا جو شاید تصور میں بھی نہیں تھی۔

"کو.....کون.....کون ہے وہ۔" بابا کی آواز لڑکھڑائی۔

"پھر بتاؤں گا، ابھی میں باہر ہوں۔" وہ جھوٹ بول گیا۔

"نہیں ابھی بتاؤ کس کے ہاتھوں خود کو تلاش کرنے جارہے ہو؟" بابا کی آواز میں واضح تحکم موجود تھا۔

"بابا میں نے شرمین کو اس کی وجہ سے نہیں چھوڑا۔"

"لیکن چھوڑا تو ہے، یہی سوال ہے کہ کیوں؟"

"یہ بحث کی بات نہیں بس ایسا ہو گیا۔"

"کون ہے وہ لڑکی؟"

"بابا پلیز ایمرجنسی نہیں ہے۔"

"عارض مجھے چکر نہ دو مجھ سے غلطی ہوگئی کہ میں تمہیں چھوڑ کر آ گیا۔" بابا نے اپنے آپ کو الزام دیا۔

"آپ اس بحث کو چھوڑ دیں۔"

"نہیں یہ شرمین کی عزت کی بات ہے، وہ بچی پرائے گھر میں تمہارے لیے بیٹھی رہی اور تم دھوکہ دو۔"

"بابا یہ کس کو پتا کہ کون کس کو دھوکہ دیتا ہے شرمین نے کچھ نہیں کہا پھر آپ کو کیا مسئلہ ہے۔"

"عارض پہلی بار مجھے اپنی تربیت پر افسوس ہو رہا ہے۔"

"بابا خدارا مجھے معاف کر دیں۔"

"اس لڑکی کا نام بتاؤ۔"

"بتادوں گا۔"

"عارض یو رئیلی ہرٹ می۔" انہوں نے یہ کہا اور کھٹ سے فون بند کر دیا وہ بے بسی سے فون کو گھورتا رہا اور پھر ہولے سے بڑبڑایا۔

"کاش، میں نے شرمین کو چاہا ہی نہ ہوتا آپ کو کیسے بتاؤں کہ میں کس تکلیف سے گزر رہا ہوں اور کیسے لمحہ لمحہ مر رہا ہوں آپ کو نہیں معلوم وہ کسی اور کی محبت ہے میں محبت کرنے والوں پر ظلم نہیں کر سکتا تھا۔"

❁.......❁❁.......❁
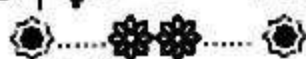
ٹی وی لاؤنج میں ٹی وی دیکھتے ہوئے وہ اپنے ہی خیالوں میں گم ہوگئی تو ایک دم ہی بوبی کی تیز آواز اور بابا کی آواز اس کے کانوں میں پڑی تو وہ چونکی۔

"چھوٹے صاحب میں نے سمجھا دیا ہے آئندہ خیال رکھوں گا۔"

"خاک خیال رکھیں گے۔" بوبی بولا تو کچھ نہ سمجھتے ہوئے شرمین نے پوچھا۔

"کیا ہوا؟"

"وہ...... شرمین بی بی بھولی نے بے وقوفی کی ہے میں نے اسے ڈانٹا بھی ہے سمجھایا بھی ہے۔" بابا نے بتایا۔

"ساری کوٹھیوں کے ملازموں کو جمع کر کے لان میں کھیل رہی تھی اور اس پر بے ہودگی یہ دو ٹکے کا ریڈیو بھی چلا رکھا تھا۔" بوبی کے منہ سے کف نکل رہا تھا شرمین کے لبوں پر مسکراہٹ مچل گئی۔

"بوبی وہ کھیل ہی تو کھیل رہی تھی اس کی عمر کا تقاضا یہی ہے۔"

"بس کرو شرمین میں یہ کواس برداشت نہیں کرسکتا۔" بوبی پھنکار کر صوفے پر دھم سے گر گیا۔

"بابا کہاں ہے بھولی، اسے بلائیں۔" شرمین نے کہا بابا فوراً باہر گئے اور چند سیکنڈ میں اس روتی دھوتی بھولی کو لے آئے۔ گہرے جامنی کپڑوں میں سر سے بھری آنکھوں کے ساتھ گردن جھکائے وہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔ خوب جما کے تیل بھی سر میں لگایا تھا۔ پکے سانولے رنگ والی بھولی اس وقت خاصی بری لگ رہی تھی حالانکہ وہ قبول صورت تھی۔

"دیکھو آ گئی نمونہ۔" بوبی جل کر بولا۔

"بھولی، یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے، میں نے سمجھایا تھا نا کہ یہ شہر ہے یہاں کیسے رہتے ہیں۔"

"میں نے خواب میں بے بے کو دیکھا تھا وہ میرے سر میں تیل ڈال رہی تھیں۔" اس نے روتے روتے سادگی سے کہا شرمین کو مزید ہنسی آ گئی۔

"اف میرے خدا۔" بوبی سر پیٹ کر رہ گیا۔

"بوبی، پلیز۔" شرمین نے آنکھوں آنکھوں میں اسے ضبط کرنے کو کہا۔

"شرمین سمجھا دو مجھے یہ سب حرکتیں اچھی نہیں لگتیں۔" بوبی یہ سنا کر چلا گیا تو شرمین نے اسے پیار سے دیکھا اور کہا۔

"بھولی، میں نے سمجھایا تھا کہ اب یہ تیل ہر وقت نہیں لگانا اور اف اتنا سرمہ آنکھیں خراب ہو جائیں گی۔"

"نہیں ہوتیں، یہ چاچے دی ہٹی کا سرمہ ہے۔" وہ بھولپن سے بولی۔

"چپ کر چاچے دی ہٹی والی۔" بابا نے ڈپٹا تو شرمین نے منع کیا۔

"بابا آپ جا کر کچن دیکھیں میں سمجھاتی ہوں۔" شرمین کی بات سن کر بابا کچن کی طرف چلے گئے تو شرمین نے بھولی کو دیکھا۔

"بھولی۔"

"جی باجی۔"

"اب آئندہ کالونی کے کسی بھی شخص کے ساتھ بات بھی نہیں کرنی بلکہ گیٹ سے باہر قدم نہیں نکالنا زینت آپا نے سنا تو وہ بھی بہت خفا ہوں گی۔" شرمین نے بہت نرمی سے سمجھایا تو وہ اثبات میں گردن ہلا کر بولی۔

"پھر میں کھیلوں گی نہیں۔"

"تم بڑی ہو گئی ہو اب پڑھا لکھا کرو، لیکن اگر کھیلنا ہے تو پھر ہم چھٹی والے دن کھیلا کریں گے۔"

"آپ؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں، میں اور تم۔"

"اور چھوٹے صاحب۔"

"ان کو تو میں نہیں کہہ سکتی لیکن ایک بات ہے کہ اس حلیے میں تو وہ بالکل بھی تمہیں پسند نہیں کرتے۔"
"میں اب تیل نہیں لگاؤں گی۔"
"کم لگایا کرو نہانے سے پہلے تاکہ اس کی بو نہ پھیلے۔" شرمین نے کہا اور مسکرادی۔
"شرمین بی بی کھانا لگادیا ہے آ جائیں۔"
"ٹھیک ہے بابا آپ بوبی کو بلائیں میں زینت آپا کو لے کر آتی ہوں۔"
"بھولی، چل تو پانی میز پر رکھ۔" بابا نے اسے کہا اور بوبی کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔
"چلو جاؤ شاباش۔" شرمین نے بھولی سے کہا۔

❁......❀❀......❁
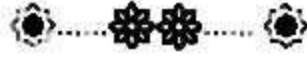
رات کا تیسرا پہر بھی بڑے درد بھرے عذاب لاتا ہے۔
نیند آنکھوں سے کوسوں دور چلی جاتی ہے۔ درد تنہائی کے پہلو میں سمٹ کر اذیت ناک چٹکیاں لیتا ہے تو انسان بے اختیار ہی اس سے بچنے کے لیے بستر سے نکل کر کھڑکی سے باہر آسمان کی وسعتوں میں چاند کی ڈوبتی روشنی سے باہم گلے لگ کر چپ چاپ آنسو بہانے لگتا ہے۔ شرمین کی آنکھوں کے بڑے بڑے کٹورے نمکین جام چھلکا رہے تھے۔ ماضی کے سمندر میں طغیانی کا سلسلہ شروع تھا کوئی اندر چیخ چیخ کر رونے لگا تھا۔ یادوں نے بین شروع کردیا۔

رات کے پھیلے ہوئے پر اور تنہائی
مری
اک تری یادوں کا لشکر اور تنہائی
مری
چاند کی کرنیں جب اتریں دیویوں کے
روپ میں
جاگ اٹھا پھر دل کا مندر اور تنہائی
مری
جب چلے ٹھنڈی ہوا یادوں کو لے
کر ساتھ ساتھ
جاگتا ہے درد شب بھر اور تنہائی
مری
آج پھر شب خون مارا ہے کسی کی
یاد نے
دیکھ میرے دیدہ تر اور تنہائی
مری
خوف کا عفریت وحشی چیختی پاگل
ہوا
ہر طرف اک جاگتا ڈر اور تنہائی مری

"رونے والے یہ بتا مجھ کو تو کسے یاد کرکے رویا ہے؟" بوبی نے دونوں ہاتھوں سے اس کی بھیگی آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے کان میں سرگوشی کی تو وہ بری طرح اچھل کر پلٹی۔

"تم..... تم کیسے آئے؟" رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

"شرمین بی بی وہ دیکھو اس دروازے سے۔" بڑی سادگی سے اس نے دروازے کی سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن اتنی رات گئے بنا دستک کے۔" شرمین نے کچھ بیزاری سے کہا۔

"شرمین..... میں تمہارا سایہ ہوں کمرے کی کھڑکی سے تمہیں لگاتار دیکھ کر بے چین ہوا اور آ گیا۔"

"نہیں آنا چاہیے تھا۔" اس نے کہا۔

"نہ آتا تو کیسے دیکھتا کہ تم اتنی رات کو کیسے اشک بہاتی ہو؟" وہ محبت پاش نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"بوبی یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔"

"نہیں، میں تمہاری ذات کا حصہ ہوں۔"

"پلیز..... جاؤ اپنے کمرے میں اچھا نہیں لگتا۔"

"شرمین تم کتنے بھی زمانے گزار دو، مجھے الگ رکھنے کے لیے تمہیں کبھی کامیابی نہیں ہوگی میرا انتظار کامیاب ہوگا جو تمہیں درد دے گئے انہیں بھول جاؤ ایک بار صرف ایک بار میرا ہاتھ تھام لو۔" وہ جذب و کیف کے عالم میں بولا تو وہ نظریں چراتے ہوئے بولی۔

"بوبی پلیز جاؤ مجھے پریشان نہ کرو۔"

"جا رہا ہوں مگر اس یقین کے ساتھ کہ تمہیں میری محبت کا سہارا لینا ہے۔"

"بوبی تم ایسی باتیں کیوں کرتے ہو؟"

"گڈ نائٹ اب اچھے خوابوں کے ساتھ سو جاؤ۔" وہ اس کی بات نظر انداز کرکے یہ کہتا ہوا چلا گیا۔

......☆☆☆......

اس نے دو تین بار ہلکے سے دروازے پر دستک دی اور پھر باہر کھڑی ہو کر انتظار کرنے لگی مگر دروازہ نہیں کھلا تب ذرا زور سے کھٹکھٹایا۔ اگلے ہی لمحے جھٹکے سے دروازہ کھلا اور وہ آنکھیں مسلتا ہوا باہر نکلا، گلابی پھول دار کپڑوں میں بنا تیل کے کھلے بالوں کے ساتھ، خوب صورت گل دستہ ہاتھ میں لیے وہ کھڑی تھی۔ بوبی کی پیشانی پر ہزار ہا سلوٹیں پڑ گئیں۔

"کیا بات ہے؟"

"چھوٹے صاحب، یہ پھول۔" وہ بولتے بولتے رکی۔

"کیا کروں؟"

"آپ کے لیے خود توڑے ہیں۔" وہ بھولپن سے بولی۔

"او خدایا، اتنے خوب صورت پھول توڑ ڈالے تمہیں کسی نے نہیں بتایا کہ پھول نہیں توڑتے۔" وہ غصے سے جھلایا۔

"نہیں بتایا۔"

"جاؤ یہاں سے۔"

"یہ پھول اندر رکھ دوں۔"

"نہیں لے جاؤ۔"

"صاحب جی آپ کو پھول اچھے نہیں لگتے؟"

"بھولی میری بات سمجھ میں نہیں آ رہی جاؤ۔" اس نے غصے سے کہہ کر دروازہ بند کرلیا وہ بے دلی سے واپس آ رہی تھی کہ شرمین نے کمرے سے نکلتے ہوئے اسے دیکھا اور آواز دی۔

"بھولی۔"

"جی۔" وہ پلٹی۔

"ادھر آؤ۔"

"جی۔" وہ قریب پہنچ گئی۔

"کیا بات ہے؟ آج تو بہت اچھی لگ رہی ہو۔"

"سچ۔" وہ مسکرائی۔

"ہنہ، یہ پھول؟"

"یہ چھوٹے صاحب کے لیے لائی تھی مگر انہوں نے ڈانٹ دیا۔"

"اوہ...... اچھا لاؤ مجھے دو، یہ میں لے جاتی ہوں تم ناشتہ لگواؤ دیر ہورہی ہے۔" وہ پھول لے کر خود بوبی کے کمرے کی طرف آ گئی۔ ہولے سے دستک دی اور دروازہ کھول کر اندر آ گئی۔ وہ آڑا ترچھا بیڈ پر لیٹا تھا اس نے پھول واز میں لگاتے ہوئے بات کی تو وہ چونکا۔

"وہ بے چاری کتنی چاہ سے پھول لے کر آئی تھی ایسا سلوک کرتے ہیں کیا؟"

"زہے نصیب پھول، پھول لے کر آئے یہ تو ہماری خوش بختی ہے۔" وہ ایک دم اٹھ کر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"بھولی کی بات کر رہی ہوں۔" اس نے دانستہ یاد دلایا۔

"اور میں تمہاری بات کر رہا ہوں۔" وہ مخمور لہجے میں بولا۔

"بڑی مشکل سے میں نے اسے تسلی دی، وہ بے وقوف ضرور ہے مگر حساس بہت ہے۔" وہ ایک بار پھر اس کی نظروں کا مطلب بھانپ کر ٹال گئی۔

"شرمین آج میری زندگی کی سب سے خوب صورت صبح ہے میری ہر صبح تمہارے وجود کی دلکشی سے شروع ہوا کرے پلیز میری اس خواہش کو تکمیل کا رخ دے دو۔" اس نے پھر بھی اپنی دلی خواہش کو بیان کرکے ہی دم لیا۔ تو شرمین نے کچھ سنجیدگی اختیار کی۔

"بوبی آج امپورٹنٹ میٹنگ ہے جلدی تیار ہو کر ناشتے کے لیے آجاؤ۔"

"شرمین یوں رونہ کرو، کب تک آزماؤ گی؟"

"بوبی، کیسا آزمانا؟ میں کیوں آزماؤں گی مجھے اپنے اور تمہارے رشتے کا مقام معلوم ہے۔" وہ بہت رکھائی کا انداز اختیار کر گئی۔

"تو پھر میری زندگی میں شامل ہو جاؤ۔" وہ منت پر اتر آیا تو وہ صرف گھور کر رہ گئی۔

"میں نے آ کر غلطی کی۔"

"مجھے معلوم ہے تمہارے اندر اب تنہائی ہے پھر، پھر میں تمہارے لیے آیا ہوں۔" وہ بہت ضدی بچے کی طرح اس کی راہ میں اڑ گیا۔ وہ کچھ دیر چپ چاپ کھڑی رہی پھر بہت دکھ سے لہجے میں بولی۔

"میرے اندر تنہائی کا عہد لازوال شروع ہو چکا ہے بس مجھے زندگی گزارنے دو پلیز۔" وہ تو یہ کہہ کر چلی گئی اور وہ اس کے جملے پر غور کرنے کے بعد بھی اسی نتیجے پر پہنچا کہ میں تمہاری تنہائی دور کر کے رہوں گا۔

"انسان اپنے اندر کی بے شمار غلطیاں جان کر بھی خود کو معاف کرتا رہتا ہے۔ لیکن کسی دوسرے کی ایک غلطی کو معاف کرنے کی ہمت نہیں ہوتی اس میں۔" زیبا نے اس کے امی کے سامنے کڑے تنقیدی تبصرے کے جواب میں کہا تو وہ بھونچال کی زد میں آ گیا۔

"غلطی...... غلطی میں فرق ہوتا ہے محترمہ اپنے گناہ کو غلطی مت کہو۔"

"اللہ معاف کرے کیسا گناہ؟" جہاں آرا تقریباً ہول سی گئیں۔

"چھوڑیں امی آپ ناشتہ کیجیے۔" وہ طنزیہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے ٹال گیا۔ وہ اٹھ کر کمرے کی طرف چلی گئی۔

"صفدر یہ بات بات پر اس طرح تو تکار کرنا تمہیں زیب نہیں دیتا۔ اس کی حالت دیکھو ابھی تک وہ باپ کے صدمے سے باہر نہیں نکلی اور نقصان تو ہمارے بچے کا ہوگا۔ لو اٹھاؤ یہ جوس کا گلاس کمرے میں لے جاؤ وہ غریب ناشتہ کیے بغیر اٹھ گئی۔" جہاں آرا نے اسے کہا۔

"امی آپ اتنا کیوں سر پر چڑھاتی ہیں وہ یہاں رہنا نہیں چاہتی اور آپ قربان ہوتی رہتی ہیں۔" اس نے اپنے دل کی بات کہہ دی۔

"ارے کس نے کہا؟ میں نے تو ایک مرتبہ بھی اس کے منہ سے نہیں سنا حالانکہ حاجرہ بہن اب بالکل اکیلی ہیں۔ زیبا نے وہاں رہنے کی بات تک نہیں کی۔"

"آپ سے نہیں مجھ سے کہتی ہے۔" اس نے خلاف عادت جھوٹ بولا۔

"بکواس کرتے ہو تم مجھے تو ایسا لگتا ہے تم اسے بسانا ہی نہیں چاہتے اور کسی پر نظر رکھے ہوئے ہو۔"

"کاش ایسا ہوتا۔"

"بیٹا جو بندھ گیا وہ موتی اور جو رہ گیا وہ پتھر۔"

"آپ کا فلسفہ میری سمجھ سے باہر ہے۔"

"اچھا یہ جوس لے جاؤ اور آج زیبا کو ڈاکٹر کے پاس بھی لے کر جانا ہے اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور ہاں کچھ ضروری سامان بھی لانا ہے ولادت کا وقت قریب آ گیا ہے۔"

"جی بہتر۔" اسے مجبوراً ہتھیار پھینکنے پڑے جوس کا گلاس اٹھا کر جانے لگا تو جہاں آرا بولیں۔

"ذرا نرمی اور محبت سے پیش آیا کرو بیوی کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے۔"

"امی مجھے یہ سب باتیں پتا ہیں۔"

"تو عمل تو کرتے نہیں۔"

"اس کی بھی کوئی وجہ ہوگی۔" وہ دھیرے سے کہہ کر چلا گیا۔ جہاں آرا کی تسلی نہ ہوئی تو وہ بھی ٹوسٹ اور فرائی انڈہ لیے اس کے پیچھے آ گئیں۔

"آپ کو یقین نہیں ہوگا کہ میں یہ جوس آپ کی لاڈلی کی جگہ خود نہ پی جاؤں۔" انہیں دیکھ کر وہ جل کر بولا تو وہ غصہ ہو گئیں۔

"صفدر یہ کیا انداز ہے تمہارا؟"

"سچ کہہ رہا ہوں اور یہ چونچلے آپ اٹھائیں میرے پاس وقت نہیں ہے۔" وہ یہ کہہ کر واش روم میں گھس گیا زیبا نے شرمندہ ہو کر جہاں آرا کے ہاتھ سے ٹرے لے لی۔

"امی آپ نہ الجھا کریں میں ٹھیک ہوں۔" زیبا نے کہا۔
"بس تم پردہ پوشی نہ کیا کرو اب اسے بتاؤ کہ شام کو تمہیں ڈاکٹر کے پاس کتنے بجے لے کر جانا ہے۔"
"جی۔"
"اور ناشتہ کر کے آرام کرو۔" جہاں آرا یہ کہہ کر چلی گئیں تو اس نے دل کی کسک کو دباتے ہوئے جوس کے سپ لینے شروع کردیے۔
نمی حاجرہ بیگم کے اصرار پر ان کے پاس رہنے آ گئی تھی۔ مختصر سا سامان تھا سب اٹھایا اور فلیٹ خالی کردیا۔ حاجرہ بیگم کی تنہائی دور ہوگئی ورنہ چند ہی دنوں میں وہ بری طرح مرجھا کررہ گئی تھیں۔ نمی نے زیبا کے برابر والا کمرہ اپنے لیے سیٹ کیا تھا گھر کے لیے کچھ ضروری سامان لینے کے لیے نکلی تو صفدر بھی اسی مارکیٹ میں جہاں آرا کی دی ہوئی فہرست کے مطابق خریداری میں مصروف تھا۔ نمی کو اچھا لگا وہ اس کے پاس آ گئی۔
"صفدر بھائی۔" اس نے پکارا تو وہ پلٹا۔
"جی۔"
"اکیلے آئے ہیں۔"
"جی اور کسے لانا تھا۔" کھردرا سا لہجہ تھا ہمیشہ کی طرح۔
"میرا مطلب تھا کہ زیبا نہیں ہے ساتھ۔" وہ شرمندہ سی ہوگئی۔
"وہ میرے ساتھ نہیں ہیں میرے گھر میں گھسی ہوئی ہیں۔" وہ طنز سے باز نہ آیا نمی دکھی سی ہوگئیں۔
"صفدر بھائی خدارا معاف کردیں اس مظلوم کو۔"
"کیا آپ کی سہیلی مجھے معاف نہیں کرسکتی؟"
"صفدر بھائی دل کشادہ کر کے اچھی زندگی کا آغاز کرلیں پلیز۔"
"آپ نے یہ باتیں کرنی ہیں تو فارغ وقت میں کریں گے فی الحال میں ذرا جلدی میں ہوں۔"
"کچھ ضروری شاپنگ کررہے ہیں شاید۔" نمی نے چھوٹے بچوں کے لوازمات سے بھرے اسٹور پر نگاہ ڈالتے ہوئے پوچھا۔
"جی میری امی کا حکم ہے۔"
"زیبا ٹھیک تو ہے۔" نمی نے پوچھا۔
"چل کر دیکھ لیں۔"
"میں آؤں گی کسی وقت ابھی جلدی میں ہوں۔"
"جی ٹھیک ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ اسے سمجھائیں۔"
"کیا؟"
"دیکھیے اسے میرے گھر سے جانا ہوگا کیونکہ یہ بات طے تھی۔"
"پہلے کی بات اور تھی مگر اب تو آپ کی امی کو سب پتا ہے۔"
"بہرکیف اس نے اپنی ضد پوری کی اب میں اسے سوچنا ہے۔"
"مطلب آپ اسے چھوڑ دیں گے۔"
"ہاں اب تو یہی راستہ چھوڑا ہے اس نے۔"

"اور آپ کا بیٹا۔" منعی نے اس کے دل پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ کچھ بے کل ہوا لیکن پھر کچھ نا گوار سے انداز میں اسے دیکھ کر دوسری طرف چلا گیا منعی دل گرفتہ سی کھڑی اسے جاتا دیکھتی رہی پھر اپنی شاپنگ کی طرف متوجہ ہوگئی۔
اسے یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ صفدر میں کسی قسم کی لچک کی گنجائش نہیں شاید زیبا کا مقدر واپسی کے سوا اور کچھ نہیں اسے لوٹنا پڑے گا۔ صفدر بھائی کی امی کتنا سنبھال پائیں گی صفدر بھائی بہت ضدی اور سخت گیر انسان ہیں۔ ان کا دل پسیجنا ممکن ہی نہیں۔" وہ مارکیٹ میں گھومتے ہوئے بس زیبا سے متعلق ہی سوچ رہی تھی۔

❀......❀❀❀......❀

دل بہت اداس تھا۔
وہ بے مقصد سڑکوں پر گاڑی دوڑا رہا تھا۔ سردی کی شدت میں دو روز سے بہت اضافہ ہوگیا تھا۔ بارش کا قوی امکان تھا وہ کچھ سوچ کر واپسی کے لیے مڑا تو آبادی کے قریب گہما گہمی کا احساس موجود تھا۔ سردی کی شدت سے لڑنے کے لیے لوگ لانگ شوز، لانگ کوٹ، اسکارف اور اونی ٹوپیاں پہنے منہ سے گرم دھواں اڑاتے کام کاج کے لیے آ جا رہے تھے۔ وہ بنا ناشتہ کیے نکلا تھا۔ بھوک پیاس سے بے نیاز ابھی رہائش گاہ سے تقریباً ایک ڈیڑھ کلومیٹر دور تھا کہ منیجر صاحب کا فون آ گیا اس نے بے دلی سے ریسیو کیا۔
"ہیلو۔"
"جی سر آپ کے لیے بڑے صاحب کا پیغام ہے۔" دوسری طرف سے منیجر صاحب نے بتایا۔
"یہی کہ میں کیا کر رہا ہوں، وقت برباد کرتا ہوں کہ نہیں اور میں کسی لڑکی کے چکر میں ہوں۔" وہ خود بخود بولتا چلا گیا۔
"جی...... جی آپ نے ٹھیک سمجھا لیکن ایک بات اور بھی ہے۔" منیجر صاحب نے اعتراف کے ساتھ اور بھی کچھ کہہ کر اسے چونکایا۔
"وہ کیا؟"
"آپ کی اسی ہفتے کی سیٹ کنفرم کرا کر بھیج دیا جائے۔"
"مسٹر منیجر میں کوئی بچہ نہیں ہوں جسے آپ بھیج دیں گے۔"
"سر آرڈر ہے۔"
"سن لیا ہے میں نے، مجھے جب جانا ہوگا چلا جاؤں گا۔" اپنے مخصوص ریسٹورنٹ کے سامنے گاڑی پارک کرتے ہوئے بولا اور فون کاٹ دیا۔ کچھ دیر اسٹیئرنگ پر ہاتھ رکھے وہ بابا کے لیے فکر مندی سے سوچتا رہا پھر باہر نکل آیا مگر قدم اٹھاتے ہی پیچھے سے آواز آئی۔
"مسٹر عارض۔" وہ ٹھنکا ہلکی فیروزی ساڑھی میں کھلے بالوں کے ساتھ وہ اس کے برابر آ کھڑی ہوئی۔
"جی فرمائیے۔"
"کیا ہر بار آپ اجنبی بن کر ملیں گے۔" منجنا نے شکوہ کیا مگر بڑی بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ۔
"ہم اجنبی ہیں اور ملنا میں چاہتا نہیں۔" وہ بے گانگی سے بولا۔
"میں تو ایسا نہیں سمجھتی۔ آپ سے تو بار بار ملنے کو دل چاہتا ہے۔"
"بس۔"
"منجنا۔" اس نے خود اپنا نام دہرایا۔
"جی مس منجنا دیکھیے میں آپ سے راہ و رسم نہیں رکھ سکتا۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ میں مریض ہوں دوائے دل کی کوئی صورت نہیں ہے آپ بے تکلف نہ ہوں پلیز۔" وہ سختی سے کہہ کر آگے بڑھا تو وہ پلو لہرا کر بولی۔

"مسٹر عارض جب میں یہاں آ رہی تھی تو بھگوان سے ایک ہی پرارتھنا کی تھی کہ میرا من یہاں لگ جائے۔"

"تو؟" وہ بولا۔

"تو میرا من لگ گیا ہے میرے اندر سے آواز آ رہی ہے۔"

"بس سنجنا پلیز میں اس وقت اس موڈ میں نہیں ہوں۔"

"تو۔" وہ چہکی۔

"پلیز لیو می الون۔"

"لیکن ایک پراس کے ساتھ۔"

"جی بولیے۔"

"بکس کی ایگزیبیشن لگی ہوئی ہے مجھے کمپنی چاہیے۔"

"سوری۔" وہ رد کرتا ہوا تیز قدموں سے آگے بڑھ گیا وہ شوخی سے ہونٹ سکیڑ کر رہ گئی۔

.......☆☆☆.......

اپنے سامان میں سے گھر کے کاغذات نکالتے ہوئے ایک پرانا سا صفحہ ہاتھ لگا اس نے آہستہ آہستہ صفحہ سیدھا کر کے نظریں جمائیں تو دل ڈوبنے لگا۔ اچھے دنوں میں صبیح احمد نے لکھا تھا۔

ترا اجمال نگاہوں میں لے کے اٹھا ہوں
نکھر گئی ہے فضا تیرے پیرہن کی سی
نسیم تیرے شبستان سے ہو کے آئی ہے
مری سحر میں مہک ہے ترے بدن کی سی

اس سے ایک بار مل کر گئے تو خط میں فیض احمد کے خوب صورت لفظ پرو کر بھیجے تھے تب وہ کئی روز بار بار یہ خط کھول کر پڑھتی رہی تھی۔ بے اختیاری اس کی پلکوں میں نمی سی اتر آئی۔ صفحہ مٹھی میں پھڑپھڑایا اور بے دم ہو گیا۔ وہ ایزی چیئر پر بیٹھ گئی۔

"صبیح احمد، کاش تم نے اپنے کہے لفظوں کا بھرم رکھا ہوتا مجھے یوں اپنے بے اعتبار رویے کی بھینٹ نہ چڑھایا ہوتا۔" دو موٹے موٹے قطرے اس کی آنکھوں سے بہہ گئے۔ بند آنکھوں سے ماضی کی محبت نکلی اور بالوں میں جذب ہو گئی۔ مزید کچھ سوچنے سے پہلے کمرے میں زینت آپا آ گئیں اس نے جلدی سے آنکھیں صاف کیں اور مسکرائی۔

"آئیں آپا۔"

"کیا کر رہی تھیں رونے کے علاوہ۔" وہ بیڈ پر ٹک گئیں۔

"وہ بس اماں یاد آ گئیں۔" اس نے ٹالا۔

"نہیں، شرمین اماں کو تو تم کبھی بھولتی ہی نہیں، یہ تو صبیح احمد ہیں یا عارض جس طرح چہرہ پر ملال ہے اس سے کوئی بھی سمجھ سکتا ہے۔"

"ارے آپا یہ تو آپ کی محبت ہے جو آپ ایسا سمجھتی ہیں۔"

"بوبی نے خود مجھے کہا کہ شرمین بہت اپ سیٹ ہے۔"

"اسے تو الہام ہوتا ہے۔" وہ بولی۔

"اب کیا سوچا ہے؟" انہوں نے پوچھا۔

"کس بارے میں؟"

"شرمین جب سوچنے کو کچھ پاس نہ بچے تو اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں میں تمہاری بزرگ ہوں میرا مشورہ یہ ہے کہ تم اب اپنے لیے نئے سرے سے سوچو۔" انہوں نے بہت اپنائیت سے کہا۔

"آپا کوئی سراب میں پکڑنا نہیں چاہتی بس میں نے اب اس حوالے سے نہیں سوچنا۔"

"اور یوں وقت گزر جائے گا کیا؟"

"بس گزر رہا ہے میں سب بھولنا چاہتی ہوں۔"

"تو اچھی بات ہے جتنی جلدی اس اذیت سے نکل آؤ گی اتنا اچھا ہے۔"

"آپا، جب خطا نا معلوم ہو سزا خلاف توقع ہو تو کچھ وقت لگتا ہے۔" اس کی آواز میں نمی کا شائبہ تھا۔

"مگر شرمین بہت بہادر اور باہمت ہے۔ صبیح احمد کی بے وفائی کو فراموش کر سکتی ہے تو عارض کی سنگ دلی بھی بھول جائے گی۔" زینت نے اس کا حوصلہ بڑھانے کے لیے کہا تو کرب ناک سی مسکراہٹ لبوں پر سجا کر بولی۔

"اچھا آپ کیسے آئی تھیں؟"

"ہاں وہ میں...... میں بھی کچھ کہنے آئی تھی مگر پھر سہی۔" وہ کچھ سوچ کر بولیں اور ٹال گئیں۔

"بتا ئیں نا آپا۔"

"کوئی ایسی بات نہیں ہے، بوبی تو احمق ہے۔"

"آپ نہیں بتانا چاہتیں تو مرضی ہے ورنہ حکم کریں۔"

"نہیں، کروں گی بات، فی الحال نہیں ابھی تمہارا غم تازہ ہے۔" وہ یہ کہہ کر چلی گئیں تو وہ خود اپنی دانست میں اندازہ لگانے لگی کہ زینت آپا کیا کہنا چاہتی تھیں؟ بوبی کی کوئی بات تھی یا کچھ اور یقیناً بوبی نے انہیں مجبور کیا ہوگا، اس بچکانہ بات کے لیے۔

"شرمین اگر آپا نے ایسا کچھ کہہ دیا تو تم کیسے انکار کر پاؤ گی، ان کی محبتوں کا خلوص کا بدلہ کیسے چکاؤ گی۔ کیا بوبی کی محبت پر اعتبار کر کے یا پھر قسمت کے فیصلے پر یقین کر کے۔"

"نہیں، یہ فیصلہ قبول کرنا آسان نہیں، بوبی کو اندازہ ہی نہیں کہ اس کے اور میرے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ میں جگ ہنسائی کا تعلق نہیں بنا سکتی۔"

"مگر شرمین آپا نے یہ کہہ دیا تو کیا تم ان کی دل شکنی کرو گی شاید نہیں یقیناً نہیں کر پاؤ گی۔" اپنے اندر اٹھنے والے سوالوں کے جوابات دیتے دیتے وہ تھک گئی تو اللہ سے مدد مانگی۔

"اے اللہ میری رہنمائی فرما، میری مدد فرما۔"

بے شک اللہ سے بڑھ کر کون مددگار ہوگا اور کون رہنمائی فرمائے گا۔

کوئی نہیں......!

❁......❁❁❁......❁

بڑا سا سرخ گلابوں کا گلدستہ دیکھ کر بھی اسے یاد نہیں آیا کہ آج اس سال گرہ ہے بوبی نے گلدستہ اس کو تھما کر محبت

دکھ

اللہ تعالیٰ جس کو اپنا آپ یاد دلانا چاہتا ہے تو اسے دکھ کا الیکٹرک شاک دے کر اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔
دکھ کی بھٹی سے نکل کر آدمی دوسروں کے لیے نرم پڑ جاتا ہے پھر اس سے نیک اعمال خود بخود اور بخوشی سرزد ہونے لگتے ہیں۔ دکھ تو روحانیت کی سیڑھی ہے اس پر صابر و شاکر ہی چڑھ سکتے ہیں۔
بانو قدسیہ کی کتاب "دست بستہ" سے انتخاب

صدیقہ خان..... باغ AK

اچھی بات

اگر لوگ تم سے متاثر ہو رہے ہیں تو تکبر نہ کرو شکر ادا کرو اپنے رب کا جس نے تمہارے عیب چھپا کر تمہیں لوگوں میں معزز بنا رکھا ہے۔
کسی کا عیب تلاش کرنے والے کی مثال اس مکھی کی جیسی ہے جو خوب صورت جسم چھوڑ کر زخم پر بیٹھتی ہے۔
سعدیہ عظیم..... بہاولپور

خلوص اور عزت

خلوص اور عزت بہت نایاب تحفے ہیں' اس لیے ہر کسی سے ان کی امید نہ رکھو کیونکہ بہت کم لوگ دل کے امیر ہوتے ہیں۔
صنم ملک..... تلہ گنگ

پاش نگاہوں سے دیکھا تو وہ بولی۔
"تھینک یو، میں مزید ایک سال سینئر ہوگئی تم سے۔"
"اور میں تو جیسے وہیں کھڑا ہوں۔" اس نے بھی جواب دیا۔
"خیر..... مجھے تو یاد بھی نہیں تھا۔"
"ماما کو یاد تھا انہیں میں نے منع کر دیا تھا۔"
"ہنہہ۔"
"اب اٹھو ہم باہر چل کر تمہارے لیے گفٹ خریدیں گے اور پھر ماما کے ساتھ لنچ کریں گے۔ انہوں نے اہتمام شروع کر دیا ہے۔" اس نے تفصیل سے پروگرام بتایا۔
"جی نہیں، ابھی بہت ضروری کام دیکھنے ہیں آپ بھی اپنے آفس میں بیٹھو۔"
"ٹھیک ہے ایک گھنٹہ ہے تمہارے پاس، اوکے۔" وہ بولا۔
"اوکے۔"
"اور یہ، یہ میرے جانے کے بعد کھول کر دیکھنا۔" اس نے ایک گریٹنگ کارڈ اس کو تھمایا اور چلا گیا۔ شرمین نے لفافہ کھول کر کارڈ نکالا اس پر درج تھا۔

یہ تاکید محبت ہے
کہ تجدید محبت ہے
مگر جو کچھ بھی ہے جاناں
یہ توحید محبت ہے

سو توحید محبت میں بچھڑنے کا کبھی دھڑکا نہیں ہوتا
بجز چاہت کسی دل میں کوئی جذبہ نہیں ہوتا
کبھی تاکید یا تجدید کی نوبت نہیں آتی
کوئی کاغذ، کوئی خط، پھول یا تحفہ نہیں ہوتا
مری آنکھوں میں جتنے رنگ ہیں ان سب میں
چاہت ہے
مرے ہونٹوں پہ جتنے لفظ ہیں ان میں عقیدت ہے
تمہیں معلوم ہے چاہت تو اک ایسی حقیقت ہے
جسے لفظوں، خطوں، پھولوں، کتابوں کی ضرورت ہی نہیں ہوتی
جہاں دل سے نکل کر بات خود دل تک پہنچتی ہے
جہاں آنکھوں سے نکلے اشک خود اظہار کرتے ہیں
کہ ہم کس حال میں ہیں
اور کتنا پیار کرتے ہیں
سوائے جانِ غزل دیکھو
مری آنکھیں، دھڑکتا دل اور اس میں موجزن جذبے
مری چاہت کا تحفہ ہیں
مری چاہت کے سب تحفے تمہارے پاس ہیں
جاناں......!

شرمین کے دل کی دھڑکنوں کی رفتار جو کہ تنو لنے پر شاید ان دنوں محسوس ہوتی تھی پڑھتے ہوئے طوفان بن گئی دماغ میں جیسے گھنٹیاں بج اٹھیں۔

"یہ...... یہ بوبی نے کہا، لکھا اور پیش کردیا۔" وہ بار بار سطروں پر نظریں دوڑانے لگی تو حیرتوں کے سمندر میں غوطے کھانے لگی۔ یہ سب کیا تھا، کیا کہہ دیا۔ کیا بتادیا شعوری جذبوں کی ایسی چاشنی کہ وہ کرسی سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی پھر ٹہلنے لگی۔" عارض جسے لفظوں کا سہارا چاہیے تھا اس نے اس کے نہ کرنے کی پاداش میں سزا سنائی، محبت تو سچ مچ ایسے ہی کی جاتی ہے۔

صبیح احمد، خطوں اور لفظوں کے سہارے محبت رچاتے رہے جبکہ سب لمحوں میں ختم ہوگیا۔ عارض نے محبت کا خول لمحوں میں اتار دیا اور یہ سب کیا ہے ایک ایک لفظ جیسے اس کی بے پناہ محبت کی سچائی اور گواہی...... وہ کارڈ پر نظریں جمائے جمائے پھر کرسی پر بیٹھ گئی۔ میز پر مسکراتے پھولوں نے اسے گدگدایا تو مسکراتے ہوئے کارڈ اپنے پرس میں رکھ لیا۔

❁ ...... ❁❁❁ ...... ❁

ٹھیک ایک گھنٹے بعد وہ اس کے آفس میں آ دھمکا وہ پرسنل سیکرٹری مس حرا کو ضروری نوٹ ڈکٹیٹ کرا رہی تھی۔ وہ ٹہلنے لگا اس نے مس حرا کو بھیجا اور کہا۔

"بوبی، مزید تحفے کی ضرورت نہیں ہے یہ پھول کافی ہیں۔"

"میں نے تم سے مرضی نہیں پوچھی۔"

سنو......!!

کیوں کرتے ہو شکوہ اہلِ غیر سے صاحب

کہ......!

دیس میں ہمارے مہنگائی بہت ہے

میں نے دیکھا ہے اکثر

یہاں زندگی تو مہنگی ہے

پر موت بڑی سستی ہے صاحب

کپڑوں کے نرخ چاہے بڑھ جائیں

پر عزت بڑی سستی ہے صاحب

آٹا مہنگا ہے پر کسے پرواہ

بھوک سے بلکتے بچوں کے

آنسو تو سستے ہیں صاحب

بجلی کا ریٹ چاہے آسمانوں تک جا پہنچے

رنج والم بڑے سستے ہیں صاحب

پیسہ مہنگا تو ہے یہاں

پر غم بہت سستا ہے صاحب

عدالتوں کے دام بڑھتے رہتے ہیں

انصاف پھر بھی سستا ہے صاحب

کیوں کہتے ہو اہلِ وطن

کہ دیس میں میرے مہنگائی بہت ہے

کہ...... میں نے اکثر

محبت، خلوص اور وفا کا

سرِعام تماشا ہوتا دیکھا ہے

یہ سب بھی تو سستے ہیں صاحب

ہاں جرم تھوڑا مہنگا ہے یہاں

پر رنج بہت سستا ہے صاحب

کہ

میں نے اکثر یہاں خون کا اتوار بازار

گرم ہی دیکھا ہے......

چراغ زندگی گل ہے صاحب

مسلم مسلم اب دشمن ہے صاحب

قتل و غارت عام ہے یہاں

عصمتیں بھی تو نیلام ہیں یہاں

اس سے بڑھ کر سستا بازار اور کہاں پاؤ گے

بربریت کے قصے سن کر دہل جاؤ گے

سنو

میرے وطن کے باسیوں

مت کرو شکوہ تم اپنی مٹی سے کہ

شکوے شکایتوں کا رہا......

اب ہمارے پاس وقت نہیں

تم چاہو تو مل کر ساتھ چلتے ہیں

اک نیا قدم دھرتے ہیں

اک عہد خود سے کرتے ہیں

شکوے شکایتیں نہیں اب سنائیں گے

اس مٹی سے کیا وعدہ ہم نبھائیں گے

قائد کی تعبیر ہے یہی

اپنی تو تقدیر ہے یہی

ملک کو اپنے اک نیا پاکستان ہم خود بنائیں گے

ملک کو اپنے اک نیا پاکستان ہم خود بنائیں گے

ثناء ناز

"پوچھنی تو چاہیے۔" وہ بولی۔

"نہیں مجھے اپنی مرضی کرنے کی عادت ہے۔" وہ لمحہ بھر کو اس کی طرف جھکا اور بولا۔

"بوبی کچھ معاملات میں مرضی کی نہیں فہم کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"مثلاً۔"

"مثلاً ابھی بہت سے ضروری کام ہیں باہر کیسے جا سکتے ہیں؟" وہ سمجھداری سے بات کا رخ بدل گئی۔

"چھوڑو کام وام، یہ تو زندگی بھر ختم نہیں ہوں گے۔"

"تو سنو تحفہ نہیں خریدتے گھر چلتے ہیں آپا کے ساتھ لنچ کریں گے۔"

"نہیں پہلے تحفہ۔" وہ ضدی تھا۔

"اور جو کارڈ پر لکھا وہ جھوٹ ہے؟" مجبوراً اسے کہنا پڑا۔

"کارڈ تو میری ذات ہے میرا دل ہے مرے جذبات ہیں۔" وہ مخمور ہو کر بولا۔

"اس پر واضح لکھا ہے کہ محبتوں اور چاہتوں کے تحفے مارکیٹ میں نہیں ملتے۔" وہ ڈھکے چھپے لفظوں میں کچھ سمجھا گئی۔

"ہاں لیکن پھر اس کے لیے یہ اقرار بھی تو ضروری ہے کہ میری محبت قبول ہے۔" اس نے بھی بڑے قرینے سے اپنی مرضی بتادی وہ گڑبڑا گئی۔

"چلو چلیں۔" اس نے نظریں چراتے ہوئے اپنا پرس اٹھایا۔

"شرمین، تمہارے شایان شان ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا۔ مگر میں سرتاپا تمہاری محبت کا طلب گار ہوں۔" ہمراہ چلتے ہوئے وہ عالم بے خودی میں بولا۔

"بوبی ایسے لفظ، ایسی شاعری کہاں سے سیکھتے ہو؟" وہ ہنس کر بولی تو وہ مسکرایا۔

"تم سے۔"

"بس، حدادب پلیز۔" اس نے یاد دلایا۔

"محبت میں کوئی حد نہیں ہوتی۔"

"بوبی پلیز۔" اس نے رک کر ٹوکا۔

"اوکے۔"

"میں نے اپنے اور تمہارے تعلق میں خلوص اور احترام چاہا ہے۔" اس نے پھر اسے باور کرانے کی کوشش کی۔

"تو پھر میں چلا جاتا ہوں۔"

"بلیک میلنگ؟" گاڑی کے قریب پہنچ کر اس نے کہا۔

"نہیں، آپ کی خوشی۔"

"میری خوشی یہاں رہ کر بھی پوری کرسکتے ہو۔"

"تمہاری محبت سے دست بردار نہیں ہوسکتا۔" ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے وہ بولا۔ وہ دوسری سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی گاڑی اسٹارٹ ہوئی تو فقط اس نے اتنا کہا۔

"میرا اس لفظ پر یقین نہیں رہا۔"

❁ ❁❁ ❁

"ہم زندگی کے داخلی اور خارجی راستوں پر پہرے نہیں بٹھا سکتے بس جو آئے اس کو خوش دلی سے خوش آمدید کہنا چاہیے اور جو جانا چاہیے اسے الوداع کہہ کر رخصت کردینا چاہیے۔" کھانے کے بعد وہ زینت آپا کے ساتھ ان کے کمرے میں آ گئی تھی۔ زینت آپا نے اپنا ایک کڑا اتار کر اس کی کلائی میں پہناتے ہوئے کہا وہ حیران پریشان سی ان کی کارروائی دیکھ رہی تھی۔

"آپا...... یہ کس لیے؟"

"تمہاری سال گرہ کا تحفہ۔" وہ پیار سے بولیں۔

"یہ بہت زیادہ ہے آپ کی دعائیں میرے لیے کافی ہیں۔"

"شرمین تم نے میری بات پر توجہ نہیں دی۔"

"آپا بس اب وہ مقام آچکا ہے کہ دروازہ بند رکھنے میں ہی عافیت ہے۔" اس نے بخوبی آپا کی بات کا مطلب سمجھ لیا تھا۔ پھر انہیں سمجھانے کے لیے کہا۔

"شک کی بنیاد پر دروازہ بند نہیں رکھتے یقین کے ساتھ کھول کر دیکھو۔"

"آپا بہت پرسکون ہوتی جارہی ہوں میں مزید کوئی انتشار نہیں چاہیے۔" وہ صاف ٹال گئی۔

"خیر...... اللہ بہتری کرنے والا ہے یہی بات میں نے بوبی سے بھی کہی۔" انہوں نے دانستہ بوبی کا تذکرہ کیا تو اس نے پوچھا۔

"بوبی کو کیا ہوا؟"

"عشق وہ سچ مچ دیوانہ ہے اگر اس کی بات نہ مانی تو وہ چلا جائے گا۔" انہوں نے بتایا اور پھر دانستہ اخبار اٹھا کر اسے الٹنے پلٹنے لگیں وہ خاموشی سے اٹھ کر باہر آ گئی۔

بھولی ٹی وی لاؤنج میں، ٹی وی کے سامنے بیٹھی جھوم رہی تھی۔ اس کی پسند کا گیت آرہا تھا اسے دیکھ کر فوراً بولی۔

"باجی، میں نے آپ کے کمرے کی اچھی طرح صفائی کردی ہے۔ چھوٹے صاحب نے اتنے پھول رکھوا دیے ہیں کہ سارا کمرہ بھر گیا ہے۔ میں تو تھک ہی گئی۔"

"کب؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے۔"

"اچھا۔"

"جا کر دیکھیں۔" وہ بولی۔

"تم اب آرام کرو، ٹی وی بند کرو۔" اس نے غیر ارادی طور پر بھولی سے کہا اور وہیں صوفے پر گری گئی سر پشت سے لگالیا۔

"سر دبادوں باجی۔"

"نہیں۔"

"میرے لیے بڑی بیگم صاحبہ نے بہت ساری چیزیں منگوائی ہیں۔" وہ اپنی ترنگ میں بولی۔

"بھولی، کم بولتے ہیں۔"

"آج نہ چھوٹے صاحب نے مجھے پیار دیا۔"

"ہیں۔" وہ چونکی۔

"ہاں انہوں نے کہا کہ میں نے اچھے سے پھول سجائے ہیں۔" وہ بولی تو شرمین کو ہنسی آ گئی۔

"بے وقوف شاباش دی ہوگی۔"

"جی...... جی...... وہی ہوی۔"

"اچھا اب جاؤ ذرا سا آرام کرنے دو۔"

"کمرے میں جائیں جا کر تو دیکھیں۔" بھولی نے اصرار کیا تو اسے اٹھنا پڑا اندازہ تو ہو گیا کہ بوبی کہاں مصروف تھا؟ انگلش سرخ، گلابی، گلاب کے پھولوں کی معطر مہک سے اس کا کمرہ خواب ناک ماحول پیش کر رہا تھا پورے کمرے میں جا بجا پھول ہی پھول تھے۔ دن ڈھل رہا تھا اس لیے کمرے میں مدہم سا اجالا باقی تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹیوب لائٹس آن کرنی چاہیں تو پشت سے ایک ہاتھ اس کے ہاتھ پر آ گیا۔

"بوبی چھوڑو مجھے یہ کیا بے ہودگی ہے؟" وہ اس شدت سے چلائی اور زور آزمائی کرنے لگی کہ بوبی نے دھیرے سے اسے چھوڑ دیا۔

"سوری، میں ضبط نہ کرسکا۔" اس نے خود لائٹ آن کی اور آہستہ سے اعتراف کیا۔

"تمہاری اتنی جرأت، یہ غیر اخلاقی حرکت دور ہو جاؤ میری نظروں سے۔" وہ بہت زیادہ غصے میں تھی۔ پورا بدن تھر تھر

پسند اپنی اپنی

لوگوں نے ایک بوڑھے سے پوچھا "تم شادی کیوں نہیں کرتے۔" اس نے جواب دیا۔

"مجھے بوڑھی عورت پسند نہیں ہے۔"

لوگوں نے کہا "تمہارے پاس تو مال ودولت ہے، جوان عورت سے شادی کر سکتے ہو۔"

بوڑھا بولا "جب میں بوڑھا ہو کر بوڑھی عورت کو پسند نہیں کرتا تو میں کس طرح توقع کر سکتا ہوں کہ جوان عورت مجھے پسند کرے گی۔"

حرا قریشی.....ملتان

کانپ رہا تھا۔

"میرے دل میں تمہارا جو مقام ہے اس کی وجہ سے یہ غیر اخلاقی حرکت نہیں۔"

"شٹ اپ۔" وہ چیخی۔

"شرمین، میں تمہیں اس طرح محسوس کرتا ہوں۔ ہر وقت ہر پل سوتے میں جاگتے ہیں۔ نہ چاہتے ہوئے بھی تم میرے ساتھ ساتھ رہتی ہو، بولو اس میں میرا کیا قصور ہے؟" وہ پوچھ رہا تھا اور وہ دہک رہی تھی۔

"بوبی جو تم سوچ رہے ہو کبھی نہیں ہو سکتا مجھے آئندہ کچھ نہیں کہنا پلیز اب جاؤ اور یہ خواب دیکھنا چھوڑ دو۔" اس نے رخ موڑ کر کہا۔

"اور میں ایسا نہیں کر سکتا۔" اس نے سادگی سے جواب دیا۔

"ایسا ہی ہوگا اپنی اور میری عمروں کا فرق ذہن میں رکھو۔" اس کو اور کچھ نہ سوجھا تو یہ کہہ دیا جس پر وہ کھل کھلا کر ہنسنے لگا۔

"ہا، ہا، ہا یہ تمہیں کیوں یاد رہتا ہے میں محبت کی عمر میں تم سے بہت سینئر ہوں۔"

"بوبی فار گاڈ سیک میرے سر میں درد شروع ہو گیا ہے جاؤ یہاں سے۔" اس نے چلا کر کہا۔

"او کے لیکن جلدی سے تیار ہو کر آؤ، ہمیں باہر جانا ہے ہاں وہ سیاہ ساڑھی پہن لینا پلیز۔" وہ انتہائی بے پروائی سے آرڈر دے کر چلا گیا۔ اسے بہت غصہ آیا سارے پھول اٹھا کر فرش پر پٹخنے لگی۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے۔ بچوں کا کھیل سمجھ رکھا ہے ابھی عشق کا بھوت سوار ہے جونہی اترا تو عمر کا فرق ہی میری ذلت بن جائے گا۔ میں نے آج تک اس انداز میں نہیں سوچا۔ کیوں نہیں سمجھتا یہ میں یہاں سے چلی جاؤں گی، حد ہو گئی بے وقوفی کی۔" وہ بڑبڑاتی جا رہی تھی اور پھول پھینک رہی تھی جب دل نے کچھ ضبط کیا تو دروازہ لاک کر کے لائٹس آف کر کے بستر پر گر سی گئی۔

زینت نے دو تین مرتبہ اسے بلایا مگر وہ نہیں آئی بلکہ اس نے دروازہ ہی نہیں کھولا تو بوبی نے صاف صاف انہیں بتایا کہ شرمین شاید اس سے ناراض ہے اس لیے میں خود بلانے جاتا ہوں وہ اس کے کمرے کے باہر پہنچا تو دروازہ لاک تھا اس نے دستک دی۔ مگر کوئی جواب نہیں آیا تو دوسری بار دستک کے ساتھ آواز بھی دی۔

"شرمین، شرمین، پلیز دروازہ کھولو۔" اس نے شاید دروازہ کھول کر باہر آنا تھا سو دروازہ کھول دیا۔ وہ اندر آ گیا کمرے کا حال بہت خراب تھا۔ تمام پھول فرش پر بکھرے ہوئے تھے اس کے اظہار برہمی کا منہ بولتا ثبوت دیکھ کر وہ سامنے آتے ہوئے بولا۔

"غصہ مجھ پر نکالنا تھا ان معصوم پھولوں نے کیا بگاڑا تھا؟"

"بوبی میں بحث کے موڈ میں نہیں ہوں۔" اس نے دوپٹا ٹھیک سے لیتے ہوئے کہا۔
"مگر میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے بتاؤ۔" وہ بضد ہو کر بیٹھ گیا۔
"مجھے کوئی بات ہی نہیں کرنی۔" وہ اٹھ کر باہر جانے لگی تو وہ اٹھا اور غصے میں سامنے آ کر بولا۔
"ٹھیک ہے اب میں کمرہ بند کررہا ہوں یا تو یہاں سے واپس جاؤں گا یا پھر دنیا سے۔"
"بہت ہوگئی ایموشنل بلیک میلنگ۔" وہ بولی۔
"اوکے، میں بلیک میلر ہوں۔"
"میرا راستہ چھوڑو۔"
"شرمین، میں مذاق نہیں کررہا۔"
"جانتی ہوں۔" وہ بچ کر باہر نکل آئی وہ آندھی اور طوفان کی طرح آیا اس کی کلائی تھامی اور کھینچتا ہوا ڈائننگ روم کی طرف لے آیا۔
"بوبی چھوڑو میرا ہاتھ۔" وہ چلا رہی تھی زینت کو اچھا نہ لگا اٹھ کر غصے سے اس کا ہاتھ چھڑایا اور ایک زوردار تھپڑ بوبی کے منہ پر ماردیا۔ شرمین بھونچکا سی رہ گئی۔ بوبی کا گال سرخ ہوگیا اس کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ ایک دومنٹ وہ کھڑا شرمین کو اور زینت کو گھورتا رہا پھر تیز قدموں سے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ شرمین کو شرمندگی سی محسوس ہوئی اس کی وجہ سے انہوں نے اپنے لاڈلے بیٹے کے منہ پر تھپڑ مارا۔ اب وہ خود افسردہ سی ہو کر میز پر ہاتھ رکھے بیٹھی تھیں۔
"آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔"
"نہیں یہ ضروری تھا اب آئندہ ایسی حرکت نہیں کرے گا۔" زینت نے کہا۔
"مگر میں خود بات کرلیتی۔" وہ شرمندگی سے بولی۔
"وہ من مانی کرتا ہے تمہاری بھی نہیں مانتا۔"
"میں شرمندہ ہوں میری وجہ سے ایسا ہوا۔"
"کیا کروں اس کا دیوانہ پن کیسے دور کروں؟" وہ یہ کہہ کر افسردہ سی ہو کر وہاں سے چلی گئیں۔ جبکہ اس پر تو جیسے گھڑوں پانی پڑ گیا وہ خود کو مجرم تصور کررہی تھی۔ زینت آپا کو بہت دکھ دیا میں نے ان کی خاطر بوبی کی بہت سی باتیں پہلے بھی تو برداشت کی ہیں پھر اب کیوں میں نے اس قدر ری ایکٹ کیا۔ کاش ایسا نہ ہوتا بوبی کی ضد میں اضافہ ہوگا کمی نہیں زینت آپا کا کیا قصور انہیں بلاوجہ اتنا صدمہ پہنچا یا ناشتہ کیے بنا وہ اٹھ گئیں۔ اوہ، ان کو تو ناشتے کے بعد میڈیسن لینی ہوتی ہیں۔" وہ یہ سوچ کر اٹھی۔ ٹرے میں ناشتہ رکھا اور ان کے کمرے کی طرف چلی آئی۔

❁ ❁
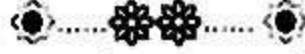
زیبا اور امی کو اسپتال چھوڑ کر وہ جانا چاہتا تھا کہ جہاں آرا نے کہا۔
"نہیں چلے نہ جانا کسی بھی چیز کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"
"امی میں غلام نہیں ہوں۔" وہ ایک دم ہی بھتے سے اکھڑ گیا زیبا اور جہاں آرا منہ دیکھتی رہ گئیں۔
"یہ کیا بات کی تم نے مارے بیوی کو اسپتال لائے ہو اس میں غلامی کا ہے کی۔"
"امی میں ان چونچلوں سے تنگ آ گیا ہوں۔" وہ بولا۔
"چھوڑیں امی آپ کیوں روک رہی ہیں۔" زیبا نے دبے دبے غصے کا اظہار کیا تو وہ اس پر حملہ آور ہوا۔
"تمہارا منصوبہ پورا ہوا۔"

''صفدر تمہارا مسئلہ کیا ہے بیوی سے کیا غصہ ہے تمہیں ارے اپنے بچے کا ہی احساس کرو۔'' جہاں آرا بہت خفا ہوگئیں۔

''امی میں جارہا ہوں کوئی بات ہوتو فون کردینا۔''

''نہیں تم یہاں زیبا کے پاس بیٹھو میں ذرا نفل پڑھ لوں۔ جلدی میں آ گئی زیبا کا خیال رکھنا۔''

''امی یہاں میرا بیٹھنا اچھا نہیں لگتا یہ میٹرنٹی اسپتال ہے میں باہر بیٹھتا ہوں۔''

''ارے ابھی ڈاکٹر ڈرپ لگانے کا کہہ گئی ہیں۔ نرس لگانے آتی ہوگی، اللہ خاص کرم رکھے۔'' جہاں آرا نے ایک سانس میں سب کچھ کہہ ڈالا۔

''آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گا ٹھیک ہے جائیں۔'' صفدر نے بیٹھنے میں ہی عافیت جانی وہ چلی گئیں تو وہ زیبا کے سامنے کھڑا ہوکر گھورنے لگا۔ وہ درد کو برداشت کرنے کے باعث شدید تکلیف میں تھی زرد رنگت، خشک ہونٹ، سناٹا زدہ آنکھیں، صفدر زیادہ دیر نہ دیکھ سکا۔

''نیا منصوبہ کیا ہے بائی داوے؟'' رخ موڑ کر اس نے پوچھا۔

''میں اپنے بچے کو، بچے کو لے کر..... جا جاؤں..... گی۔'' وہ بمشکل تمام بولی۔

''شوق سے مگر میری ماں کو اب بے وقوف بنانا بند کرو۔'' اس نے کہا۔

''ان کے دل میں پوتے کی محبت ہے۔''

''جو کہ تم نے ڈالی ہے۔'' وہ طنزیہ کہتا ہوا مڑا۔

''آپ..... آپ کا بچہ ہے نا۔'' وہ بولی۔

''چپ کر جاؤ، میں نہیں مانتا۔'' وہ گرجا۔

''تو.....!'' وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ نرس آ گئی اس نے ڈرپ لگانی شروع کردی تو وہ باہر نکل گیا۔ زیبا کی بھیگی آنکھیں نرس نے ٹشو پیپر سے صاف کیں اور تسلی دی۔

''مسز صفدر پلیز ہمت سے کام لیں۔'' وہ نرس کو کیا بتاتی کہ یہ کس درد کے آنسو ہیں۔ چپ چاپ چھت گھورنے لگی بے شمار سوچیں اردگرد موجود تھیں۔

❁.........❁❁.........❁

وہ اسپتال کے ماحول سے بیزار ہوکر باہر لان میں آ گیا وہاں قدرے بہتر ماحول تھا۔ اندھیرا تھا۔ کچھ فاصلے پر پول پر بلب جل رہے تھے لیکن روشنی بہت کم تھی اکا دکا گاڑی جب پارکنگ کی طرف جاتی تو ہیڈ لائٹس کی روشنی پیدا ہوتی وہ ٹہلنے لگا سبز نرم گھاس پر چلتے ہوئے چاروں طرف نظر بھی ڈال لیتا کچھ دیر ٹہلنے کے بعد بینچ پر بیٹھ گیا۔

''کیا وحشت ہے، کس مصیبت میں گھر گئے ہو؟'' اسے خود پر غصہ آیا حالانکہ یہ خوشی کا موقع تھا کسی بھی لمحے اندر سے کوئی خوشی کی خبر آنے والی تھی۔ ایک باپ کے لیے اس سے بڑی خوشی کیا ہوگی کہ اس کا وارث، اس کا بیٹا دنیا میں آرہا تھا مگر وہ خوش نہیں تھا مضطرب تھا بے چین تھا اس کا ضمیر کچوکے تو لگا رہا تھا مگر اندر کا مرد بہت ضدی اور طاقت ور تھا اسے محبت نہیں ہوسکتی تھی نفرت کا رنگ بہت گہرا تھا اسے زیبا کی طرف مائل نہ کرنے پر مجبور کیے ہوئے تھا۔

''صفدر اب جبکہ پوتا آجائے گا تو امی جان کو کس طرح ڈیل کرو گے؟ زیبا کو بچے سمیت جانا ہے اور ایسے میں کیسے انہیں سمجھاؤ گے؟ وہ تو اس قدر خوش ہیں، بہو اور پوتا انہیں پیارے ہیں تمہاری کیا حیثیت رہ جائے گی کیسے سب ٹھیک کرو گے؟'' وہ مسلسل یہی باتیں سوچ رہا تھا۔

"صفدر بھائی۔" پشت سے ننھی نے پکارا۔

"جی۔" وہ چونک کر اٹھا۔

"مبارک ہو آپ کا بیٹا ماشاء اللہ دنیا میں آچکا ہے، بہت پیارا اور کیوٹ ہے۔" ننھی بالکل قریب آگئی تھی خوشی سے بتا رہی تھی اور اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

"آپ کچھ بولیں گے نہیں؟" ننھی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"کیا کیا بولوں؟"

"خوشی نہیں ہوئی۔"

"آپ کو پتا ہی ہے۔"

"اب تو بھول جائیں پلیز صفدر بھائی، اتنا پیارا بیٹا ہے کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔"

"ایکسکیوزمی وہ میرا نہیں صرف زیبا بیگم کا بیٹا ہے۔"

"حقیقت بدل نہیں جائے گی۔"

"حقیقت ہے ہی یہی آپ کی سہیلی کو خود احساس ہے۔"

"تو آپ چھوڑ دیں گے ان دونوں کو۔"

"میں نے اپنایا کب ہے؟"

"ویری بیڈ آپ سے توقع نہیں تھی۔" ننھی نے جل کر کہا۔

"اپنی سہیلی کے کرتوت قابل فخر ہیں آپ کے لیے۔"

"وہ غلط تھی اس نے معافی مانگ لی آپ کو اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دینا چاہیے۔"

"میں اعلیٰ ظرف نہیں ہوں۔"

"اچھا، پلیز ابھی تو اندر چلیں آپ کی امی نے بلایا ہے۔"

"آپ چلیں میں آتا ہوں۔"

"جلدی آجائیے۔" ننھی واپس چلی گئی۔

"صفدر میاں اب کیا کرو گے اندر جاکر؟" اس کے اعصاب کمزور پڑنے لگے۔

"ماں کا سامنا کرنے سے پہلے ہی وہ ان کے اس وقت کے احساسات سمجھ سکتا تھا۔ وہ تو خوشی سے پھولے نہیں سما رہی ہوں گی۔ کچھ بھی ہے اندر تو جانا ہوگا۔ چلو صفدر میاں ہمت کرو۔" اس نے گویا تمام تر ہمت یکجا کرکے اپنی پیٹھ خود تھپتھپائی اور قدم اٹھائے۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

محرم کی محبت
راحت وفا

قسط نمبر 10

سمٹ سکا نہ کبھی زندگی کا پھیلاؤ
کہیں بھی ختم غمِ عاشقی نہیں ہوتا
نکل ہی آتی ہے کوئی نہ کوئی گنجائش
کسی کا پیار کبھی آخری نہیں ہوتا

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

شرمین صفدر کو عارض کی طرف سے آنے والا میسج دکھاتی ہے۔ صفدر شرمین کو تسلی دے کر خود عارض سے بات کرنے کو کہتا ہے مگر شرمین منع کر دیتی ہے۔ بجنا عارض کو ایک ریستوران میں دیکھ کر اس کے پاس آ بیٹھتی ہے وہ غیر مذہب سے تعلق رکھتی ہے اور عارض سے دوستی کرنا چاہتی ہے۔ زیبا کے والد کا انتقال ہو جاتا ہے اور اس کی خود کی طبیعت بھی بگڑ جاتی ہے۔ تدفین کے بعد جہاں آرا بیگم صفدر سے زیبا کو گھر لے جانے کا کہتی ہیں تو زیبا کشش و پنج میں گھری نظر آتی ہے۔ صفدر کا رویہ بھی زیبا کے ساتھ ٹھیک نہیں ہوتا وہ جہاں آرا بیگم کے سامنے گھر کے کام کا عذر رکھتا ہے تو جہاں آرا بیگم حکم صادر کر دیتی ہیں جو اسے مجبوراً ماننا پڑتا ہے اور زیبا کو لے کر گھر آ جاتا ہے۔ بوبی کو بھولی کا گھر آنا انتہائی ناگوار گزرتا ہے وہ اس کی معصوم حرکتوں اور سر میں لگے تیل آنکھوں میں لگے کاجل سے خار کھاتا ہے اور بھولی کو ان سب کے استعمال سے سختی سے منع کرتا ہے آغا جی عارض کو فون کر کے واپس آنے کے لیے کہتے ہیں تو وہ انہیں شرمین سے رشتہ ختم ہونے کا بتا کر حیران کر دیتا ہے۔ صفدر عارض کو فون کر کے شرمین سے رشتہ ختم کرنے کی وجہ پوچھتا ہے تو وہ ٹال جاتا ہے جس پر صفدر کو غصہ آ جاتا ہے۔ شرمین کو اپنے گھر کے کاغذات میں سے صبیح احمد کا ایک خط ملتا ہے جس کو پڑھ کر وہ افسردہ ہو جاتی ہے۔ زیبا کی اچانک طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔ صفدر امی اور زیبا کو اسپتال چھوڑ کر جانا چاہتا ہے لیکن جہاں آرا بیگم اس کو کہیں بھی جانے سے سختی سے منع کر دیتی ہیں۔ بوبی کی بڑھتی ہوئی بے باکی کو دیکھتے ہوئے زینت آپا بوبی کے منہ پر تھپڑ مار دیتی ہیں۔ بوبی غصہ سے ناشتہ چھوڑ کر اپنے کمرے میں بند ہو جاتا ہے جبکہ شرمین خود کو قصوروار محسوس کرتے ہوئے شرمندگی محسوس کرتی ہے۔ نسیمی اسپتال کے باہر لان میں بینچ پر بیٹھے صفدر کو بیٹے کی ولادت کی خوشی سنا کر اسے سمجھاتی ہے کہ وہ زیبا اور بچے کو قبول کرے مگر صفدر صاف انکار کر دیتا ہے۔

(اب آگے پڑھیں)

O.....❖❖.....O
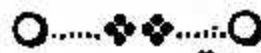
کئی ہفتوں کے بعد موسم میں خوشگوار تبدیلی آئی تھی آسمان صاف تھا خنکی میں بھی بہت کمی آ گئی تھی۔ سنہری دھوپ امریکیوں کے لیے تو کسی نعمت سے کم نہیں ہوتی۔ بہت چہل پہل اور گہما گہمی کا سماں تھا۔ وہ آفس سے واپسی پر راستے میں آنے والے ایک پارک کے قریب رک گیا۔ گاڑی پارک کی اور اندر آ گیا۔ بچے کھیل رہے تھے چند جوڑے چہل قدمی کر رہے تھے۔ کچھ ادھیڑ عمر مرد اور خواتین بنچوں پر بیٹھے اخبار اور میگزین پڑھنے میں منہمک تھے وہ چاروں طرف دیکھتے ہوئے یہ سوچ رہا تھا کہ یہاں دل بہل جائے گا فوراً جائے گا آفس میں ضروری کام نمٹائے اور زیادہ دیر بیٹھ نہ سکا۔

نہ دل کو وہاں تسلی اور سکون تھا اور نہ یہاں بے دلی سے دھیرے دھیرے چلنے لگا۔ کسی کی اس کی طرف توجہ نہیں تھی وہاں ویسے بھی کسی کو کسی سے مطلب نہیں ہوتا۔ چھوٹے سے پارک کے آخری کونے میں وکٹوریا اسٹائل کے وڈن بینچ پر بیٹھ کر خالی خالی نگاہوں سے وہ ایک ہی سمت دیکھنے لگا۔ مگر وہاں بھی درختوں کی اوٹ سے شرمین کا چہرہ ہی دکھائی دیا۔

”تم مجھے چھوڑ کیوں نہیں دیتیں؟ میں بے شمار چہرے فراموش کرآیا ہوں۔ تم...... تم کیوں سائے کی مانند میرے تعاقب میں رہتی ہو؟ کیوں مجھے یاد دلاتی ہو..... یاد دلاتی ہو تو...... سنو میں کب تمہیں بھول سکا ہوں۔ مجھے تو ہر پل تمہاری یاد آتی ہے کبھی سانسوں کے چلنے پہ تو کبھی دل کے مچلنے پہ کبھی بارش کے برسنے پہ تو کبھی آنکھیں چھلکنے پہ تم سنو تو سنو کبھی چاند کے نکلنے پہ تو کبھی سورج کے ڈھلنے پہ کبھی دن کے سویروں میں تو کبھی رات کے اندھیروں میں...... دیکھ سکو تو دیکھو میں تمہیں بھول نہ سکا تمہاری یاد آتی ہے لوگوں کے میلے میں تو کبھی تنہا اکیلے میں۔ میں نے تم ہی سے محبت کی اور تم کو آسانی سے کسی اور کے لیے چھوڑ دیا اب میں عمر بھر بھٹکتا رہوں گا یہاں وہاں اور معلوم ہے کہ اب ہمارا ملن ممکن نہیں تم میرے لیے اپنی پہلی محبت کیسے بھول سکتی ہو اور وہ بھی تو شاید دیوانہ وار تمہیں چاہتا ہے۔ تمہاری فوٹو سینے سے لگائے پھرتا ہے میں تمہارا کچھ بھی نہیں تھا۔ بس اتفاقاً ملے اور پھر جدا ہو گئے کاش! تم نے ایک بار میرے کہنے پر ہی سہی، میری خواہش پر ہی سہی ایک بار صرف ایک بار اقرار محبت کیا ہوتا پھر چاہے انکار کیا ہوتا لیکن شرمین وہ شخص قابل رحم ہے میرے نزدیک دل کا مریض ہے اسے بکھرنے سے تمہیں ہی بچانا چاہیے۔ کاش! میں اسے سمجھا سکتا تمہارے بارے میں بتا پاتا۔ اب تو شاید ہی کبھی ملاقات ہو۔ میں کب تک تم سے بچ کر یہاں چھپا رہوں گا آخر مجھے لوٹنا ہے لیکن تمہارے لیے نہیں۔“ آخری جملہ بجنا نے بخوبی سنا تو بولی۔

”کس سے باتیں کررہے ہو؟“

”آپ......؟“ وہ بری طرح چونک اٹھا اسے دیکھ کر خوش گوار تاثر چہرے پر نہیں آیا تو وہ منہ پھلا کر بولی۔

”اس قدر برا منہ بنایا جیسے میں بھوت پریت یا کوئی آتما ہوں۔“

”بس...... مجھے ایسا لگتا ہے۔“ وہ پوری سنجیدگی سے کہہ گیا تو وہ اور برا مان کر قریب بینچ پر بیٹھ گئی۔

”کیا لگتا ہے؟“

”یہی کہ آپ میرا تعاقب کسی آسیب کی مانند ہی کررہی ہیں۔“

”کاش آپ اس بات کی جگہ یہ کہہ دیتے کہ آپ میرے لیے بے قرار ہو کر نیویارک کی خاک چھان رہی ہیں۔“

”یہاں خاک ہوتی ہی نہیں۔“

”ہاہاہا...... ویری فنی۔“ وہ ہنستے ہوئے بولی۔

”ایکسکیوزمی۔“ وہ اٹھنے لگا تو اس نے شرٹ کھینچ کر بٹھا لیا۔

”کچھ تو خیال کریں آپ کو تلاش کرنے میں اچھا خاصا وقت برباد کیا ہے۔“

”حیرت ہے آپ کی بے تکلفی پر۔“ وہ روکھے لہجے میں کہہ گیا۔

”مجھے بھی حیرت ہے آپ کی لاتعلقی پر۔“

”ایکسکیوزمی ہمارا کوئی تعلق ہے ہی نہیں۔“ کھرا جواب تھا۔

”تو بن جائے گا۔“

”وہاٹ......؟“

”میرا مطلب، بار بار ملتے رہنے سے شناسائی ہو ہی جاتی ہے۔“ اس نے بات بنائی۔

"اوکے..... میں اجازت چاہتا ہوں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔
"تو میں نے بھی ساتھ جانا ہے یار میں پیدل جاؤں گی کیا؟" اس نے بڑی بے تکلفی سے کہا۔
"مگر.....!"
"مگر کیا؟ آپ مجھے میرے اپارٹمنٹ کے قریب ڈراپ کردیجیے گا۔"
"لیکن میں آپ کو ساتھ نہیں لے جاسکتا۔"
"اوکے..... بائے بائے سی یو مارو۔" سجنا نے فوراً ہی کہہ دیا تو عارض کو کچھ شرمندگی ہوئی تو کچھ دیر رکا اور پھر بولا۔
"چلیے میں ڈراپ کردیتا ہوں۔"
"اوہ..... تھینک یو۔" وہ بچوں کی طرح خوش ہوگئی وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا آگے آگے چل دیا تو وہ پیچھے پیچھے چلنے لگی۔

○......❖❖......○

جہاں آرا بیگم کے لیے حیران کن لمحہ تھا۔
وہ کسی گہری سوچ میں غلطاں تھا جبکہ انہوں نے ریشم کے گالے جیسا وجود اپنی محبت کی بانہوں میں سمیٹ کر اس کی طرف بڑھایا تھا۔ جسے وہ دیکھ ہی نہیں رہا تھا۔ نغمی کمرے سے باہر کسی کام سے آئی تو یہ منظر دیکھ کر رکی اور بولی۔
"صفدر بھائی، بیٹے کی خوشی میں کہاں کھو گئے ہیں آپ؟" وہ چونکا۔
"ارے یہی تو میں بھی دیکھ رہی ہوں، مگر خوشی دکھائی تو نہیں دے رہی۔" جہاں آرا ماں تھیں اندازہ لگاتے ہوئے بولیں۔
"ماتھے پر لکھ کر لگالوں؟" بڑا کھردرا جواب تھا۔
"صاحب اولاد ہونے پر ماں باپ ایسا ہی تو کرنا چاہتے ہیں۔" نغمی نے بڑی گہری ضرب لگائی۔
"جی بجا فرمایا آپ نے۔" اس نے جل کر نغمی کو جواب دیا۔
"اب پکڑو بچے کو، کان میں اذان دو۔" جہاں آرا نے اس طرح کہا کہ اس نے جلدی سے اسے تھام لیا۔ ریشم کی پوٹلی سی اس کے مضبوط ہاتھوں میں آئی اور ایک عجیب سی لہر ریڑھ کی ہڈی میں سرائیت کرگئی۔ خوب صورت گول مٹول سا بچہ آنکھیں موندے۔ جو اس کے ہاتھوں میں تھا وہ اس کا بیٹا ہے یہ سوچ کر اس نے جھرجھری سی لی اور جلدی سے کمرے میں گھس کر اسے بیڈ پر لٹادیا۔ زیبا سے کافی فاصلے پر، زیبا نے جلدی سے اسے اچک کر بانہوں میں بھرلیا۔ وہ کمرے سے بھاگ جانا چاہتا تھا کہ زیبا نے ہی قفل توڑا۔
"اگر خود اذان نہیں دینی تو کسی مولوی صاحب کا بندوبست کردیں۔ میرا بچہ اللہ کا نام تو سن لے۔" وہ خاموش رہا تو وہ پھر بولی۔
"اور اس کا نام؟"
"مجھ سے پوچھنے کی وجہ؟"
"تاکہ آپ کو شکوہ نہ رہے۔"
"کیسا شکوہ؟"
"کہ نام رکھنے کا موقع نہیں دیا۔"
"دیکھو ان فضول باتوں کے سہارے کوئی راہ نکالنے کی ضرورت نہیں جو دل چاہے رکھو، بس یہاں سے جانے کی

تیاری رکھو۔" وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولا۔

"یاددہانی کا شکریہ آپ کہیں تو میں ابھی چلی جاتی ہوں۔"

"کہاں؟" جہاں آرا زیبا کے لیے یخنی لے کر کمرے میں آئیں آخری جملہ سن کر بولیں۔

"جی..... میں کمرے سے باہر جانے کا کہہ رہی تھی۔" زیبا ٹال گئی۔ تو وہ دانت کچکچا کر رہ گیا۔

"ہرگز نہیں، ابھی زیادہ چلنے پھرنے کی ضرورت نہیں۔" وہ بولیں۔

"میں باہر جارہا ہوں۔" صفدر نے کہا تو جہاں آرا جذباتی ہوگئیں۔

"اذان دی؟"

"امی اسی کے لیے جارہا ہوں مولوی صاحب کو لاتا ہوں۔" صفدر نے فوری طور پر جھوٹ گھڑا۔

"بہتر تو یہ تھا کہ تم خود اذان دو بچے کے کان میں۔" وہ بولیں۔

"مجھے ٹھیک سے دینی نہیں آتی۔"

"چلو ٹھیک ہے نماز پڑھ کے ساتھ ہی لے آؤ۔"

"جی بہتر ہے۔"

"صبح سب سے پہلے بچے کا عقیقہ ہوگا مٹھائی بھی آرڈر کرو۔" جہاں آرا نے آرڈر دیا تو وہ جل کر بولا۔

"میں نماز چھوڑ دوں کیا؟"

"نہیں، صفدر بھائی آپ جائیں۔" منمی نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا تو وہ غصے سے باہر نکل گیا۔

"پتا نہیں صفدر کو کیا ہوگیا ہے؟" جہاں آرا کچھ فکرمندی سے بولیں۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں خالہ جان، صفدر بھائی کو خوشی نہیں ہوئی۔" منمی نے کہا۔

"ایسا تو نہیں ہوسکتا شاید کوئی دفتری پریشانی ہوگی۔" جہاں آرا نے ٹالنے کی خاطر کہا۔

"منمی اب تم آرام کرو۔" زیبا نے کہا گزشتہ دو راتوں سے وہ سو بھی نہیں سکی تھی۔

"کوئی بات نہیں، میں آرام سے ہوں کل صبح حاجرہ خالہ کے پاس چلی جاؤں گی۔"

"بیٹا، میں کھانا تیار کرکے آواز دوں گی پھر آرام کرنا۔" جہاں آرا اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"خالہ، میں نے سالن پکالیا ہے آپ چلیں میں چپاتی پکاتی ہوں اور پھر آپ کے ساتھ ہی سوؤں گی۔" منمی نے جواب دیا۔

"تم بھی صفدر آتے ہوں گے۔" زیبا نے یاد دلایا۔

"ہاں...... اس کے آنے پر ہی کھانا کھائیں گے۔" جہاں آرا بیڈ کے قریب آگئیں اور پوتے کو گود میں لے کر بیٹھ گئیں۔

○......❖❖......○

پونی کھانے کے لیے نہیں آیا تو شرمین کو کافی شرمندگی محسوس ہوئی۔ زینت آپا تو رات کا کھانا ٹھیک طریقے سے کھاتی نہیں تھیں۔ اس نے بھولی کو اس کے کمرے میں بھیجا تو وہ کافی دیر گزرنے کے باوجود واپس نہیں آئی تو اس نے خود بھی کھانا چھوڑ دیا۔ زینت آپا کے لیے شوگر فری بسکٹ اور گرم دودھ کا گلاس لیا اور باہر نکلی تو بھولی راستے میں مل گئی وہ رک گئی بھولی نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

"چھوٹے صاحب نے میری بات ہی نہیں سنی۔"

"اتنی دیر سے تم کیا کررہی تھیں؟" اس نے پوچھا۔
"چھوٹے صاحب نے سارا سامان پھینک رکھا تھا۔"
"اوہ...... سمجھ گئی۔"
"میں نے سب ٹھیک کرکے رکھ دیا۔" بھولی نے کہا۔
"اچھا کیا اور کھانے کے برتن اٹھواؤ اور جاکر سو جاؤ۔"
"ایک بات ہے۔" بھولی نے متوجہ کیا تو وہ رک گئی۔
"کیا؟"
"چھوٹے صاحب نے بڑی جلدی سارے کپڑے رکھ لیے۔"
"کیا مطلب؟"
"کالے بیگ میں سب کپڑے رکھ لیے ہیں۔"
"بیگ میں، کہاں تھا بیگ؟" ثمرین ٹھٹکی۔
"وہیں کمرے میں، وہ کہیں جارہے ہوں گے۔" بھولی نے اپنی دھن میں بتایا اور آگے بڑھ گئی مگر وہ وہیں کھڑی سوچنے پر مجبور ہوگئی بیگ کی تیاری چونکا دینے کو کافی تھی۔
اس نے بابا کو دیکھا آواز دی اور دودھ، بسکٹ والی ٹرے انہیں تھما کر روبی کے کمرے کا رخ کیا کمرے کے باہر چند لمحے رکی رہی یقیناً اس نے بھی ردعمل ظاہر کرنا ہوگا کہ وہ چلا جائے مگر اس طرح تو ایک ماں سے اس کا اکلوتا بیٹا دور ہوجائے گا۔ یہ خیال ذہن میں آتے ہی اس نے دروازے پر دستک دی اور دروازہ ہلکا سا اندر کی طرف دھکیلا تو بھولی کے کہنے کے مطابق اس کا بڑا سا سفری بیگ تیار رکھا تھا۔ وہ اوندھے منہ بیڈ پر دراز تھا۔ کمرے کی حالت کافی حد تک بھولی سنوار گئی تھی۔ مگر پھر بھی کمرے کا نقشہ بگڑا ہوا تھا کچھ شرٹس، ٹائیاں، میز پر پڑی تھیں اور چھوٹی چھوٹی چیزیں بھولی ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ گئی تھی۔ اس نے کسی بھی چیز کو ہاتھ لگائے بغیر واپسی کا ارادہ کیا مگر وہ شاید آہٹ پاکر کسمسایا اور پھر نیم وا آنکھوں سے دیکھا۔
"تماشا دیکھنے آئی تھیں۔"
"کیسا تماشا؟" وہ سنجیدگی سے بولی۔
"بھولی نے بتایا ہوگا تو اطمینان ملا ہوگا۔" وہ کلی طور پر بیدار ہوچکا تھا۔
"بھولی نے کیا بتانا تھا اسے کیا کہہ کر بھیجا تھا؟"
"بتایا ہوگا کہ بیگ تیار ہے ایک بےوقوف لوٹ کر جارہا ہے۔" وہ طنزیہ بولا۔
"نہیں ایسا کچھ نہیں بتایا اس نے۔" اس نے کوئی تاثر دیے بنا کہا۔
"تو اب جان لو جارہا ہوں تم نے مجھے بےوقوف بنایا۔"
"الزام تراشی کی ضرورت نہیں اور تم کیوں جاؤ؟" وہ یہ کہہ کر اس کی طرف دیکھتی رہی۔
"تاکہ تم خوش رہو کوئی تمہاری تکلیف کا سبب نہ رہے۔"
"چلتی ہوں! اس کا فیصلہ ابھی باقی ہے۔" وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ روبی کو اور بھی غصہ آیا ایک بار پھر سارا سامان کمرے میں میدان جنگ کا منظر پیش کرنے لگا۔ پرفیومز کی خوب صورت نازک بوتلیں کرچی کرچی ہوگئیں اس پر بھی سکون نہ ملا تو سائیڈ ٹیبل سے اپنی فوٹو اور کمپیوٹر ٹیبل سے کمپیوٹر زمین پر اٹھا کر پھینک دینے کے بعد

گھریلو ہتھیار

چمٹا: جب انسان نے آگ جلانا سیکھی تو یہ خطرناک ہتھیار بھی وجود میں آگیا اگر بیگم کا نشانہ صحیح ہو تو کیا مجال ہے کہ شوہر اپنے آپ کو اس سے بچا سکے۔

بیلن: بہترین خانگی ہتھیار ہے انتہائی خطرناک بھی جبکہ بیگم کے لیے ایک معمولی کھلونے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ صبح دوپہر سہ پہر شام اور رات کو اس کا کثرت سے استعمال شوہر کو مٹھی میں رکھتا ہے۔

پھوکنی: سنگین صورتحال میں حل کنگری بیگمات اس کا بھرپور استعمال کرتی ہیں۔ چمٹے کا ہم عمر ہتھیار ہے غریب طبقے میں عام ہے۔

چمچہ: گو کہ اس کے سائز اور معیار میں فرق ہوتا ہے مگر یہ ہر گھر کی اشد ضرورت ہے۔ خالم نکمے سست مجبور اور مغموم شوہر کو راہ راست پر لانے کے لیے نہایت موزوں ہتھیار ہے۔

مگرمچھ کے آنسو: بے غم (بیگم) کا سب سے موثر ترین ہتھیار...... پانی کے دو نمکین چھوٹے قطرے بڑے بڑے پہاڑ ڈھا دیتے ہیں۔ یہ بیگمات کا آخری ہتھیار ہے ہر کلاس میں اس کا استعمال عام ہے۔ بڑے بڑے نامور ہیرو اس کے آگے ڈبل زیرو ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔

عائشہ پرویز...... کراچی

دوبارہ بستر پر گر گیا۔ اسے لگتا تھا کہ شرمین اسے منائے گی اس کا بیگ کھول کر سب کپڑے نکالے گی اسے روکے گی مگر ایسا تو کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔

"محبت کیا چیز دیکھ کر ہوتی ہے؟ چہرہ، دولت، عمر یا محبت......" وہ اپنی پشت سے بوبی کی آواز سن کر پلٹی جب سے اس کے کمرے سے آئی تھی تب سے بالکونی میں کھڑی اپنے لیے موزوں فیصلہ کرنے کا سوچ رہی تھی۔ ایسا فیصلہ جس سے زینت آپا کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔ ان کی زندگی کا محور بوبی ہے اور بوبی سے وہ بدظن ہو کر خود کو سزا دیں گی۔ ان کو تکلیف ہوگی اور ان کی تکلیف میں وہ کسی قسم کا اضافہ نہیں کر سکتی۔ بوبی کے منہ پر تھپڑ مار کر انہوں نے خود کو کمرے میں قید کر لیا۔ بالکل چپ سادھ لی ناشتے کے لیے میز پر نہیں آئیں اور اگر بوبی کا بیگ دیکھ لیں گی تو شاید ان کا صدمہ ناقابل تلافی ہوگا اس صورت میں کیا کرنا چاہیے۔ یہی سوچ رہی تھی کہ اب وہ خود روبرو آ گیا تھا۔

"بولیے؟"

"بوبی، میرے پاس بولنے کو کچھ نہیں ہے مجھے تو اب فیصلے کا حق استعمال کرنا ہے۔" وہ بہت آہستگی سے کہہ کر کمرے کے اندر آ گئی۔

"کیسا فیصلہ؟"

"میرا ذاتی مسئلہ ہے۔" اس نے کچھ غیر معمولی سنجیدگی سے کہا۔

"اوہ...... مطلب ہم غیر ہیں۔" وہ برا مان گیا۔

"دیکھو بوبی بات اپنے یا غیر کی نہیں ہے اصول کی ہے۔" وہ کرسی پر آرام سے بیٹھتے ہوئے بولی۔

"محبت میں کوئی اصول نہیں ہوتا۔" وہ چلایا۔

"آہستہ بولو مت تہذیب چھوڑو۔"

"میرا خیال تھا کہ تم میرے جانے کا سن کر بیسج جاؤ گی۔"

"تو تم مجھے آزما رہے تھے۔"

"یہی سمجھ لو اگر تم نہیں تو پھر مجھے جانا ہے۔"

"میرا خیال ہے مجھے یہ فیصلہ کرنا ہے۔"

"کیسا پتھر دل ہے تمہارا؟"

"تھا نہیں، بنادیا گیا۔" وہ زخمی سی ہنسی کے ساتھ بولی۔

"شرمین محبت میں طاقت ہوتی ہے ایک دوسرے کو جذب کرلیتی ہے۔"

"یوبی کوئی طاقت نہیں ہوتی محبت ایک دھوکہ فریب خود ساختہ لذت کے سوا کچھ نہیں میں نے محبت کا چہرہ پڑھ رکھا ہے۔"

"میں اپنی محبت کی بات کررہا ہوں۔"

"تم بھی اس لفظ کی حقیقت سے جلد آشنا ہوجاؤ گے۔" وہ تلخی سے بولی۔

"یہ محبت نہیں ہے کہ تمہاری وجہ سے آیا اور تمہارے لیے جاسکتا ہوں۔" اس نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"میں نے ایسا نہیں چاہا مجھے کوئی مطلب نہیں۔"

"میرے جانے سے......" وہ دکھی ہوکر بولا۔

"یوبی، تمہیں اپنی ماما کا خیال کرنا چاہیے۔" اس نے ٹالا۔

"ان کا خیال اور ہے اور تمہارا اور......" وہ اڑ گیا۔

"اچھا پلیز اب جاؤ میرے سر میں بہت درد ہے۔"

"شرمین۔"

"ہنہہ۔"

"پلیز۔" بہت منت تھی اس کی آنکھوں میں وہ دیکھ نہ سکی پلکیں گرالیں۔

"جاؤ، جاکر سامان سیٹ کراؤ۔" اس نے اشارتاً کچھ کہا۔

"مطلب۔"

"زینت آپا کو بہت صدمہ ہوگا۔"

"اور تمہیں۔"

"میں نے ابھی سوچا نہیں۔"

"سوچو پلیز۔"

"اوکے اب جاؤ۔" اس نے کہا تو وہ چلا گیا۔

......☆☆☆......

بابا کی غیر متوقع آمد ہوئی تھی۔

عارض حیرت زدہ سا انہیں دیکھ کر لپٹ گیا ان کے سینے سے لگ کر شکوہ کیا۔

"مجھے اطلاع کیوں نہیں دی، میں ائرپورٹ آجاتا۔"

"میں جانتا تھا کہ میرے بیٹے کے پاس آج کل ٹائم نہیں ہے وہ نئی کہانی تخلیق کررہا ہوگا۔" بابا نے بڑی گہری بات نرمی سے کہی اور صوفے پر بیٹھ گئے۔

"بابا......ایسا کچھ نہیں ہے۔"

"نہیں ہوتا تو یہ سب بھی نہ ہوتا۔"

"کیا سب؟" اس نے کچھ اجنبی انداز میں کہا تو وہ بہت حیرت سے بولے۔

"کمال ہے میرے لال سب عہد و پیمان بھول بھال کر ایک معصوم لڑکی کی خوشیاں چھین لیں اور پتا بھی نہیں۔"

"بابا آپ کو کیا اندازہ کہ اسے اس کی خوشیاں ہی دی ہیں۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"اچھا آپ چھوڑیں اتنی دور یہ پوچھنے آئے ہیں کیا؟"

"ہاں یہی پوچھنے آیا ہوں یہی دیکھنے آیا ہوں۔" وہ بڑے اطمینان سے بولے۔

"آپ کو یقین نہیں کہ میں اب ایسا نہیں ہوں۔" اس نے پوچھا۔

"عارض میں تمہارا باپ ہوں تم سے زیادہ تم کو جانتا ہوں۔"

"خیر..... آپ چینج کر کے آرام کریں میں کچھ کھانے کا آرڈر کردوں پھر باتیں ہوں گی۔" وہ بولا۔

"وہ منیجر لا رہا ہے میں نے ائر پورٹ اسی کو بلایا تھا آپ میرے پاس بیٹھو۔" انہوں نے بڑے پیار سے اس کا ہاتھ تھام کر پاس بٹھایا۔

"بابا پلیز شرمین میرے فیصلے سے خوش ہے اس کی خوشی سے میں خوش ہوں باقی میں نے اچھا کیا یا برا اس کا فیصلہ وقت کرے گا۔"

"اور اس وقت تک آپ امریکہ کے مہمان رہیں گے۔"

"میں نے آنا ہی تھا بس چند ضروری کام تھے وہ نپٹا کے آ جاتا۔" اس نے نظریں چرائیں۔

"دیکھو عارض شرمین بہت اچھی اور پیاری لڑکی ہے مسلمان، پاکستانی، تعلیم یافتہ اور خوب صورت جس کی خوب صورتی پہ آپ مرمٹے تھے۔" بابا نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا کہ وہ ٹھٹکا انہوں نے بطور خاص مسلمان اور پاکستانی کیوں کہا؟

"میں نے کب کچھ کہا۔"

"میرا مطلب ہے اپنے مذہب کا خیال کرلو۔"

"بابا مطلب کیا ہے آپ کا؟" وہ سخت تعجب کا شکار ہوا۔

"یار تم آپ خود سمجھدار ہو، تسلیم کرلو ورنہ میں تو آیا ہی بہت کچھ کنفرم کر کے ہوں۔" انہوں نے کافی سنجیدگی سے جواب دیا اس کی چھٹی حس بیدار ہوئی۔

"آپ کی کنفرمیشن غلط ہے۔"

"درست ہے، مزید ثبوت یہاں مل جائیں گے۔" آغا جی نے کچھ خفگی سے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ الجھن کا شکار ہو گیا۔

"سوچ لو بس اتنا یاد رکھو کہ مذہب کا فرق کوئی چھوٹا فرق نہیں ہوتا۔" انہوں نے اس کی الجھن بھانپ کر کہا تو وہ جھنجلا گیا۔

"جانے آپ کیا کہے جا رہے ہیں؟"

"میں صرف اتنا کہہ رہا ہوں کہ تم شرمین کو ایسے کیسے دھوکہ دے سکتے ہو۔"

"شرمین کے لیے میں نے سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے اور بتا دیا ہے اسے بھی مقدر کو بھی۔"

"تو پھر مان لو کہ اس ہندو لڑکی کا جادو چل گیا۔" انہوں نے بم پھوڑ دیا وہ بھک سے اڑ گیا۔

"کیا..... یہ آپ کو کس نے بتایا؟"
"یہ چھوڑو کہ کس نے بتایا۔"
"بابا آپ اس وجہ سے آ گئے۔" اسے حیرت ہوئی۔
"ہاں کیونکہ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ اس ہنڈولڑکی سے تمہاری محبت کتنے دن چلے گی۔"
"اوہ گاڈ.....!" وہ سر تھام کے رہ گیا۔

○.....❖❖.....○

نمی کے جانے سے زیبا کو کچھ مشکل کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ حالانکہ وہ آج صبح ناشتا کرا کر گئی تھی جہاں آرا کی ضعف پیری کا مسئلہ تھا۔ رات بھر وہ بچے کو سنبھالتی رہتیں سو انہیں حرارت سی تھی زیبا نے خود ہمت کی انہیں ضد کر کے بستر پر لٹایا اور ان کے کندھے دبائے صفدر کو تو انہوں نے بکرا لانے کے لیے بھیج دیا تھا مٹھائی بھی آج ہی آنی تھی زیبا ذہنی طور پر تیار تھی بچے کو جلدی سے کپڑے تبدیل کرا کر سلایا اور خود پہلے باورچی خانے میں آئی اور پھر وہیں کی ہو گئی۔
کچھ دیر بعد صفدر آیا تو وہ برتن دھونے کے بعد کچن کی صفائی میں مصروف تھی۔ بکرا صحن میں باندھ کر وہ جہاں آرا کے تخت پر دراز ہو گیا زیبا ہاتھ خشک کر کے آئی اور امی کے پاس جانے کو کہا۔
"کیا کر دیا میری امی کو؟"
"میں نے کیا کرنا تھا؟ رات بھر جاگنے کی وجہ سے حرارت سی ہے۔" وہ سہم سی گئی۔
"ان کو بلیک میل کر کے اب باتیں نہ بناؤ" وہ کروٹ لے کر لیٹا رہا۔
"بلیک میل....."
"پلیز جاؤ معصوم نہ بنو۔"
"ناشتہ بنا کر لاؤں۔"
"نہیں میں کر کے آیا ہوں۔"
"مگر....."
"آپ مجھے کچھ دیر آرام کرنے دیں۔"
"کمرے میں جا کر کرلیں۔"
"ہنہ کمرے میں وہاں تو تم قابض ہو۔" وہ طنزیہ بولا۔
"نہیں وہ آپ کا کمرہ ہے بلکہ گھر ہی آپ کا ہے ہم ماں بیٹے تو مہمان ہیں۔" اس کا لہجہ بہت کربناک تھا صفدر نے محسوس کیا مگر بولا تو اتنا۔
"تو مہمان کب جائیں گے۔"
"جب آپ کی امی قبول کرلیں گی۔"
"واہ..... مطلب امی قبول کرلیں گی تو جانے نہیں دیں گی۔" وہ اٹھ بیٹھا۔
"صفدر اچھی طرح جانتے ہیں آپ کہ میں نے کیا کہا ہے؟" وہ رو دی۔
"بس..... بس جلدی چلی جاؤ اپنے بچے سمیت۔"
"آپ کو عبدالصمد سے اتنی نفرت ہے۔" اس نے پوچھا۔
"کون عبدالصمد؟"

"ہمارا بیٹا عبدالصمد۔" اس نے بتایا۔

"اوہ..... تو نام بھی رکھ لیا۔"

"جی امی جان نے رکھا ہے۔"

"امی جان نے...." وہ بڑبڑایا۔

"میں کمرہ خالی کر دیتی ہوں ابھی۔" وہ جانے کو مڑی تو وہ بولا۔

"رہنے دو ایک نیا تماشا کھڑا مت کرو۔"

"میں خود تماشا ہوں۔" وہ دھیرے سے کہہ کر چلی گئی تو وہ پشت سے اسے دیکھنے لگا وہ بہت کمزور ہو گئی تھی قدم لڑکھڑا رہے تھے بمشکل پھولی سانس کے ساتھ قدم اٹھا رہی تھی۔

"صفدر..... صفدر۔" کمرے میں سے جہاں آرا کی آواز آئی تو وہ جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"جی..... جی آیا امی۔"

"صفدر آدمی کو خدا نہ دکھائے کبھی آدمی کا خدا بننا۔" وہ اس کو دیکھتے ہوئے بولیں۔ وہ کچھ سمجھا نہیں۔

"کیا ہوا؟"

"میں نے تو تمہیں محبت کرنی سکھائی تھی اور تم زیبا سے اپنی بیوی سے ایسا سلوک۔" انہوں نے کافی دکھ سے کہا۔

"کیا..... کیا سنا آپ نے؟" وہ گھبرا گیا کہ کہیں امی نے سب کچھ تو نہیں سن لیا۔

"اس نے ناشتہ نہیں کیا تمہاری وجہ سے شمی نے بہت کہا مگر وہ تمہارا انتظار کرتی رہی اور تم۔" وہ بولتے بولتے چپ ہو گئیں تو اسے یقین ہو گیا کہ امی نے سب باتیں سن لیں مگر وہ غنودگی میں چلی گئیں تو اس نے خود کو تسلی دی کہ غنودگی میں شاید کچھ سنا اور کچھ نہیں سنا۔ وہ اٹھنے لگا کہ وہ پھر چونکیں اور بولیں۔

"قصاب کو بلاؤ اور زیبا سے آرام کرنے کو کہو عبدالصمد کو مجھے لادو۔"

"امی..... آپ آرام کریں بس۔" وہ لمبی سانس بھر کر باہر نکل آیا۔ اسے حیرت تھی کہ انہیں زیبا کی ہی فکر کھائے جا رہی تھی۔ وہ انہیں کیسے بتاتا کہ وہ تو اسے جلد از جلد یہاں سے نکالنا چاہتا ہے مگر یا نہیں کیسے بتاتا؟

○.....❖❖.....○

بھولی بھاگتی ہوئی آئی اور پھولی سانس کے ساتھ اسے زینت کی طبیعت خرابی کا بتایا تو وہ اپنی وارڈ روب بند کر کے بھاگی اور ان کے کمرے میں پہنچی تو انہیں بیڈ پر چت لیٹے دیکھ کر پریشان ہو گئی۔

"زینت آپا..... آپ ٹھیک تو ہیں۔"

"ہمم..... ہاں بس ٹھیک ہوں۔" انہوں نے اپنی نم آلود آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"مگر بھولی نے تو مجھے ڈرا دیا۔"

"بھولی تو پاگل ہے میں نے تو اسے منع بھی کیا۔"

"خیر تو ہے آپ ٹھیک تو نہیں لگ رہیں۔" اس نے خدشہ ظاہر کیا۔

"بس بوبی کی وجہ سے مجھے اس کو تھپڑ نہیں مارنا چاہیے تھا لیکن اگر ایسا نہ کرتی تو اس کو عقل نہیں آنی تھی۔"

"میں شرمسار ہوں، میری وجہ سے ایسا ہوا۔" وہ شرمندگی سے بولی۔

"بھولی نے بتایا کہ اس نے بیگ تیار کر لیا ہے۔" زینت نے بہت دکھی لہجے میں بتایا۔

"بھولی کو تو زیادہ بولنے کی عادت ہے خالی بیگ رکھا ہے کہیں نہیں جا رہا وہ۔" اس نے تسلی دی۔

"جانا ہے تو جائے میں تھک گئی ہوں اب میں نے فیصلہ کرلیا ہے۔"

"آپا آپ کیوں ٹینس ہیں سب ٹھیک ہے۔"

"شرمین بس تم کوئی غلط بات نہ سوچنا۔"

"آپا بہتری کے لیے کوئی قدم تو اٹھایا ہی جاتا ہے۔"

"بس مجھے بوبی کی نہیں تمہاری فکر ہے۔" انہوں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"میں ٹھیک ہوں آپ فکر نہ کریں۔"

"کاش وہ دھو کے باز اچھا نکلتا تو شادی ہو جاتی۔"

"تو کیا ہو جاتا وہ بعد میں دھوکہ دیتا۔"

"بوبی کو تو قرار آجاتا۔" ان کی آواز مدھم ہوگئی۔

"زینت آپا میری زندگی میں اتنی آسانی سے خوشی کیسے آجاتی؟" وہ بولی۔

"اللہ پوچھے گا اس مکار سے۔"

"چھوڑیں بھی یہ بتائیں کچھ کھانا کرلاؤں۔"

"نہیں، بھولی کو دیکھو الٹے سیدھے کپڑے پہنے پھر رہی ہے بوبی نے غور کرلیا تو اس پر غصہ نکالے گا حمیدہ بتا کر گئی ہے کہ شیشے کی میز پر کھڑی ہو کر جالے اتار رہی تھی گری اور میز کا شیشہ چکنا چور ہو گیا۔" زینت آپا نے بتایا تو وہ ہولے سے مسکرا دی۔

"یہ لڑکی بھی چھلاوہ ہے کچھ نہ کچھ کرتی ہی رہتی ہے۔"

"بس پڑھی لکھی نہیں ہے اور ماحول کا بھی اثر ہے۔"

"اچھا آپ آرام سے رہیں میں دیکھتی ہوں اور آپ کے لیے فروٹ لاتی ہوں۔" وہ اٹھی اور باہر نکل آئی۔ مگر بوجھل ذہن اور بوجھل قدموں کے ساتھ زینت آپا کو دل کی بات بتا نہیں سکی تھی کہ وہ یہاں سے جانے کا فیصلہ کررہی ہے۔ بلکہ کرچکی ہے کیونکہ اس سے بہتر حل کوئی نہیں بوبی کو یہاں سے ماں سے دور نہیں جانا چاہیے۔ بیمار ماں کے اکلوتے بیٹے کو ہر صورت ان کے پاس رہنا چاہیے۔ اس کا کیا تھا اپنے گھر کے دو کمرے تالا لگا کر بند رکھے تھے ان میں جا کر رہ سکتی۔ کرائے دار اچھی چھوٹی سی فیملی تھی وہ تنہا بھی نہ ہوتی مگر یہ بتانے کا اس میں صرف حوصلہ نہیں ہو رہا تھا۔ اس فیصلے سے زینت آپا کو بہت دکھ ہونا ہے۔ میں کیسے انہیں راضی کروں؟ یہ سوچ سوچ کر راہ تلاش کررہی تھی مگر کچھ حاصل نہیں تھا۔ سیب سنک کے نل پر اچھی طرح دھوئے، چھری اٹھائی تو بوبی وہیں آ گیا۔

"میں آفس جارہا ہوں۔" اس نے بتایا۔

"تو جاؤ۔"

"اور تم۔"

"مجھے کہیں اور جانا ہے۔" اس نے ذومعنی سی بات کی اور باہر چلی گئی۔

......☆☆☆......

کمپیوٹر پر کام کرتے کرتے وہ تھک گیا تو کرسی کی پشت پر سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔ لیکن کچھ ہی دیر بعد عبدالصمد کے رونے کی آواز پر اس نے گردن گھما کر دیکھا۔ وہ تیز تیز ہاتھ پاؤں چلا رہا تھا اور رو رہا تھا۔ اس نے جھنجلا کر اسے دیکھا اور تلملا کر باہر نکلا زیبا اور چی خانے میں مصروف تھی وہ برس پڑا۔

"تم...... تم کیا ثابت کرنا چاہتی ہو؟ گھر کے کام کرکے جگہ نہیں بن سکتی۔" اس نے بڑی سختی کے ساتھ کہا تو وہ متحیر سی دیکھتی رہ گئی۔

"سنا نہیں جاکر اپنے بیٹے کو سنبھالو، جسے میرے سرہانے چھوڑ کر آئی ہو۔"

"میرا ہی بیٹا ہے آپ کا دل تو پتھر ہے۔" اس نے گیلے ہاتھ خشک کرتے ہوئے کہا۔

"سنو، طعنے دینے کی ضرورت نہیں۔" اس نے کھا جانے والے انداز میں کہا تو وہ طنزیہ مسکرائی۔

"آپ میرے طعنوں سے گھبرا گئے، ابھی تو انتظار کیجیے جب زمانہ کیچڑ اچھالے گا۔"

"زمانہ تم پر کیچڑ ڈالے گا تمہارا ماضی دیکھ کر۔"

"صفدر صاحب اب مجھے پرواہ نہیں رہی۔"

"ہمنہہ جب یہاں سے نکلوگی تو پوچھوں گا۔"

"میں پھر بھی خوف زدہ نہیں۔" وہ یہ کہہ کر کمرے کی طرف گئی تو اس نے غصے سے ٹماٹر کی ٹوکری اٹھا کر فرش پر پھینک دی۔

"تم یہ غصہ ایک دفعہ ہی نکال لو بہتر ہوگا۔" جہاں آرا نے ایک دم یہ کہہ کر اسے ہکلانے پر مجبور کردیا۔

"غصہ ہی نکالوں گا اتنا کام کرتے کرتے ذرا دیر کو آنکھیں موندیں تو بچے نے رو رو کر کمرہ سر پر اٹھالیا۔" وہ پوری تفصیل بیان کرکے نظریں چرا گیا۔

"کون ہے وہ لاؤ اسے میں بھی تو دیکھوں؟"

"کسے...... کون؟" وہ چونکا۔

"اسی کو جس کی وجہ سے تم نے زیبا کی زندگی اجیرن بنا رکھی ہے اپنے بیٹے کی خوشی بھی منانے سے گریز کررہے ہو۔"

"ایسا کیوں سوچتی ہیں آپ؟"

"اور کیا سوچوں میں نے سب دیکھا ہے اور سنا بھی ہے۔"

"امی...... یہ فضول باتیں نہ کریں میں نے آپ کے کہنے کے مطابق سب آرام تو دے رکھا ہے۔" وہ خاصی اضطرابی کیفیت سے دوچار تھا۔

"میرا بچہ! بس میرا مطلب یہ ہے کہ بے چاری زیبا کا ہے ہی کون؟ اور ہمارے گھر کی پہلی خوشی گھر میں آئی ہے۔" جہاں آرا دودھ کے جھاگ کی مانند بیٹھ گئیں۔

"مجھے ایسا لگتا ہے کہ بہو اور پوتے کے علاوہ آپ کو کوئی نظر ہی نہیں آتا۔" اس نے شکوہ کیا۔

"میرے جگر گوشے ہو تم لیکن عبدالصمد اب میری جان ہے۔" وہ صفدر کو سینے سے لگاتے ہوئے بہت محبت سے بولیں تو وہ ماں کی معصوم ممتا پر فدا ہوگیا۔ صحن میں پڑی کرسی پر بیٹھ کر زیبا سے گلے شکوے کرنے لگا۔

"کاش...... کاش زیبا تم نے زندگی کی اتنی بھیانک تصویر نہ دکھائی ہوتی۔ تم چھپا لیتیں نہ شریک کرتیں مجھے میرے حوصلے اور ظرف کو آزماتیں میں فرشتہ نہیں تھا۔ میں انسان تھا اور انسان ہی ہوں۔ نہ حوصلہ ہے نہ ظرف کیا کروں میں اپنی ماں کی اندھی محبت کا، تمہیں جانا ہے اور وہ ایسا کب چاہیں گی۔ پھر کیا ہوگا کیسے بتاؤں گا تمہارے جانے کی وجہ شاید انہیں یقین ہی نہ آئے جیسا کہ اب بھی وہ صرف بہو اور پوتے کی شدید محبت میں گرفتار ہیں۔"

"صفدر میاں یہ بچے سے بڑھتی ہوئی محبت لمحہ بہ لمحہ مضبوط ہوتی جائے گی اور پھر چاہ کر بھی اس محبت کے اثر سے امی کو تو نکال نہیں سکو گے ان کی دلی آرزو پوری ہوئی ہے وہ یہ صدمہ جھیل نہیں سکیں گی اوہ میرے خدا میری رہنمائی فرما میرا راستہ

آسان کر میں اس پل صراط پر کیسے چل پاؤں گا۔" وہ بے بسی کے عالم میں کافی دیر یہی سوچتا رہا۔

......☆☆☆......

موسم بہت اچھا تھا۔
ہلکی ہلکی سنہری دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ وہ باہر نکل رہا تھا تو آغا جی بھی جوگر پہن کر اس کے ساتھ ہولیے۔ پیدل فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے اچھا لگ رہا تھا۔ وہ چپ تھا، آغا جی چاہ رہے تھے کہ وہ بولے کوئی بات کرے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرے مگر وہ جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ دیے چپ چاپ چل رہا تھا کافی دور آنے کے بعد ایک بینچ نظر آئی تو آغا جی نے بیٹھنے کا ارادہ ظاہر کیا۔
"یار، یہاں کچھ دیر بیٹھتے ہیں۔"
"جی۔" وہ بھی ان کے برابر بیٹھ گیا۔ تب آغا جی نے چند لمحے آتی جاتی گاڑیوں کو دیکھتے ہوئے خود ہی بات شروع کی۔
"مجھے معلوم ہے کہ تمہارے اندر کوئی ہنگامہ ہے مگر حیران ہوں کہ مجھے دوست سمجھنا چھوڑ دیا۔"
"بابا کچھ بھی نہیں ہے آپ بتاتے تو میں نے آنا ہی تھا۔"
"مجھے صاف صاف بتاؤ کس لڑکی کی وجہ سے تم نے شرمین کو چھوڑا ہے۔" انہوں نے دوٹوک بات کی۔
"کون سی لڑکی۔"
"وہی ہندو لڑکی۔"
"وہ وہ تو بس ویسے ہی مل گئی آپ کو کسی نے غلط انفارمیشن دی ہے۔"
"عارض میں مذہب کے معاملے میں کوئی گنجائش نہیں رکھتا اور شرمین کو دھوکہ دینے کی اجازت بھی نہیں دے سکتا۔"
آغا جی کا لہجہ خاصا بدلا ہوا تھا اس نے طویل سرد آہ بھری اور جواب دیا۔
"بجائے اس کے کہ کسی کو اپنا کر چھوڑا جائے پہلے ہی چھوڑ دینا بہتر نہیں؟"
"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چھوڑا ہی کیوں جائے؟"
"بس چھوڑ دیا اس سے آگے کچھ نہیں۔"
"عارض بتانا پڑے گا۔" وہ مصر ہوگئے۔
"بابا بس اس چیپٹر کو بند کردیں۔" وہ بیزار سا اٹھ کھڑا ہوا۔
"تاکہ تم اس لڑکی سے راہ ورسم بڑھا سکو۔"
"فی الحال ایسا کچھ نہیں ہے چلیں اب دیر ہورہی ہے۔"
"ہممم، یعنی میرا پوچھنا بے سود ہے۔" آغا جی افسردگی سے واپسی کے لیے چلتے ہوئے بولے۔
"آج کیمیکلز کا کنسائنمنٹ بھجوانا ہے۔" اس نے بتایا۔
"ٹھیک ہے۔" آغا جی نے مختصراً کہا۔
پھر سارے راستے دونوں چپ رہے مگر عارض کے ذہن میں ایک شدید قسم کی جنگ جاری تھی۔
"یہ بابا کو سنجنا کے بارے میں کس نے ورغلایا؟ یقیناً منیجر صاحب نے یا اور کسی نے جبکہ اس میں سوائے سنجنا کے ہونے کے کوئی اور سچ نہیں۔ شرمین کو چھوڑنے میں سنجنا کا ہاتھ نہیں تو پھر یہ کیوں سمجھا جارہا ہے؟ سنجنا سے تو میں نے سیدھے منہ کبھی بات تک نہیں کی مجھے تو خود شرمین نے چھوڑا ہے۔ پیچ منجدھار میں کاش وہ پہلے ہی بتا دیتی کہ وہ کسی اور

سے محبت کرتی ہے اور وہ اس کی پہلی محبت ہے مجھے دھوکے میں تو شرمین نے رکھا وہ خود کسی کی زندگی تھی اور کسی کی محبت تھی۔ میری محبت کا اعتراف نہ کر کے اس نے ثبوت دیا اس بات کا کہ وہ صبیح احمد کی محبت ہے۔

"صبیح احمد تمہیں یوں ملنا تھا یہ میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔" وہ ہولے سے بڑبڑایا تھا مگر آغا جی نے پھر سنا اور پھر کہا۔

"اپنے اندر کے سوالوں کے جوابات دینے میں زمانے لگ جاتے ہیں کبھی اندر کے سوالوں کو جڑ سے پکڑنے وہ ساری زندگی انسان بڑبڑا کر جواب دینے کی کوشش کرتا ہے لیکن ناکام رہتا ہے۔" وہ ان کی بات سن کر خاموش رہا کیونکہ شاید انہوں نے سچ ہی کہا تھا وہ اسی کیفیت سے دوچار تھا۔

○......❖❖......○

شام کی چائے کا کہہ کر وہ لان میں آ گئی۔

دھیرے دھیرے واک کرتی ہوئی ایک ہی سوچ دماغ کو چاٹ رہی تھی کہ کس طرح اس مشکل کا حل نکالا جائے بھولی نے اپنے کوارٹر سے باہر جھانکا تو اس کے پاس آ گئی۔

"باجی کیا بات ہے۔"

"کچھ نہیں۔"

"آپ پریشان ہو۔"

"نہیں...... نہیں تو یہ تم کوارٹر میں گھسی کیا کر رہی تھیں؟"

"میں نے اپنے اور اماں کے کپڑے دھوئے ہیں گانے سنے ہیں۔"

"ہیں گانے سنے بغیر تو تمہارا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔" اس سے باتیں کرتے ہوئے وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔

"ریڈیو سے میرا بچپن کا پیار ہے آپ نے دیکھا میرا ریڈیو۔" بھولی نے آنکھیں مٹکا کر پوچھا تو اس نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"نہیں تم نے دکھایا ہی نہیں۔"

"میں ابھی لائی۔" وہ تیزی سے کہہ کر نظروں سے اوجھل ہوگئی اور منٹوں میں اپنا ریڈیو سینے سے لگائے واپس آ گئی۔

"ارے واہ، یہ تو بہت نایاب دکھتا ہے۔" شرمین نے پرانے سے سرخ بٹن والے ریڈیو کو الٹا پلٹا کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"چلا کر بھی دیکھیں۔"

"ہمم، لو چلاؤ۔" اس نے اس کے سامنے کر دیا۔ بھولی نے ایک بٹن گھمایا اور پھر دوسرا بٹن گھما کر اسٹیشن سیٹ کیا۔

میڈم نور جہاں کی آواز شعلے کی مانند کوندی تو اس نے ریڈیو اپنی طرف کھینچ لیا۔

شام کے شاعرانہ سے منظر میں خوب صورت ساز و آواز کا سحر طاری ہوگیا۔

انہی قدموں نے تمہارے، انہی قدموں کی قسم

خاک میں اتنے ملائے کہ جی جانتا ہے

لطف وہ عشق میں پائے ہیں کہ جی جانتا ہے

رنج بھی ایسے اٹھائے ہیں کہ جی جانتا ہے

مسکراتے ہوئے وہ مجمع اغیار کے ساتھ

آج یوں بزم میں آئے کہ جی جانتا ہے

داغ وارفتہ کو ہم آج تیرے کوچے سے

اس طرح کھینچ کے لائے ہیں کہ جی جانتا ہے
اسی لمحے چوکیدار نے گیٹ کھولا۔ بوبی کی گاڑی اندر داخل ہوئی تو اس نے جلدی سے ریڈیو آف کیا۔ بھولی کو دیا اور بھیج دیا خود اٹھ کر جانا چاہتی تھی کہ وہ تیزی سے قریب آ گیا۔
"ویسے تو گانے سنے چار ہے، تھے اب بھاگ پڑی ہو۔"
"گانا نہیں، غزل تھی۔"
"چلو کچھ بھی سہی، اب کچھ ہماری بھی سن لو۔"
"بوبی پلیز میں تمہاری کوئی بات سننے کے موڈ میں نہیں۔"
"یعنی میں یہاں سے جاؤں تمہارے فیصلے میں کوئی لچک نہیں آئے گی۔"
"تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔" اس نے بہت سنجیدگی سے کہا۔
"مطلب؟"
"میں خود یہاں سے چلی جاؤں گی۔" وہ یہ کہہ کر اندر کی طرف آ گئی اور وہ پیچھے سے چلاتا ہوا آیا۔
"تمہارے جانے سے کیا میرے جذبے میں کمی آ جائے گی یا میں ارادہ بدل لوں گا۔" اس نے جواب نہیں دیا۔ سیدھی زینت آپا کے پاس پہنچ کر دم لیا۔ مگر وہ کب چوکنے والا تھا وہیں پہنچ کر بولا۔
"شرمین مجھے دنیا چھوڑنی پڑی تو چھوڑ دوں گا مگر......"
"بوبی اللہ نہ کرے۔" زینت آپا بے قرار ہو کر چیخیں تو شرمین کو پھر شرمندگی ہوئی۔
"فضول باتیں کرتے ہو۔" اس نے شرمندگی سے فقط اتنا کہا۔
"تو پھر کہیں جانے کا مت سوچنا۔" وہ یہ کہہ کر چلا گیا۔ وہ گردن جھکا کر کھڑی رہی پھر خود بھی باہر آ گئی۔
کافی سوچ بچار کے بعد وہ دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے صفدر کی طرف آ گئی گھر میں صرف صفدر تھا۔ جہاں آرا زیبا اور عبدالصمد کو لے کر حاجرہ بیگم کی طرف گئی تھیں۔ حاجرہ بیگم نواسے سے ملنے کو بے تاب تھیں۔ صفدر کو بھی ساتھ چلنے کو کہا تھا مگر وہ نہیں گیا۔ شرمین کو صحن میں تار پر پھیلے بچے کے کپڑے دیکھ کر کچھ اندازہ ہو گیا کہ کوئی خوشی کی خبر ہے۔
"صفدر بھائی ماشاءاللہ سے کسی ننھے مہمان کی آمد دکھائی دے رہی ہے۔" صحن میں پڑی کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے کہا تو صفدر نے کچھ زیادہ اچھا تاثر نہیں دیا۔
"ہنہ۔"
"صرف ہنہ صفدر بھائی۔"
"جی، بیٹا ہوا ہے۔" اسے مجبوراً کہنا پڑا۔
"ماشاءاللہ مبارک ہو آپ نے اطلاع ہی نہیں دی۔" اس نے گلہ کیا۔
"چھوڑیں پتا میں اس بے غیرت شخص نے رابطہ کیا۔" وہ ٹال گیا۔
"نہیں رابطہ رکھنے کے لیے تو رابطہ نہیں توڑا تھا۔"
"مجھے بہت افسوس ہے۔"
"صفدر بھائی آپ کیوں افسردہ ہوتے ہیں؟"
"چائے بناتا ہوں۔"
"نہیں ہرگز نہیں میں چائے پی کر آئی ہوں بس ایک الجھن سی ہے اس کے لیے مشورہ کرنا تھا۔"

"ہاں، بولیں۔"
"میں ایسے دوراہے پر کھڑی ہوں کہ کچھ سجھائی نہیں دیتا۔"
"آپ بھروسہ کریں بتائیں کاش میں کچھ اچھا کرسکوں۔"
"صفدر بھائی میں زینت آپا کے احسان تلے دبی ہوں، وہ مجھے بیٹی سے بڑھ کر چاہتی ہیں میں ان سے دور جاتی ہوں تو وہ یہ صدمہ برداشت نہیں کرسکتیں۔" وہ سانس لینے کو رکی۔
"تو آپ انہیں صدمہ دینا کیوں چاہتی ہو؟"
"مجبوری ہے۔"
"کیسی مجبوری؟"
"بوبی، بوبی کا دیوانہ پن، اس کی ضد جس میں اضافہ ہوا ہے کمی نہیں۔" اس نے جھجکتے ہوئے بھی سب کہہ دیا۔
"ہممم تو؟" صفدر نے لمبی سی ہنہ کہہ کر مختصراً پوچھا۔
"اس کی اور میری عمر میں فرق، میں نے اسے چھوٹا بھائی سمجھا اور وہ بچپن سے میرے خواب دیکھتا آیا۔"
"تو اس میں قباحت کیا ہے؟ بوبی آپ سے کم عمر ہوگا لیکن ویسے تو جوان، بالغ ہے اور پھر یہ اعتراض اسے ہوتا تو ہوتا۔" صفدر نے بڑی سادگی سے کہا۔
"مگر میں نے اس کے لیے ایسا نہیں سوچا۔"
"شرمین، بہن، ہم کسی کے لیے کیا سوچتے ہیں یہ ہمارے اختیار میں کب ہوتا ہے؟ اور ویسے بھی کیا آپ کو عارض سے امید ہے کوئی۔"
"ہرگز نہیں مجھے نہ اس کا ملال ہے اور نہ امید مگر میں بوبی کی شدید محبت کے باوجود اس سے محبت نہیں کرتی۔"
"آپ سے زیادہ کون جانتا ہے کہ محبت کتنی ناپائیدار چیز ہے۔ عارض کی دھوکہ دہی کے بعد تو مجھے اس لفظ سے نفرت ہوگئی ہے۔" صفدر کا حلق تک عارض کا ذکر کرتے ہوئے کڑوا ہوگیا۔
"بوبی کی اندھی محبت کی وجہ سے زینت آپا سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہی وہ بوبی کو میری وجہ سے برا بھلا کہتی ہیں۔ اس سے وہ بدظن ہو کر ملک سے بھاگنا چاہتا ہے مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا میں گھر سے آنا چاہتی ہوں تو وہ بھی زینت آپا کو منظور نہیں۔"
"آپ کو ضرورت کیا ہے ایک نئے امتحان کی۔ عمروں کا فرق کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کس کی خاطر یہ وجہ بنا رکھی ہے آپ..... عارض یا پھر کوئی اور.....!" صفدر نے اپنے سپاٹ لہجے میں سوالیہ نشان لگایا۔
"کوئی نہیں۔ مگر بوبی کے لیے بھی یہ گنجائش نہیں۔"
"گنجائش آپ نے نکالنی ہے۔"
"صفدر بھائی، میں محبت کا اور کوئی تجربہ نہیں کرنا چاہتی، محبت کا کھیل میں نے کھیلنے والوں کی خود غرضیوں میں دیکھا ہے۔"
"شرمین، بہن، یہ دنیا ہے یہاں قدم قدم پر نت نئے تجربوں سے گزرنا ہے محبت کو بھی تجربہ ہی سمجھو کہیں تو اس لفظ کو حرمت نصیب ہوگی یقیناً کہیں آپ کو اس پر یقین آجائے گا اور پھر آپ کے لیے لازم نہیں کہ آپ بوبی سے محبت کریں وہ کرتا ہے آپ قبول کرلیں۔" صفدر نے اچھی طرح سمجھایا۔
"مگر....."

"اگر مگر میں نہ پڑیں سوچ لیں اچھی طرح پھر فیصلہ کریں لیکن میرے خیال کے مطابق بوبی کے حق میں۔"

"صفدر بھائی ماں کی محبت بھی اجنبی بن گئی تو۔"

"تو اس پر غور نہ کریں اس میں ناممکن سے ممکن اور ممکن سے ناممکن کا تجربہ شامل ہے۔"

"ٹھیک ہے میں سوچتی ہوں۔" اس نے رضامندی ظاہر کی۔

"گڈ سیدھی سی بات ہے کہ اب بھی کچھ ہاتھ میں تو نہیں ہے اگر بوبی نے بھی وہی کیا جس کا آپ کو ڈر ہے تو کون سا نیا کام ہوگا عارض کو یاد کر لیجیے گا۔" صفدر کے لہجے اور باتوں میں حد درجہ سنجیدگی اور تلخی ہوتی نہیں تھی مگر آج شرمین کو محسوس ہوا کہ صفدر بھائی کچھ بدلے بدلے سے ہیں۔

"آپ کچھ پریشان لگ رہے ہیں۔"

"میں بھی زندگی کے تلخ تجربے سے گزر رہا ہوں بلکہ یوں کہیے کہ بوند بوند زہر پی رہا ہوں۔"

"کیا وجہ ہے؟"

"آپ کو محبت نے دھوکہ دیا اور مجھے محبت کے لیے دھوکہ ملا۔" وہ زہرخند سا مسکرایا۔

"صفدر بھائی سب ٹھیک تو ہے نا۔"

"ہاں بظاہر سب ٹھیک، کیونکہ میری امی بہت خوش ہیں۔"

"اور آپ......؟"

"میں اور زیبا الگ الگ رشتوں سے جڑے ہیں۔ خیر میں چائے بناتا ہوں۔" وہ ٹال کر اٹھنے لگا تو شرمین نے معذرت کر لی۔

"نہیں شکریہ پھر کسی وقت آؤں گی بلکہ بچے کے لیے بھی کچھ لے کر آؤں گی اب چلتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے مگر بوبی کو قبول کر لو۔" صفدر نے جانے سے پہلے پھر دہرایا تو وہ کچھ کہے بنا اجازت لے کر آگئی۔

○......❖❖......○

جب وہ گھر پہنچی تو زینت آپا مغرب کی نماز ادا کر رہی تھیں۔ وہ بھی نماز کا وقت قضاء ہو جانے کے ڈر سے تیزی سے اپنے کمرے میں آئی تو وہاں بوبی اس کے بیڈ پر ٹانگیں لٹکائے بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ اسے اچھا نہیں لگا مگر نماز کی جلدی میں ہینڈ بیگ میز پر رکھ کر واش روم میں گھس گئی۔ جلدی سے وضو کیا جائے نماز بچھائی بوبی نے کچھ کہنا چاہا مگر اس نے نماز کی نیت باندھ لی پھر پوری تسلی سے نماز ادا کر کے دعا مانگی جائے نماز سے اٹھی تو وہ بولا۔

"کب سے انتظار کر رہا ہوں۔"

"کیوں......اور میرے کمرے میں ہی کیوں؟" اس نے خاصے تحمل سے کہا۔

"اعتراض کس پر ہے؟"

"چھوڑو۔"

"تیار ہو جاؤ امبر ویز کلب میں میوزیکل شو ہے۔"

"اور مجھے اس قسم کی خرافات میں کوئی دلچسپی نہیں۔"

"کیسی خرافات؟"

"بوبی پلیز اپنے بچکانہ شوق اپنے تک رکھا کرو۔" وہ چڑ گئی۔

"موسیقی سننا بچکانہ شوق ہے۔"

"ہاں اور مذہب میں ممانعت ہے۔"

"بھولی کے ساتھ غزل سننا جائز تھا۔" اس نے طنز کیا۔

"تو تم بھی بھولی کو ساتھ لے جاؤ۔" وہ چل گئی۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"

"دیکھو اس بےکار بحث کا میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

"میرے ساتھ چلو۔"

"میں تمہارے ساتھ نہیں چل سکتی کیونکہ تمہارے مشاغل اور میرے مشاغل میں فرق ہے۔"

"کیا میری خوشی کے لیے میرا ساتھ نہیں دے سکتیں۔"

"یہ کوئی اچھا کام نہیں ہے جس میں ساتھ دیا جائے۔"

"اچھا تو پھر کھانا کھانے چلیں۔" وہ خوش ہوگیا۔

"سوچا جاسکتا ہے۔"

"ہرے......" وہ اچھل پڑا۔

"بوبی...... جاکر ماما کو بھی تیار کراؤ وہ بھی جائیں گی۔"

"کیا؟"

"ہاں انہیں فریش ہونے کی ضرورت ہے۔"

"اوکے...... میں جاتا ہوں لیکن تم اچھا سا تیار ہونا ٹھیک آٹھ بجے نکلیں گے۔"

وہ یہ کہتا ہوا خوشی سے چلا گیا اور وہ بیڈ پر کچھ دیر کے لیے دراز ہوگئی۔ بوبی سے اسی لیے وہ فاصلے پر رہنا ضروری سمجھتی تھی کیونکہ عمروں کا فرق رویوں میں دکھائی دیتا ہے جو چیزیں بھاتی تھیں وہ ان سے گھبراتی تھی اس کا مزاج نہ بہت سنجیدہ تھا اور نہ بہت شوخ جبکہ بوبی صرف اور صرف شوخ اور آزاد منش نوجوان تھا کسی بات کو محسوس کرلیا تو کرلیا ورنہ اپنے انداز میں نظر انداز کردیا۔ یہ درست تھا کہ وہ محبت بے پناہ کرتا تھا مگر محبت کی عمر کتنی ہوگی یہ سوچنے پر وہ مجبور تھی۔ بوبی کی محبت پانی کی تیز موج کی طرح سب کچھ بہا لے گئی تو شرمین پھر اعتماد کی کرچیاں کیسے جمع کروگی؟ کیسے حوصلہ حاصل کرو گی؟ کیا مسعود بھائی کے کہے پر غور کرنا چاہیے؟ شرمین شاید یہ لمحہ یہ پل غور کی پہلی سیڑھی پر تمہیں لے گیا ہے تم نے اتنی آسانی سے کھانے کی آفر کیسے تسلیم کرلی شاید تمہارے اندر بوبی نے نقب لگالی ہے کیسے تم سوچنے لگی ہو؟"

"نہیں...... شرمین ابھی ایسا مت سوچو کوشش کرو اسے سمجھانے کی بہلانے کی ہوسکتا ہے وہ سمجھ جائے کوشش تو کرو۔"

آخری ذہنی تاویل پر وہ پرسکون ہوکر اٹھی اور تیار ہونے لگی۔

○......✿✿......○

بلیک اور سی گرین اسٹائلش سوٹ میں شیفون کا دوپٹا اچھی سے سیٹ کرکے اس نے اپنا تنقیدی جائزہ آئینے میں لیا تو دل چاہا کہ نازک آویزے بھی پہن لے جانے کیوں اچھا سا محسوس ہورہا تھا تیار ہوتے ہوئے ہلکی چمکیلی اورنج لپ اسٹک بھی لگائی آخر میں نازک سا سیاہ سینڈل پہن کر کمرے سے باہر نکلنے ہی والی تھی کہ کرے شلوار سوٹ میں ملبوس بوبی آگیا اور بنا پلکیں جھپکے سینے پر ہاتھ باندھے یکٹک تکتا رہ گیا تو پہلی بار اس کی نگاہوں کی تپش سے اس کا کندنی حسن دہکنے لگا۔ پلکیں جھکا کر وہ خواہ مخواہ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل کی دراز کھول کر کچھ تلاش کرنے لگی وہ بہت قریب آکر کھڑا ہوگیا۔

"شرمین...... کاش خود کو میری نظروں سے دیکھ سکتیں۔" وہ عالم جذب میں تھا۔

"یونہی مجھے ایسے فریب کھانے کی عادت نہیں۔" اس نے رکھائی سے جواب دیا۔
"یہ دھوکہ نہیں نہ ہی فریب ہے تم اس قدر پیاری لگ رہی ہو کہ جی چاہتا ہے......!"
"جی کو سنبھالو اور چلو۔"
"شرمین ایک بات بتاؤ۔"
"پوچھو لیکن پلیز فضول بات نہ کرنا۔"
"تمہیں میری ہر بات جھوٹ کیوں لگتی ہے؟"
"اس لیے کہ یہ سب باتیں اپنی سچائی اس زمانے میں کھو بیٹھی ہیں؟"
"محبت تو ہے۔"
"پلیز اس لفظ کی حقیقت سے میں تم سے بہتر آشنا ہوں۔" وہ چڑ سی گئی۔
"مطلب میری محبت سچی نہیں۔"
"ہاں لیکن یہ تمہارے لیے ہی نہیں سب کے لیے کہہ رہی ہوں اسے ہم نے اپنی روزمرہ زندگی کا حصہ بنالیا ہے۔ ہر آدمی تو یہ راگ الاپ رہا ہوتا ہے۔" وہ طنزیہ مسکرا کر بولی۔
"ہوسکتا ہے مگر مجھ پر یقین کرو میں تو ہمیشہ سے تم کو چاہتا ہوں۔"
"فار گاڈ سیک تب بھی تب بھی مجھے لفظ محبت، چاہت پر نہ یقین ہے اور نہ آئے گا۔"

......☆☆☆......

"بہت دل چاہتا ہے کہ اپنے بیٹے کو باپ کا پیار دے دوں مگر پیار کسی دکان پر نہیں ملتا۔ اس کے کپڑے، فیڈر، لوشن، پاؤڈر جہاں خریدے تھے وہی پیار بھی خرید لیتی، لیکن نمی میں بے بس ہوں مجھے صفدر کے گھر سے لوٹنا ہے اس کی نفرت بجا ہے کسی بے وفا کی محبت کا فریب میں نے کھایا تھا صفدر ایک مرد ہے وہ معاف نہیں کرسکتا ہے غلط نہیں ہے۔" عبدالصمد کو تھپک تھپک کے سلاتے ہوئے وہ بہت آہستہ آہستہ بول رہی تھی۔ قریب ہی تو حاجرہ بیگم اور جہاں آرا بیٹھی تھیں۔
"تم کوشش جاری رکھنا مجھے امید ہے کہ صفدر بھائی بیٹے کے لیے ضرور پگھلیں گے۔"
"اس میں شاید، بہت زمانے لگ جائیں جبکہ مجھے تو جلد آنا ہوگا۔"
"ہرگز نہیں تمہیں جلدی نہیں کرنی، خود سوچو عبدالصمد کا دنیا میں آنا اللہ کا کرم نہیں کیسے تم سے نفرت کرنے والا تمہارے قریب آ گیا یہ بیٹا تو انہی کا ہے اس سے تو وہ انکار نہیں کرسکتے تو ایک دن وہ اسے اپنائیں گے بھی۔" نمی نے اس کا سامان سمیٹ کر رکھتے ہوئے کہا۔
"کاش، ایسا ہوسکے۔"
"ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔"
"مجھے امی کا خیال آتا ہے وہ عبدالصمد سے جدائی برداشت نہیں کرسکیں گی۔" اس نے خوش خوش باتوں میں معروف جہاں آرا کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"یہ تو اچھی بات ہے انہیں بچے کے اتنا قریب کردو کہ صفدر بھائی ہاتھ جوڑ کر خود تمہیں روکیں۔"
"خیر تم سناؤ نوکری کیسی چل رہی ہے۔"
"الحمدللہ۔"

"ننھی تمہارا بہت احسان ہے مجھ پر کہ تم میری امی کے ساتھ رہ کر ان کی تنہائی بانٹ رہی ہو کوئی مشکل ہے تو پلیز مجھے بتاؤ۔"

"ارے، میں تو ایک سرائے سے گھر میں آ گئی ہوں اور تنہائی تو ایک ماں نے میری دور کردی ہے ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے بہت قیمتی ہو گئے ہیں۔" ننھی نے بتایا تو زیبا کھل اٹھی اسے ماں کی بہت فکر تھی۔

"ویسے ایک تمنا اور خواہش ہے کہ تم دوسری شادی کرلو۔" زیبا نے کہا تو وہ پہلے ہنسی اور پھر بولی۔

"یہ تو اب ساری زندگی نہیں ہوسکتا میں نے شادی کی اتنی اذیتیں جھیلی ہیں کہ سوچ کر بھی جھرجھری سی آتی ہے۔" ننھی کے کہنے پر اسے یقین تھا مگر پھر بھی اس کے نزدیک تنہا عمر کیسے گزرے گی۔

"ننھی اچھے دیسوں کی کمی نہیں ہے۔"

"بس پلیز مجھے دیسوں پر ریسرچ نہیں کرنی، اب تم فاضلی اپنا سامان دیکھ لو صفدر بھائی آتے ہوں گے۔"

"ہنہہ، میں نے اس کی کچھ چیزیں اماں کے کمرے میں رکھی تھیں وہ لے آؤں۔ تم عبدالصمد کے پاس ہی بیٹھو۔" زیبا اٹھ کر چلی گئی تو ننھی نے اپنے ماضی کے تلخ لمحوں پر نگاہ ڈالی۔ شادی کے نام پر کتنا زہر پیا تھا اس نے دیار غیر میں۔ کوئی اپنا نہیں تھا تنہا لڑتے لڑتے گھر کو خیرباد کہنا پڑا۔ اس نے کب چاہا تھا کہ اس کا گھر ٹوٹے، وہ طلاق یافتہ بن جائے مگر جب برداشت جواب دے گئی تو اسے یہ کڑوا گھونٹ بھرنا ہی پڑا تھا۔

○......❖❖......○

بھولی کے گانے کی آواز دور دور تک جارہی تھی۔ بوبی کو آتا دیکھ کر وہ ایک دم چپ ہوگئی۔ کیونکہ بوبی کی خشمگیں نگاہوں کا مطلب یہی تھا کہ اسے ناگوار لگا۔ بالوں میں پیلا پراندہ ڈالے لہراتی ہوئی بھاگنا چاہتی تھی کہ وہ گرجا۔

"بھولی......"

"جی......جی چھوٹے صاحب۔" سرمے سے بھری آنکھیں اس کے گندمی رنگ کو لبھا رہی تھیں۔

"تمہیں ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔"

"جی۔"

"کیا تماشا لگا کر رکھتی ہو۔ بغیر گائے تمہارا کھانا ہضم نہیں ہوتا تم لڑکی ہو یا میراثی۔" بوبی نے اس طرح کہا کہ بابا کچن سے نکل کر آگئے اور بھولی کو نظریں جھکائے روتا دیکھ کر سمجھ گئے کہ کچھ غلط کیا ہے۔

"کیا ہوا بابا؟" انہوں نے بوبی سے پوچھا۔

"بابا، یہ کیسی لڑکی ہے اس کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی۔" بوبی نے پوچھا۔

"کیا......کیا ہے اس نے؟"

"یہ ہر وقت ناچ گانے میں کیوں مصروف رہتی ہے؟ میں نے کتنی آوازیں دیں مگر یہ گلا پھاڑ پھاڑ کر گانا گا رہی تھی۔" بوبی نے بتایا۔

"کیوں، بھولی کیا کہہ رہے ہیں چھوٹے صاحب؟"

"ماما جی میں اخبار سیدھے کرکے رکھ رہی تھی حمیدہ ماسی نے کہا تھا۔" بھولی منمنائی۔

"تو گانا گانے کی کیا ضرورت تھی۔" بابا سختی سے بولے۔

"میں بھول گئی تھی۔"

"کیا......کیا بھول جاتی ہے تو؟" بابا کو غصہ آ گیا۔

اسی اثنا میں شرمین آفس کے لیے تیار ہوکر آ گئی اور بولی۔

"کیا ہوگیا ہے بابا کیوں ڈانٹ رہے ہو؟"

"یہ گانا گانے سے باز نہیں آتی چھوٹی بی بی۔" عادل بابا نے کہا۔

"اوہو...... تو کیا ہوگیا، گانے پر پابندی کیوں؟" وہ بھولی کے قریب کھڑی ہوکر اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے بولی۔

"شرمین اس کی آواز دور تک جارہی تھی۔" بوبی بولا۔

"تو...... تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کیونکہ تمہیں بھی تو گانا بجانا پسند ہے۔" شرمین نے ہلکے سے مزاح کے ساتھ کہا۔

"اس کا گانا...... ہنہہ۔" وہ جھلایا۔

"بھولی تم میرے کمرے میں جاکر صفائی کرو، میرے دھلنے والے کپڑے اکٹھے کرو اور دھلوا کر پریس بھی کرنے ہیں، جاؤ شاباش۔" شرمین نے بھولی سے کہا وہ دوڑ کر وہاں سے غائب ہوگئی۔ بابا ناشتہ لگوانے کے لیے کچن کی طرف چلے گئے تب شرمین نے بوبی سے کہا۔

"کیوں اس معصوم کو ستاتے ہو یا اس کی آواز ہے اندر کی آواز اگر پہرے بٹھاؤ گے تو دم گھٹ جائے گا۔"

"شرمین یہ تم کہہ رہی ہو تمہیں تو موسیقی پسند ہی نہیں۔" وہ بولا۔

"مجھے تو اور بھی بہت سی باتیں پسند نہیں مگر سمجھوتہ کرنے کی کوشش کرنے لگی ہوں۔" اس نے ذومعنی بات کہی جو کہ بوبی کو مفہوم نہیں ہوئی۔

"مطلب۔"

"کچھ نہیں۔"

"بتاؤ نا۔" وہ اڑ گیا۔

"یہ اب تک سلیپنگ سوٹ میں کیوں ہو؟ آفس کی تیاری کب ہوگی؟" اس نے موضوع ہی بدل ڈالا۔

"میں نیند کے خمار سے اس بھولی کی آواز سے نکلا ہوں۔" وہ محبت پاش نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"واہ...... اس کا مطلب ہے بھولی کی آواز میں اتنی کشش ہے کہ وہ خمار سے باہر لے آئی۔" اس نے چبھتی ہوئی بات کی۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"

"اچھا اب چلو تیار ہوکر آؤ شاباش دیر ہورہی ہے۔"

"یہ بچوں کی طرح ٹریٹ نہ کرو پلیز۔"

"بوبی......" اس نے گھورا۔

"جی...... مائی لو۔"

"اُف......" وہ گھورتی ہوئی زینت آپا کے کمرے کی طرف چلی گئی۔ کیونکہ انہیں ناشتے سے پہلے کی میڈیسن وہی کھلاتی تھی۔ ناشتے کے بعد بھی ایک گولی بلڈ پریشر کی دینی لازمی تھی۔

○......❖❖......○

ایش ٹرے سگریٹ کے ادھ جلے ٹکڑوں اور راکھ سے بھر چکی تھی۔ کمرے کی فضا بھی دھوئیں سے آلودہ تھی۔ باہر ملگجا سا اجالا تھا۔ آغا جی کا اسٹاف کے ساتھ ڈنر تھا وہ ان کے اصرار کے باوجود نہیں گیا سر درد کا بہانہ بنا کر ٹال دیا۔ ان کے جانے کے بعد یادوں کے ہجوم میں سگریٹ پھونکنے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ سوچ تھی خود سے تکرار تھی ملامت تھی، ندامت تھی اپنے

آپ سے سوال تھے جن کے جواب نہیں تھے۔ کسے معلوم تھا عارض تمہاری محبت کا چمن یوں ویرانے میں بدل جائے گا۔ تم جس سے بے پناہ محبت کرو گے وہ یوں تم سے جدا ہو جائے گا۔

مجھے معلوم ہے مجھے تسلیم اسے بھی مجھ سے محبت ہوگی مگر شاید حالات نے اسے اظہار کی مہلت نہیں دی ہوگی۔ شاید اسے موقع دیتے تو وہ اظہار محبت بھی کر لیتی۔

"لیکن وہ صبیح احمد...... وہ صبیح احمد کی محبت بھی تو ہے صبیح احمد اس کی تصویر سینے سے لگائے پھرتے ہیں کاش کبھی دوبارہ ملیں تو میں انہیں شرمین جیسی محبت کی داد دے سکوں۔ دعا دے سکوں۔" اس نے سوچتے سوچتے آنکھیں موند لیں۔ تو عین اسی لمحے ڈور بیل بجی تو وہ وال کلاک پر نظر ڈال کر یہ سوچتا ہوا باہر نکلا کہ بابا اتنی جلدی آگئے ہیں مگر دروازہ کھول کر وہ متحیر رہ گیا سنجنا بارش میں بھیگ رہی تھی۔ اس کی حیرت ابھی دور نہیں ہوئی تھی کہ وہ اسے دھکیل کر اندر آ گئی اپنے گیلے بالوں سے پانی جھٹکتے ہوئے بولنے لگی۔

"او مائی گاڈ جب گھر سے نکلی تھی تو بارش کا نام و نشان نہیں تھا آپ کا ایڈریس ڈھونڈنے میں جو وقت لگا اسی میں بارش شروع ہوگئی۔" وہ بے تکلفی سے خود کو گرمی پہنچانے کے لیے ہیٹر کے قریب بیٹھ گئی وہ مسلسل حیران پریشان کھڑا تھا۔

"اوہو مسٹر عارض اب حیرت سے باہر نکلو اور گرما گرم کافی پلاؤ۔" اس کی بے تکلفی کے باعث عارض کی حیرت غصے میں بدل گئی۔ وہ چلا اٹھا۔

"یہ میرا گھر ہے تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے گھر میں میری اجازت کے بغیر داخل ہونے کی۔" سنجنا کے لیے یہ رد عمل قطعاً پریشان کن نہیں تھا وہ مزے سے ٹشو پیپر سے اپنے بند جوتے جو کہ بارش کے باعث اوپر سے گیلے ہوگئے تھے انہیں صاف کرتے ہوئے بولی۔

"ویسے یہ کمپیوٹر بھی کیا چیز ہے پلک جھپکتے میں آپ کا ایڈریس سرچ ہوگیا۔"

"مس سنجنا پلیز آپ جاؤ میری آپ کی کوئی بے تکلفی نہیں ہے۔"

"میری تو ہے آپ کی طرف سے امید ہے۔"

"آپ جاؤ میرے بابا آنے والے ہیں۔" اس نے کسی حد تک نرمی سے کام لیا۔

"عارض! جب میں نیو یارک آ رہی تھی تو میں نے نہ آنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر میرے ججو نے اپنے کزن اشوک کے لیے مجھے آنے پر مجبور کیا اب اشوک سے بچ کر میں تمہیں ملنے آ گئی وہ پہلی بار ججو کے گھر آ رہا ہے۔"

"اس کہانی سے میرا کیا تعلق؟" وہ زچ آ گیا۔

"تعلق ہی تو بتا رہی ہوں مطلب مجھے نیو یارک میں اشوک سے نہیں تم سے ملنا ہے۔" وہ سادگی سے بولی۔

"وہاٹ......؟" وہ دہاڑا۔

"دھیرج میں نے تمہاری زبان بولی ہے اچھا اب کافی پلیز۔" وہ اٹھلائی۔

"دیکھو اب تم جاؤ میرے بابا مجھ سے ناراض ہوں گے۔"

"کمال ہے یہ امریکہ ہے یہاں بھی ڈرتے ہو۔" وہ ہنسی۔

"فار گاڈ سیک، اب جاؤ۔"

"میں نے تو سنا تھا کہ پاکستانی مہمان نواز ہوتے ہیں۔"

"میں ہرگز نہیں ہوں۔" وہ صاف کہہ کر بےزاری سے دیکھنے لگا۔ وہ اٹھی اور کافی قریب آ کر دھیرے سے بولی۔

"پھر بھی فرق نہیں پڑتا۔"

"پلیز......"

"لو کے، بارش میں نکال رہے ہو۔" وہ اپنا پرس اٹھا کر دروازے تک ہی پہنچی تھی کہ ڈور بیل بج اٹھی۔ عارض سناٹے میں آ گیا۔ کیونکہ دروازے کے باہر سے بابا اور منیجر صاحب کی آوازیں صاف آ رہی تھیں مگر دروازہ تو کھولنا ہی تھا جو نہی دروازہ کھولا تو سمجھنا سے پہلے آغا جی اور منیجر صاحب اندر آ گئے وہ ایکسکیوزمی کہہ کر چلی تو گئی مگر آغا جی کی نظریں دروازے پر جم گئیں۔ وہ شرمندہ سا منمنایا۔

"بابا یہ...... یہ میرز میں سے......"

"اس کے لیے آپ میرے ساتھ ڈنر کے لیے نہیں گئے۔" بڑی بے دلی سے انہوں نے کہا اور بیٹھ گئے۔

"نہیں یہ تو ویسے ہی بارش کی وجہ سے آ گئی۔" وہ ہکلایا۔

آغا جی نے ایک سرد سانس بھرا اور ہاتھ کے اشارے سے منیجر صاحب کو جانے کی اجازت دی اور پھر اس سے مخاطب ہوئے۔

"عارض یہ چار کمروں والا اپارٹمنٹ لینے کی وجہ جانتے ہو شاید نہیں۔" وہ بولتے بولتے رکے۔

"بابا......"

"صرف اتنی سی وجہ ہے کہ میں یہاں رہنا پسند نہیں کرتا۔ عارضی وقت کے لیے آتا جاتا رہا یہاں کی تہذیب، یہاں کے طور طریقے مجھے اپنے وطن کے مقابلے میں منظور نہیں اور رہ گئی بات مذہب کی تو مذہب پر تو کوئی سمجھوتہ میں ہرگز نہیں کر سکتا۔ لوگ مجھے یہ کہتے ہیں کہ نیویارک میں بہت بڑا شاندار گھر مجھے رکھنا چاہیے۔ لیکن میرا کہنا ہے کہ نہیں ہمیں یہاں مستقل رہنا پسند نہیں لیکن اب ایسا لگتا ہے کہ تمہیں یہیں رہنا ہے۔" وہ بڑی طویل بات کر کے تیزی سے اٹھے اور اپنے کمرے میں بند ہو گئے۔

اس نے بابا کا موڈ اس قدر آف کبھی نہیں دیکھا تھا ہمیشہ ہنسنے مسکرانے والے بابا کے چہرے پر سنجیدہ سی کیفیت طاری تھی وہ بالکل خاموش تھے۔ یقیناً رات کے واقعے کے اثرات تھے لاکھ طریقوں سے اس نے انہیں سمجھانا سے لاتعلقی کا یقین دلایا تھا مگر لگتا تھا کہ انہوں نے ذرا سا بھی یقین نہیں کیا تھا۔ اسے سمجھانا پر سخت غصہ آ رہا تھا۔ اس کو گھر آنے کی ضرورت کیا تھی اور اس نے کب اس کی ہمت بڑھائی تھی۔ بلاوجہ اس کی موجودگی نے منیجر صاحب اور بابا کی غلط فہمی کو سو فیصد یقین میں بدل دیا تھا رات کو ہی بالکل خاموش ہو کر اپنے کمرے میں چلے گئے تھے اور اب بھی ناشتے کے لیے دوبار بلانے پر بھی وہ کمرے سے نہیں آئے مجبوراً نرسے اٹھا کر وہ کمرے میں آ گیا۔ لیکن ان کی خاموشی توڑنے کے لیے اسے سوچنا پڑ رہا تھا۔

"بابا آپ کی خاموشی بے سبب ہے۔"

"مجھے دکھ ہے کہ میری غلط فہمی سچ ثابت ہو گئی۔" وہ چائے کی چسکی لینے کے بعد بولے۔

"بابا گنجائش تو غلط فہمی کی بھی نہیں ہے۔"

"چھوڑو، میں کل کی فلائٹ سے جا رہا ہوں۔" انہوں نے بہت لاتعلقی سی ظاہر کی تو وہ چیخ اٹھا۔

"بابا میری بات پر اعتماد کیوں نہیں کر رہے ہیں آپ؟"

"اس لیے کہ تمہارا ماضی کا ریکارڈ ایسے کارناموں سے بھرا پڑا ہے ابھی اتنی پیاری معصوم سی شرمین کو تم نے دھوکا دیا ہے اس لڑکی کی خاطر جو تمہیں اچھی لگ سکتی ہے مجھے نہیں۔" وہ بہت سپاٹ لہجے میں کہہ کر ہاتھ دھونے کے لیے چلے گئے۔

"بابا، یہ لڑکی کوئی فراڈ ہے یا دھوکہ، میں اسے نہیں جانتا اس کے لیے شرمین کو نہیں چھوڑا۔"

باتوں سے خوشبو آئے

❖ میٹھے لہجے اور خوش خلقی سے محبت واجب ہو جاتی ہے۔
❖ جب عقل پختہ ہوتی ہے تو گفتگو ختم ہو جاتی ہے۔
❖ لالچ ہمیشہ کی فقیری ہے۔
❖ دوسروں کی غلطیاں بھول جاؤ لیکن اپنی غلطی نہ بھولو۔
❖ انسان کی قدر و قیمت کا اندازہ اس کے علم کے اعتبار سے ہوتا ہے۔
❖ ہر رات کے بعد دن ضرور طلوع ہوتا ہے اور جو رات صبر سے گزار دی جائے اس کی صبح بہت حسین گزرتی ہے۔
❖ اچھا سوال کرنا آدھا علم ہے۔
❖ وقت کی قیمت اس کا بہترین استعمال ہے۔
❖ دس فقیر ایک کمبل میں سو سکتے ہیں لیکن دو بادشاہ ایک ملک میں نہیں رہ سکتے۔

ہالہ سلیم......اورنگی ٹاؤن کراچی

"ہنہ آنکھوں دیکھا سچ جھوٹ مان لوں۔" وہ بہت تمسخرانہ انداز میں اسے دیکھتے ہوئے بیٹھ گئے۔
"ہاں، کیونکہ یہ جھوٹ ہے محض اتفاق ہے، بابا آپ ایسا نہ سوچیں۔" اس نے پوری ہمت سے سمجھانا چاہا لیکن وہ یہ سب مان لینے کو تیار نہیں تھے منہ دوسری طرف موڑ لیا۔
"بابا... پلیز مجھے یہ اذیت نہ دیں۔"
"یار کوئی اذیت نہیں ہے تم جو چاہو کرو۔" انہوں نے جھڑکا۔
"آپ سمجھ کیوں نہیں رہے؟"
"بس اتنی سی بات ہے کہ اس غیر مسلم عام سی شکل صورت والی لڑکی کی خاطر یہاں بیٹھے ہو اور شرمین کو مسترد کر دیا۔" آغا جی بولے۔
"کس نے کہا؟"
"کون کہے گا، سب واضح ہے اگر شرمین کو اس کی وجہ سے نہیں چھوڑا تو چل کر بتاؤ۔" انہوں نے کشش و پنج میں گرفتار کر دیا۔
"بابا شرمین کے علاوہ کوئی اور بات بھی کر لیں۔" وہ جھنجلا سا گیا۔
"تو یہ حقیقت ہے کہ یہی ہندو لڑکی اصل وجہ ہے۔" انہوں نے ایسے کہا کہ وہ کچھ نہ بول سکا یا شاید بولنے کا کچھ فائدہ نہیں رہا تھا۔
"ٹھیک ہے آپ رہیں نیو یارک میں مجھے کوئی شکایت نہیں میں جا کر شرمین سے معافی مانگ لوں گا اسے آپ کی اصل صورت دکھا دوں گا۔ بس یاد رکھنا کہ شرمین جیسی لڑکی تمہیں دوسری نہیں مل سکتی۔"
"سچ کہا آپ نے۔" وہ افسردہ سا ہو گیا۔
"پھر بھی، پھر بھی کوئی احساس نہیں۔"
"بابا کچھ سمجھنے کی کوشش کریں شاید میرا کچھ قصور ہو مگر ایسا ضروری تھا۔" وہ بولا۔
"تو ٹھیک ہے سینہ ٹھونک کر کہو کہ یہ لڑکی آپ کی زندگی میں ہے، ہاں یا نہیں؟" انہوں نے کہا تو وہ چاہتے ہوئے بھی

کچھ نہ بول سکا اور آغا جی نے یقین کرتے ہوئے آخری جملہ ذوق سے کہہ دیا۔
"جانتا ہوں اس لڑکی کو بھی تم جلد چھوڑ دو گے۔" آغا جی اٹھ کر کمرے سے باہر چلے گئے وہ بیٹھا رہ گیا۔
آغا جی کی شدید ناراضگی کے باعث وہ سخت مشتعل ہو کر اس کی تلاش میں کافی شاپ اور پھر اسی ہوٹل میں پہنچا۔ تو وہ وہیں ہال میں ایک الگ تھلگ سی میز پر سوچ میں گم بیٹھی تھی۔ سامنے پانی کا گلاس رکھا تھا جو شاید تھوڑا سا پی کر چھوڑ دیا گیا تھا۔ وہ تیزی سے اس کے قریب گیا جھٹکے سے عین سامنے والی کرسی کھینچ کر بیٹھا تو وہ چونکی اور پھر خوش ہو کر مسکرائی۔
"تمہیں کس نے یہ حق دیا کہ میرے گھر میں قدم رکھو۔"
"یہ بات آپ مجھے کہہ چکے ہو نئی بات کرو۔" وہ حد درجہ بلیک تھی۔
"میرے بابا نے مجھ پر الزام لگایا اور ناراض ہو گئے میں آپ کو جانتا تک نہیں۔" وہ شدید غصے کے باوجود لہجہ دبا دبا اختیار کیے ہوئے تھا۔
"تو جان لو نا آئی ایم بنجنا راٹھور اور.....!"
"جسٹ شٹ اپ یہ لا وجہ مخل انداز ہو رہی ہو۔" اس نے بہت غصے میں جھڑکا۔
"کیا اس پرائے دیس میں کسی سے بات کرنا جرم ہے۔"
"ہے یا نہیں، مگر میں اور طرح کا ہوں آپ سے میل جول نہیں رکھ سکتا۔" اس نے صاف صاف کھرے انداز میں کہا۔
"ہم ایک دوسرے کی بھاشا سمجھتے ہیں سو ایک اپنائیت سی محسوس ہوتی ہے۔" وہ بولی تو وہ سیخ پا ہو گیا۔
"حد ہے کیسی بھاشا کیسی اپنائیت؟ میں سمجھ سکتا ہوں مگر میں یہاں کسی لڑکی کے چکر میں نہیں ہوں جو آپ نے آگے چل کر کہنا ہے اس کے لیے ابھی سوری۔" وہ بہت کچھ کہہ گیا۔
"کیا کہنا ہے؟"
"پلیز مجھ پر ٹائم ضائع نہ کرو۔"
"عارض مجھے صرف اچھے دوست کی ضرورت ہے اور کچھ نہیں۔" وہ بہت نرمی سے میز کی سطح پر ناخن سے الٹی سیدھی لکیریں بناتے ہوئے بولی۔
"مس بنجنا میرا پیچھا چھوڑ دو بس۔" وہ یہ کہہ کر اٹھنے لگا۔ تو وہ کچھ دیر عجیب سی نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔
"میرے جذبے صرف خالص ہیں ان کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں، جذبات نہ ہندو ہوتے ہیں نہ مسلمان بس پوتر ہوتے ہیں۔"
"میرے پاس جذبات ہی نہیں ہیں۔" وہ جھنک کر بولا۔
"عارض آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہو مجھے آپ کے خیالات سے اتفاق نہیں۔"
"اچھی بات ہے اب آئندہ مجھ سے رابطہ نہ کرنا۔"
"تو آپ واپس چلے جائیں۔" اس نے برجستہ کہا۔
"کیا!" وہ حیران ہو گیا۔
"ہاں ورنہ میرا تو سامنا رہے گا میں کچھ عرصہ یہیں ہوں۔"
"مجھے کچھ لینا دینا نہیں۔" اس نے کورا جواب دیا۔
"عارض! زندگی ایک حسین تحفہ ہے۔" اس نے کہا۔

"یس، لیکن یاد رہے مجھے آپ سے دوبارہ نہیں ملنا۔"

"ہاہاہا۔" وہ ایسے ہنسی جیسے اس کی بات کا تمسخر اڑا رہی ہو۔

"سنتو...... میں تمہیں دوبارہ دیکھنا نہیں چاہتا۔" وہ یہ کہہ کر چلا گیا تو سنجنا ہنسنے لگی اتنا ہنسی کہ اردگرد کے لوگوں نے تعجب سے دیکھا تھا ہنسنا تعجب خیز تھا اور پھر اس میں رونا شامل ہوگیا۔ آنسو بہنے لگے سب حیران نظروں سے اسے روتا دیکھ رہے تھے۔

"لیکن، میں تمہیں ہمیشہ دیکھنا چاہتی ہوں۔" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی لیکن جسے کہہ رہی تھی وہ وہاں موجود نہیں تھا جا چکا تھا بلکہ کبھی آیا ہی نہیں تھا جانے کہاں سے سامنے دکھائی دیا اور اس کے من کو اچھا لگ گیا۔

○......❖❖......○

منیجر صاحب مجرموں کی طرح اس کے چیمبر میں کھڑے تھے۔ وہ شعلہ بار نگاہوں سے انہیں گھور رہا تھا۔ سنجنا کے بارے میں آغا جی کو انہوں نے ہی اطلاعات فراہم کی تھیں۔

"آپ کی غلط اطلاع نے بابا کو بدظن کردیا معلوم ہے ایسا پہلی بار ہوا ہے وہ مجھ سے بات نہیں کررہے واپس جانے کا آپ نے ٹکٹ بھی کروادیا آپ ایسا کرسکتے ہیں۔ مجھے حیرت ہے۔" وہ بولتا چلا گیا۔

"سر...... آغا صاحب نے مجھے ڈیوٹی دی تھی روز فون پر پوچھتے تھے۔"

"تو آپ مجھ سے کنفرم تو کرلیتے۔"

"آغا صاحب نے بتایا کہ کسی لڑکی کا چکر ہوگا تو مس سنجنا کی وجہ سے یہی لگا کہ آپ دونوں میں ریلیشن ہے۔" منیجر صاحب نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"تو یہ مجھ سے پوچھتے میں سنجنا کے بارے میں کچھ نہیں جانتا آپ کو پتا نہیں چلا وہ کافی شاپ میں ریسٹورنٹ میں ملی اور پھر میرے پیچھے پڑگئی یہ آپ نے بابا کو نہیں بتایا۔"

"سر...... سوری میں نے آغا صاحب کو اور کچھ نہیں کہا۔"

"اور مجھ سے بھی نہیں اب آپ کیا کہیں گے؟" وہ طنزیہ مسکرایا۔

"سوری سر۔"

"آپ کے سوری کہہ دینے سے بابا کا ذہن صاف ہوجائے گا؟"

"سر...... آپ سر کے ساتھ واپس چلے جائیں تو خودبخود حالات نارمل ہوجائیں گے۔" منیجر صاحب نے حل تجویز کیا تو اسے غصہ آگیا۔

"آپ کو واپس پاکستان نہ بھیج دیا جائے؟"

"سوری سر ...... سوری۔"

"منیجر صاحب وہ لڑکی مجھے پاگل لگتی ہے آپ نے یہ نوٹس نہیں کیا اور رائی کا پہاڑ بنادیا۔" وہ بڑبڑا کر اپنی کرسی سے اٹھا اور سیدھا بابا کے آفس میں آگیا آغا جی کچھ اہم فائلیں سائن کررہے تھے۔ اس کے آنے پر کوئی نوٹس نہیں لیا، کچھ دیر وہ کھڑا دیکھتا رہا پھر بول اٹھا۔

"بابا مجھے معلوم ہے آپ جان بوجھ کر مجھ سے بات نہیں کررہے۔"

"یار مجھ میں اخلاقی قدریں ابھی زندہ ہیں۔ میں آپ کی طرح دیوالیہ کبھی نہیں ہوسکتا فرمایئے۔" انہوں نے خاصے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا اور عینک اتار کر میز پر رکھ دی۔

"بابا آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟" وہ بولا۔
"اس لیے کہ دھوکہ دینا اپنے عہد سے پھر جانا جھوٹ بولنا کیا اخلاقی قدریں ہیں آپ تو شاید ہمیشہ سے ایسے ہی تھے میں نے لاڈ پیار کی عینک اتار کر دیکھا ہی نہیں۔"
"آپ غلط سوچ رہے ہیں میں نے کچھ ایسا نہیں کیا۔" وہ تقریباً زچ ہوگیا۔
"تو پھر شرمین کے لیے واپس چلو ثابت کرو اس لڑکی سے تمہارا کوئی رشتہ نہیں۔" انہوں نے فیصلہ کن انداز میں کہا تو وہ ساکت ہوگیا۔
"بس، کوئی جواب نہیں ہے نا۔" آغا جی نے کہا۔
"مجھے کچھ نہیں کہنا۔" وہ فقط یہ کہہ سکا۔
"اب آئندہ یہ مت کہنا کہ میں غلط سوچتا ہوں اور تم نے ایسا نہیں کیا۔" وہ بڑی سختی سے کہہ کر اپنے کام میں مشغول ہوگئے۔
"بابا......" کچھ دیر کے بعد اس نے خاموشی توڑ دی۔
"سوری آپ جاسکتے ہیں مجھے ضروری کام نپٹانے ہیں۔" انہوں نے اجنبی لہجے میں جواب دیا۔
"ٹھیک ہے۔" وہ غصے میں کہہ کر چلا گیا۔ آغا جی نے تاسف سے سرد آہ بھری اور کام چھوڑ کر گہری سوچ میں گم ہوگئے۔

○......❖❖❖......○

"ہم انسانوں کی دنیا میں کیسا محبت شناسی کا انقلاب آیا ہے کہ ہم نے محبت کو بھی بھٹکنے پر مجبور کردیا ہے۔ اب محبت بھی آبلہ پا ہوکر لفظوں سے نکل کے کبھی ساحل پر پھیلی ریت میں اتر کر، کبھی پانی کی سطح پر بننے والے بلبلوں میں ڈھل کر، کبھی تتلیوں کے رنگوں میں بکھر کر، یا کبھی موم کے قلب میں پگھل کر اپنے معنی اور مفہوم تلاش کرتی ہے جبکہ کتنی آسانی سے ہم خود محبت کو ہی فریب دے کر دوسروں کو یہ یقین دلا رہے ہوتے ہیں کہ ہم آپ کے بنا جی نہیں سکتے اور پھر جی لیتے ہیں۔"
بڑی دیر سے وہ یہی سوچ رہی تھی دل اور دماغ میں یوبی کے لیے گنجائش نکالنے کی کوشش جاری تھی اور عقل کی ترازو یہ تول رہی تھی کہ یوبی کتنی محبت کرتا ہے صبیح احمد کی طرح یا عارفین کی طرح اور یا پھر نوازش صاحب کی طرح یہ فیصلہ کرنا مشکل ہورہا تھا اس نے زینت آپا کی خاطر صفدر کے کہنے پر یوبی کے لیے سوچنا شروع کردیا تھا مگر فیصلہ کچھ بھی نہیں کرپارہی تھی۔
بھولی کپڑوں کی الماری میں کپڑے سیٹ کررہی تھی ساتھ ساتھ کچھ گنگنا رہی تھی یوبی اچانک کمرے میں آیا تو اس کی گنگناہٹ بند ہوگئی۔
"اوں ہنہہ کتنی عجیب سی اسمیل ہے کمرے میں، بھولی جاؤ یہاں سے۔" اس نے ناگواری سے کہا۔
"اوہو... کیا ہوگیا ہے یوبی۔" شرمین کو اچھا نہیں لگا بھولی بے چاری شرمندہ سی ہوگئی۔
"جاؤ کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہو، کپڑوں میں سے بو آرہی ہے۔" اس نے براہ راست بھولی کو کہا تو وہ نمکین آنکھوں کے ساتھ فوراً چلی گئی تب شرمین نے بہت سنجیدگی سے کہا۔
"بہت بری بات ہے کسی کی اتنی تذلیل کرنا۔"
"یار تمہیں بو نہیں آرہی تھی۔"
"برداشت کرتے ہیں۔"
"ویسے بھی میں تمہارے پاس بیٹھنا چاہتا تھا۔ تمہیں دیکھنا چاہتا تھا۔" وہ شوخ ہوگیا۔

"جی فرمائیے۔"
"شرمین، لانگ ڈرائیو پر چلیں۔" بوبی نے کہا۔
"کیوں؟"
"دل چاہ رہا ہے۔" وہ بولا۔
"دل کو سنبھالیں سمجھائیں مجھے ضروری کام کرنے ہیں۔" اس نے کہا۔
"شرمین، میرا موڈ نہ خراب کرو۔"
"بوبی مجھے بچپنا پسند نہیں۔"
"مجھے پسند ہے۔"
"تو جاؤ پھر کرو اپنی مرضی۔"
"تمہارے ساتھ جانا ہے۔"
"مجھے نہیں جانا تمہاری ضد پر ہی میں پریشان ہوتی ہوں۔"
"تم کب میرے لیے مطمئن ہوگی؟"
"جب میرا دماغ تمہیں قبول کرلے گا۔" اس نے مسکرا کر کہا تو وہ ورطہ حیرت میں غوطہ لگا کر باہر نکلا اور خوشی سے چلایا۔
"ہرے، سچ شرمین تم نے یہ کہہ کر مجھے خوش کردیا۔ میں ماما کو بتاتا ہوں۔"
"کیا..... کیا بتاؤ گے؟" وہ بولی۔
"یہی کہ تم میرے بارے میں غور کررہی ہو۔" وہ معصومیت سے بولا تو اسے ہنسی آ گئی۔ اسے ہنستا چھوڑ کر وہ بھاگ کر کمرے سے نکل گیا وہ سچ میں اس بات پر بے حد درجہ خوش ہوگیا تھا۔ شرمین کو اس کی معصومیت پر پہلی بار بہت پیار آیا تھا۔
"بوبی تم نے کیا سوچنے پر مجبور کردیا۔" وہ ہولے سے بڑبڑائی۔

○......❖❖......○

"منفی، شوہر کے گھر میں رہنا اس بات کی دلیل نہیں کہ بیوی شوہر کے دل میں بھی رہائش پذیر ہو، مٹی چونے کی دیواروں کے بیچ رہنے اور ان میں چنے جانے میں کیا فرق ہوتا ہے یہ یا تو انارکلی جانتی تھی یا پھر شوہر کے دل سے نکلنے والی بدنصیب بیوی۔"
"بی پوزیٹیو ڈیئر۔ ضروری نہیں کہ تمہارے ساتھ ایسا ہی ہو ابھی ایسا مت سوچا کرو۔" منفی نے اس کی مایوسی کو تسلی میں بدلنے کی خاطر کہا۔ وہ محسوس کررہی تھی کہ آج زیبا زیادہ ہی افسردہ اور مایوس ہے۔ اسے فون کرکے بلایا تھا اب وہ مسلسل ایسی ہی باتیں اس سے کررہی تھی۔
"سوچنا کیا ایسا تو ہوتا ہے، صفدر کب تک امی کے کمرے میں پاپا ہر تخت پر سوئیں گے، سیدھے منہ بات نہیں کرتے امی سے بھی الجھتے رہتے ہیں کمپیوٹر پر کام کرنا ہوتا ہے میں شرمندہ ہوتی رہتی ہوں۔" زیبا نے کہا۔
"کیوں..... کیوں شرمندہ ہوتی ہو اپنے حق کے ساتھ رہو انہیں ایڈجسٹ کرنا چاہیے۔"
"وہ نہیں کریں گے منفی، مجھے صرف امی کا خیال ہے عبدالصمد میں ان کی جان ہے میں کیسے یہاں سے جاؤں گی؟"
"تو ضرورت بھی نہیں ہے تمہیں یہ گھر ہے تمہارا اور تم عبدالصمد کی ماں ہو صفدر بھائی حقیقت بدل نہیں سکتے اور دیکھنا کچھ دنوں بعد عبدالصمد سے انہیں انسیت ہوجائے گی۔"
"مشکل ہے ایک بار بھی غور سے نہیں دیکھا بلکہ اس کی آواز بھی اچھی نہیں لگتی۔" زیبا نے سوئے ہوئے گول مٹول

سے عبدالصمد کو پیار کرتے ہوئے کہا۔

"وقت بدلے گا تھوڑا صبر کرو۔"

"دم گھٹتا ہے، بہت تذلیل کرتے ہیں، دل چاہتا ہے اڑ کر چلی جاؤں۔" زریا کی آواز بھاری ہوگئی۔

"تو چلی جاؤ، جاتی کیوں نہیں۔" صفدر آندھی اور طوفان کی طرح کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔ وہ دونوں شرمندہ سی ہوگئیں۔

"صفدر بھائی یہ گھر جانے کا کہہ رہی تھی۔" نمی نے وضاحت کرنی چاہی۔

"مگر میں چاہتا ہوں کہ یہ چلی جائیں جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے میرا خون کھولتا رہتا ہے۔" وہ بہت نفرت آمیز نگاہوں سے زریا کو گھورتے ہوئے بولا۔

"میں چلی جاؤں گی۔" زریا کو برا لگا۔

"کیوں چلی جاؤ گی، عبدالصمد کو اس کی دادی سے دور کیسے کرو گی؟" نمی نے دانستہ اسے کچھ احساس دلانے کی خاطر کہا۔

"بس یہی ترپ چال ہے آپ کے پاس میری ماں کو جذباتی طور پر بلیک میل کرے۔" وہ طنزیہ بولا۔

"صفدر بھائی پلیز، اتنا وقت گزر گیا اب معاف کردیں دیکھیں کتنا پیارا بیٹا ہے آپ کا۔ اسے چھو کر دیکھیں گود میں لیں آپ کو اپنا بنائے گا۔" نمی نے عبدالصمد کو اٹھا کر اپنی گود میں بھرتے ہوئے اس طرح کہا کہ وہ پسیج جائے مگر وہ تو کٹھور تھا۔

"کاش ایسا ہو سکتا۔" وہ یہ کہہ کر چلا گیا زریا دکھ سے مسکرا کر بولی۔

"دیکھ لیا میں اس شخص سے منت نہیں کروں گی جس روز ٹھان لیا کہ جانا ہے تو کر گزروں گی۔"

"اور خالہ جان۔" نمی نے صفدر کی امی کے لیے کہا۔

"میں بتا دوں گی کہ ہم دونوں ساتھ نہیں رہ سکتے۔"

"اف خدایا اللہ نہ کرے کبھی ایسا ہو، یہ معصوم بچہ بکھر کے رہ جائے گا۔" نمی کانپ اٹھی۔

"یہ اپنی ماں کی غلطی کی سزا بھگتے گا۔ اس کا مقدر میں نے خراب کیا ہے۔" زریا دکھی ہو کر بولی۔

"حوصلہ رکھو، اللہ تمہیں محفوظ رکھے گا، سب بہتر ہوگا۔"

"ناممکن ہے اور اب میں خود بھی نہیں چاہتی۔" وہ بولی۔

"اللہ بہت طاقت والا ہے وہ دلوں کو موم کرتا ہے صفدر بھائی حقیقت تسلیم کریں گے۔"

"دل تو چاہتا ہے کہ وہ ماضی کی بھول سامنے آجائے تو اسے قتل کر دوں۔"

"دفع کرو، جانے کہاں ہوگا شاید مرکھپ گیا ہو۔" نمی نے کہا۔

"تم عبدالصمد کے پاس رہو، میں ذرا کچن سے ہو کر آتی ہوں۔ امی کو وقت پر کھانا دینا ہوتا ہے۔" زریا یہ کہہ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)